شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ : گلشن اقبال کراچی

فیوضِ ربّانی۔ الطافِ ربّانی۔ افضالِ ربّانی
انعاماتِ ربّانی۔ عنایاتِ ربّانی۔ عطائے ربّانی

ملفوظات

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ

حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حسبِ ہدایت وارشاد

حلیم الامت حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

به فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبّت ہے
به اُمّیدِ نصیحت دوستو اسکی اشاعت ہے

محبّت تیرا صدقہ ہے ثمر ہیں تیرے نازوں کے
جو مَیں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

شیخُ العرب والعجم عارف باللہ مجدّدِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے ارشاد کے مطابق حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی جملہ تصانیف و تالیفات

محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

ضروری تفصیل

نام کتاب : مواہبِ ربّانیہ

ملفوظات : عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

موضوع : مجموعۂ ملفوظات

مرتّب : حضرت سید عشرت جمیل میرؔ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تاریخِ اشاعت : ۴؍رجب المرجب ۱۴۳۷ھ مطابق ۱۲ اپریل ۲۰۱۶ء بروز منگل

زیرِ اہتمام : شعبہ نشرو اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی

پوسٹ بکس:11182رابطہ:92.21.34972080+،92.316.7771051

ای میل:khanqah.ashrafia@gmail.com

ناشر : کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، بلاک نمبر ۲، کراچی، پاکستان

قارئین و محبّین سے گزارش

خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ کراچی اپنی زیرِ نگرانی شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی شایع کردہ تمام کتابوں کی ان کی طرف منسوب ہونے کی ضمانت دیتا ہے۔خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی تحریری اجازت کے بغیر شایع ہونے والی کسی بھی تحریر کے مستند اور حضرتِ والا رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہونے کی ذمہ داری خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ کی نہیں۔

اس بات کی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی کتابوں کی طباعت اور پروف ریڈنگ معیاری ہو۔الحمدللہ!اس کام کی نگرانی کے لیے خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ کے شعبۂ نشرو اشاعت میں مختلف علماء اور ماہرین دینی جذبے اور لگن کے ساتھ اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔اس کے باوجود کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہِ کرم مطلع فرمائیں تاکہ آیندہ اشاعت میں درست ہوکر آپ کے لیے صدقۂ جاریہ ہوسکے۔

(مولانا) محمد اسماعیل

نبیرہ و خلیفہ مُجازِ بیعت حضرتِ والا رحمۃ اللہ علیہ

ناظم شعبۂ نشرواشاعت، خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ

عنوانات

دردِ عشقِ حق بھی تم حاصل کرو
لاکھ تم عالم ہوئے فاضل ہوئے

یک زمانے صحبتے با اولیاءؔ
جسؔ نے پائی ہے وہی کامل ہوئے

فیوضِ ربّانی

ملفوظات

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ

حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

عرضِ مرتّب

مرشدی ومولائی عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم کے ملفوظات جو سفر حرمین شریفین رمضان المبارک ۱۴۱۷؁ھ کے دوران جمع کیے گئے ''فیوضِ ربّانی'' کے نام سے شایع کیے جارہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ شرفِ قبول عطا فرمائیں اور قیامت تک کے لیے صدقۂ جاریہ بنائیں۔

احقر سید عشرت جمیل میر عفا اللہ تعالیٰ عنہ
یکے از خدام
عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم
خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال ۲ کراچی
۱۹؍ محرم الحرام ۱۴۱۸؁ھ مطابق ۲۷؍ مئی ۱۹۹۷ء

نقشِ قدم نبی ﷺ کے ہیں جنّت کے راستے
اللہ جل جلالہ سے مِلاتے ہیں سُنّت کے راستے

فیوضِ ربّانی

(۳۰؍ شعبان المعظم ۱۴۱۷؁ھ مطابق ۹؍ جنوری ۱۹۹۷؁ء بروز جمعرات جدہ صبح ۱۱ بجے)

ذکر پر خشیت کی تقدیم کا راز

ارشاد فرمایا کہ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ وَسَاوِسَ قَلْبِیْ خَشْیَتَكَ وَذِكْرَكَ[1] میں خشیت کو پہلے کیوں بیان فرمایا؟ تاکہ خشیت غالب رہے، کیوں کہ محبت جب خوف پر غالب ہوجاتی ہے تو بدعت ہوجاتی ہے۔ خشیت محبت کو حدودِ شریعت کا پابند رکھتی ہے۔ میرے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ وَ اَمَّا مَنْ جَآءَكَ یَسْعٰی میں صحابی کا دوڑ کر آنا بوجہ محبت کے تھا وَ ھُوَ یَخْشٰی[2] اور وہ ڈر بھی رہے تھے، یہ حال ہے اور حال ذوالحال کے لیے قید ہوتا ہے یعنی ان کی محبت خشیت کی پابند تھی۔ معلوم ہوا کہ جب محبت خشیت کی حدود کو توڑتی ہے تو بدعت ہوجاتی ہے۔ اور خشیت کا تضاد تو محبت تھی لیکن حدیثِ پاک میں محبت کے بجائے ذکر کیوں فرمایا؟ اس لیے کہ ذکر سببِ محبت اور حاصلِ محبت ہے جو ذکر کرے گا اس سے معلوم ہوگا کہ اس کو محبت حاصل ہے ورنہ جو محبت محبت تو کررہا ہے لیکن اللہ کا ذکر نہیں کرتا وہ محبت میں صادق نہیں۔ لہٰذا یہاں ذکر کی قید سے منافقین نکل گئے۔ جو صادق فی المحبت نہیں وہ ذاکر نہیں ہوسکتا۔

حکمِ استغفار کے عاشقانہ رموز

ارشاد فرمایا کہ اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ سے دو مسئلے ثابت ہوئے: ایک تو یہ کہ ہم سے گناہ سرزد ہوں گے جب ہی تو معافی مانگنے کا حکم دے رہے ہیں، اور دوسرے یہ کہ اگر معاف نہ کرنا ہوتا تو معافی کا حکم نہ دیتے۔ جس طرح شفیق باپ جب بیٹے سے کہتا ہے کہ معافی مانگ تو اس کا معاف کرنے کا ارادہ ہوتا ہے پس اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ مجھ سے

---

[1] الفردوس بماثور الخطاب للدیلمی: ۱/۴۷۴، (۱۹۳۰)، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

[2] عبس: ۷-۸

معافی مانگو یہ دلیل ہے کہ وہ ہم کو معاف کرنا چاہتے ہیں لہٰذا معافی مانگنے میں دیر نہ کرو۔

(مکہ مکرمہ بعد نماز عشا ۹ بجے)

اللہ کے نام کی عظمت اور اشکِ محبت کی قیمت

ارشاد فرمایا کہ میرا ذوق یہ ہے کہ جس نے ایک بار بھی اخلاص سے اللہ کا نام لے لیا اللہ تعالیٰ اس کو جہنم میں نہیں ڈالیں گے۔ ان کا نام بہت بڑا نام ہے جس کے منہ سے ایک بار بھی محبت سے ان کا نام نکل گیا اللہ کی رحمتِ غیر محدود سے بعید ہے کہ اس کو جہنم میں ڈال دے اور جس کا ایک آنسو اللہ کے لیے نکل گیا وہ کبھی مردود نہیں ہو سکتا، اس کا سوئے خاتمہ نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وہ آنسو محفوظ ہو جاتا ہے اگر کبھی نفس سے مغلوب ہو کر وہ اللہ سے بھاگ بھی جائے تو اللہ کے علم میں وہ آنسو محفوظ ہوتا ہے۔ اس کو بہانہ بنا کر اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کو تلاش کر لیتی ہے کہ یہ کبھی ہمارے لیے رویا تھا اس کو ہم کیسے ضایع کر دیں۔ یہ ملفوظ بیان فرما کر حضرتِ والا نے نہایت درد اور رقّت آمیز آواز میں فرمایا کہ یہ معمولی باتیں نہیں ہیں، میرے بزرگوں کی جوتیوں کا صدقہ ہے جن کی برکت سے اللہ تعالیٰ یہ علوم عطا فرماتے ہیں۔

(یکم رمضان المبارک ۱۴۱۷؁ھ مطابق ۱۰/ جنوری ۱۹۹۷؁ء بروزِ جمعہ اندرون حرمِ مکہ مکرمہ بعد فجر)

اسلام کی حقانیت کی ایک عجیب دلیل

ارشاد فرمایا کہ ایک دعا ایسی ہے جو سوائے حج و عمرہ کے کسی عبادت میں تعلیم نہیں کی گئی نہ نماز میں نہ روزہ میں نہ زکوٰۃ میں حتّٰی کہ جہاد میں بھی نہیں بتائی گئی سوائے حج و عمرہ کے کہ اے اللہ! اس کو آسان فرما اور قبول فرما۔ حالاں کہ اس وقت ابتدائے اسلام میں حج کچھ مشکل نہیں تھا، کیوں کہ چند لوگ تھے لیکن اللہ کے علم میں تھا کہ ایک زمانہ آئے گا کہ یہاں ہجوم ہوگا اور اس وقت مشکل پیدا ہوگی لہٰذا چودہ برس پہلے جبکہ مشکلات کے اسباب نہ تھے یہ دعا سکھائی گئی کہ اے اللہ! میرے حج و عمرہ کو آسان فرما۔ یہ اسلام کے سچا دین ہونے کی دلیل ہے۔

(۲؍رمضان المبارک ۱۴۱۷ھ مطابق ۱۱؍ جنوری ۱۹۹۷ء مکہ مکرمہ ۱۱ بجے صبح بروز ہفتہ)

حرمین شریفین میں حفاظتِ نظر کے متعلق علمِ عظیم

ارشاد فرمایا کہ نامحرموں پر نظر کرنا سارے عالم میں حرام ہے لیکن عالمِ حرمین شریفین میں اس کی حرمت اشد ہے۔ وجہ کیا ہے؟ کہ یہاں آنے والے اور آنے والیاں اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں اور ہر میزبان اپنے مہمانوں کی ذلت کو اپنی ذلت سمجھتا ہے جیسے حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا اس قوم سے جو فرشتوں کو حسین لڑکے سمجھ کر ان کی طرف بُرا ارادہ کررہی تھی اور اس وقت تک حضرت لوط علیہ السلام کو بھی علم نہیں تھا کہ یہ فرشتے ہیں، لہٰذا انہوں نے فرمایا: **قَالَ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ ضَيْفِىْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ**[۳] اے نالائقو! یہ میرے مہمان ہیں مجھے رسوا نہ کرو۔ معلوم ہوا کہ مہمان کو ذلیل کرنا میزبان کو رسوا کرنا ہے۔ لہٰذا یہاں بدنظری کرنا، ان کے لیے دل میں بُرے خیال لانا اللہ تعالیٰ کے مہمانوں کو رسوا کرنا ہے کیوں کہ **يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِى الصُّدُوْرُ**[۴] اللہ تعالیٰ آنکھوں کی خیانت اور سینوں کے راز سے باخبر ہیں، وہ جانتے ہیں کہ یہ نالائق میرے مہمانوں کو بُری نظر سے دیکھ رہا ہے اور ان کے متعلق بُرے بُرے خیالات پکا رہا ہے لہٰذا جو یہاں بدنظری کرے گا اللہ تعالیٰ کے حقوقِ عظمت میں مجرم ہو جائے گا، اور مدینہ شریف میں بدنگاہی کی تو عظمتِ الوہیت میں کوتاہی کا بھی مجرم ہوا اور عظمتِ رسالت کے حقوق میں بھی مجرم ہوا، کیوں کہ حرم مکہ میں وہ اللہ کے مہمان ہیں اور مدینہ منورہ میں وہ اللہ کے بھی مہمان ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی مہمان ہیں۔ یہاں چند دن تقویٰ سے گزارنے سے کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنے ملکوں میں بھی ہمیشہ کے لیے حفاظتِ نظر کی توفیق دے دیں کہ یہ شخص اتنا عادی تھا لیکن ہمارے حرم کا احترام کیا اور یہاں اپنے نفس پر مشقت کو برداشت کیا چلو اس کی برکت سے عجم میں بھی اس کو تقویٰ دے دو۔ لہٰذا کیا عجب کہ تقویٰ فی الحرم تقویٰ فی العجم کا ذریعہ ہو جائے۔

۳؎ الحجر: ۶۸

۴؎ المؤمن: ۱۹

اس آیت سے یہ استدلال کہ مہمان کی ذلّت کو میزبان اپنی ذلّت سمجھتا ہے زندگی میں پہلی بار اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے اس بلدِ امین میں عطا فرمایا ؎

وہ خمرِ کہن تو قوی تر ہے لیکن
نئے جام و مینا عطا ہو رہے ہیں

اللہ تعالیٰ کے دین کی، اللہ کی محبت کی شراب تو وہی چودہ سو سال پُرانی ہے لیکن اس زمانے کے مزاج کے لحاظ سے تعبیرات وعنوانات کے اللہ تعالیٰ نئے جام و مینا عطا کرتا ہے۔ پس اللہ قبول فرمالے تو یہی ایک مضمون میری مغفرت کے لیے کافی ہو سکتا ہے، دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمالے۔

حسن کبھی برائے عذاب ہوتا ہے

اسی گفتگو کے دوران ارشاد فرمایا کہ قومِ لوط کو عذاب دینے کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام، حضرت میکائیل علیہ السلام اور حضرت اسرافیل علیہ السلام ان تین فرشتوں کو حسین لڑکوں کی شکل میں بھیجا تھا اس سے معلوم ہوا کہ حسن کبھی امتحان کے لیے اور عذاب کے لیے بھی آتا ہے لہٰذا حسینوں کو دیکھ کر ہوشیار ہو جایئے کہ کہیں ہمارے امتحان کے لیے یا عذاب کے لیے نہ بھیجا گیا ہو۔

اور دل میں یہ خیال آتا تھا کہ قومِ لوط کو عذاب دینے کے لیے تین فرشتوں میں حضرت عزرائیل علیہ السلام کو کیوں نہیں بھیجا گیا لیکن جواب نہیں آتا تھا، آج اچانک دل میں یہ جواب عطا ہوا کہ اس قوم کو زندگی ہی میں عذاب دینا تھا اس وقت ان کو موت نہیں دینی تھی اس لیے عزرائیل علیہ السلام کو نہیں بھیجا گیا۔

حرمین شریفین میں حفاظتِ نظر کے لیے نہایت مؤثر مراقبہ

ارشاد فرمایا کہ ان دونوں حرم میں نگاہ کی حفاظت کے لیے ایک اور مراقبہ بتاتا ہوں کہ اگر یہاں اچانک کوئی نامحرم لڑکی نظر آجائے تو نظر ہٹا کر فوراً دل میں کہو کہ اے اللہ! یہ میری ماں سے زیادہ محترم ہے کیوں کہ آپ کی مہمان ہے۔ اور اگر

کسی حسین لڑکے پر نظر پڑ جائے تو بھی دل میں اللہ تعالیٰ سے کہیے کہ اے اللہ! یہ میرے باپ سے زیادہ محترم ہے کیوں کہ آپ کا مہمان ہے اور مدینہ منورہ میں کسی لڑکی کو یہ سوچ کر نہ دیکھو کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہمان ہے اس لیے میری ماں سے زیادہ محترم ہے اور کوئی اَمرد (لڑکا) سامنے آجائے تو سوچو کہ یہ میرے باپ سے زیادہ محترم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مہمان ہے اس مراقبہ سے عظمتِ الوہیت اور عظمتِ رسالت کی وجہ سے نظر بچانا آسان ہو جائے گا اور نفس کو بھی شرم آئے گی، کون ایسا بے غیرت ہوگا جو اپنے ماں باپ کے لیے دل میں بُرا خیال لائے، لوگوں نے بتایا اس مراقبہ سے عظیم نفع ہوا اور حرمین شریفین میں نظر بچانا آسان ہو گیا۔

دُعا کا ایک نرالا مضمون

آج بعد ظہر ایک نوجوان حضرتِ والا کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور بیعت فرما کر حضرت نے یوں دعا فرمائی کہ اے اللہ! اس بلد الامین کی برکت سے ہمیں امین العین اور امین القلب بنادے۔

عافیت کے معنیٰ

ارشاد فرمایا کہ عافیت کے معنیٰ ہیں کہ زندگی اللہ کی مرضی پر مستقیم رہے۔

(۲۳؍رمضان المبارک ۱۴۱۷ھ بروز اتوار ۱۲ بجے مکہ مکرمہ، جنوبی افریقہ کے دارالعلوم آزادول کے شیخ الحدیث مولانا فضل الرحمٰن صاحب جو حضرتِ والا کے مُجاز بھی ہیں اور دیگر علماء بھی موجود تھے۔)

تزکیہ کا سببِ حقیقی فضل ورحمت ومشیتِ الٰہیہ ہے

ارشاد فرمایا کہ اگر اللہ کو منظور نہ ہو تو شیخ بھی کسی کے اصلاح وتزکیہ میں مفید نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید کی حفاظت کی، صحابہ سے فرمارہے ہیں کہ میرا نبی دنیا میں ہدایت کا سب سے بڑا مظہر ہے، مظہر اتم ہے لیکن مظہر ظہور پر تو قادر ہے اظہار پر قادر نہیں ہے۔ ہدایت کی تجلی کو ہمارا نبی بھی تم پر اظہار نہیں کر سکتا، ظہور کر سکتا

ہے میری مشیت سے وَلَوۡ لَا فَضۡلُ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ وَ رَحۡمَتُہٗ مَا زَکٰی مِنۡکُمۡ مِّنۡ اَحَدٍ اَبَدًا اگر اللہ کا رحمت و فضل نہ ہو تو قیامت تک تم میں سے کوئی پاک نہیں ہوسکتا۔ وَ لٰکِنَّ اللّٰہَ یُزَکِّیۡ مَنۡ یَّشَآءُ[۵] لیکن جب میری مشیت شامل ہوتی ہے تو ان مظاہرِ ہدایت کے ظہور میں اظہار کا حکم لگادیتا ہوں کہ اب ظاہر کردو، تو میری مشیت سے بندوں کا تزکیہ ہوتا ہے۔ مظہر ظہور کی جگہ ہے مگر وہ تابع ہے اس مظہر کے، مشیتِ الٰہیہ کے۔ لہٰذا صحبتِ شیخ کے ساتھ یہ بھی دُعا کرنا چاہیے کہ اے اللہ! ہمارا اختیار یہاں تک تھا کہ اپنے کو شیخ کی خدمت میں حاضر کردیا اب آپ اپنا وہ فضل، وہ رحمت، وہ مشیت جو اس آیت میں مذکور ہے شاملِ حال کردیجیے تاکہ ہمارا تزکیہ ہوجائے، کیوں کہ تزکیہ کا اصل سبب آپ کا فضل و رحمت و مشیت ہے لہٰذا ہم اس کی آپ سے فریاد کرتے ہیں۔

کیا ہے رابطہ آہ و فغاں سے
زمیں کو کام ہے کچھ آسماں سے

مقامِ نبوّت و مقامِ صدّیقیت کا فرق

ارشاد فرمایا کہ مِنَ النَّبِیّٖنَ کے بعد صِدِّیۡقِیۡنَ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ولایت کا اعلیٰ ترین مقام صدیقیت ہے۔ جہاں صدیقیت کی سرحد ختم ہوتی ہے اس کے فوراً متصل نبوت کی سرحد شروع نہیں ہوتی بلکہ کافی فاصلہ چھوڑ کر پھر نبوت کی ابتدا ہوتی ہے۔ یہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا مکاشفہ ہے۔ جیسے ہندوستان کی سرحد جہاں ختم ہوتی ہے درمیان میں کچھ زمین ایسی ہے جو نہ ہندوستان کی ہے نہ پاکستان کی۔ کچھ فاصلے کے بعد پاکستان کی سرحد شروع ہوتی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور اولیاء کی سرحدوں میں فاصلہ کردیا کہ نہ آگے ولی جاسکتا ہے نہ پیچھے نبی آسکتا ہے، اور عظمتِ نبوت کا بھی تقاضا تھا کہ جہاں سے ولایت کی سرحد ختم ہو نبوت کی سرحد اس سے بالکل ملی ہوئی نہ ہو۔ نبوت کا مقام بہت بلند ہے۔

---

۵ النور:۲۱

حصولِ مقامِ صدیقیت کے لیے دعا

ارشاد فرمایا کہ بابِ نبوت اب بند ہوچکا ہے لہٰذا اس کا مانگنا حرام بلکہ کفر ہے لیکن ولایتِ صدیقیت کے تمام دروازے کھلے ہوئے ہیں لہٰذا ہم سب یہاں کعبہ میں یہ دعا مانگ لیں کہ اے خدا! اولیائے صدیقین کی جو منتہا ہے جس کے دروازے آپ نے کھولے ہوئے ہیں ہمیں وہاں تک پہنچا دیجیے۔ کیوں کہ ولایتِ صدیقیت کی آخری سرحد سے ایک اعشاریہ بھی پیچھے رہ کر اگر ہم مرے تو حسرت ہوگی کہ کاش! وہ پالا بھی ہم چھو لیتے۔ اپنے مہمانوں کو آپ مایوس نہ کیجیے کہ کریم میزبان ہمیشہ اپنے مہمانوں کی ہر فرمایش پوری کردیتا ہے پس ہماری درخواستوں کو آپ شرفِ قبولیت سے نواز دیجیے کہ ہم گدائے حرم بن کر آئے ہیں اور آپ شاہِ حرم ہیں سلطانِ حرم ہیں۔

قلبِ عارف کی مثال سونے کی ترازو سے

ارشاد فرمایا کہ ایک لکڑی تولنے کی ترازو ہوتی ہے اور ایک سونا تولنے کی ترازو ہوتی ہے۔ لکڑی کی ترازو میں پاؤ ڈیڑھ پاؤ رکھ دو تو پتا ہی نہیں چلتا، اس ترازو کا کانٹا نہیں ہلتا اور سونے کی ترازو سانس کی ہوا سے بھی ہل جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارا قلب ایسا بنادے کہ اگر ایک ذرّہ بھی حرام خوشی آجائے تو ہمارا دل کانپ اُٹھے، دل کی ترازو ہل جائے، کیوں کہ ایک اعشاریہ ایک ذرّہ حرام لذت کو دل میں لانا اللہ سے دور ہوجانا ہے۔ لکڑی کی ترازو کی طرح ہمارا دل اللہ بے حس نہ ہونے دے کہ گناہ کی حرام لذتوں کو درآمد کر رہے ہیں اور دل پر کچھ اثر ہی نہیں ہورہا۔

حدیث وَجَبَتْ مَحَبَّتِیْ....الحدیث کی جامع شرح

ارشاد فرمایا کہ یہ اللہ والی محبت اتنی بڑی نعمت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَجَبَتْ مَحَبَّتِیْ لِلْمُتَحَابِّیْنَ فِیَّ جو لوگ میری وجہ سے آپس میں محبت کرتے ہیں میری محبت ان کے لیے واجب ہوجاتی ہے یعنی احساناً اپنے ذمہ واجب کرلیتا ہوں۔ میں ان سے محبت کرنے لگتا ہوں جس کی

برکت سے وہ مجھ سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ پھر فرماتے ہیں کہ مگر صرف قلبی محبت پر اکتفانہ کرو جسم کو بھی اللہ والوں کے پاس لے جاؤ کیوں کہ قلب چل نہیں سکتا قالب کے ذریعے جائے گا لہٰذا فرمایا: وَالْمُتَجَالِسِیْنَ فِیَّ اپنے قلب کو قالب کی سواری پر لے جاؤ اور اللہ والوں کے پاس جا کر بیٹھو اس کے بعد وَالْمُتَزَاوِرِیْنَ فِیَّ فرمایا اور ایک دوسرے کی زیارت کرتے رہو وہیں نہ رہ جاؤ کہ بال بچوں کو اور ذریعۂ معاش و تجارت کو چھوڑ دو اور اس کے بعد وَالْمُتَبَاذِلِیْنَ فِیَّ[٦] ہے کہ یہ بندے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں۔ یہ نہیں کہ جان لے لینا لیکن مال کی بات نہ کرنا۔ گر جاں طلبی مضایقہ نیست ورزر طلبی سخن درین ست۔ لہٰذا ایک دوسرے پر خرچ بھی کرو۔ صوفیا کو اللہ نے یہ نعمت بھی عطا فرمائی ہے کہ ایک دوسرے پر خرچ بھی کرتے ہیں۔

تکمیل لَآ اِلٰہَ سے اِلَّا اللہُ نصیب ہوتا ہے

ارشاد فرمایا کہ اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ سے دل لگانے والا اِلَّا اللہ سے اپنے کو محروم کرتا ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے کلمہ میں شرط لگادی کہ پہلے لَآ اِلٰہَ کی تکمیل کرو پھر سارا عالم اِلَّا اللہ سے بھرا ہوا پاؤ گے۔ کلمہ میں پہلے لَآ اِلٰہَ ہے کہ اگر غیر اللہ سے تمہارا قلب پاک ہو جائے تو دنیا میں اِلَّا اللہ ہی اِلَّا اللہ ہے۔ حکیم الاُمت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنے عمل میں کسی مخلوق کو دکھانے کی نیت نہیں کرتا لیکن اللہ کا بھی خیال نہیں آتا کہ یہ عمل میں اللہ کے لیے کر رہا ہوں یعنی نہ مخلوق کی نیت ہے نہ خالق کی تو حکیم الاُمت فرماتے ہیں کہ یہ عمل بھی اللہ ہی کے لیے ہے، یہ مخلص ہے کیوں کہ جب اس کے قلب میں مخلوق نہیں ہے تو بس خالق ہے۔ معلوم ہوا کہ بس غیر اللہ دل میں نہ ہو تو سارا عالم اِلَّا اللہ سے بھرا ہوا ہے۔

غضِ بصر کا حکم بوساطتِ رسالت دینے کا عجیب نکتہ

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے فرمایا کہ

---

[٦] مؤطا امام مالک: ۷۲۳، باب ما جاء فی المتحابین فی اللہ / کنز العمال: ۸/۹، (۲۴۶۷۰)، باب من کتاب الصحبۃ فی الترغیب فیہا، مؤسسۃ الرسالۃ

اے محمد! آپ اپنی اُمت سے فرمادیجیے کہ اپنی نگاہوں کو نیچی کرلیں قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ[۷] کیا اللہ تعالیٰ خود ہم سے نہیں فرماسکتے تھے جب نماز، روزہ، حج وزکوٰۃ کا حکم براہِ راست دیا تو نظر کی حفاظت کا حکم بھی اللہ تعالیٰ براہِ راست دے سکتے تھے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو واسطہ بنایا اس میں عجیب راز ہے۔ بعض وقت ابّا حیاء سے اپنے بیٹوں سے ایسی بات کو خود نہیں کہتا بلکہ اپنے دوستوں سے کہلاتا ہے کہ ذرا میرے بچوں کو سمجھادو کہ بے شرمی والا کام نہ کریں۔ تو اس میں ربّ العالمین کی حیاء وغیرت شامل ہے کہ رحمۃ للعالمین سے کہلایا کہ اے محمد! آپ فرمادیں کہ میرے بندے نگاہوں کی حفاظت کریں۔

غضِ بصر کا جزائے عظیم

ارشاد فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ کی جزا بیان فرمائی کہ غضِ بصر کی جزا حلاوتِ ایمانی ہے یَجِدُ حَلَاوَتَهٗ فِیْ قَلْبِهٖ[۸] اب اگر کوئی بے وقوف کہے کہ غضِ بصر تو بہت مشکل ہے کیوں کہ ہر طرف بے پردگی وعریانی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جتنی زیادہ عریانی ہے اتنی ہی حلاوتِ ایمانی کی فراوانی ہے، نظر بچاؤ اور حلوۂ ایمانی لے لو۔ مشکل ہے تو کیا ہوا انعام بھی تو کتنا بڑا ہے کہ حسنِ خاتمہ کی بشارت ہے۔

قوی ترین نسبت حاصل کرنے کا طریقہ

ارشاد فرمایا کہ ایک شخص رات بھر تہجد پڑھتا ہے لیکن تقویٰ سے نہیں رہتا اور ایک شخص تہجد تو نہیں پڑھتا لیکن تقویٰ سے رہتا ہے، ایک نظر بھی خراب نہیں کرتا اور ایک لمحہ بھی اپنے مالک کو ناراض نہیں کرتا میں واللہ کہتا ہوں اور روزہ سے بھی ہوں اور بلدِ امین میں ہوں کہ اس کا نور اتنا قوی ہوگا کہ اس کے دردِ دل سے عالم میں

---

[۷] النور:۳۰

[۸] کنزالعمال:۵/۳۲۸،(۱۳۰۶۸)، الفرع فی مقدمات الزنا والخلوۃ بالاجنبیۃ، مؤسسۃ الرسالۃ/ المستدرک للحاکم:۴/۳۴۹،(۷۸۷۵)

زلزلہ پیدا ہو جائے گا اور ایک مخلوق اس سے سیراب ہوگی۔ میرے شیخ فرماتے تھے کہ جب ایمان اور تقویٰ کے نور سے دل بھر جاتا ہے تو دل سے چھلک کر آنکھوں سے ٹپکنے لگتا ہے چہرے سے جھلکنے لگتا ہے اسی کا نام سِیۡمَاهُمۡ فِیۡ وُجُوۡهِهِمۡ مِّنۡ اَثَرِ السُّجُوۡدِ ہے سِیۡمَا کی تفسیر، ''روح المعانی'' میں یہ ہے کہ هُوَ نُوۡرٌ یَّظۡهَرُ عَلَی الۡعَابِدِیۡنَ یَبۡدُوۡ مِنۡ بَاطِنِهِمۡ اِلٰی ظَاهِرِهِمۡ[9] سِیۡمَا ایک نور ہے جو میرے عاشقوں کے دل میں بھر جاتا ہے تو ان کے باطن سے ان کے ظاہر تک چھلک جاتا ہے۔

غذائے اولیاء

ارشاد فرمایا کہ گناہ سے بچنے کا غم اُٹھانا غذائے اولیاء ہے، یہ غم اللہ تعالیٰ کے دوستوں کی غذا ہے۔ عبادت، حج اور عمرہ فاسق اور گناہ گار بھی کر سکتا ہے۔ معلوم ہوا کہ عبادت غذا فاسقوں کی بھی ہے اور دوستوں کی بھی ہے۔ تو یہ غذائے عبادت دوستوں اور نافرمانوں دونوں میں مشترک ہے اور جو چیز بین الفساق اور بین الاولیاء مشترک ہو وہ اولیاء کی امتیازی غذا کیسے ہو سکتی ہے لہٰذا گناہ سے بچنے کا غم اُٹھانا یہ صرف اللہ تعالیٰ کے اولیاء کی غذا ہے۔ یہ گناہ گاروں کا حصہ نہیں۔ اگر گناہ گار بھی یہ غذا کھانے لگے یعنی گناہ سے بچنے کا غم اُٹھانے لگے تو گناہ گار اور فاسق نہ رہے گا ولی اللہ ہو جائے گا۔ اس کی دلیل اِنۡ اَوۡلِیَآؤُهٗۤ اِلَّا الۡمُتَّقُوۡنَ[10] ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہر سال حج و عمرہ کرنے والا، ذکر و تسبیح پڑھنے والا، نوافل و تلاوت کرنے والا لیکن گناہ سے نہ بچنے والا میرا ولی نہیں ہو سکتا۔ میرے ولی صرف وہ ہیں جو مجھ کو ناراض نہیں کرتے، جو متقی ہیں۔

گناہ سے بچنے کا غم اور محبوبیت عند اللہ

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جس کو اپنی ولایت کے لیے قبول فرماتے ہیں اس کو لَآ اِلٰهَ کی تکمیل کی توفیق دیتے ہیں۔ پھر وہ غیر اللہ پر نظر نہیں ڈالتا اور نظر بچا کر زخمِ حسرت کھاتا ہے اور غمِ تقویٰ اُٹھاتا ہے، اس غم زدہ اور حسرت بھرے دل کو

---

[9] روح المعانی: ۲۶/۱۲۵، الفتح (۲۹)، دار احیاء التراث، بیروت

[10] الانفال: ۳۴

اللہ تعالیٰ اپنا پیار عطا کرتے ہیں جیسے کسی بچے کو اس کے ماں باپ منع کردیں کہ بیٹا! تم کباب نہ کھانا یہ تمہارے لیے مضر ہے لیکن اس کے دوسرے بھائی اپنے ماں باپ کی نافرمانی کرکے اس کے سامنے کباب کھارہے ہیں اور وہ للچا للچا کر رو رہا ہے لیکن کہتا ہے کہ میں اپنے ماں باپ کو ناراض نہیں کروں گا چاہے جان جاتی رہے تو بتائیے ماں باپ اس بچے کو پیار نہیں کریں گے؟ ایسے ہی اللہ والے گناہوں سے بچنے کا غم اُٹھا کر کہتے ہیں کہ اے خدا! اگر حسینوں سے نظر بچاتے بچاتے موت بھی آجائے تو ہم اس کے لیے تیار ہیں تو بتائیے کیا اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین نہیں ہیں؟ ماں باپ سے زیادہ محبت کرنے والے نہیں ہیں؟ کیا وہ ایسے زخمی دل کو پیار نہیں دیں گے؟ ارے اتنا پیار دیں گے جس کو دل ہی محسوس کرے گا۔ میرا شعر ہے ؎

مرے حسرت زدہ دل پر انہیں یوں پیار آتا ہے
کہ جیسے چوم لے ماں چشمِ نم سے اپنے بچے کو

قیامت کے دن ایسے دلوں کی قیمت اور محبوبیت معلوم ہوگی ؎

داغِ دل چمکے گا بن کر آفتاب
لاکھ اس پر خاک ڈالی جائے گی

افنائے نفس زیادتِ ایمان کا ذریعہ ہے

ارشاد فرمایا کہ جو لوگ ہر وقت اپنے نفس کی خواہشات کی قربانی پیش کررہے ہیں ان کا ایمان کتنا ہوتا ہے مولانا رومی اس کو سمجھاتے ہیں ؎

گر مرا صد بار تو گردن زنی
ہمچو شمعے بر فروزم روشنی

فرماتے ہیں کہ چراغ کی بتی پر جب گل آجاتا ہے تو اس کو قینچی سے کاٹ دیتے ہیں جس سے روشنی اور بڑھ جاتی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی بُری بُری خواہشات کو اگر اللہ تعالیٰ کی محبت کی قینچی سے کاٹتے رہو گے تو تمہارے ایمان کی روشنی روزانہ بڑھتی

رہے گی۔ نظر کی حفاظت کر کے نفس کی حرام خواہش کی گردن پر اللہ کی محبت کی تلوار چلا کر دیکھو کہ ایمان کہاں سے کہاں پہنچتا ہے ؎

ترے حکم کی تیغ سے میں ہوں بسمل
شہادت نہیں میری ممنونِ خنجر

اے خدا! آپ کی شریعت کے حکم کی تلوار سے میں اپنے کو زخمی کر رہا ہوں میری شہادت کافروں کی تلوار کی ممنون نہیں ہے، آپ کے حکم کی تلوار کی ممنون ہے۔ لیکن اس کے یہ معنیٰ نہیں ہیں کہ کافروں سے جہاد نہ کرو۔ جب جہاد کا حکم ہو جائے اس وقت وہ بھی اللہ ہی کا حکم ہے، لیکن بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ جان دینے کے لیے تیار لیکن گناہ سے بچنے کا حکم نہیں مانتے۔ اولیاء اللہ وہ ہیں جو کسی وقت اللہ کو ناراض نہیں کرتے۔

صحبتِ شیخ میں طالب کی کیا نیت ہونی چاہیے؟

ارشاد فرمایا کہ اپنے مشائخ کی صحبت میں اضافۂ علم کے لیے نہ جائیے ان کے قلب کی کیفیتِ احسانیہ کا درد لینے جائیے کیوں کہ ہو سکتا ہے کہ کسی کا علم شیخ سے زیادہ ہو۔ پھر تو وہ اپنے علم کی ریل کا وزن زیادہ سمجھے گا شیخ کی کیفیتِ احسانی کے جہاز کے وزن سے۔ حالاں کہ جہاز میں جو اسٹیم ہے اس سے وہ منٹوں میں ہزاروں میل کا سفر طے کر لیتا ہے اور ریل ایک مہینہ میں بھی نہیں پہنچتی۔ تو مرید کو چاہیے کہ اپنے کو ریل اور شیخ کو ہوائی جہاز سمجھے۔ مولانا قاسم نانوتوی، مولانا گنگوہی اور حکیم الاُمت تھانوی رحمۃ اللہ علیہم حاجی صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے علم لینے نہیں گئے تھے یہی کیفیتِ احسانی لینے گئے تھے۔

آدمی، آدمی بناتا ہے

ارشاد فرمایا کہ اُڑنے کا طریقہ کتاب میں پڑھنے سے کوئی اُڑ نہیں سکتا، تیرنے کا طریقہ کتاب میں پڑھنے سے کوئی تیر نہیں سکتا۔ اگر کوئی کتاب لے کر دریا میں تیرنے جائے، کتاب میں لکھا ہو کہ پانی میں ایسے ایسے ہاتھ چلاؤ اور وہ اسی طرح

ہاتھ چلائے تو خود بھی ڈوبے گا اور کتاب بھی ڈوبے گی، یہی صاحب اگر کسی تیرنے والے سے دوستی کرلیں تو چند دن میں تیرنے لگیں۔ خوب سمجھ لیجیے کہ کتاب آدمی بننے کا راستہ دکھاتی ہے لیکن آدمی، آدمی بناتا ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو صرف کتبِ آسمانی نازل ہوتیں انبیاء علیہم السلام نہ بھیجے جاتے۔ لیکن کتاب اللہ کے ساتھ رجال اللہ بھیجے گئے۔ جب کتاب نازل ہوئی تو کتاب سمجھانے والے اور کتاب پر عمل کرنے والے پیدا کیے گئے۔ لہٰذا اس عالم کو دیکھ لو جو اللہ والوں سے جڑا ہوا نہیں ہے اس کا علم سر آنکھوں پر لیکن آپ اس کو حریصِ دنیا پائیں گے، اس کے علم و عمل میں فاصلے ہوں گے۔

مشیتِ الٰہی کے بعد اعمالِ ولایت عطا ہونے کی مثال

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے رو رو کر دعا مانگیے کہ اے اللہ! ہم کو اولیائے صدیقین کی منتہا تک پہنچا دے، اس منتہا سے ایک اعشاریہ بھی ہمیں پیچھے نہ رہنے دے۔ وہ کریم مالک ہے جب قبول کرے گا تو اولیائے صدیقین کے اخلاق و اعمال اور ایمان و تقویٰ دے دے گا۔ دنیا میں دیکھ لیجیے کہ پہلے ڈپٹی کمشنر منتخب ہوتا ہے بنگلہ اور کار اور سرکاری جھنڈا حفاظتی پولیس کا دستہ وغیرہ بعد میں ملتا ہے۔ پس جب اللہ تعالیٰ اولیائے صدیقین بنانے کا فیصلہ فرمالیں گے پھر اولیائے صدیقین کے اعمال و اخلاق دینا ان کے ذمے ہے۔ کوئی دعا رائیگاں نہیں ہوتی۔ حکیم الاُمت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے جو دعا مانگی وہ اللہ نے قبول فرمائی اور جو نہیں قبول ہوئی وہ دردِ دل سے نہیں مانگی تھی۔

(۴؍ رمضان المبارک ۱۴۱۷ھ مطابق ۱۳؍ جنوری ۱۹۹۷ء بروز شنبہ ۱۱ بجے صبح مکہ مکرمہ)

حضرتِ والا کی خوش طبعی

حضرتِ والا دامت برکاتہم کے خاص احباب میں سے ایک صاحب صبح کی مجلس میں شرکت کے لیے آئے۔ ان کی قمیص کی آستینوں پر لمبی لمبی پٹیاں بنی ہوئی تھیں۔ مزاحاً فرمایا کہ آپ نے اتنی پٹیاں باندھی ہوئی ہیں لیکن آپ کی شرافت ہے کہ پھر بھی آپ لوگوں کو پٹی نہیں پڑھاتے۔ اسی طرح ایک صاحب نے کہا کہ میں ٹیپ

ریکارڈ دوکاندار کو واپس کرنے جارہا ہوں کیوں کہ یہ خراب ہے حالاں کہ میڈ ان جرمن لکھا ہوا ہے۔ مزاحاً فرمایا کہ آپ اس دوکاندار سے کہہ دیں کہ اگرچہ یہ میڈ ان جرمن ہے لیکن ہمارا من خوش نہیں ہے۔

اہلِ محبت کے محفوظ عن الارتداد ہونے کی دلیل

ارشاد فرمایا کہ اہلِ محبت اہلِ استقامت ہوتے ہیں۔ کبھی کوئی اہلِ محبت مرتد نہیں ہوا جتنے مرتد ہوئے اور دین سے پھر گئے وہ اہلِ محبت نہیں تھے اسی لیے حکیم الاُمت مجدّد الملت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو طالبِ استقامت ہو وہ اہلِ محبت کی صحبت میں رہے اور اس کی دلیل قرآنِ پاک سے اللہ تعالیٰ نے اختر کو عطا فرمائی۔ میں اپنے بزرگوں کے ملفوظات کو قرآنِ پاک واحادیث سے مستند کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ [۱۱] جو لوگ دینِ اسلام سے مرتد ہوگئے ان کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ ایک قوم پیدا کرے گا جن سے اللہ تعالیٰ محبت فرمائیں گے اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ سے محبت کریں گے۔ مرتدین کے مقابلے میں اہلِ محبت کا تذکرہ نازل فرمانا دلیل ہے کہ اہلِ محبت مرتد نہیں ہوسکتے۔ کیوں کہ مقابلے میں وہی چیز لائی جاتی ہے جو اس کا بالکل عکس اور تضاد ہو۔ پہلوان کے مقابلے میں اس سے قوی پہلوان پیش کیا جاتا ہے۔ لہٰذا مرتدین کے مقابلے میں اہلِ محبت کو پیش کرنا دلیل ہے کہ یہ ایسے قوی ہیں جو ہمیشہ دین پر قائم رہیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عشق ومحبت والا کبھی مرتد نہیں ہوگا۔ اس حقیقت پر خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے ؎

میں ہوں اور حشر تک اس در کی جبیں سائی ہے
سرِ زاہد نہیں یہ سر سرِ سودائی ہے

یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت کے دروازے پر میری پیشانی ہمیشہ رہے گی۔ یہ زاہد خشک لوگوں کا سر نہیں ہے خدا کے عاشقوں کا سر ہے۔

---

۱۱ المآئدۃ: ۵۴

استقامت کا امتحان

ارشاد فرمایا کہ اس زمانے میں کیسے معلوم ہو کہ فلاں شخص کو استقامت حاصل ہے۔ استقامت کا امتحان اس وقت ہوتا ہے جب سامنے کوئی خوش قامت ہو۔ خوش قامت سامنے ہو اور یہ پھر بھی نہ دیکھے تو سمجھ لو کہ اس کو استقامت حاصل ہے۔ استقامت میں بھی قامت ہے اور خوش قامت میں بھی قامت ہے۔ اور قامت کیسی ہے میرا شعر سنیے ؎

اس کی قامت ہے یا قیامت ہے

یہ مصرع کتنا رومانٹک ہے جس کی وجہ سے اہلِ رومانٹک اور مسٹر بھی سمجھ جاتے ہیں کہ ملّا حُسن کی نزاکتوں سے ناواقف نہیں ہے۔ پہلے مصرع میں جس درجے کا مرض ہے دوسرے مصرع میں، میں نے اتنی ہی قوت اور اتنے ہی ملی گرام کا اینٹی بائیوٹک پیش کیا ہے، اب دوسرا مصرع سنیے ؎

اس کو دیکھے گا جس کی شامت ہے

اس زمانے میں استقامت کا سب سے بڑا امتحان یہ ہی ہے کہ جو نظر کو حسینوں سے بچالے تو سمجھ لو کہ وہ اللہ کی مرضی پر مستقیم ہے۔ ورنہ جو خوش قامت کو دیکھتا ہے اس کو استقامت کہاں نصیب ہے اس کی تو شامت آئی ہوئی ہے۔

عدمِ قصدِ نظر اور قصدِ عدمِ نظر

ارشاد فرمایا کہ حکیم الاُمت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کی روشنی میں اختر ایک بات عرض کرتا ہے۔ کلیات حکیم الاُمت کے ہیں اور جزئیہ اختر پیش کررہا ہے۔ ایک شخص نے کہا کہ میرا آپ کو اذیت دینے کا ارادہ نہیں تھا۔ تو حضرت حکیم الاُمت نے فرمایا کہ تمہارا ارادہ اذیت کا تو نہیں تھا لیکن تم نے یہ ارادہ کیوں نہیں کیا کہ میری ذات سے کسی کو اذیت نہ پہنچے۔ عدمِ قصدِ ایذاء تو تھا لیکن تم نے قصدِ عدمِ ایذاء کیوں نہیں کیا۔ اگر یہ ارادہ کرتے کہ مجھ سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے تو تکلیف نہ پہنچتی۔ اس

کلیہ سے اللہ تعالیٰ نے اختر کو یہ اُصول عطا فرمایا کہ جب گھر سے باہر نکلو، بازار میں جاؤ تو عدمِ قصدِ نظر کافی نہیں ہے۔ پھر تو نفس دکھا دے گا، بد نظری کرا دے گا۔ لہٰذا قصدِ عدمِ نظر کیجیے یعنی ارادہ کر کے نکلیے کہ نہیں دیکھنا ہے۔ عدمِ قصدِ نظر میں ارادے کی نفی تو ہے لیکن اس نفی کو اثبات میں بھی لائیے اور قصدِ عدمِ نظر کیجیے، یعنی ارادہ کیجیے کہ ہمیں اللہ کی نافرمانی نہیں کرنی ہے۔ حسن کا کتنا ہی زبردست منظر ہو گا مگر ہم اس کے ناظر نہیں ہوں گے۔ قصدِ عدمِ نظر کے بغیر اس زمانے میں نظر کی حفاظت نہیں ہو سکتی۔ کراچی میں ایک شخص آیا، میں نے پوچھا کہ کہاں رہتے ہو؟ کہا کہ منظور کالونی میں رہتا ہوں، میں نے مزاحاً کہا کہ دیکھو بھائی ناظر کالونی میں نہ رہنا چاہے کوئی تمہیں مفت کا پلاٹ دے دے، پھر اسی وقت میرا یہ شعر موزوں ہوا ؎

وہی اللہ کا منظورِ نظر ہے
دنیا کے حسینوں کا جو ناظر نہیں ہوتا

حفاظتِ نظر کا حکم غیرتِ جمالِ خداوندی کا تقاضا ہے

ارشاد فرمایا کہ ہمارے ایک دوست شیروانی صاحب مرحوم تھے انہوں نے بتایا کہ میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ تم سے اولاد نہیں ہوتی، مجھے اجازت دے دو کہ میں ایک شادی اور کر لوں تو بیوی نے کہا کہ ایک شرط ہے کہ دوسری بیوی مجھ سے زیادہ حسین نہ ہو۔ یہ کیا ہے؟ غیرتِ حُسن ہے۔ ایک دنیوی فانی حسن کو یہ پسند نہیں کہ میرا عاشق میرے علاوہ کسی اور سے زیادہ دل لگائے۔ تو نظر کی حفاظت کے حکم میں غیرتِ جمال خداوندی متقاضی ہے کہ میرے ساتھ مشغول رہو کہاں اِدھر اُدھر دیکھتے ہو۔ میرے ہوتے ہوئے غیروں پر نظر کرتے ہو۔ جن اعمال کو ہم نے حرام کیا ان کو کر کے تم ہمارے بننا چاہتے ہو۔ ہماری نافرمانی و ناقدری کر کے تم ہمارے نہیں ہو سکتے۔

نورِ تقویٰ پیدا کرنے والے دو تار

ارشاد فرمایا کہ آج کل ایک اشکال یہ ہوتا ہے کہ حسن پر عشق کی

نظر بازیاں جب اتنی مضر ہیں کہ بندہ اللہ تک نہیں پہنچ سکتا تو کیوں اللہ نے حُسن پیدا کیا اور کیوں ہمارے اندر عشق کے تقاضے رکھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آج کل روشنی دو تاروں سے ہوتی ہے منفی اور مثبت (Minus) اور (Plus) تو حُسن میں کشش رکھی گئی اور عشق میں بھی کشش رکھی گئی تاکہ جب حسن کی کشش عاشقوں کو اپنی طرف مائل کرے اور یہ بھی چاہیں کہ حُسن پر نظر ڈالیں لیکن اللہ کے خوف سے نہ دیکھیں تو حُسن کی طرف سے کش ہوا اور تقویٰ نے اس کو مکش کر دیا تو اس کشمکش سے منفی و مثبت کے دو تار لگ گئے جس سے نورِ معرفت و محبت اور کمالِ تقویٰ کی ایک بجلی پیدا ہوتی ہے اور ایمانِ اولیائے صدیقین عطا ہوتا ہے۔ حُسن کے کش کا مثبت تار اور تقویٰ کے مکش کا منفی تار ان دو تاروں سے صدیقین کا نورِ ایمان نصیب ہوتا ہے، اور جو یہ صبر نہیں کرتے وہ اولیائے صدیقین میں شامل نہیں ہوسکتے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

صبر بگزیدند و صدیقیں شدند

اولیائے صدیقین وہ ہیں جو صبر اختیار کرتے ہیں۔

مزاح میں نصیحت

ارشاد فرمایا کہ لندن میں، میں نے دیکھا کہ دروازوں پر کہیں پُل (Pull) لکھا ہوا ہے اور کہیں (Push)۔ میں نے دوستوں سے کہا کہ حسینوں کو دکھا کر شیطان پہلے پل (Pull) کرتا ہے پھر پل پر چڑھا کر پش (Push) کرتا ہے اور پل سے نیچے گرا دیتا ہے پھر آدمی پچھتاتا ہے کہ مجھے کہاں ذلت میں گرا دیا۔

ارشاد فرمایا کہ عشقِ مجازی بہت بُرا مرض ہے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ ویلیم فائیو کھاتا ہوں لیکن نیند نہیں آتی، میں ان سے کہتا ہوں کہ کیوں دیکھتے ہو کسی کی وائف کہ کھانا پڑے ویلیم فائیو اور خراب ہو جائے تمہاری لائف اور جگر میں چبھے اس کا نائف۔ نہ دیکھو کسی کا میک اپ ورنہ نفس میں اُٹھے گا پک اپ۔ میں انگریزی ایک لفظ نہیں جانتا لوگوں سے سن سن کر نصیحت کے لیے استعمال کرلیتا ہوں۔ اور کہتا ہوں کہ جنھوں نے حسینوں کے حُسن کو ہینڈل کرنے کی کوشش کی ان کے سر پر سینڈل پڑے ہیں۔

حلاوتِ ایمانی کے دو ذرائع

ارشاد فرمایا کہ جس کو حلاوتِ ایمانی عطا ہوتی ہے اس کا خاتمہ ایمان پر ہونا ضروری ہوتا ہے۔ محدثِ عظیم ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں وَقَدْ وَرَدَ اَنَّ حَلَاوَةَ الْاِیْمَانِ اِذَا دَخَلَتْ قَلْبًا لَا تَخْرُجُ مِنْهُ اَبَدًا فَفِیْهِ اِشَارَةٌ اِلٰی بَشَارَةِ حُسْنِ الْخَاتِمَةِ[۱۲] وارد ہے کہ جس دل کو حلاوتِ ایمانی عطا ہوتی ہے پھر کبھی واپس نہیں لی جاتی اور اس میں حُسنِ خاتمہ کی بشارت ہے۔ کیوں کہ جب دل میں ایمان ہوگا تو اس کا خاتمہ ایمان ہی پر ہوگا۔ اور حلاوتِ ایمانی کے دو ذرائع بہت مستحکم ہیں: ایک تو نظر بچانے سے دوسرے اللہ والوں کی محبت سے۔ اب آپ کہیں گے کہ نظر بچانے کا تو قرآن شریف میں حکم ہے اور حدیثِ پاک میں وعدہ ہے کہ مَنْ تَرَکَهَا مَخَافَتِیْ یَجِدُ فِیْ قَلْبِهٖ حَلَاوَةَ الْاِیْمَانِ[۱۳] لیکن اللہ والوں کی محبت کی کیا دلیل ہے؟ بخاری شریف کی حدیث ہے مَنْ اَحَبَّ عَبْدًا لَا یُحِبُّهٗ اِلَّا لِلّٰهِ[۱۴] جو روئے زمین پر کسی سے اللہ کے لیے محبت کرے اس کے لیے بھی حلاوتِ ایمانی کا وعدہ ہے، اور اللہ والوں سے اللہ ہی کے لیے محبت ہوتی ہے۔ کیوں کہ نہ اپنا خاندان ہوتا ہے، بعض وقت اپنی زبان بھی نہیں ہوتی اور بعض وقت کوئی رشتہ بھی نہیں ہوتا نہ کسی تجارت اور بزنس کا تعلق ہوتا ہے۔ صرف اللہ ہی درمیان میں ہوتا ہے لہٰذا اللہ والوں سے محبت للّٰہی بدرجۂ کمال ہوتی ہے اس لیے اہل اللہ کی محبت پر بھی حلاوتِ ایمانی کا وعدہ ہے جس پر حسنِ خاتمہ موعود ہے۔

دل کی غذا

ارشاد فرمایا کہ زبان کی غذا عمدہ ذائقہ، کان کی غذا عمدہ آواز، آنکھوں کی غذا حسین مناظر اور دل کی غذا محبت ہے۔ اگر غذا ناقص ہوگی تو صحت

---

۱۲ مرقاۃ المفاتیح:۱/۴۷، کتاب الایمان، المکتبۃ الامدادیۃ، ملتان

۱۳ کنزالعمال:۵/۳۲۸، (۱۳۰۶۸)، الفرع فی مقدمات الزنا و الخلوۃ بالاجنبیۃ، مؤسسۃ الرسالۃ/ المستدرک للحاکم: ۴/۳۴۹، (۷۸۷۵)

۱۴ صحیح البخاری:۱/۷، باب من کرہ ان یعود فی الکفر الخ، المکتبۃ المظہریۃ

خراب ہوجائے گی۔ دنیا کے تمام محبوب ناقص ہیں، مرنے والے ہیں، بڑھاپا آنے والا ہے، ان کے گال پچکنے والے ہیں، آنکھوں پر گیارہ نمبر کا چشمہ لگنے والا ہے، کمر جھکنے والی ہے تو جو شخص اپنے دل کو ناقص فانی محبوبوں کی محبت کی ناقص غذا دے گا اس کا دل کمزور، بے کیف اور غموں کی لاتیں کھائے گا اور ہر وقت زوال پذیر ہوگا، اور اللہ تعالیٰ کے عاشقین ہر وقت نئی شان رکھتے ہیں۔ کیوں کہ اس کا محبوب کامل ہے تو جب دل کو کامل غذا ملے گی تو دل کی صحت کیسی ہوگی۔ ان کے دل کے کیف و سرور کا کیا عالم ہوتا ہے ان کے عالم کو سارا عالم نہیں سمجھ سکتا۔

روح اور عناصرِ متضادّہ

ارشاد فرمایا کہ رومانٹک دنیا کیوں پریشان ہے؟ اطباء کہتے ہیں کہ انسان عناصر متضادۂ اربعہ کا مجموعہ ہے یعنی مٹی، آگ، پانی اور ہوا ان چار متضاد عناصر کا مجموعہ ہے، ان عناصر کو روح روکے رہتی ہے، لہٰذا جب روح نکل جاتی ہے تو آگ آگ میں، مٹی مٹی میں، پانی پانی میں اور ہوا ہوا میں مل جاتی ہے۔ سال بھر کے بعد قبر کھود کر دیکھو تو کچھ نظر نہیں آئے گا، چوں کہ یہ روح عناصرِ متضادّہ کو روکے ہوئے ہے اس لیے جس کی روح زیادہ قوی ہوگی تو عناصرِ متضادّہ مغلوب اور تابع ہوں گے۔ جب مرکز قوی ہوتا ہے تو اپوزیشن دبی رہتی ہے۔ لہٰذا جس کی روح نورِ تقویٰ سے، اعمالِ صالحہ سے، دوامِ ذکر اور اجتناب عن المعاصی سے قوی ہوتی ہے تو سارے جسم میں سکون رہتا ہے کیوں کہ مرکز قوی ہے تو صوبے اس کے تابع ہیں، لیکن اگر نافرمانی سے روح کمزور ہوگئی تو اس کے عناصرِ متضادّہ میں انتشار، کشمکش اور پریشانی شروع ہوجائے گی۔

لہٰذا رومانٹک دنیا میں کیا ہوتا ہے کہ اپنے ہی عناصرِ متضادّہ کا سنبھالنا مشکل تھا اب ظالم نے بد نظری کر کے اور دل دوسرے کو دے کر اس معشوق کے چار عناصرِ متضادّہ کا بوجھ بھی اپنے سر لے لیا۔ گویا اب آٹھ کا بوجھ ہوگیا۔ چار اپنے اور چار اس معشوق کے۔ روح نافرمانی سے کمزور ہوگئی اور عناصرِ متضادّہ کا بوجھ بڑھ گیا۔ اسی وجہ سے اہلِ رومانٹک کو نیند نہیں آتی اور بے چین رہتے ہیں۔ لہٰذا اگر سکونِ قلب سے جینا ہے تو

نظر بچایئے تاکہ روح قوی رہے اور اپنے عناصرِ متضادّہ اربعہ پر غالب رہے۔ نظر کی حفاظت کا حکم دے کر اللہ تعالیٰ نے ہماری روح پر رحم فرمایا کہ بدنگاہی سے اس پر چار متضادّہ کا مزید بوجھ پڑ جائے گا اور اس کی طاقت کمزور ہو جائے گی اور نفس سے مقابلہ اس کے لیے مشکل ہوتا چلا جائے گا۔

گناہوں کے تقاضوں سے گھبرانا نہیں چاہیے

ارشاد فرمایا کہ جس کے دل میں گناہ کے تقاضے اور حسینوں کو دیکھنے کے تقاضے زیادہ ہوں اس کو پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ یہ تقاضے ہی تو اللہ تعالیٰ کا ولی بننے کا ذریعہ ہیں، بس اتنا کرنا ہے کہ ان تقاضوں پر عمل نہ کرو۔ جس سے دل شکستہ ہو جائے گا۔ جو زیادہ عاشق مزاج ہے اور زیادہ نظر بچاتا ہے اس کا دل بار بار شکستہ ہوتا رہتا ہے، اور جس کا دل زیادہ ٹوٹا رہتا ہے اس میں اللہ کی تجلیات زیادہ نفوذ کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ دل کو اسی لیے توڑتے ہیں کہ جب دل پاش پاش ہو جائے تو میری تجلیاتِ قرب اس کے ذرّہ ذرّہ میں داخل ہو جائیں۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلے کو ایک مثال سے سمجھایا۔ فرماتے ہیں ؎

بر برونِ کہہ چو زد نورِ صمد
پارہ شد تا در درونش ہم زند

جب کوہِ طور کی ظاہری سطح پر اللہ کی تجلیٔ صمدیت نازل ہوئی تو ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تاکہ میرے اندر بھی اللہ کی تجلی آجائے۔ اگر یہ ثابت رہتا اور نہ ٹوٹتا تو تجلی اوپر اوپر رہتی، اندر داخل نہ ہوتی۔ اسی طرح جو لوگ گناہ سے بچنے کے مجاہدات میں اپنی تمناؤں کا خون کر کے دل کو پاش پاش کرتے ہیں تجلیٔ قرب ان کے ذرّہ ذرّہ میں سما جاتی ہے اور ان کی نسبت اولیائے صدیقین کی ہو جاتی ہے، ایسے شخص کی گفتار، اس کا کردار اس کی رفتار اور اس کے جینے کے اطوار دلالت کرتے ہیں کہ یہ سینے میں ایک شکستہ دل رکھتا ہے۔ میرا شعر ہے ؎

میر میرے دلِ شکستہ میں
جام و مینا کی ہے فراوانی

ایسا دلِ شکستہ تجلیات سے معمور ہوتا ہے۔ ایک شاعر نے اس کے متعلق عجیب شعر کہا ہے ؎

مے کدہ میں نہ خانقاہ میں ہے
جو تجلّی دلِ تباہ میں ہے

اور احقر کا شعر ہے ؎

ہزار خونِ تمنا ہزارہا غم سے
دلِ تباہ میں فرماں روائے عالم ہے

خونِ آرزو مطلع آفتابِ قرب ہے

ارشاد فرمایا کہ جب سورج نکلتا ہے تو اُفقِ مشرق سرخ ہو جاتا ہے اسی طرح جس کے دل کے آفاق میں اللہ تعالیٰ اپنے قرب کا سورج طلوع فرمانا چاہتے ہیں اس کو خونِ تمنا کا حوصلہ وہمت دیتے ہیں، وہ اپنی تمام بُری آرزوؤں کا خون کرتا رہتا ہے اور اتنا زیادہ خونِ آرزو کرتا ہے کہ اس کے دل کا پورا آسمان لال ہو جاتا ہے۔ دنیا کے آسمان کا تو خالی مشرق لال ہوتا ہے جس سے ایک سورج نکلتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے عاشقین اپنے قلب کے جملہ آفاق کو سرخ کر دیتے ہیں۔ لہٰذا ان کے قلب کے جملہ آفاق سے قرب ونسبت مع اللہ کے بے شمار آفتاب طلوع ہوتے ہیں۔ لیکن اس کے کیف کو وہی جانتا ہے جس کو یہ نسبتِ خاصہ نصیب ہوتی ہے۔

نسبت مع اللہ کی علامات

ارشاد فرمایا کہ جس کو نسبتِ خاصہ مع اللہ نصیب ہو جاتی ہے یعنی جس کے دل میں اللہ آجاتا ہے سلاطین کے تخت وتاج اس کی نگاہوں سے گر جاتے ہیں۔ آفتاب وماہتاب کی روشنی اس کی نظر میں پھیکی پڑ جاتی ہے ؎

یہ کون آیا کہ دھیمی پڑ گئی لو شمع محفل کی
پتنگوں کے عوض اُڑنے لگیں چنگاریاں دل کی

اور لیلائے کائنات کے نمکیات اس کو جھڑے ہوئے نظر آتے ہیں یعنی ان کی اہمیت دل سے نکل جاتی ہے اور اس کی فنائیت ہمہ وقت ان کے سامنے ہوتی ہے۔ کیوں کہ ہر چیز

کے مستقبل کا اثر اس کے حال میں بھی ہوتا ہے جیسے جامن کا چھوٹا سا پودا ہے اس کی پتی کو اگر آپ چکھیں گے تو جامن کا کچھ ذائقہ اس میں ہوگا۔ پس جو لاشیں فنا ہونے والی ہیں ان کی فنائیت کے آثار ان کی ابتدا و عالمِ شباب میں بھی ہوتے ہیں۔ اللہ والوں کو اس کا ادراک ہو جاتا ہے اس لیے کوئی صاحبِ نسبت دنیا کی فانی لذات کا گرویدہ نہیں ہوتا۔ میرا شعر ہے ؎

اہلِ دل کی صحبتوں سے جو حقیقت بیں ہوا
لذتِ دنیائے فانی کا وہ گرویدہ نہیں

سفر میں روزے کی قضا کے متعلق ایک علمِ عظیم

ارشاد فرمایا کہ آج کل بعض لوگ کہتے ہیں کہ پہلے تو مشقت کا زمانہ تھا، لوگ اونٹوں پر سفر کرتے تھے اُس زمانے میں سفر میں روزہ قضا کرنا تو سمجھ آتا ہے لیکن اب تو سفر آسان ہو گیا، ہوائی جہاز پر بیٹھے اور پہنچ گئے۔ اب اس رخصت سے نفع اُٹھانا سمجھ میں نہیں آتا۔ اس اشکال کا جواب اسی آیت میں ہے فَمَنۡ کَانَ مِنۡکُمۡ مَّرِیۡضًا اَوۡ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنۡ اَیَّامٍ اُخَرَ[۱۵] کہ اگر تم مریض ہو یا سفر پر ہو تو دوسرے ایام میں روزہ رکھ لو۔ یہاں عَلٰی سَفَرٍ فرمایا اور عَلٰی غلبہ واستیلاء واستعلاء کے لیے آتا ہے یعنی تم اگر سفر پر کتنے ہی غالب ہو، سواری تمہاری اختیاری ہو، مشقت کا کہیں نام ونشان نہ ہو، ہر طرح سے راحت ہو کہ گویا سفر تمہارا خادم وغلام و تابع ہے لیکن سفر میں تم روزہ چھوڑ سکتے ہو۔ اسی لیے عَلٰی نازل فرمایا ورنہ فَمَنۡ کَانَ مِنۡکُمۡ مَّرِیۡضًا اَوۡ مُسَافِرِیۡنَ بھی نازل ہو سکتا تھا لیکن عَلٰی سَفَرٍ فرمایا تاکہ قیامت تک ریل اور ہوائی جہاز وغیرہ کی کتنی ہی سہولتیں اور راحتیں میسر ہو جائیں اور سفر کتنا ہی مغلوب کالعدم اور آسان ہو جائے پھر بھی تم اس رخصت سے فائدہ اُٹھا سکتے ہو۔ یہ علمِ عظیم اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے اس بلدِ امین میں عطا فرمایا۔

---

[۱۵] البقرۃ: ۱۸۴

تعلیمِ ادب

حضرتِ والا کے ایک خادم نے اپنے بیٹے کا تعارف کرایا کہ حضرت! یہ میرا صاحبزادہ ہے، فرمایا کہ خود صاحبزادہ نہ کہیے ورنہ آپ نے اپنی زبان سے خود کو صاحب تسلیم کرلیا۔ اس لیے بزرگوں نے فرمایا کہ خادم زادہ کہو کہ میں خادم ہوں یہ خادم کا بیٹا ہے۔

(۵؍رمضان المبارک ۱۴۱۷؁ھ مطابق ۱۴؍جنوری ۱۹۹۷؁ء بروزِ منگل مکہ مکرمہ ۱۱ بجے صبح)

مدرسین کو حفاظتِ نظر کا ایک مفید مشورہ

ارشاد فرمایا کہ چاٹگام میں ایک محدث صاحب نے مجھ سے کہا کہ میں تو بخاری شریف اور مسلم شریف پڑھاتا ہوں لیکن کبھی شرح جامی بھی پڑھانی پڑتی ہے اس میں اکثر اَمارد ہوتے ہیں اور بعض بہت حسین ہوتے ہیں، ان سے کس طرح نظر بچاؤں، اس کے لیے مجھے کوئی نسخہ بتائیے۔ میں نے ان کو مشورہ دیا کہ جو لڑکے حسین ہوں ان کو داہنے بائیں بٹھائیے اور جو غیر حسین ہوں ان کو سامنے بٹھائیے تو یہ متن بن جائیں گے اور متن ہمیشہ جلی ہوتا ہے اور وہ حاشیہ بن جائیں گے اور حاشیہ عموماً باریک ہوتا ہے، اور حاشیہ جب باریک ہوگا تو نفس کو ادراکِ حُسن میں دِقّت ہوگی، اچٹی پچٹی نظر پڑے گی، غائرانہ نظر نہیں ہوگی، طائرانہ نظر ہوگی اور ساری توجہ آپ سامنے رکھیں، دائیں بائیں توجہ نہ کریں۔ مولانا اس مشورے سے بہت خوش ہوئے اور کہا کہ آپ نے میری مشکل حل کردی۔

عیسوی تاریخ کے منسوخ ہونے کا راز

ارشاد فرمایا کہ مالِ حلال کم ہوجانے کی وجہ سے کافروں نے حطیم پر چھت نہیں ڈالی اور حطیم بھی کعبہ شریف ہی کا حصہ ہے لیکن جب مکہ فتح ہوگیا، بیت المال قائم ہوگیا پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر چھت نہیں ڈلوائی تاکہ اُمت کے غریب بندے بھی اللہ کے گھر میں داخل ہوسکیں اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کھلا رکھا۔

لیکن عیسوی تاریخ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں قائم نہیں رکھا۔ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حطیم کھلا رکھا اسی طرح آپ عیسوی تاریخ کو بھی قائم رکھ سکتے تھے لیکن کیوں نہیں رکھا اس کا راز اللہ تعالیٰ نے میرے دل کو بزرگوں کی دعاؤں کی برکت سے نصیب فرمایا۔ میں نے کسی کتاب میں نہیں دیکھا۔ اور وہ یہ ہے کہ مثلاً اگر حج جنوری میں فرض ہوتا تو ہر سال جنوری ہی میں حج آتا باقی مہینے حج کے انوار سے محروم ہو جاتے لہٰذا اللہ کی رحمتِ عامہ متقاضی ہوئی کہ قمری تاریخ سے شریعت کے احکام جاری ہوں تاکہ تمام ایامِ زمانہ میری عبادات حج، روزہ و عیدین وغیرہ کے انوار و برکات سے مالامال رہیں اور کوئی زمانہ میری عبادات کے انوار سے محروم نہ ہو۔

شرفِ مکانی اور شرفِ زمانی

ارشاد فرمایا کہ جمعہ کے دن موت پر حدیث وارد ہے کہ جو مسلمان جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات میں مرے گا اللہ تعالیٰ اس کو عذابِ قبر سے محفوظ رکھے گا۔ ملّا علی قاری اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں احتمال ہے کہ یہ مطلق ہو یا مقید ہو۔ مطلق کے معنیٰ ہیں کہ ہمیشہ کے لیے عذابِ قبر سے محفوظ ہو جائے اور اگر مقید مانا جائے تو معنیٰ ہوں گے صرف جمعہ کو عذاب نہ ہو، سنیچر سے شروع ہو جائے۔ پھر فرماتے ہیں کہ **يَحْتَمِلُ الْاِطْلَاقَ وَالتَّقْيِيْدَ،وَالْاَوَّلُ هُوَ الْاَوْلٰى بِالنِّسْبَةِ اِلٰى فَضْلِ الْمَوْلٰى**[۱۶] اس حدیث کو مطلق رکھنا اوّل ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل پر نظر کرتے ہوئے یہی اولیٰ ہے۔

اس حدیث کی شرح میں میرے دل میں یہ بات آئی کہ زمان و مکان دونوں اللہ کے ہیں۔ کعبہ شریف مکان ہے جو اللہ مکاناً یہ شرف دے سکتا ہے کہ ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ کے برابر ہو وہ زماناً بھی شرف دینے پر قادر ہے کہ ایک زمانہ کو ایسی عزت دے دے کہ اس کی برکت سے قیامت تک عذابِ قبر نہ ہو تو اس پر کیا اشکال ہے۔

---

[۱۶] مرقاۃ المفاتیح:۳/۲۱۵،(۱۳۶۷)،باب الجمعۃ،دار الکتب العلمیۃ

ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ''مرقاۃ''میں دوسری احادیث نقل کرکے ثابت فرمایا ہے کہ جمعہ کے دن مرنے والے کا قیامت کے دن بھی حساب نہیں ہوگا اور یہ اس حال میں حاضر ہوگا کہ اس کی پشت پر شہیدوں کی مہر لگی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو جمعے کی موت نصیب فرمائے، آمین۔

ہم نشینِ آفتابِ حق

ارشاد فرمایا کہ سائنس دان کہتے ہیں کہ زحل، مشتری، زہرہ اور مریخ وغیرہ سیاروں میں سے بعض کو اللہ تعالیٰ نے چار چاند دیے ہیں، کسی کو چھ دیے ہیں، کسی کو تین اور ہماری دنیا کو ایک چاند دیا کیوں کہ یہاں احکامِ شریعت اللہ تعالیٰ کو نافذ کرنا تھے۔ فرمادیا قُلۡ هِیَ مَوَاقِیۡتُ لِلنَّاسِ[1] کہ یہ چاند وقت معلوم کرنے کے لیے ہے تاکہ تم میرے احکام بجالاسکو اور ایک سیارہ عطارد ہے اس کو اللہ نے ایک چاند بھی نہیں دیا۔ چوں کہ یہ سورج کے قریب ہے وہاں ہر وقت روشنی رہتی ہے اس لیے وہاں چاند کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اس سے ایک مسئلہ ثابت ہوا کہ جو لوگ ہم نشینِ آفتابِ حق ہیں، جلیسِ خورشیدِ حق ہیں وہ حسن کے چاندوں کے محتاج نہیں ہوتے، تخت و تاج و سلطنت پر مائل نہیں ہوتے، دنیائے فانی پر نہیں مرتے۔ جو اللہ کا مقرّب ہوتا ہے یہ سب چیزیں اس کے دل میں بے قدر ہوجاتی ہیں ؎

تسخیرِ مہر و ماہ مبارک تجھے مگر
دل میں اگر نہیں تو کہیں روشنی نہیں

قبولیتِ توبہ کی علامت

ارشاد فرمایا کہ انسان معصوم نہیں ہے، خطا ہوسکتی ہے لیکن جب خطا ہوجائے تو اللہ تعالیٰ کے سامنے اتنا روؤ کہ وہ خطا سببِ عطا ہوجائے۔ ایک صاحب نے کہا کہ خطا پر کتنا روئیں، کتنی توبہ کریں، قبولیتِ توبہ کی آخر کوئی علامت بھی ہے؟ میں نے

---

[1] البقرۃ:۱۸۹

کہا کہ ہاں ہے۔ جب آنسو بہاؤ گے اور دل سے توبہ کرو گے تو دل میں ٹھنڈک آجائے گی، یہی علامت قبولیتِ توبہ ہے۔ کیوں کہ گناہ سے دل میں آگ لگتی ہے اور جب رحمت کا نزول ہو گیا تو آگ بجھ جائے گی بلکہ بغیر حروف کے دل میں آواز آنے لگے گی کہ اب زیادہ مت روؤ۔ مولانا محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کے بارے میں فرمایا تھا ؎

اب کہیں پہنچے نہ تجھ سے ان کو غم
اے مرے اشکِ ندامت اب تو تھم

مقصدِ حیات

فرمایا کہ ہمارا مقصد مال کمانا، کھانا پینا، مکان بنانا، کپڑے پہننا، شادی کرنا، بال بچوں کی تربیت کرنا نہیں ہے۔ یہ مقاصدِ حیات نہیں ہیں، وسائلِ حیات ہیں۔ مقصدِ حیات صرف اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ[۱۸] اس دعویٰ کی دلیل ہے۔ لِیَعْبُدُوْنِ کی تفسیر جملہ مفسرین نے لِیَعْرِفُوْنِ کی ہے[۱۹] کہ جن وانس کو اس لیے پیدا کیا کہ اللہ کو پہچانیں اور لِیَعْرِفُوْنِ کے بجائے لِیَعْبُدُوْنِ اس لیے نازل فرمایا کہ معرفت وہی مقبول ہو گی جو عبادت کے راستے سے ہو گی ورنہ چرس پی کر لنگوٹی پہنے ہوئے سمندر کے کنارے سٹہ کا نمبر بتانے والے بھی معرفت کا دعویٰ کر سکتے تھے، لِیَعْبُدُوْنِ سے سب اس زمرے سے نکل گئے۔

بادشاہ اور مزدوری

ارشاد فرمایا کہ نظر کی حفاظت پر حلاوتِ ایمانی کا وعدہ ہے جب کہ بہت سی دوسری بڑی بڑی عبادات پر یہ وعدہ نہیں کیا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نظر بچانے سے دل کو تکلیف ہوتی ہے اور دل جسم کا بادشاہ ہے اور بادشاہ جب مزدور بن جائے تو اس کی مزدوری زیادہ ہونی چاہیے۔ نظر بچانے سے جسم کو تکلیف نہیں ہوتی لیکن

۱۸؎ الذّٰریٰت:۵۶

۱۹؎ روح المعانی:۲۵/۲۷، الذّٰریٰت (۵۶)، دارا حیاء التراث، بیروت

دل تڑپ جاتا ہے لہٰذا بادشاہ کی محنت پر انعام بھی عظیم عطا فرمایا گیا۔

(تراویح کے بعد جنوبی افریقہ کے علماء اور دیگر حضرات کی حاضری کے وقت کے ارشادات)

غم علامتِ عدمِ مقبولیت نہیں

فرمایا کہ غم اگر کوئی بُری چیز ہوتی تو اللہ اپنے پیاروں کو، اپنے انبیاء کو نہ دیتا۔ حضرت یونس علیہ السلام کو جب مچھلی نے نگلا تو اللہ تعالیٰ ان کے غم پر خود شہادت دے رہے ہیں کہ وَهُوَ مَكْظُومٌ[۲۰] وہ گھٹ رہے تھے لیکن پھر انعام کیا ملا کہ مچھلی کے پیٹ میں معراج عطا ہوئی۔ اسی طرح سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنے غم اُٹھانے پڑے جن کے صدقے میں دونوں جہاں پیدا کیے گئے، معلوم ہوا کہ غم اللہ کے دشمنوں کے لیے تو مضر ہے لیکن دوستوں کے لیے ان کی ترقی کا ذریعہ ہے، انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام کو غم سے گزارا جاتا ہے تاکہ جب اللہ تعالیٰ اپنے قرب کی عظیم دولت عطا فرمائے تو عبدیت کا توازن قائم رہے۔ مانگنا تو عافیت ہی چاہیے لیکن غم آجائے تو گھبرانا نہیں چاہیے، خود دُعا کریں اپنے بزرگوں سے اور اللہ والوں سے اور دوستوں سے دعا کرائیں اور یہ عقیدہ رکھیں کہ جس حال میں اللہ ہمیں رکھے وہ حال ہمارے لیے سب سے بہتر اور مفید ہے۔

آیت فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ کے متعلق ایک نیا علمِ عظیم

ارشاد فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کافروں کی طرف سے کس قدر غم پہنچا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَ لَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ اللہ تعالیٰ کا صرف نَعْلَمُ فرمانا ہی کافی تھا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لیے لام بھی تاکید کا اور قد بھی تاکید کا نازل کر کے فرمایا کہ اے محمد! ہم خوب جانتے ہیں کہ آپ کا سینہ غم سے گھٹ رہا ہے بوجہ ان نالائقوں کے نالائق اقوال کے۔ لہٰذا آپ کے غم کا علاج یہ ہے کہ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ آپ سُبْحَانَ اللهِ پڑھیے اور اپنے رب کی تعریف کیجیے جس نے آپ کو نبوت سے نوازا۔ یہاں فَسَبِّحْ کا جو حکم ہے اس میں

---

[۲۰] القلم:۴۸

کئی راز ہیں جن میں سے ایک راز اللہ نے میرے قلب کو عطا فرمایا کہ آپ کو جو یہ ظالم مجنون اور پاگل کہہ رہے ہیں تو آپ ہماری پاکی بیان کیجیے کہ اللہ تعالیٰ پاک ہے اس عیب سے کہ پاگلوں کو نبوت عطا فرمادے، وہ ہرگز کسی پاگل اور جادوگر کو نبوت نہیں دے سکتا۔ فَسَبِّحۡ کے بعد بِحَمۡدِ رَبِّكَ فرمایا کہ ہماری تسبیح کے ساتھ ہماری حمد بھی بیان کیجیے کہ آپ پر اللہ تعالیٰ نے کتنا بڑا احسان فرمایا کہ آپ کو پیغمبر بنایا، اس عطائے نبوت پر ہماری حمد بیان کیجیے۔ وَ كُنۡ مِّنَ السّٰجِدِيۡنَ[۲۱] اور نماز شروع کر دیجیے اور پوری نماز کو سجدہ سے تعبیر کیا اس کو بلاغت میں مجازِ مرسل کہتے ہیں۔ یہاں تَسۡمِيَةُ الۡكُلِّ بِاسۡمِ الۡجُزۡءِ ہے اور سجدہ سے کیوں تعبیر کیا؟ اس لیے کہ سب سے زیادہ قرب سجدہ میں عطا ہوتا ہے کیوں کہ بَيۡنَ قَدَمَيِ الرَّحۡمٰنِ بندے کا سر ہوتا ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔ اور یہاں مجازِ مرسل کیوں استعمال فرمایا؟ کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دل غم زدہ تھا اور سجدہ میں قرب زیادہ عطا ہوتا ہے لٰہذا سجدہ کا حکم دے کر گویا یہ فرمایا کہ آپ میری چوکھٹ پر سر رکھ دیجیے جیسے باپ بیٹے سے کہتا ہے کہ بیٹا! جب تمہیں کوئی ستائے تو میری گود میں آجایا کرو۔

صداقتِ نبوت و صداقتِ کلام اللہ کی ایک دلیل

دورانِ گفتگو فرمایا کہ جس یتیم نے کبھی مدرسے کا منہ نہ دیکھا ہو اور کسی اُستاد سے نہ پڑھا ہو اس کی زبانِ مبارک سے ایسا فصیح و بلیغ کلام نکلنا جس کی فصاحت و بلاغت کے سامنے فصحائے عرب شرمندہ ہوگئے اور اپنا سا منہ لے کر بیٹھ گئے یہ دلیل ہے کہ قرآنِ پاک اللہ کا کلام ہے۔ اگر یہ اللہ کا کلام نہ ہوتا تو سب سے پہلے عرب انکار کرتے لیکن دنیا میں عرب جتنا قرآن پڑھتے ہیں اتنا عجم نہیں پڑھتا۔ حرم میں دیکھ لیجیے کہ جو عرب آتا ہے فوراً تلاوت شروع کر دیتا ہے۔ اگر اہلِ زبان اس کی عظمت کے قائل نہ ہوتے تو اس کو نہ پڑھتے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے نبی ہونے کی اور قرآنِ پاک کے کلام اللہ ہونے کی یہی دلیل ہے کہ اہلِ عرب ہم سے زیادہ اس کی تلاوت کرتے ہیں۔

۲۱؎ الحجر: ۹۸-۹۷

(۷؍رمضان المبارک ۱۴۱۷؁ھ مطابق ۱۵؍جنوری ۱۹۹۷؁ء بروز بدھ مکہ مکرمہ ۱۱ بجے دن)

عشقِ مجازی کے ناقابلِ تلافی نقصانات

فرمایا کہ اگر حُسن اور عشق آپس میں گناہ کر بیٹھیں تو ہمیشہ کے لیے ایک دوسرے کی نگاہ میں ذلیل ہوجاتے ہیں اور اس قابل نہیں رہتے کہ ایک دوسرے سے نگاہ ملاسکیں یہاں تک کہ فاعل و مفعول کو ایک دوسرے کو ہدیہ دینا بھی جائز نہیں اگرچہ وہ قرآن شریف ہو، اگرچہ مصلّی ہو، اگرچہ تسبیح ہو۔ کیوں کہ اس مصلّی پر جب وہ نماز پڑھے گا تو اسے اپنا گناہ یاد آجائے گا اور ہر وہ چیز جو مذکّرِ معصیت ہو حرام ہے۔ بتایئے کتنا بڑا نقصان ہوا۔ اور فاعل و مفعول ایک دوسرے کے لیے دعا بھی نہیں کرسکتے کیوں کہ اگر دعا کرے گا تو پھر وہی گناہ یاد آجائے گا اور اسے خود شرم آئے گی کہ میں کس منہ سے اللہ کے سامنے اس کا نام لوں۔ کتنا عظیم نقصان ہوا کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی دعا سے، ہدیہ دینے سے، یہاں تک کہ اس کی قبر پر بھی جانے سے محروم ہوگیا۔ کیوں کہ اگر قبر پر بھی جائے گا تو معصیت یاد آئے گی جو شریعت میں جائز نہیں۔ اور یہ عشقِ مجازی کا گناہ ایسا ہے کہ ایک مسلمان کی آبرو جو کعبہ سے بھی زیادہ ہے اس کا جنازہ ہمیشہ کے لیے دفن ہوجاتا ہے۔

تاثیرِ صحبت کی مثال فقہی مسئلے سے

ارشاد فرمایا کہ اگر آپ کے پاس دس ہزار کی ایک رقم ہے جس پر زکوٰۃ فرض ہے اور ہر رمضان کی پچیس کو آپ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، چوبیس تاریخ کو دس ہزار کی رقم اور آگئی تو اس پر بھی زکوٰۃ فرض ہوجائے گی اگرچہ اس پر ابھی ایک سال نہیں گزرا لیکن یہ ایک ہی دن میں بالغ ہوگئی۔ کیوں؟ اس رقم کی صحبت کی برکت سے جس نے گیارہ مہینے مجاہدہ کیا ہے۔ فقہ کے اس مسئلے سے تصوف کا یہ مسئلہ ثابت ہوا کہ جو لوگ اللہ کے راستے میں مجاہدات کیے ہوئے ہیں ان کی صحبت میں جو رہتا ہے جلد بالغ ہوجاتا ہے یعنی اس کو جلد وصول الی اللہ نصیب ہوجاتا ہے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ کا عاشقانہ ترجمہ

ارشاد فرمایا کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ کا عاشقانہ ترجمہ یہ ہے کہ آپ کے سوا ہمارا کون ہے سُبۡحٰنَكَ آپ پاک ہیں تمام عیوب سے، بے وفائیوں سے اِنِّیۡ کُنۡتُ مِنَ الظّٰلِمِیۡنَ[۲۲] مگر ہم نالائق اور ظالم ہیں کہ آپ جیسی پاک ذات کو چھوڑ کر عیب داروں سے، بے وفاؤں سے دل لگاتے ہیں۔

مبارک مجھے میری ویرانیاں ہیں

ارشاد فرمایا کہ جو شخص نظر بچا کر اپنی حرام خوشیوں کا خون کر کے اپنے قلب کو ویران کرتا ہے تو اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ حلاوتِ ایمانی کے میٹیریل سے اس قلب کی تعمیر کرتے ہیں۔ اس پر اختر کا یہ شعر میرے مربّی شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بہت پسند فرمایا تھا۔

ترے ہاتھ سے زیرِ تعمیر ہوں میں
مبارک مجھے میری ویرانیاں ہیں

نسبت مع اللہ کی لذتِ بے مثل

ارشاد فرمایا کہ نظر بچا کر اپنے دل کو اللہ پر فدا کر دو۔ جو اللہ ساری کائنات کی لیلاؤں کو نمک دے سکتا ہے وہ اللہ جب اپنی تجلیاتِ خاصہ کے ساتھ آپ کے قلب میں آئے گا تو قلب میں ساری لیلاؤں سے بے نیازی پیدا ہو جائے گی اور بادشاہوں کے تخت و تاج آپ کو نیلام ہوتے ہوئے نظر آئیں گے بلکہ آپ کہیں گے کہ یہ تخت و تاجِ سلاطین کیا بیچتے ہیں اور سورج اور چاند کی روشنی کیا بیچتی ہے۔ جب مولائے کائنات دل میں آئے گا تو ساری کائنات نگاہوں سے گر جائے گی۔ میں اس بلدِ امین میں واللہ کہتا ہوں کہ دونوں جہاں سے زیادہ مزہ وہ دل پاتا ہے جس دل میں وہ مولائے کائنات آتا ہے۔

۲۲؎ الأنبیاء:۸۷

وہ شاہِ دو جہاں جس دل میں آئے
مزے دونوں جہاں سے بڑھ کے پائے

(۷؍رمضان المبارک ۱۴۱۷ھ مطابق ۱۶؍جنوری ۱۹۹۷ء جمعرات بعد تراویح مدینہ منورہ)

صدیق کی ایک نئی تعریف

ارشاد فرمایا کہ اولیائے صدیقین کی ایک تعریف اللہ تعالیٰ نے میرے دل کو عطا فرمائی کہ صدیق وہ ہے کہ جو ایک سانس بھی اللہ کو ناراض نہ کرے اور ہر سانس اپنے پالنے والے پر فدا کردے۔ یعنی جس کی بندگی کی ہر سانس کو غیر شریفانہ اعمال سے تحفظ نصیب ہوجائے۔ یہ محبت کا کتنا اُونچا مقام ہے کہ اپنے انفاسِ حیات، اپنی زندگی کی ہر سانس کو اللہ پر فدا کررہا ہے اور ایک سانس بھی اپنے مالک کو ناراض نہیں کرتا اور اگر کبھی خطا ہوجائے تو رو رو کر اپنے آنسوؤں سے سجدہ گاہ کو تر کردیتا ہے، وہ صدیق ہے۔

کڑواہٹ کا انعام حلاوت

ارشاد فرمایا کہ آج یہ بات سمجھ میں آئی کہ نظر کی حفاظت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حلاوت کا لفظ کیوں بیان فرمایا **یَجِدُ فِیْ قَلْبِہٖ حَلَاوَتَہٗ** چوں کہ نظر بچانے میں نفس کو انتہائی کڑواہٹ محسوس ہوتی ہے لہٰذا اس کڑواہٹ کا انعام حلاوت ہے، کڑوی چیز کھا کر فوراً میٹھی چیز کی خواہش ہوتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت پر رحم فرمایا کہ چوں کہ تم نے کڑواہٹ برداشت کی تو کڑواہٹ کا صلہ ایمان کی حلاوت ملنا چاہیے۔ یہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا فیضِ نبوت ہے۔

غلبۂ عظمتِ حق کے آثار کی ایک عجیب تمثیل

ارشاد فرمایا کہ اولیاء اللہ مخنث نہیں ہوجاتے بلکہ تقویٰ کی برکت سے وہ بہت زیادہ قوی ہوتے ہیں، گناہ کرنے کی بھی طاقت رہتی ہے لیکن عظمتِ الٰہیہ

کے غلبہ سے اس طاقتِ گناہ کو استعمال کرنے کی طاقت نہیں رہتی۔ اس کی ایک مثال اللہ تعالیٰ نے میرے قلب کو عطا فرمائی کہ جنگل میں ایک کھلا ہوا شیر ایک سیاح کے سامنے اچانک سو فٹ کے فاصلے پر آکر کھڑا ہو گیا اور سیاح کو تاک رہا ہے اتنے میں ایک لڑکی نے کہا کہ میں انٹر نیشنل حسین ہوں، اس سال حسن کے مقابلے میں، میں اوّل نمبر آئی ہوں آپ ذرا مجھے ایک پیار کی نظر سے دیکھ تو لیجیے، میں اپنا حسن آپ کو گفٹ دیتی ہوں تو وہ کہے گا کہ اس وقت میری نظر اور بصارت سب ختم ہو چکی ہے، میں نامرد نہیں ہوں لیکن اس وقت شیر کی ہیبت اور خوف کی وجہ سے میں آپ کو استعمال کرنے کی طاقت نہیں پاتا۔ گناہ کی طاقت ہے لیکن اس طاقت کو استعمال کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ کیوں؟ ہیبتِ شیر کی وجہ سے۔ جب جان کے لالے پڑتے ہیں تو پھر یہ ''لالے'' نظر بھی نہیں آتے۔ جب ایک مخلوق کی ہیبت کا یہ حال ہے تو اللہ تعالیٰ کی عظمت کا جس کو استحضار ہو گا وہ کس طرح گناہ پر قادر ہو سکتا ہے۔ پس اولیاء اللہ طاقتِ گناہ رکھتے ہیں لیکن اس طاقت کو استعمال کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

ولایتِ صدیقیت کی کنجی

ارشاد فرمایا کہ دردِ دل سے کہتا ہوں کہ اس زمانے میں ایک ہی عمل کر لیجیے صرف نظر بچا لیجیے اگر اولیائے صدیقین کی آخری سرحد کو نہ چھو لو تو کہنا کہ اختر کیا کہتا تھا۔ دوستو! اس بھاؤ اللہ کے قرب کا سودا بہت سستا ہے۔ اس کی برکت سے جب دل میں حلاوتِ ایمانی آئے گی تو ہم کو پورے دین پر عمل کرنے کی توفیق ہو جائے گی۔ یہ عمل کر کے دیکھیے، سلوک کے سارے راستے کھل جائیں گے۔ تمام مسائل حل ہو جائیں گے۔ کیوں کہ عاشقوں کو مال کی محبت نہیں ہوتی، خدا کا کوئی عاشق کسی کی جیب نہیں کاٹ سکتا۔ چوری بھی نہیں کر سکتا، عاشقوں کو بس حسن پرستی کی ایک بیماری ہوتی ہے کہ حسین شکلوں کو دکھا کر شیطان ان کی نسبت مع اللہ پر پردہ ڈال دیتا ہے لہٰذا اس بے پردگی و عریانی کے زمانے میں جو ایک یہی عمل کرلے گا لَآ اِلٰہَ کی تکمیل ہو جائے گی اور جب سب باطل خدا نکل گئے اب سارے عالم میں اِلَّا اللہ ہی اِلَّا اللہ ہے۔

(۹؍رمضان المبارک ۱۴۱۷؁ھ مطابق ۱۸؍ جنوری ۱۹۹۷؁ء بروزِ ہفتہ ۱۱ بجے صبح مدینہ منورہ)

خلوت مع اللہ کی اہمیت

ارشاد فرمایا کہ تنہائی کی عبادت بھی ضروری ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے خلوت محبوب کی گئی اور غارِ حرا میں آفتابِ نبوت طلوع ہوا جس پر میرا شعر ہے کہ ؎

خلوتِ غارِ حرا سے ہے طلوعِ خورشید
کیا سمجھتے ہو تم اے دوستو ویرانوں کو

غارِ حرا میں خلوت اور سناٹا تھا لیکن نبوت کا آفتاب وہیں طلوع ہوا، مگر آفتابِ نبوت ملنے کے بعد پھر کارِ نبوت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مصروف ہوگئے پھر آپ کا غار حرا میں جانا تو ثابت نہیں ہے لیکن راتوں میں اللہ کے ساتھ خلوت میں رہے۔ پس جن لوگوں کو خلوتوں کے بعد اللہ تعالیٰ دینی خدمت کا منصب عطا فرمادے ان کے لیے بھی ضروری ہے کہ کچھ وقت خلوتوں میں وہ اللہ کو یاد کریں کیوں کہ خلوت مع الخالق جلوت مع الخلق کے فیضان کا ذریعہ بنتی ہے۔ جس کی خلوت میں تلقی انوار نہ ہوگی وہ جلوت میں فیضانِ انوار نہیں کرسکتا۔ خلوت میں اللہ سے لے اور جلوت میں دے۔ حضرت شاہ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خلوت میں اللہ سے اتنا لو کہ تمہارے دل کا مٹکا انوار سے بھر کر چھلکنے لگے پھر مخلوق کو چھلکتا ہوا مال دو، اپنا مٹکا خالی نہ کرو۔ یہ بات حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے سنائی۔

بعض لوگ رات دن مخلوق کے ساتھ تبلیغ میں مصروف رہتے ہیں لیکن اللہ کو خلوت میں یاد نہیں کرتے، ان کی تبلیغ میں برکت نہیں ہوتی۔ لہٰذا ہر شیخ کے لیے خلوت بھی بہت ضروری ہے اور حکیم الاُمت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر ماں اچھی غذا نہیں کھائے گی تو اس کے بچے کمزور رہیں گے۔ جو شیخ تنہائی میں اپنے اللہ کو خوب یاد نہیں کرتا اس کے مریدین کی نسبت کمزور رہے گی۔ جتنا زیادہ شیخ متقی ہوگا اتنا ہی فیضان اس کے مریدوں پر ہوگا۔

ملاقاتِ دوستاں یعنی ملاقاتِ اہل اللہ کی اہمیت

ارشاد فرمایا کہ دوستوں کی ملاقات کی قدر بعض صوفیوں کو نہیں ہے۔ بس غلبۂ حال ہے کیوں کہ ذکر میں مزہ آرہا ہے لیکن فہم کی کمی ہے۔ دوستوں کی ملاقات اتنی اہم ہے کہ جنّت میں بھی اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں: فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ کہ جاؤ پہلے میرے خاص بندوں سے ملو۔ عبادی میں یاء نسبتی ہے یعنی یہ میرے ہیں۔ جو دنیا میں کثرتِ تعلقات اور کثرتِ اسبابِ معاصی اور اسبابِ شہواتِ نفس میں رہتے ہوئے بھی یہ نفس کے نہ ہوئے، غیروں کے نہ ہوئے میرے بن کر رہے تو جب یہ دنیا میں میرے رہے تو میں کیوں نہ ان کو کہوں کہ یہ میرے ہیں۔ فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ میں اپنے خاص بندوں کی ملاقات کو مقدم فرمایا اور وَادۡخُلِیۡ جَنَّتِیۡ[۲۳] میں جنّت کو مؤخر فرمایا۔ یہ تقریر میرے شیخ حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ جنّت کی نعمت سے زیادہ اللہ والوں کی ملاقات ہے اس لیے اللہ والوں کی ملاقات کو اللہ تعالیٰ مقدم کررہے ہیں کہ جاؤ پہلے میرے خاص بندوں سے ملو جن کے صدقے میں تم یہاں آئے ہو۔ اور حضرت نے فرمایا تھا کہ اہل اللہ جنّت کے مکین ہیں، جنّت ان کا مکان ہے اور مکین افضل ہوتا ہے مکان سے۔

اور دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کو یہ مطلوب ہے کہ اہل اللہ کے پاس زیادہ رہو۔ نفلی عبادت کا اتنا اہتمام نہ کرو جتنا اللہ والوں کے ساتھ رہنے کا کرو۔ فرماتے ہیں کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ اللہ والوں کے پاس رہ پڑو۔ علامہ آلوسی نے اس کی تفسیر میں فرمایا کہ خَالِطُوۡهُمۡ لِتَکُوۡنُوۡا مِثۡلَهُمۡ[۲۴] اتنا ساتھ رہو کہ تم ویسے ہی ہو جاؤ، تمہارے دل میں وہی درد آجائے، آنکھیں ویسی ہی اشک بار ہو جائیں، تمہارے سینے میں ویسا ہی تڑپتا ہوا دل آجائے، ویسا ہی تقویٰ تمہیں نصیب ہو جائے۔

اب اس کی دلیل شرعی پیش کرتا ہوں اور یہ علمِ عظیم الحمد للہ! ابھی عطا ہوا

۲۳۔ الفجر:۲۹-۳۰

۲۴۔ روح المعانی:۵۶/۱۱،التوبة (۱۱۹)،دار احیاء التراث،بیروت

ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کی آپس میں ملاقات اور ملنا جلنا مقصود نہ ہوتا تو جماعت کی نماز واجب نہ ہوتی بلکہ یہ حکم ہوتا کہ اپنے اپنے گھروں میں نماز پڑھو، دروازے بند کرلو، خلوتوں میں مجھے یاد کیا کرو۔ نہیں! بلکہ پانچوں وقت مسجد میں جاؤ اور میرے بندوں سے ملو۔ اس میں ملاقات کی اہمیت ہے کہ مسلمان آپس میں ملتے بھی رہیں۔ کوئی باپ نہیں چاہے گا کہ میرے بیٹے ہمیشہ الگ الگ رہیں۔ اگر بھائی آپس میں ملیں جلیں، کھائیں پیئیں، ایک دوسرے کی دعوت کریں تو ابّا خوش ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سات دن تک تو پنجگانہ ملاقات رکھی لیکن جمعہ کے دن ایک بڑا اجتماع رکھا کہ چھوٹے چھوٹے گاؤں میں جمعہ نہیں ہوگا، قریۂ کبیرہ میں جاؤ۔ اس طرح جمعہ میں اور زیادہ مسلمانوں سے ملاقات ہوگئی۔ پھر عید و بقر عید میں اور زیادہ اجتماع بڑھادیا اور پھر حرمین شریفین حج و عمرہ کے لیے آؤ جہاں سارے عالم کے مسلمان مل جائیں گے۔ معلوم ہوا کہ اہل اللہ کی ملاقات عظیم نعمت ہے اور عند اللہ مطلوب ہے۔

دعا کا ایک عجیب مضمون

مجلس کے آخر میں یوں دعا فرمائی کہ اے اللہ! سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں اور اس مدینہ پاک کے صدقے میں اور اس مدینہ پاک کی زمین کے اس ٹکڑے کے صدقے میں جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک رکھا ہوا ہے جو باجماعِ اُمت عرشِ اعظم سے بھی افضل ہے، کعبہ شریف سے بھی افضل ہے اور شہدائے اُحد اور تمام صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور جملۂ اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین جو جنّت البقیع میں آرام فرما ہیں ان کے صدقے میں اور ہمارے خاص مشائخ اور بزرگوں کے صدقے میں ہم سب کو صاحبِ نسبت اولیائے صدیقین بنادے۔ اے اللہ! اولیائے صدیقین کی جو منتہا ہے ہم کو اور ہمارے اعزا و اقربا و احباب کو وہاں تک پہنچادے۔ ہم تو نااہل ہیں لیکن آپ کریم ہیں اور کریم نااہلوں کو بھی نواز دیتا ہے ہم نالائقوں پر اے کریم! ایسی نظر ڈال دے کہ ہم نالائق لائق بن جائیں۔

اپنی اولاد میں علمائے ربّانییّن پیدا ہونے کی دعا کا استدلال

ارشاد فرمایا کہ ایک صاحب نے کہا کہ آج کل مدارس کے مہتمم علماء یہ دعا مانگ رہے ہیں کہ اے اللہ! ہماری ذرّیات میں علماء پیدا فرما جو ہمارے مدرسوں کو چلاتے رہیں۔ یہ علماء تو مدرسوں کو موروثی جائیداد بنانا چاہتے ہیں۔ میں نے کہا کہ جو یہ کہتا ہے نادان ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مانگا تھا رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ[۲۵] کہ اے اللہ! میری ذرّیات میں سے ایک پیغمبر پیدا فرما۔ لہٰذا اپنی اولاد میں علمائے ربانییّن پیدا ہونے کی دعا کرنا خلافِ اخلاص نہیں ہے ورنہ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ دعا نہ مانگتے کہ اے میرے رب! میری ہی ذرّیات میں پیغمبر پیدا فرما۔ علامہ آلوسی نے اس کی دو وجہ لکھی ہیں اول یہ کہ اپنے خاندان میں جب نبی ہوگا تو اس کو اپنے خاندان والوں کی زیادہ فکر ہوگی کہ میرے خاندان والے جہنم میں نہ جائیں اور دوسری وجہ یہ کہ خاندان والے بھی اس کی اتباع کریں گے کہ یہ ہمارے ہی خاندان کا آدمی ہے۔ چناں چہ حضرت مفتی شفیع صاحب نے میرے شیخ سے سوال کیا تھا کہ میرے بیٹے مولانا رفیع اور مولانا تقی عالم ہیں، لیکن اگر میں ان کو مدرسے میں رکھتا ہوں تو قوم مجھے بدنام کرے گی کہ یہ اقربا پروری کر رہا ہے۔ شیخ نے فرمایا کہ آپ اس کی پروانہ کریں۔ دونوں کو مدرسے میں رکھیں۔ آپ کے بیٹوں کو جو مدرسے کی قدر ہوگی کہ میرے باپ نے بڑے خون پسینہ سے یہ دار العلوم بنایا ہے وہ دوسرے کو نہیں ہوسکتی کیوں کہ جو مفت کی پاتا ہے مفت میں اُڑاتا ہے۔ مالِ مفت دلِ بے رحم۔ مفتی صاحب حضرت کے مشورے پر ہنس پڑے، خوش ہوگئے اور جاکر دونوں بیٹوں کو دار العلوم میں اُستاد مقرر کر دیا۔

اہل اللہ کو اہلِ دل کیوں کہا جاتا ہے؟

ارشاد فرمایا کہ مکھی کے پر ہیں لیکن اس کے پروں کو کسی نے پر تسلیم نہیں کیا کیوں کہ غلاظت پر گرتی ہے، اور جو پروانے روشنی پر فدا ہو رہے ہیں ان کے پروں

---

[۲۵] البقرۃ:۱۲۹

کو پوری کائنات نے تسلیم کرلیا کہ یہ پروانے ہیں۔ اسی طرح جو لوگ مرنے والوں پر مرتے ہیں ان کو اہلِ دل نہیں کہا جاتا کیوں کہ ان کے دل مٹی پر مٹی ہو کر مٹی ہو چکے ہیں، اور جن کے دل اللہ پر فدا ہو گئے ان کو کہا جاتا ہے کہ یہ اہلِ دل ہیں۔ میر ا فارسی کا شعر ہے ؎

اہلِ دل آنکس کہ حق را دل دہد

دل دہد او را کہ دل را می دہد

اہلِ دل وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کو دل دیتے ہیں جس نے کہ دل بنایا ہے۔

اہل اللہ سے عدمِ محبت اللہ سے عدمِ محبت کی دلیل

ارشاد فرمایا کہ جس کو اللہ والوں سے مل کر خوشی نہ ہو یہ دلیل ہے کہ اس کے دل میں اللہ کی محبت نہیں ہے۔ ایک شخص کہتا ہے مجھے کباب سے بہت محبت ہے اور گلی سے آواز آتی ہے کباب والا! لیکن اس کے قلب پر کوئی کیفیت نہیں آتی اور وہ یہ نہیں کہتا کہ "از کجامی آید ایں آوازِ دوست" کہ یہ میرے دوست کی آواز کہاں سے آرہی ہے تو معلوم ہوا کہ یہ شخص عاشقِ کباب نہیں۔

محبتِ حق کی ایک علامت

میرے شیخ نے فرمایا تھا کہ اگر دوسرا بھی اللہ کا نام لے لے اور کہہ دے اللہ! تو اگر وہ اللہ والا ہے تو اللہ کا نام سن کر اس کے دل پر کیفیت طاری ہو جائے گی کہ آہ! کون میرے محبوب کا نام لے رہا ہے۔ اور فرمایا کہ جب میں حج کرنے گیا تو مکہ شریف میں ایک شخص ہندوستان سے آیا تھا جس کے اکلوتے بیٹے کا نام حامد تھا کہ ایک عرب نے اپنے بیٹے کو آواز دی یا حامد! پس وہ ہندوستانی کانپنے لگا، اس کو اپنا بیٹا یاد آگیا۔ لہٰذا یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ کا عاشق ہو اور اللہ کا نام سن کر مزہ نہ آئے۔

نسبت مع اللہ کی مثال مشک سے

ارشاد فرمایا کہ جس ہرن کی ناف میں مشک پیدا ہو جاتا ہے تو اس کے بعد وہ سوتا نہیں، کھڑے کھڑے اُونگھ لیتا ہے اس ڈر سے کہ کہیں کوئی شکاری میرا

مشک نہ چھین لے۔ اسی طرح جس کے دل کو نسبت مع اللہ عطا ہوتی ہے اس کو پھر غفلت نہیں ہوتی اور وہ ڈرتا رہتا ہے کہ میری نسبت مع اللہ کو نقصان پہنچانے والی شکلیں کہیں قریب نہ آجائیں کہ دل کا لگاؤ ان کی طرف ہو جائے یا بد نظری نہ ہو جائے اور نسبت مع اللہ کو نقصان پہنچ جائے۔

انحطاطِ اُمت کا اصل سبب

ارشاد فرمایا کہ بیس ریال کا ایک بڑا صندوقچہ لے لیجیے اس کی کوئی قیمت نہیں لیکن اسی کے اندر ایک چھوٹی ڈبیہ میں ایک کروڑ کا موتی رکھ دو تو اب بڑے صندوقچہ کی قیمت بھی بڑھ گئی۔ اب اس بڑے بکسے کی دیکھ بھال اور حفاظت کی جائے گی۔ ہم لوگوں کے اجسام کے جو بڑے بکسے ہیں اس میں ایک چھوٹا سا بکسہ دل ہے اس میں جس قدر قوی نسبت ہوتی ہے اسی قدر اس کے جسم کا احترام بڑھ جاتا ہے، اس زمانے میں ہمارے دلوں کے چھوٹے بکسے نسبت مع اللہ کے موتی سے خالی ہو گئے، لہٰذا آج ہمارے بڑے بکسوں کی حفاظت نہیں ہو رہی ہے۔ اسی لیے اسرائیل میں، ہندوستان میں جہاں دیکھو مسلمان پیٹے جارہے ہیں۔

(بعد تراویح مدینہ منورہ ۱۱ بجے شب)

شکرِ نعمت کا عجیب عنوان

ارشاد فرمایا کہ اے اہلِ مدینہ جن کو یہاں مستقل قیام کا شرف حاصل ہے اور ہم لوگ جن کو زیارت کے لیے حاضری کی سعادت نصیب ہوئی ہے ہم سب اللہ کا شکر ادا کریں کہ ہم اس شہر میں ہیں کہ جہاں مسجدِ نبوی میں گنبدِ خضرا کے نیچے جنتی زمین پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک رکھا ہوا ہے اتنا ٹکڑا کعبہ شریف سے اور عرشِ اعظم سے افضل ہے، ہماری قسمت ہے جو ہم یہاں رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے جوار میں حاضر ہیں اور جس شہر میں مرنے والوں کے لیے آپ نے شفاعت کا وعدہ فرمایا ہے، لہٰذا ان اعمال سے بچنا چاہیے جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کی ناراضگی ہوتی ہے خصوصاً بد نظری سے جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بد دُعا فرمائی ہے کہ لَعَنَ اللّٰهُ النَّاظِرَ وَ الْمَنْظُوْرَ اِلَيْهِ[٢٦] لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بد دعا سے بچنے کے لیے جان کی بازی لگا دینا چاہیے۔

شرطِ ولایت تقویٰ ہے

ارشاد فرمایا کہ ہر سال کوئی حج و عمرہ کرے اور رات کو تہجد بھی قضا نہیں، تسبیح بھی ہر وقت ہے مگر کسی ایک گناہ میں عادتاً مبتلا ہے یہ شخص اللہ کے اولیاء میں شامل نہیں ہو سکتا۔ تقویٰ اور ولایت لازم وملزوم ہیں۔ اس کی دلیل اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ ہے اللہ کے اولیاء متقی بندے ہیں۔ فسق وفجور اور اللہ کی دوستی جمع نہیں ہو سکتے۔

قلب کی استقامت کی مثال مقناطیس کی سوئی سے

ارشاد فرمایا کہ اللہ والے ذکر اس لیے بتاتے ہیں کہ دل اللہ سے چپک جائے جیسے قطب نما کی سوئی پر ذرا سا مقناطیس لگا دیا تو سوئی ہر وقت شمال کی طرف مستقیم رہتی ہے کیوں کہ مرکز مقناطیس شمال کی جانب ہے۔ اللہ والے ذکر اس لیے بتاتے ہیں کہ اس کے قلب کی سوئی پر اللہ کے نور کی تھوڑی سی پالش لگ جائے تو عرشِ اعظم کا مرکز نور خود اس کو اپنی طرف کھینچے رہے گا۔ اگر اس کے محاذات سے ذرا بھی ہٹے گا تو قلب کی سوئی تڑپ جائے گی جیسے قطب نما کی سوئی کو شمال سے ذرا سا ہٹاؤ تو تڑپنے لگتی ہے جب رخ صحیح کرتی ہے تو اسے چین ملتا ہے۔ اسی طرح قلب پر جب ذکر کا نور لگ جائے گا اور پھر اللہ کی طرف سے ذرا سا بھی ہٹے گا تو تڑپ جائے گا، جب تک رخ صحیح نہیں کرے گا چین نہیں پائے گا۔

وارداتِ علومِ غیبیہ کی مثال

ارشاد فرمایا کہ آپ ریڈیو کی سوئی گھماتے ہیں تو کبھی ماسکو سے خبریں آنے لگتی ہیں کبھی ہندوستان سے، اور ریاض کی طرف سوئی آگئی تو لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ

---

[٢٦] کنز العمال: ٣٣٨/٧، (١٩١٦٢) فصل فی احکام الصلٰوۃ الخارجۃ، مؤسسۃ الرسالۃ

لَبَّیْكَ کی آوازیں نشر ہونے لگتی ہیں۔ اسی طرح جن کے قلب کی سوئی حق تعالیٰ کی طرف ہو جاتی ہے تو عالمِ غیب سے آوازیں آنے لگتی ہیں، علومِ غیبیہ وارد ہونے لگتے ہیں۔

درد بھری دعا

آخر میں حضرتِ والا نے دعا کے دوران یوں کہا کہ اے اللہ! ''دست بکشا جانب زنبیل ما'' اپنے دستِ کرم کو بڑھائیے اور ہماری جھولیوں کو بھر دیجیے اور ہماری جھولیوں میں گناہوں کے اور اخلاقِ رذیلہ کے جو کنکر پتھر ہیں ان کو نکال دیجیے۔ ہم ایسے بھک منگے ہیں کہ اپنی جھولیوں کو بھی گندگیوں سے بھر کر لائے ہیں، اے اللہ! ہم کو پاک فرمادے اور بھلائیوں سے مالامال فرمادے۔

رَبِّ لَا تَجْعَلْنِیْ بِدُعَاۗىِٕكَ شَقِیًّا اٰمِیْنَ یَارَبَّ الْعٰلَمِیْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ

اصلی امیر کون ہے؟

ارشاد فرمایا کہ جو اللہ کے طالب ہیں وہ یہ نہ سوچیں کہ ہم غریب ہیں۔ میں واللہ کہتا ہوں کہ جس کے دل میں اللہ ہے اس سے بڑھ کر کوئی امیر نہیں ہے، اور جس ظالم بادشاہ کے پاس اللہ نہیں ہے اس سے بڑھ کر کوئی مسکین اور یتیم نہیں ہے۔ جن چیزوں پر ان کو ناز ہے مرنے کے بعد معلوم ہو گا کہ قبر میں ان کے جنازے کے ساتھ کون جاتا ہے لیکن اللہ والے اپنے اللہ کو ساتھ لے کر جاتے ہیں۔ ان شاء اللہ زمین کے نیچے بھی ان سے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ جب زمین کے اوپر تم تعلقات میں گھرے ہوئے تھے اس وقت تم نے ہمیں فراموش نہیں کیا اب جب تم اکیلے آئے ہو، بیوی بچوں نے، کاروبار و تجارت نے تمہارا ساتھ چھوڑ دیا اب میں تمہیں کیسے تنہا رکھوں وَهُوَ مَعَكُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ[۲۷] زمین کے اوپر بھی اللہ ساتھ اور زمین کے نیچے بھی، برزخ اور میدانِ محشر میں بھی اور جنّت میں بھی، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

۲۷؎ الحدید: ۴

اہل اللہ کے استغناء کا سبب ان کی لذتِ باطنی ہے

فرمایا کہ کوئی بادشاہ کیا جانے اللہ والوں کے مزے کو۔ واللہ قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جو مزہ اللہ والوں کے قلب میں ہے پوری دنیا کا اجتماعی مزہ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ پوری کائنات کا مجموعۂ لذّات ایک ترازو میں رکھ لو اور خدا کے عاشقوں کے ایک اللہ کا مزہ دوسری میں رکھ لو تو اس مزے کو سلاطینِ کائنات سمجھ بھی نہیں سکتے کہ یہ کیا مزہ ہے۔ اختر اللہ والوں کا ایک ادنیٰ غلام ہے لیکن جنوبی افریقہ کے سفر میں وہاں کے ایک بڑے عالم نے کہا کہ میں نے بہت تقریریں سنی ہیں لیکن جب تم بادشاہوں کو اور ان کے تخت و تاج کو للکارتے ہو تو ہمارے ہوش اُڑ جاتے ہیں کہ یہ کیسا ملّا ہے کہ بجائے اس کے کہ جیب سے رسید بک نکالے یہ بادشاہوں کو للکار رہا ہے۔ میرے بعض دوست یہاں موجود ہیں جو افریقہ، لندن، امریکا، کینیڈا کے سفر میں ساتھ تھے وہ گواہی دیں گے کہ میں نے کبھی اپنے مدرسے کا نام بھی نہیں لیا اگرچہ میرا بھی مدرسہ ہے، ڈیڑھ ہزار بچے قرآنِ پاک حفظ کر رہے ہیں اور پورا درسِ بخاری شریف تک ہے لیکن صرف اللہ تعالیٰ کی محبت کا درد پیش کرتا ہوں اس سے بڑھ کر کیا نعمت ہے، اور یہ میرا کمال نہیں میرے بزرگوں کی جوتیوں کا صدقہ ہے، بڑے بڑے مال دار بیعت ہوتے ہیں لیکن مدرسہ اور طلباء کا کبھی تذکرہ بھی نہیں کرتا کیوں کہ اگر تذکرہ کیا تو فوراً ان کے دل میں خیال آئے گا کہ آمدم برسرِ مطلب اور پھر وہ مجھ سے دین سیکھیں گے؟ یہ فتنے کا زمانہ ہے۔ مخلوق سے کچھ نہ کہو، اللہ سے دعائیں مانگو، یہ اللہ کا دین ہے غیب سے ان شاء اللہ مدد آئے گی۔

(۱۰؍ رمضان المبارک ۱۴۱۷ھ مطابق ۱۹؍ جنوری ۱۹۹۷ء اتوار، مدینہ منورہ ۱۱ بجے صبح)

ہلکے حسن سے زیادہ احتیاط چاہیے

ارشاد فرمایا کہ اطباء کہتے ہیں کہ تیز بخار اتنا مضر نہیں ہے جتنا ہلکا بخار مضر ہوتا ہے کیوں کہ آدمی اس کی فکر نہیں کرتا اور آہستہ آہستہ وہ ہڈی میں اُتر جاتا ہے۔ ایسے ہی بہت شدید حسین اتنا مضر نہیں جتنا کم حسین مضر ہوتا ہے کیوں کہ اس کی طرف سے بے فکری ہوتی ہے اور اس کا نمک آہستہ آہستہ دل میں داخل ہو جاتا ہے اور

آخر کار اس کے عشق میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ یہ باتیں جو یہ فقیر پیش کر رہا ہے آپ دنیا میں کم سنیں گے کیوں کہ اس میں طبی معلومات کو بھی دخل ہے۔

صحبتِ اہل اللہ کے عبادت سے افضل ہونے کی وجہ

ارشاد فرمایا کہ حضرت حکیم الاُمت نے مفتی شفیع صاحب سے فرمایا کہ ایک شاعر نے جو کہا ہے کہ اہل اللہ کی صحبت سو سال کی اخلاص والی عبادت سے بہتر ہے۔ یہ اس نے کم کہا ہے، اللہ والوں کی صحبت ایک لاکھ سال کی عبادت سے بہتر ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟ وجہ یہ ہے کہ اللہ والوں کی صحبت سے اللہ ملتا ہے اور کثرتِ عبادت سے ثواب ملتا ہے۔ اور اہل اللہ کی صحبت کے عبادت سے افضل ہونے کی دلیل بخاری شریف کی یہ حدیث ہے کہ مَنْ اَحَبَّ عَبْدًا لَا یُحِبُّہٗ اِلَّا لِلّٰہِ[۲۸] کہ جو کسی سے صرف اللہ کے لیے محبت کرے تو اس کو اللہ تعالیٰ حلاوتِ ایمانی عطا فرمائیں گے اور حلاوتِ ایمانی جس کو نصیب ہو گی اس کا خاتمہ ایمان پر ہونے کی بشارت ہے۔ دیکھیے اس محبت للّٰہی پر کسی ثواب کا وعدہ نہیں فرمایا گیا بلکہ حلاوتِ ایمانی عطا فرمائی کہ ہم اسے مل جائیں گے۔

دین کی حلاوت حاصل کرنے کا طریقہ

ارشاد فرمایا کہ ایک جملے میں پورا دین پیش کر تا ہوں کہ زندگی میں ایک لمحے کے لیے اللہ تعالیٰ کی ناخوشی کی راہ سے کبھی دل میں خوشی در آمد نہ کیجیے۔ اپنے مالک اور پالنے والے کو ناخوش کر کے غلاموں کو اپنے دل میں خوشی لانا شرافت بندگی کے خلاف ہے۔ ہمیں کس نے پیدا کیا؟ آنکھوں میں روشنی کس نے دی؟ رزق کون دے رہا ہے؟ کھاؤ اللہ کی اور گاؤ نفس و شیطان کی یہ کہاں کی شرافت ہے۔ اس لیے دل میں ٹھان لیجیے اور کوشش کیجیے کہ اللہ کو ناراض نہیں کریں گے، ان شاء اللہ ایسا مزہ ملے گا کہ آپ کے مزے کے عالم کو سارا عالم نہیں سمجھ سکتا کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک بے مثل ہے وَ لَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ[۲۹]۔ کَانَ کی خبر کُفُوًا کو مقدم کر دیا اور اَحَدٌ

---

۲۸ صحیح البخاری:۱/۷(۲۱)، باب من کرہ ان یعود فی الکفر الخ، المکتبۃ المظہریۃ

۲۹ الاخلاص:۴

کے اسم کو مؤخر کردیا اور نکرہ تحت النفی بھی ہے مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی بھی مثل اور ہمسر نہیں ہے تو جب اللہ تعالیٰ کی ذات بے مثل ہے تو ان کے نام کی لذت بے مثل نہیں ہوگی؟ ان کا نام مجموعۂ لذاتِ کائنات کا کیپسول ہے۔

(۱۱؍ رمضان المبارک ۱۴۱۷؁ھ مطابق ۲۰؍ جنوری ۱۹۹۷؁ء دوشنبہ ۱۱ بجے صبح مدینہ منورہ)

صحبتِ شیخ سے کیا ملتا ہے؟

ارشاد فرمایا کہ بنگلہ دیش میں ایک عالم نے مجھ سے سوال کیا کہ ماں باپ کو رحمت کی نظر سے دیکھنے سے ایک حجِ مقبول کا ثواب ملتا ہے تو اپنے شیخ کو دیکھنے سے کیا ملتا ہے؟ میرے قلب کو فوراً اللہ تعالیٰ نے یہ جواب عطا فرمایا کہ ماں باپ کو دیکھنے سے کعبہ ملتا ہے اور مرشد کو دیکھنے سے کعبہ والا ملتا ہے، ربّ الکعبہ ملتا ہے کیوں کہ حدیث شریف میں ہے کہ اِذَا رُأُوْا ذُکِرَ اللہُ[۳۰] اللہ والوں کی پہچان یہی ہے کہ ان کو دیکھنے سے اللہ یاد آتا ہے۔ ان کی صحبت سے اصلاح ہوتی ہے۔ اصلاح کے لیے انسان چاہیے اسی لیے پیغمبر بھیجے جاتے ہیں۔ اگر کعبہ شریف میں اصلاح کی شان ہوتی تو تین سو ساٹھ بت کعبہ کے اندر رکھے ہوئے نہ ہوتے۔ نبی اور پیغمبر اصلاح کرتا ہے پھر کعبہ شریف کی تجلیات نظر آتی ہیں ورنہ کفر کے موتیا سے جس کے دل کی آنکھیں اندھی ہیں وہ کعبہ کے انوار کیا دیکھے گا۔

روحانی بیوٹی پارلر

فرمایا کہ میں نے خانقاہ کا نام روحانی بیوٹی پارلر رکھا ہے۔ دنیاوی بیوٹی پارلر میں دلہن کو سجا کر شوہر کے قابل بنایا جاتا ہے اور خانقاہوں کے بیوٹی پارلر میں بندے کو اللہ کے قابل بنایا جاتا ہے کہ اللہ دیکھ کر خوش ہو جائے۔ جو دنیاوی بیوٹی پارلر والے ہیں وہ خالی اوپری چمک دمک بنادیتے ہیں اور اس کے اندر چاہے غصہ ہو، کینہ ہو، زبان سے لڑنے والی ہو اس کی وہ اصلاح نہیں کرسکتے لیکن روحانی بیوٹی پارلر میں بندوں کے ظاہر وباطن کو اعمالِ سنت وشریعت سے مزین کیا جاتا ہے کہ ظاہر کو سنت کے مطابق بناؤ اور باطن کو اخلاقِ رذیلہ سے پاک کرو۔

---

[۳۰] التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف: ۳۱۷، مؤلفہ حضرت التھانوی رحمہ اللہ

اصلی شکر کیا ہے؟

ایک صاحب جن کا نام بدر ہے مجلس میں حاضر ہوئے اس وقت حضرتِ والا نے یہ مضمون بیان فرمایا اور یہ آیت تلاوت فرمائی وَ لَقَدۡ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدۡرٍ وَّ اَنۡتُمۡ اَذِلَّۃٌ اللہ نے جنگِ بدر میں تمہاری مدد فرمائی حالاں کہ تم کمزور تھے تو اس کا شکریہ کیا ہے؟ فَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمۡ تَشۡکُرُوۡنَ[۳۱] پس تقویٰ سے رہو گناہ سے بچو تاکہ تم شکر گزار بندے بن جاؤ۔ معلوم ہوا کہ صرف زبانی شکر کافی نہیں، زبان سے کہنا کہ اللہ! تیرا شکر ہے اور آنکھوں سے بد نظری کرنا یہ حقیقی شکر نہیں۔ زبان سے بھی شکر ادا کرو اور عمل سے بھی شکر ادا کرو۔ شکرِ لسانی سنت ہے اور شکرِ عملی یعنی تقویٰ فرض ہے۔ لَعَلَّکُمۡ تَشۡکُرُوۡنَ سے معلوم ہوا کہ شکر گزاری کے لیے تقویٰ ضروری ہے۔ دیکھیے اگر کسی کا بیٹا زبان سے ہر وقت باپ کا شکریہ ادا کرتا ہے لیکن باپ کی بات نہیں مانتا تو کیا باپ کا دل خوش ہوگا؟ لہٰذا اصلی شکر گزاری تقویٰ ہے۔

شیر پر لومڑی

ارشاد فرمایا کہ شیر کی پیٹھ پر لومڑی بیٹھی ہو تو لوگ ہنسیں گے یا نہیں بلکہ شیر کے بارے میں شک ہونے لگے گا کہ یہ شیر ہے بھی یا نہیں یا خالی شیر کی کھال پہنے ہوئے ہے، صورتِ شیر میں ہے حقیقتِ شیر سے یہ ظالم محروم ہے ورنہ لومڑی جو بزدلی میں ضرب المثل ہے وہ شیر کی پیٹھ پر بیٹھی ہوئی کیسے مسکرا رہی ہے پس اگر نفس کسی پر غالب ہو اگرچہ صورت بایزید بسطامی کی معلوم ہوتی ہو اور ہاتھ میں تسبیح بھی ہو لیکن بد نظری کر رہا ہو تو معلوم ہوا کہ یہ صورت میں بایزید بسطامی ہے اور سیرت میں ننگ یزید ہے۔

اہل اللہ سے تعلق کے برکات کی ایک مثال

ارشاد فرمایا کہ ایک مثال اللہ تعالیٰ نے میرے قلب کو عطا فرمائی

۳۱؎ اٰل عمرٰن:۱۲۳

کہ ایک تالاب میں مچھلیاں ہیں اور دوسرا تالاب مچھلیوں سے خالی ہے۔ اگر وہ خالی تالاب چاہتا ہے کہ مجھے بھی مچھلیاں مل جائیں تو مچھلیوں کے تالاب سے اپنی سرحد ملالے۔ اب جب پانی کی سرحدیں مل گئیں اور فاصلے ختم ہوگئے تو یہ تالاب بھی مچھلیوں سے محروم نہیں رہے گا۔ پس اللہ والوں کے دل سے اپنا دل ملادو ان شاء اللہ تعالیٰ اس اللہ والے کا تقویٰ، خوف، خشیت محبت اور نسبت مع اللہ خود بخود آپ کے دل میں منتقل ہوجائے گی۔ خود آپ کو تعجب ہوگا اور عالم بھی متحیر ہوگا کہ یہ کیا تھا اور کیا ہوگیا، خواجہ صاحب نے بلاوجہ تھوڑی فرمایا تھا کہ۔

تونے مجھ کو کیا سے کیا شوقِ فراواں کردیا
پہلے جاں پھر جانِ جاں پھر جانِ جاناں کردیا

عشاقِ حق سے ملاقات کے لیے دعا

ارشاد فرمایا کہ اختر ایک دیہات کا رہنے والا ہے اس کو جس اللہ نے اپنے کرم سے دردِ دل عطا فرمایا اور زبان ترجمانِ دردِ دل عطا فرمائی وہ اللہ تعالیٰ مجھے شرق وغرب، شمال وجنوب کے کان بھی عطا فرمانے پر قادر ہے اور میں اللہ سے مانگتا بھی ہوں کہ **یَا جَامِعُ** اپنے اس نام کے صدقے میں وہ روحیں جو آپ کی تلاش میں بے چین ہیں ان کو اختر سے اگر مناسبت ہے تو اپنے علم کے اعتبار سے ان کو میرے پاس جمع کردیجیے، یا مجھے ان کے پاس پہنچادیجیے تاکہ سفر وحضر میں مجھے ان کی رفاقت نصیب ہو۔

نفع کے لیے مناسبت ضروری ہے

ارشاد فرمایا کہ اس راہ میں مناسبت بہت ضروری ہے۔ حکیم الاُمت فرماتے ہیں کہ نفع کا مدار مناسبت پر ہے۔ جیسے بلڈ گروپ ملانا ضروری ہے۔ اگر کسی بادشاہ کو خون کی ضرورت ہے اور ایک سبزی بیچنے والے کے خون کا گروپ اس سے ملتا ہے تو ڈاکٹر یہی کہے گا کہ اس سبزی فروش کا خون چڑھوالو۔ اگر بادشاہ کہے کہ میں تو بادشاہ ہوں میری توہین ہوجائے گی کہ میرے خون میں ایک سبزی فروش کا خون چڑھایا جائے، میرے لیے محمد علی کلے کو بلاؤ تو ڈاکٹر کہے گا کہ جناب! آپ کا بلڈ گروپ اس سے

نہیں مل رہا ہے۔ محمد علی کلے کا خون چڑھتے ہی آپ بے کلی میں مبتلا ہو جائیں گے لہٰذا شیخ کی شہرت کو نہ دیکھو اپنی مناسبت کو دیکھو۔

فیوض و برکاتِ شیخ کی عجیب مثال

ارشاد فرمایا کہ بعض لوگوں نے کہا کہ تمہاری تقریر میں عشق و محبت کا رنگ ہوتا ہے اور تمہارے شیخ کی تقریر کا دوسرا رنگ ہوتا ہے۔ میں نے کہا کہ سنو! پاور ہاؤس سے بجلی سفید رنگ کی آتی ہے لیکن جس بلب میں جو رنگ ہوتا ہے اسی رنگ میں منتقل ہو جاتی ہے۔ میرے شیخ ہردوئی کے فیوض کی بجلی میرے بلب میں آکر ہری ہو جاتی ہے کیوں کہ میرا بلب بچپن سے رنگین اور گرین ہے۔ یہ سب شیخ ہی کا فیض ہے، کٹ آؤٹ لگا ہوا ہے ورنہ ابھی کٹ آؤٹ ہٹ جائے تو سب نور گیٹ آؤٹ ہو جائے گا، اللہ کی بارگاہ میں مقبولیت ہی ختم ہو جانے کا خطرہ ہو جائے۔ سب شیخ کا فیض ہوتا ہے، اس کی دعاؤں کا صدقہ ہوتا ہے ؎

چاند تارے میرے قدموں میں بچھے جاتے ہیں
یہ بزرگوں کی دعاؤں کا اثر لگتا ہے

صحبت کی اہمیت پر ایک علمِ عظیم

ارشاد فرمایا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کا حکم ہوا تو کیا صحابہ کو اجازت ملی کہ تم میرے گھر سے چپٹے رہنا؟ کعبۃ اللہ سے زیادہ رسول اللہ کے فیض کو اللہ نے اہمیت دی کہ جہاں میرا نبی جارہا ہے سب جاؤ، ایک بھی یہاں نہیں رہے گا۔ اور پھر مکہ شریف فتح ہو جانے کے بعد بھی اللہ نے اجازت نہیں دی کہ اب تو مکہ شریف فتح ہو گیا، اب تکلیف دہ ماحول نہیں رہا اب تم سب آجاؤ اور میرے کعبہ سے چپٹے رہو۔ نہیں! میرے نبی کے قدموں سے چپٹے رہو۔ اللہ تم کو میرے نبی سے ملے گا۔ اس سے صحبت کی اہمیت ظاہر ہے۔ ایک عالم نے مکہ شریف میں میرے شیخ شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم سے پوچھا کہ بعد عصر حضرت شیخ الحدیث صاحب کی مجلس ہوتی ہے تو میں مجلس میں حاضر ہوا کروں یا طواف کیا کروں؟ حضرت نے فرمایا کہ اگر کسی کی

آنکھ میں تکلیف ہو تو وہ پہلے ڈاکٹر کے پاس جائے گا یا تلاوت کرے گا۔ اہل اللہ کی برکت سے اللہ کی محبت پیدا ہوتی ہے اور دل رذائل سے پاک ہوتا ہے پھر صاف دل سے کعبہ کی تجلیات کچھ اور نظر آتی ہیں۔ جب گھر والے سے محبت ہوگی تب گھر کچھ اور نظر آئے گا۔

(بعد تراویح پونے گیارہ بجے شب مدینہ منورہ)

عشق کی لوڈشیڈنگ

ارشاد فرمایا کہ کراچی میں ایک کالج کے پرنسپل نے کہا کہ شاعرِ مشرق ڈاکٹر اقبال نے کہا ہے کہ مجھ کو عقل اہلِ فرنگ یعنی اہلِ مغرب سے ملی ہے اور عشق مجھے صوفیا سے ملا ہے۔ میں نے کہا کہ ان کو عشق تو ملا لیکن عشقِ کامل نہ ملا، ناقص ملا ورنہ چہرے پر داڑھی ضرور آجاتی۔ عشق کی بجلی تو آئی لیکن لوڈشیڈنگ تھی جس کی وجہ سے گالوں کے ایئرکنڈیشن نہیں چل سکے۔ پرنسپل صاحب کو یہ بات بہت پسند آئی اور کہا کہ یہ بہت عمدہ عنوان ہے کیوں کہ اس میں ان کی اہانت بھی نہیں ہے، ان کے عشق کو بھی آپ نے تسلیم کرلیا اور یہ بھی بتادیا کہ بجلی کمزور تھی ورنہ شریعت کی اتباعِ کامل نصیب ہوجاتی۔

اس لیے اہلِ علم کو اپنے معلوم کو معمول بنانے کے لیے اہلِ عمل کی یعنی اللہ والوں کی صحبت ضروری ہے ورنہ معلومات رہیں گی معمولات نہ رہیں گے اور اگر معمولات ہوں گے تو ان میں اخلاص نہ ہوگا۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اخلاص صرف اہل اللہ کی صحبت سے ملتا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوۡنَ عَلَی النَّبِیِّ کا عاشقانہ ترجمہ

ارشاد فرمایا کہ کہ میرے علم کے دائرے میں نہیں ہے کہ اور کسی نبی کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہو کہ اللہ رحمت نازل کرتا ہے اس نبی پر مگر ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوۡنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا[۳۲] اس کا

---

[۳۲] الاحزاب:۵۶

عاشقانہ ترجمہ یہ ہے کہ اللہ اور اس کے فرشتے نبی کو پیار کرتے ہیں اے ایمان والو! تم بھی میرے نبی سے پیار کرو۔

اور فرمایا کہ میرے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ترجمہ حضرت شاہ فضلِ رحمٰن صاحب گنج مراد آبادی نے یوں فرمایا کہ پیار کرے اللہ محمد صاحب کا اور سلامت رکھے ان کو۔

زیادہ سننے اور کم بولنے کا ایک دلچسپ نکتہ

ارشاد فرمایا کہ اللہ نے زبان ایک دی ہے اور کان دو دیے ہیں لہٰذا شیخ کی صحبت میں سنو زیادہ اور بولو کم۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شروع میں سالک کو بالکل شیخ کی بات سننی چاہیے۔ جب بچے پیدا ہوتے ہیں تو ان کو زبان نہیں دی جاتی لیکن سنتے سنتے پھر وہ بالکل ماں باپ جیسی گفتگو کرنے لگتے ہیں۔ جو شیخ کے حضور میں سراپا کان بن جاتا ہے اور دل کے کان سے بھی سنتا ہے ایک دن پھر وہ شیخ کی طرح بولنے لگتا ہے اور شیخ کا دردِ دل بھی پا جاتا ہے۔

نسبتِ شیخ فنائیتِ کاملہ سے حاصل ہوتی ہے

ارشاد فرمایا کہ مثل مشہور ہے کہ گدھا اگر نمک کی کان میں گر جائے تو نمک بن جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ گدھا جب نمک میں گرتا ہے تو کچھ دن بعد مر جاتا ہے تب نمک بنتا ہے۔ جب تک سانس لیتا رہے گا تو گدھے کا گدھا ہی رہے گا۔ ہم شیخ کے پاس جا کر بھی اپنی انا کو باقی رکھتے ہیں انا کو فنا کر دیں تو جیسا شیخ ہے ویسے ہی ہو جائیں گے۔ اس کی ساری نسبت منتقل ہو جائے گی۔

ظلماتِ نفسانیہ کے اشتداد کا سبب

ارشاد فرمایا کہ اس زمانے میں صرف بے داڑھی مونچھ والے لڑکوں کو نہیں ہلکی داڑھی والے حسین نوجوانوں کی طرف بھی نہ دیکھیے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں صرف تین چار بال کافی تھے۔ مثنوی میں واقعہ لکھا ہے کہ

جس کے تین چار بال آجاتے تھے لوگوں کو اس سے احتیاط کرنی واجب نہیں رہتی تھی لیکن اس زمانے میں حالات بالکل بدلے ہوئے ہیں کیوں کہ سورج جب ڈوبتا ہے تو جیسے جیسے تاخیر ہوتی ہے اندھیرا بڑھتا جاتا ہے۔ آفتابِ عہدِ نبوت کے غروب میں جتنے فاصلے ہورہے ہیں نفس میں خباثت بڑھتی جارہی ہے، اندھیرے بڑھتے جارہے ہیں، تقاضائے معصیت میں اشتداد ہورہا ہے۔

اجتناب عن المعاصی کا طریقہ غلبۂ حضوری مع الحق

ارشاد فرمایا کہ گناہ سے بچنے کا واحد راستہ یہ ہے کہ اسبابِ گناہ کے پاس نہ رہے لہٰذا جس کی بیوی نہیں ہے یا ہے تو دور ہے یا انتقال کرگئی ہے یا جس کی شادی ہی نہیں ہوئی، ان کے لیے میرا مشورہ یہ ہے کہ وہ صرف جسم سے زمین پر رہیں قلب وجاں کے اعتبار سے زمین پر نہ رہیں بلکہ اپنے قلب وجاں کو اللہ سے چپکا کر ہر وقت عرشِ اعظم پر رہیں مثلاً اگر رن وے پر خطرناک حالات ہیں تو جہاز کو زمین پر اُترنا جائز نہیں، فضا میں اُڑتا رہے اسی طرح ایسے لوگوں کو ایسا غلبۂ حضوری مع الحق حاصل ہو کہ ان کی روح کا جہاز ہر وقت عرشِ اعظم کا طواف کرتا رہے تب وہ زمین کے حسینوں سے بچ سکتے ہیں، اور یہ مقام کسی نہایت قوی النسبت شیخ سے تعلق کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔

ہے عجم اس کا بھی مدینے میں

ارشاد فرمایا کہ اے اہلِ عجم! اگر ہم تقویٰ اختیار کرلیں تو سنت کی اتباع کی برکت سے ہمارا عجم بھی عرب ہوجائے۔ میرا شعر ہے ؎

راہِ سنت پہ جو چلے اختر
ہے عجم اس کا بھی مدینے میں

جو لوگ سنت کے متبع ہیں سمجھ لو کہ ان کا عجم بھی مدینہ پاک میں ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے خوش ہیں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص روزانہ خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرتا ہے لیکن زندگی سنت کے خلاف گزارتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سے ناراض ہیں، اور ایک شخص کو کبھی زیارت

نہیں ہوتی لیکن ایک ایک سنت پر جان دیتا ہے اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سے خوش ہیں۔ محض زیارت سے کیا ہوتا ہے کیوں کہ ابوجہل بھی تو دیکھتا تھا۔ بیداری میں دیکھنے والوں کو کیا ملا جن کو اتباع نصیب نہیں ہوئی۔ بس اس کی کوشش کرنی چاہیے کہ ہمارا کوئی عمل سنت کے خلاف نہ ہو۔

محبت کی کرامت

ارشاد فرمایا کہ جب مکہ شریف فتح ہوگیا تو انصارِ مدینہ نے عرض کیا کہ ہمیں خطرہ ہے کہ آپ پھر دوبارہ یہاں تشریف نہ لے آئیں اور ہم آپ کی صحبت سے محروم ہوجائیں۔ اے اللہ کے نبی! آپ ہم سے ہماری جان لے لیں، ہمارا مال لے لیں، آبرو لے لیں، ہم اپنی پوری کائنات آپ پر فدا کرنے میں سخی ہیں مگر آپ پر ہم سخی نہیں ہیں۔ آپ پر ہم انتہائی بخیل ہیں۔ سبحان اللہ! لفظ بخیل کا اتنا بہتر استعمال پوری کائنات میں صحابہ کے علاوہ اور کون کر سکتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے وحی الٰہی سے ہجرت کی ہے۔ اے انصارِ مدینہ! اللہ کا یہی حکم ہے کہ میرا مرنا جینا تمہارے ساتھ ہوگا۔ یہ محبت کی کرامت ہے کہ جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر کی اور اپنا جان و مال فدا کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ہمیشہ کے لیے انہیں دے دیا۔

تصوف کی حقیقت

ارشاد فرمایا کہ آج کل لوگوں نے چند وظیفوں پر، چند تسبیحات پر اور چند خوابوں اور مراقبات پر اور نفلی عبادات پر تصوف کی بنیاد رکھی ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ قرآنِ پاک کا اعلان سن لیجیے کہ اِنۡ اَوۡلِیَآؤُہٗۤ اِلَّا الۡمُتَّقُوۡنَ ہمارے ولی صرف متقی بندے ہیں۔ تصوف کی حقیقت صرف تقویٰ یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچنا ہے۔ اگر اللہ والوں کے پاس رہنا ہے تو تقویٰ سیکھیے اور اگر یہ ارادہ نہیں ہے تو بلاوجہ وقت ضایع نہ کیجیے۔ کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ یعنی معیتِ اہل اللہ سے مقصد کیا ہے؟ تقویٰ ہے۔ کیوں کہ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللہَ میں تقویٰ کا حکم ہے اور کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ حصولِ تقویٰ کا طریقہ ہے۔

معیتِ صادقین کے دوام واستمرار پر استدلال

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے **کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ** فرمایا ہے اور **کُوۡنُوۡا** امر ہے اور امر بنتا ہے مضارع سے اور مضارع میں تجددِ استمراری کی صفت ہوتی ہے جس کا مطلب ہوا کہ استمراراً اور دواماً اہل اللہ کے ساتھ رہو، کوئی زمانہ اہل اللہ سے مستغنی نہ رہو۔ لہٰذا اگر کسی کے شیخ کا انتقال ہو جائے تو اس کو فوراً دوسرے شیخ سے تعلق قائم کرنا چاہیے جیسے ڈاکٹر کا انتقال ہو جائے تو طبعی غم ہونا ہی چاہیے لیکن اب اس کی قبر پر جا کر کوئی انجکشن لگوا سکتا ہے؟ فوراً دوسرا ڈاکٹر تلاش کرتے ہیں۔ اسی طرح جب شیخ کا انتقال ہو جائے تو اپنی اصلاح کے لیے دوسرا شیخ تلاش کیجیے۔ جس طرح جسمانی علاج زندہ ڈاکٹر ہی کر سکتا ہے روحانی اصلاح زندہ شیخ ہی سے ہوتی ہے۔

دیکھیے میرے مرشد شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے حکیم الاُمت کے انتقال کے بعد مولانا عبد الرحمٰن صاحب سے تعلق قائم کیا۔ ان کے انتقال کے بعد خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب سے تعلق کیا۔ ان کے انتقال کے بعد شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری کو پیر بنایا۔ ان کے بعد شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو۔ ان کے بعد مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو۔ کتنے مشائخ بدلے۔ یہ لوگ ہیں جو دین کو خوب سمجھتے ہیں اور یہ ان کا کمالِ اخلاص ہے کہ ہمیشہ اپنے کو اہل اللہ کا محتاج سمجھا حالاں کہ خود شیخِ وقت ہیں۔

(۱۲؍ رمضان المبارک ۱۴۱۷؁ھ مطابق ۲۱؍ جنوری ۱۹۹۷؁ء منگل مدینہ منورہ ۱۱ بجے صبح)

مطلوبِ حقیقی رضائے حق ہے

ارشاد فرمایا کہ الحمدللہ! ہم بلدِ رسول میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو اپنا دین پھیلانا اتنا پسند ہے کہ ہجرت کرا کے کعبہ شریف کا ایک لاکھ کا ثواب چھڑوا دیا کہ میرا اسلام کمپیوٹرائزڈ مذہب نہیں ہے عاشقانہ مذہب ہے۔ ثواب کو مت دیکھو مجھ پر مرو، میں خوش ہو جاؤں تو تمہیں سب کچھ مل گیا۔ میرا خوش ہونا تمہارے لیے کروڑوں ثواب سے بہتر ہے۔ اور ایک کروڑ ثواب کے ساتھ اگر میں کسی بات پر ناراض ہو جاؤں تو کہاں

جاؤ گے۔ لہٰذا اثوابوں کی جوڑ باقی نہ کرو، یہ دیکھو کہ میرا حکم ہے کہ چلے جاؤ۔ وہاں سے میرا دین پھیلے گا۔ ہمیں وہ زمین عزیز ہے جہاں سے ہماری محبت کا نشر فی العالم ہو، مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کتنے پیارے شخص ہیں فرماتے ہیں ؎

خوشتر از ہر دو جہاں آنجا بود
کہ مرا با او سر و سودا بود

اے دنیا والو! دونوں جہاں میں جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کو وہ زمین سب سے زیادہ پسند ہے کہ جہاں میرے سر کا اللہ کی محبت سے سودا ہو رہا ہو۔

خونِ شہادت اور عظمتِ الٰہیہ

ارشاد فرمایا کہ جس دین کی اشاعت پر اللہ تعالیٰ نے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا خونِ مبارک بہانا گوارا کیا وہ دین عند اللہ کتنا قیمتی ہے۔ میں واللہ کہتا ہوں کہ کسی کافر کی کیا مجال تھی کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خون بہاتا، فرشتہ ایک چیخ مارتا اور سب بے ہوش ہو جاتے مگر اللہ تعالیٰ کو دکھانا تھا کہ اگر سارے عالَم کے درخت قلم بن جاتے اور سارے عالم کے سمندر روشنائی بن جاتے تو اللہ تعالیٰ قرآنِ پاک میں فرماتے ہیں کہ میری عظمت اور میری صفات کو یہ نہیں لکھ سکتے لہٰذا جب سارے عالم کے درختوں کے قلم اور ساری دنیا کے سمندروں کی روشنائی میری عظمتوں کی تاریخ لکھنے کے لیے ناکافی ہوئی تب میں نے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے خونِ نبوت سے، اس خونِ نبوت سے جو تمام نبیوں کے خونوں کا سردار تھا اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے خونِ شہادت سے اپنی عظمتوں کی تاریخ لکھوادی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خون بہنا اللہ تعالیٰ کی عظمتوں کی تاریخ سازی ہے۔ قیامت تک کے لیے ثابت ہو گیا کہ اللہ کتنا پیارا ہے جہاں پیغمبروں کے خون بہتے ہیں، جہاں صحابہ کی شہادتیں ہوتی ہیں، احد کے دامن میں ستر شہید بتا رہے ہیں کہ تم لوگ اپنی قربانیوں کو کیا سمجھتے ہو، اس دین پر سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا خون مبارک بہہ گیا، ہم ستر ایک ہی دن میں شہید ہو گئے۔

لہٰذا ہم لوگ سوچیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خونِ مبارک کے سامنے

ہماری دولت کی کیا قیمت ہے۔ اگر کوئی مال دار اپنی ساری دولت اس دین پر فدا کردے تو اس دین کی عظمتوں کا حق ادا نہیں ہو سکتا، اگر کوئی عالم اپنی زندگی کی ہر سانس علمِ دین کی نشرواشاعت میں فدا کردے تو اس دین کی عظمتوں کا حق ادا نہیں ہو سکتا، اگر کوئی شہید اس دین پر اپنا خون بہادے تو اس دین کی عظمتوں کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ ہماری جان، ہمارا مال، ہمارا علم، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک قطرۂ خونِ مبارک کے سامنے کیا حقیقت رکھتا ہے۔

دعا کا ایک جملہ دل سوز

مجلس کے آخر میں حضرتِ والا نے دعا فرمائی اور دعا کے آخر میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں عرض کیا کہ اے رحمتِ بحرِ ذخار! آپ کی رحمت کی ایک موج ہم پر نازل ہو جائے تو ہم سب کے بیڑے پار ہو جائیں۔

حیّ علی الصلوٰۃ کا عاشقانہ ترجمہ

ارشاد فرمایا کہ حی علی الصلوٰۃ کا عالمانہ ترجمہ ہے کہ آؤ نماز پر لیکن اس کا ایک عاشقانہ ترجمہ کرتا ہوں کہ مؤذن اعلان کررہا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ اے میرے غلامو! جلدی جلدی وضو کرکے تیاری کرلو، مولائے کریم اپنے غلاموں کو یاد فرمارہے ہیں۔ پانچ وقت یاد فرمانا کیا یہ محبت کی دلیل نہیں ہے؟ کسی کی امّاں پانچ وقت بیٹے کو بلائے تو بیٹا ہر طرف گاتا پھرتا ہے کہ میری امّاں کو مجھ سے بڑا پیار ہے، کئی دفعہ کہتی ہے کہ بیٹا! دوکان سے آکر اپنے کو دکھا جایا کرو، ہم تمہارے لیے تڑپتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے کرم کی بارش کو دیکھو کہ دن میں پانچ دفعہ ہم کو بلاتے ہیں کہ میرے دربار میں آؤ اور مجھ سے باتیں کرو۔ نماز معراج المؤمنین ہے۔ مجھ سے ملاقات کرو اور میرے قدموں میں سر رکھ دو، ایک شاعر نے سجدہ کی یوں تعبیر کی ہے۔

پردے اُٹھے ہوئے بھی ہیں ان کی نظر ادھر بھی ہے
بڑھ کے مقدر آزما سر بھی ہے سنگ در بھی ہے

اور میرا شعر ہے ؎

کیا کہوں قربِ سجدہ کا عالم
یہ زمیں جیسے ہے آسماں میں

جینے کا مقصد اللہ پر مرنا ہے

ارشاد فرمایا کہ کھانا پینا جینے کے لیے ہے، کپڑا پہننا جینے کے لیے ہے، مکان جینے کے لیے ہے مگر ہمارا جینا اللہ پر مرنے کے لیے ہے۔ زندگی کا مقصد یہ ہے۔ لیکن میں کہا کرتا ہوں کہ آج کل ہم نے اپنی زندگی کا مقصد یہ بنایا ہے کہ دستر خوان پر لے پلیٹ اور پیٹ میں سمیٹ اور فلیٹ میں لیٹ۔

نو آب اور آبِ نو

دورانِ گفتگو مزاحاً فرمایا کہ نوابوں کو میں آبِ نو دیتا ہوں کیوں کہ وہ "نو" آب ہو چکے ہو۔(NOانگریزی کا ہے)اب تمہارے پاس پانی کہاں ہے،ریاستیں ختم ہو گئیں۔

گناہوں کی کڑواہٹ

ارشاد فرمایا کہ ایک بزرگ نے عجیب بات فرمائی کہ جب بچہ دو سال کا ہو جاتا ہے اور اب ماں کا دودھ پینا اس کے لیے حرام ہو گیا تو ماں اپنی چھاتیوں پر نیم کی پتیاں پیس کر لگا لیتی ہے اب بچے کو دودھ کڑوا معلوم ہوتا ہے اور چھوڑ دیتا ہے۔ اللہ والوں کی صحبت سے گناہوں کے پستانوں پر آخرت کے عذاب اور قیامت کے یقین کی کڑوی پتیاں لگ جاتی ہیں پھر گناہ کڑوے معلوم ہوتے ہیں پھر اگر مفت میں بھی گناہ ملے تو وہ قبول نہیں کرتا۔

آغوشِ رحمتِ حق اصل پناہ گاہ ہے

ارشاد فرمایا کہ جس طرح ایک بچہ اپنی ماں کے سینے سے لگ کر دودھ پیتا رہتا ہے اس کو اگر کوئی ماں کی گود سے چھیننا چاہے تو بچہ دونوں ہاتھ سے ماں کی گردن کو پکڑ لیتا ہے اور اپنی پوری طاقت سے ماں سے اور چپٹ جاتا ہے کہ مجھے کوئی ماں

سے جدا نہ کردے۔ بس اختر کی یہی فریاد ہے کہ جب کوئی گناہ کے اسباب پیدا ہوں تو اپنے قلب وجاں سے اللہ سے چپٹ جایئے اور فریاد کیجیے کہ اے اللہ! مجھے بچایئے، یہ شکلیں مجھے آپ کے قرب سے دور کرنا چاہتی ہیں۔ اور جب بچہ چلّاتا ہے تو ماں اپنے بچے کو بچانے کے لیے جان کی بازی لگادیتی ہے لیکن ماں کی گود سے بچے چھینے جاسکتے ہیں کیوں کہ وہ کمزور ہے لیکن اللہ کی حفاظت کی گود سے کوئی نہیں چھین سکتا، اللہ سے رو کر فریاد کرکے تو دیکھیے پھر دیکھیے کیسی مدد آتی ہے۔

جنوری کی وجہ تسمیہ

مزاحاً فرمایا کہ انگریزوں کو، کافروں کو اللہ تعالیٰ نے جانور فرمایا ہے بلکہ جانور سے بدتر اُولٰٓئِکَ کَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ ھُمۡ اَضَلُّ [۳۳] اسی لیے ان کے سال کا آغاز جانوری سے ہوتا ہے۔ اس جملے سے سب حاضرین نہایت محظوظ ہوئے اور بے اختیار ہنس پڑے۔

ہر ولی کی شانِ تفرّد اور اس کی وجہ

ارشاد فرمایا کہ اللہ کی ذات بے مثل ہے۔ وَ لَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ اللہ کا کوئی مثل، کوئی ہمسر اور برابری کرنے والا نہیں ہے۔ پس جو اللہ کو پا گیا کیوں کہ وہ حامل بے مثل ذات ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو بھی ایک شانِ تفرّد عطا فرماتے ہیں جو دوسروں میں نہیں ہوتی۔ اس لحاظ سے اس خاص شان میں وہ بے مثل ہوجاتا ہے پس ہر ولی کے اندر ایک تفرّد کی شان ہوتی ہے تاکہ وہ توحید کی علامت رہے۔

نسبت کی تعریف

ارشاد فرمایا کہ ایک خاص چیز جو اللہ والوں کو ملتی ہے اس کا نام نسبت ہے۔ نسبت کے معنٰی ہیں کہ بندے کو اللہ تعالیٰ سے تعلق ہو اور اللہ تعالیٰ کو بندے سے تعلق ہو۔ یک طرفہ تعلق کا نام نسبت نہیں ہے جیسے کہ مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

۳۳؎ الاعراف:۱۷۹

خانۂ داماد پُر از شور و شر
خانۂ دختر نہ بودے زو خبر

داماد کے گھر میں ڈھول بج رہا ہے کہ بادشاہ کی لڑکی سے میری شادی ہو رہی ہے اور لڑکی والے کو خبر بھی نہیں۔ کسی نے پوچھا کہ یہ تمہارے گھر میں جو شور و شر ہو رہا ہے تو کیا بادشاہ راضی ہو گیا ہے؟ اس نے کہا کہ دیکھو شادی جب ہوتی ہے کہ لڑکے والے اور لڑکی والے دونوں راضی ہو جائیں لہٰذا میں تو راضی ہوں۔ میرا آدھا کام تو ہو گیا اسی پر ڈھول بجا رہا ہوں، اسی طرح بعضے لوگ اپنے کو ولی اللہ سمجھتے ہیں لیکن اولیاء کے رجسٹر میں ان کا نام بھی نہیں ہوتا۔

قَوۡمٌ یَّدَّعُوۡنَ وِصَالَ لَیۡلٰی
وَلَیۡلٰی لَا تُقِرُّ لَھُمۡ بِذَاکَ

ایک قوم ہے جو دعویٰ کرتی ہے کہ لیلیٰ کے یہاں بہت بڑے عاشقوں میں ہمارا شمار ہے اور لیلیٰ کے رجسٹر میں ان کا نام بھی نہیں ہے۔ تو نسبت یک طرفہ محبت کا نام نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں سے محبت ہو یہ یُحِبُّھُمۡ ہے وَیُحِبُّوۡنَہٗ اور بندوں کو اللہ سے محبت ہو۔ دونوں طرف سے محبت ہو اس کا نام نسبت ہے۔ اور نسبت عطا ہوتے ہی بندہ ولی اللہ ہو جاتا ہے۔

نسبت کی علامات اور اس کی چند مثالیں

ارشاد فرمایا کہ حکیم الاُمت مجدّد الملت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق ہے کہ خدا جس کو نسبت عطا کرتا ہے اس کو خود احساس ہو جاتا ہے کہ آج میں صاحبِ نسبت ہو گیا جیسے جب کوئی بالغ ہو جاتا ہے تو اس کو پتا چل جاتا ہے۔ رگ رگ میں ایک نئی جان آجاتی ہے۔

اور دوسری مثال یہ ہے کہ جس ہرن میں مشک پیدا ہو جاتا ہے اس کو پتا چل جاتا ہے کہ میرے نافہ میں مشک پیدا ہو گیا ہے۔ پھر وہ سوتا نہیں ہے کھڑے کھڑے اُونگھ لیتا ہے اور چوکنّا رہتا ہے کہ کہیں کوئی میرا مشک نہ چھین لے۔ اسی طرح جس کو

نسبت مع اللہ عطا ہو جاتی ہے وہ ہر وقت اپنے قلب و نظر کو بچاتا ہے، ہر وقت چوکنّا رہتا ہے کہ کہیں کوئی حسین نہ آجائے جو میرے ایمان کو چھین لے۔

نہ کوئی راہ پا جائے نہ کوئی غیر آجائے
حریمِ دل کا احمدؔ اپنے ہر دم پاسباں رہنا

جس کو اپنے قلب کی پاسبانی کی توفیق نہ ہو سمجھ لو کہ ابھی اس کے دل کو نسبت کا مشک عطا نہیں ہوا۔ میرے ایک دوست نے کہا کہ جس مکان میں دولت ہوتی ہے اس میں مضبوط تالا لگاتے ہیں۔ جس کے دل میں نسبت مع اللہ کی دولت ہوتی ہے وہ آنکھوں کا تالا مضبوط لگاتا ہے یعنی نظر کی حفاظت کرتا ہے، اور جو نظر کی حفاظت نہیں کرتا یہ دلیل ہے کہ اس کا دل ویران ہے، اس میں نسبت کا خزانہ نہیں۔

کیفیتِ عطائے نسبت اور اس کی مثال

ارشاد فرمایا کہ حضرت حکیم الاُمت فرماتے ہیں کہ نسبت اچانک عطا ہوتی ہے بتدریج عطا نہیں ہوتی جیسے جب کوئی بالغ ہوتا ہے تو یہ نہیں کہتا کہ آج میں ایک آنہ بالغ ہو گیا کل دو آنہ ہوا، پرسوں چار آنہ بالغ ہوا۔ ایک سیکنڈ میں بالغ ہوتا ہے ایسے ہی نسبتِ خاصہ آنِ واحد میں عطا ہوتی ہے البتہ جس طرح بچہ غذا کھاتا رہتا ہے جس سے رفتہ رفتہ جسم میں طاقت آتی ہے اور بالغ ہونے میں وقت لگتا ہے لیکن جب بلوغ ہوتا ہے تو اچانک ہوتا ہے اسی طرح جو وقت لگتا ہے وہ ذکر میں لگتا ہے رفتہ رفتہ روح میں ذکر کے انوار سے طاقت آتی رہتی ہے۔ پھر اپنے وقت پر نسبت مع اللہ اچانک عطا ہو جاتی ہے۔ اس کی ایک مثال اور بھی ہے کہ جیسے کوئی دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے، رک جاتا ہے پھر کھٹکھٹانے لگتا ہے آخر گھر والے کو رحم آجاتا ہے اور اچانک دروازہ کھول کر سامنے آجاتا ہے۔ ایسا نہیں ہوتا کہ پہلے تھوڑا سا سر نکالے پھر ناک، پھر کان نکالے، پھر ہاتھ نکالے۔ اسی طرح نسبت بھی اچانک عطا ہوتی ہے تدریجاً نہیں۔ اسی کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

گفت پیغمبر کہ چوں کوبی درے
عاقبت بینی ازاں در ہم سرے

پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر تم کسی دروازے کو برابر کھٹکھٹاتے رہو گے تو ایک دن دروازہ ضرور کھلے گا اور دروازے سے کوئی سر ضرور نمودار ہو گا۔ جو لوگ اللہ اللہ کررہے ہیں وہ گویا اللہ کے دروازہ کو کھٹکھٹارہے ہیں۔ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اَلذَّاکِرُ کَالْوَاقِفِ عَلَی الْبَابِ جس کو ذکر کی توفیق ہوگئی گویا وہ اللہ کے دروازے تک پہنچ گیا۔ بس ایک دن اللہ کو رحم آجائے گا کہ میرا بندہ کتنے دن سے میرا دروازہ کھٹکھٹارہا ہے۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

کھولیں وہ نہ کھولیں در اس پہ ہو کیوں تری نظر
تُو تو بس اپنا کام کر یعنی صدا لگائے جا

ہمارا کام اللہ اللہ کرنا ہے، اپنا دروازہ کھول کر اپنا نورِ نسبت داخل کرنا یہ ان کا کام ہے۔

حق تعالیٰ کی اپنے خاص بندوں سے محبت کی دلیل

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کی چال تک کو قرآنِ پاک میں نازل فرمایا کہ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا میرے خاص بندے زمین پر تواضع کے ساتھ چلتے ہیں۔ کیا یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں سے محبت کی دلیل نہیں ہے؟ جس کو اپنے بیٹے سے بہت محبت ہوتی ہے وہ کہتا ہے کہ دیکھو ہمارا بیٹا کیسے چلتا ہے۔

وَ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا[۳۴] اس پوری سورت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی رفتار، گفتار، کردار واطوار کو بیان فرمایا ہے جو بندوں سے اللہ تعالیٰ کی انتہائی محبت کی دلیل ہے۔

(بعد تراویح مدینہ طیبہ ۱۱ بجے شب)

قرآنِ پاک سے ختمِ نبوت کی عجیب وغریب دلیل

ارشاد فرمایا کہ ختمِ نبوت کی ایک عجیب وغریب دلیل ایک عالم نے دی۔ کسی نے کہا کہ اب قیامت تک کوئی نبی نہیں آسکتا اس کی کیا دلیل ہے؟ فرمایا

۳۴؎ الفرقان:۶۳

کہ اس کی دلیل تو پہلے پارے ہی میں ہے وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ جو کچھ آپ پر وحی نازل ہوئی اس پر ایمان لاتے ہیں وَ مَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ[۳۵] اور آپ سے پہلے جو نازل ہوئی اس پر ایمان لاتے ہیں۔ یہی دلیل ہے کہ نبوت ختم ہوگئی کیوں کہ آگے اللہ نے یہ تو نہیں فرمایا کہ آپ کے بعد جو وحی نازل ہوگی اس پر بھی ایمان لائیں گے۔ یہی دلیل ہے کہ اب کوئی نبی نہیں آئے گا۔

مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا عالمانہ جواب

فرمایا کہ کسی نے حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ آپ کہتے ہیں کہ قرآن شریف میں ہر چیز کا ذکر ہے تو بتایئے کہ ہوائی جہاز کا ذکر کہاں ہے؟ فرمایا کہ وَ یَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ[۳۶] اور اللہ آیندہ ایسی ایسی چیزیں پیدا کرے گا جس کو تم نہیں جانتے ہو۔ اس میں ہوائی جہاز بھی شامل ہے اور آیندہ بھی جتنی ایجادات قیامت تک ہوں گی سب اس میں شامل ہیں۔

زائرینِ حرمین شریفین کے لیے نہایت مفید مشورہ

فرمایا کہ بزرگوں نے لکھا ہے کہ مدینہ شریف سے یا مکہ شریف سے جب جاؤ تو غم زدہ جاؤ، روتے ہوئے جاؤ، رونا نہ آئے تو رونے والوں کی سی شکل بنالو۔ پہاڑوں سے بھی کہو۔

یَا جِبَالَ الْمَدِیْنَۃِ یَا جِبَالَ الْمَدِیْنَۃِ
نَحْنُ بِفِرَاقِکُنَّ حَزِیْنَا حَزِیْنَا

یہ میرا شعر ہے کہ اے مدینہ شریف کے پہاڑو! ہم تمہاری جدائی سے غمگین ہیں۔ روضۂ مبارک کو للچائی نظروں سے دیکھتے جاؤ۔ اس طرح جلدی واپس جانا بہتر ہے اس سے کہ اگر ذراسی کوئی تکلیف پہنچے تو دن گنتے رہو کہ کب واپس جانا ہے، کیوں ہم زیادہ رہ گئے۔ یہاں رہنا اور یہاں کی تکلیفوں میں بھی مزہ آنا یہ بڑے عاشقوں کا کام ہے۔ ہم لوگ

۳۵؎ البقرۃ:۴
۳۶؎ النحل:۸

پہلوانی نہ دکھائیں، لہٰذا اتنا رہو کہ دل نہ بھرے اور پیاس لے کر واپس جاؤ کہ کاش! ابھی اور رہتے۔ ایک نواب صاحب نے حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ حضرت! اگر اجازت ہو تو ریاست چھوڑ چھاڑ کے میں بھی مکہ شریف میں آپ کے پاس آجاؤں۔ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نہیں! آپ یہاں آتے جاتے رہیں، مستقل نہ آئیں۔ کیوں کہ یہ بہتر ہے کہ آپ کا جسم ہندوستان میں رہے اور دل یہاں مکہ شریف میں رہے بجائے اس کے کہ جسم یہاں رہے اور دل ہندوستان میں رہے۔

دین کی عظمت

فرمایا کہ اے مدینہ منورہ میں رہنے والو! سن لو۔ اسی اُحد پہاڑ پر جب جنگ ہوئی ہے تو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا خونِ مبارک اتنا بہا کہ چہرۂ مبارک لہولہان ہو گیا اور آپ خون کو پونچھتے جارہے تھے اور فرماتے جارہے تھے کہ اس قوم کا کیا حال ہو گا جو اپنے نبی کو لہولہان کرتی ہے۔ سوچیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بزنس و تجارت کے لیے یہ خون نہیں بہایا تھا، کسی سلطنت کے لیے نہیں بہایا تھا، دنیا کی کسی غرض سے نہیں خالص اس لیے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو اور دین پھیل جائے جس دین پر خونِ نبوت بہا ہے اس دین پر تاجر اگر اپنے پسینہ کی کمائی فدا کر دیں، بادشاہ اپنے تاج و تخت فدا کر دیں، علماء اپنی زندگیوں کو اس دین پر قربان کر دیں تو حق ادا نہیں ہو سکتا کیوں کہ ہمارا علم اور ہمارا مال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خون سے زیادہ قیمتی نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا اپنی قسمت پر اور دین کی خدمت کی توفیق پر اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرو کہ اے اللہ! آپ کا احسان ہے کہ آپ نے دین کی خدمت کی ہمیں توفیق دی۔ اپنے کرم سے اسے قبول فرمالیجیے۔

منطق کے مسئلے کی آسان و دلچسپ تفہیم

فرمایا کہ ایک دفعہ بنگلہ دیش میں حضرتِ والا ہردوئی اور حافظ جی حضور کے ساتھ میں بھی حاضر تھا، میں نے عرض کیا کہ منطق کا یہ مسئلہ بشرطِ شئ اور بشرطِ لا شئ اور لابشرطِ شئ کو اکثر اساتذہ نہ خود سمجھتے ہیں نہ شاگرد سمجھ پاتے ہیں لیکن میں اس کو

ایک ایسی مثال سے سمجھاتا ہوں کہ اہلِ علم بہت جلد سمجھ جاتے ہیں۔ فرمایا کہ کیسے سمجھاتے ہو؟ میں نے کہا کہ اگر کوئی کسی کو دعوت دے اور وہ کہہ دے کہ میں آپ کی دعوت قبول کروں گا بشرطیکہ آپ شامی کباب کھلائیں گے اس کا نام دعوت بشرط شئ ہے، اور اگر یہ کہہ دے کہ سب کچھ کھلانا بڑا گوشت نہ کھلانا تو بڑا گوشت نہ کھلانے کی جو شرط لگادی اس کا نام ہے دعوت بشرط لا شئ، اور اگر یہ کہہ دے کہ جو چاہو کھلاؤ جو چاہو نہ کھلاؤ ہماری کوئی شرط نہیں تو اس کا نام ہے دعوت لابشرط شئ۔ یہ سن کر دونوں بزرگ ہنسے اور فرمایا کہ تم نے تو اس مثال سے وہ سبق دیا جو خواص وعوام سب کو محبوب ہے۔

طریقِ وصول الی اللہ کی تمثیل ہوائی جہاز سے

فرمایا کہ اللہ کا راستہ جلد طے کرنے کے لیے اور اللہ والا بننے کے لیے چند چیزیں ضروری ہیں جس طرح ہوائی جہاز اُڑانے کے لیے چند چیزیں ضروی ہوتی ہیں: ۱) رن وے ہو۔ اسی طرح اللہ تک پہنچنے کے لیے شریعت وسنت کا راستہ ہو۔ یہ اس کا رن وے ہے۔ ۲) جہاز کا کوئی پائلٹ ہو، یہ پیر ہے، کسی سچے مرشد سے تعلق قائم کیجیے۔ ۳) پائلٹ مخلص ہو، پیٹو اور چکر باز نہ ہو ورنہ بجائے جدہ لانے کے ماسکو لے جائے گا۔ جعلی پیر جنّت کے بجائے دوزخ پہنچادے گا۔ ۴) جہاز کے ٹیک آف کرنے کے لیے پیٹرول بہت زیادہ چاہیے کیوں کہ جہاز مٹی کے اجزاء سے ہے، لوہا پیتل وغیرہ یہ سب زمین کی چیزیں ہیں اور ہر چیز اپنے مرکز اور مستقر سے وابستہ رہنا چاہتی ہے لہٰذا جہاز کو اس کی فطرت کے خلاف فضا میں اُڑانے کے لیے بہت زیادہ پیٹرول کی ضرورت ہے۔ جسم مٹی کا ہے، اپنی فطرت سے یہ مٹی کی چیزوں پر فدا ہونا چاہتا ہے اس کو اللہ کی طرف اُڑانے کے لیے محبت کا بہت زیادہ پیٹرول چاہیے۔ اتنی زیادہ اسٹیم ہو کہ ہم اُڑ جائیں ؎

جسم کو اپنا سا کر کے لے چلی افلاک پر
اللہ اللہ یہ کمالِ روحِ جولاں دیکھیے

محبت کی یہ اسٹیم اہل اللہ کی مصاحبت، ذکر اللہ پر مداومت، نفس کی مخالفت یعنی گناہ اور اسبابِ گناہ سے مُباعدت سے نصیب ہوتی ہے۔ اس کے بعد پانچویں شرط یہ ہے کہ جہاز

کے پیٹرول کی ٹنکی پر جہاں اسٹیم بن رہی ہے کوئی دشمن فائر کر کے سوراخ نہ کر دے ورنہ جہاز کے پرخچے اُڑ جائیں گے لہٰذا بد نظری کے شیطانی زہریلے تیر سے روح کے جہاز میں سوراخ نہ ہونے دیجیے کسی حسین کو مت دیکھیے، دل میں غیر اللہ کا کوئی بم نہ آنے دیجیے۔ گناہ کا ارتکاب کرنا قلب وروح کے جہاز میں جو خدا کی طرف اُڑ رہا ہے سوراخ کرنا ہے جس سے ساری ترقی خاک میں مل جائے گی اور اللہ تک پہنچنا ناممکن ہو جائے گا۔

(۱۵ رمضان المبارک ۱۴۱۷؁ھ مطابق ۲۳ جنوری ۱۹۹۷؁ء بعد تراویح شب ۱۰ بجے جدّہ)

تمام کائنات کے حُسن سے زیادہ حسین کیا چیز ہے

ارشاد فرمایا کہ کائنات کے تمام حسینوں سے زیادہ حسین اللہ تعالیٰ کی طرف، خالقِ لیلائے کائنات کی طرف بلانا ہے کیوں کہ وہ مولائے کائنات ہی تو خالقِ نمکیاتِ لیلائے کائنات ہے۔ تمام کائنات کے حسینوں کا حُسن اس کی ادنیٰ سی بھیک ہے جس پر لوگ پاگل ہو رہے ہیں لیکن چند دن کے بعد جب وہ نمک جھڑ گیا اور حسین قبروں میں لیٹ گئے تو پھر پچھتاتے ہیں کہ آہ! ہم کہاں عکس پر فدا ہوئے اور ایامِ زندگی ضایع کیے۔ اس لیے سارے حسینوں سے حسین وہ الفاظ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے میں استعمال ہوں اور اس کی دلیل آج پہلی بار ابھی ابھی عطا ہوئی جس کی طرف کبھی زندگی میں ذہن نہیں گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **وَمَنۡ اَحۡسَنُ قَوۡلًا مِّمَّنۡ دَعَاۤ اِلَی اللّٰہِ**[۳۷] اس شخص کے قول سے زیادہ حسین کوئی چیز کائنات میں نہیں ہے جو اللہ کی طرف بلا رہا ہے۔ ساری دنیا کے حسین ایک طرف لیکن میری طرف، میری محبت کی طرف بندوں کو بلانا اور میری محبت کو سارے عالم میں نشر کرنا یہ سارے حسینوں سے احسن ہے۔ کیوں کہ مولیٰ سے بڑھ کر کوئی احسن نہیں اور ان کی محبت کی باتیں سنانے سے بہتر کسی کا کوئی قول نہیں۔ اے حسینوں کے چکر میں رہنے والو! اگر تم کو حُسن پرستی ہی کا ذوق ہے تو ہم تمہیں سارے حسینوں سے احسن چیز پیش کر رہے ہیں کہ جہاں کہیں ہماری محبت کی بات نشر کی جا رہی ہو اس کو سنو یا تمہیں اللہ تعالیٰ یہ مقام عطا فرما دے اور اتنا دردِ عظیم تمہارے قلب

۳۷؎ حٰمٓ السجدۃ: ۳۳

میں پیدا ہو کہ تم دعوت الی اللہ کا کام شروع کردو تو مولائے کائنات کی خوشبو پا کر تم ساری لیلائے کائنات سے بے نیاز ہو جاؤ گے۔ احسن اسمِ تفضیل ہے، حسین سے افضل ہے لہٰذا جب کبھی نفس میں حسینوں کی جستجو پیدا ہو تو احسن کام میں لگ جایا کرو۔ جب احسن سامنے ہو گا تو حسین کی طرف توجہ نہ ہو گی۔

ناقابلِ بیان لذت

ارشاد فرمایا کہ اپنے خزانۂ نمک سے ایک ذرّہ نمک لیلیٰ کے چہرے پر ڈال دیا اور قیس پاگل ہو گیا۔ تو خود وہ مولائے کائنات جو سارے عالم کی لیلاؤں کو نمک عطا فرماتا ہے۔ جب کسی کے قلب میں نسبتِ خاصہ سے متجلّی ہوتا ہے تو اس کے قلب کے عالم کا کیا عالم ہوتا ہے اس کو کوئی بیان نہیں کرسکتا۔ بس اتنا ہی کہہ سکتا ہے جو خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ؎

بس ایک بجلی سی پہلے کوندی پھر اس کے آگے خبر نہیں ہے
مگر جو پہلو کو دیکھتا ہوں تو دل نہیں ہے جگر نہیں ہے

یہ کون آیا کہ دھیمی پڑ گئی لو شمع محفل کی
پتنگوں کے عوض اُڑنے لگیں چنگاریاں دل کی

اور مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا؎

نہ من مانم نہ دل ماند نہ عالم
اگر فردا بدیں خوبی در آئی

اے خدا! اگر حالتِ ذکر میں ایسی قوی تجلّی پھر وارد فرمائیں گے تو نہ میں رہوں گا نہ دل رہے گا نہ یہ عالم رہے گا۔

رمضان المبارک کے چار احکام اور ان کے اسرار

فرمایا کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ رمضان کے اس مبارک مہینے میں چار عمل زیادہ کرو۔ پہلا حکم لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی کثرت۔ کیوں کہ باطل خداؤں کو دل

سے نکالنا رمضان میں آسان ہے کیوں کہ پیٹ میں جب چارہ نہیں ہے تو نفس بے چارہ کیسے اُچھلے گا۔ اللہ تعالیٰ نے جب اپنے حکم کی برکت سے تم کو حلال چیزوں سے بھی محفوظ فرمادیا تو حرام چیزوں کی عادت کیسے رہے گی۔ مشق ترکِ حلال سے حرام سے بچنا آسان ہوجائے گا۔ دوسرا حکم ہے استغفار کی کثرت تاکہ بطن روٹی نہ کھانے سے پاک ہوجائے اور بلغم وغیرہ جل جائے اور باطن استغفار سے پاک ہوجائے اور استغفار سے مراد یہ ہے کہ ہم تم کو اپنا ولی بنانا چاہتے ہیں کیوں کہ روزہ کا مقصد تقویٰ ہے جیسا کہ لَعَلَّکُمۡ تَتَّقُوۡنَ سے ظاہر ہے اور متقی ہی ہمارے اولیاء ہیں اِنۡ اَوۡلِیَآؤُہٗۤ اِلَّا الۡمُتَّقُوۡنَ تو استغفار کا حکم اس لیے ہے کہ تمہارا شمار متقیوں میں ہوجائے۔ اور تیسرا حکم ہے کہ جنّت کا سوال کرو کیوں کہ جنّت ہمارے دوستوں کی جگہ ہے۔ اور چوتھا حکم ہے کہ دوزخ سے پناہ مانگو کیوں کہ دوزخ ہمارے دشمنوں، غافلوں اور سرکشوں کی جگہ ہے۔

اہل اللہ کی خوشبوئے نسبت مع اللہ کا ادراک

فرمایا کہ اگر ذوق صحیح ہو تو اللہ والوں کے پاس جنّت کا مزہ آنے لگتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے قرب کا مزہ آنے لگتا ہے۔ جہاں عطر والا ہو اور عطر کو چھپائے ہوئے ہو تو بھی عطر کی خوشبو چھپ نہیں سکتی، جیب سے باہر چلی جاتی ہے۔ اسی کو مولانا اصغر گونڈوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

جمال اس کا چھپائے گی کیا بہارِ چمن
گلوں سے چھپ نہ سکی جس کی بوئے پیراہن

اللہ والے لاکھ چھپائیں مگر ان کے قلب میں نسبت مع اللہ کی جو خوشبو ہے وہ ظاہر ہو کے رہتی ہے مگر شرط یہ ہے کہ ذوق صحیح ہو۔ جس کی ناک میں زکام سے سڑا ہوا بلغم ہو اس کو گلستان میں بھی بدبو ہی محسوس ہوگی۔ اس لیے جن کے دل میں گناہوں کا، دنیا کی محبت کا سڑا ہوا بلغم ہے وہ اللہ والوں سے بے زار رہتے ہیں کیوں کہ اپنے باطن کی بدبو سے ان کو اللہ والوں کے پاس اللہ کی خوشبو محسوس نہیں ہوتی اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی دوستی کے لیے تقویٰ کا حکم دیا ہے کہ گناہوں کی گندگی میں تم میری خوشبو کو محسوس

نہیں کر سکتے ہو اور میں لطیف ہوں گندی حالت میں تم کو کیسے پیار کروں یعنی قربِ خاص، نسبتِ خاصہ گناہوں کی حالت میں نصیب نہیں ہو سکتی۔

(۱۶؍رمضان المبارک ۱۴۱۷؁ھ مطابق ۲۴؍جنوری ۱۹۹۷؁ء بروزِ جمعہ جدہ)

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ الخ کی عاشقانہ تقریر

فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شبِ قدر میں پڑھنے کے لیے یہ دعا سکھائی اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ کَرِیْمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ[۳۸] آپ نے پہلے اللہ تعالیٰ کی ثناء و تعریف فرمائی کیوں کہ ثَنَاءُ الْکَرِیْمِ دُعَاءٌ کریم کی تعریف کرنا اس سے مانگنا ہے اور جو چیز کریم سے لینی ہوتی ہے اسی صفت کی تعریف کرتے ہیں۔ چوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اُمت کو معافی دلوانی تھی اس لیے اللہ تعالیٰ کی صفت عفو کا واسطہ دیا اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ کَرِیْمٌ اَیْ اِنَّکَ اَنْتَ کَثِیْرُ الْعَفْوِ اے اللہ! آپ بہت معاف کرنے والے ہیں۔ اور کریم کیوں فرمایا تاکہ اُمت کے گناہ گار بندے بھی محروم نہ رہیں کیوں کہ کریم کے معنیٰ ہیں اَلَّذِیْ یُعْطِیْ بِدُوْنِ الْاِسْتِحْقَاقِ وَالْمِنَّۃِ[۳۹] کریم وہ ہے جو لائقوں پر بھی فضل فرمادے اگرچہ استحقاق نہ بنتا ہو۔ تو کریم فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گناہ گاروں کو مایوسی سے بچالیا کہ تم مانگو، تمہارا پالا کریم مالک سے ہے جو بدون استحقاق اپنے نالائقوں کو بھی عطا فرماتا ہے تُحِبُّ الْعَفْوَ کی شرح ہے کہ اَنْتَ تُحِبُّ ظُھُوْرَ صِفَۃِ الْعَفْوِ عَلٰی عِبَادِکَ[۴۰] اپنے بندوں کو معاف کرنا یہ عمل آپ کو بہت محبوب ہے فَاعْفُ عَنَّا پس ہم کو معاف کر دیجیے، اپنا محبوب عمل ہم گناہ گاروں پر جاری فرما کر ہمارا بیڑا پار کر دیجیے۔

کعبہ شریف میں جا کر یہ دعا مانگنے کا بہترین موقع ہے کہ اے اللہ! ہم اپنے اپنے ملکوں سے آئے ہیں آپ کو کریم جان کر۔ ہر آدمی جب بادشاہ کے پاس جاتا ہے تو کوئی تحفہ

۳۸؎ جامع الترمذی: ۲/۱۹۱، باب من ابواب الدعوات، ایچ ایم سعید

۳۹؎ مرقاۃ المفاتیح: ۳/۲۱۲، باب التطوع، المکتبۃ الامدادیۃ، ملتان

۴۰؎ مرقاۃ المفاتیح: ۴/۳۲۱، باب لیلۃ القدر، المکتبۃ الامدادیۃ، ملتان

لے کر جاتا ہے۔ اپنے اپنے ملکوں سے آپ کے پاس ہم اپنے گناہوں پر ندامت اور توبہ واستغفار اور طلبِ معافی کی درخواست کا تحفہ لائے ہیں تاکہ آپ ہم کو معاف کرکے اپنی صفتِ عفو کا ہم پر ظہور فرما کر اپنا محبوب عمل ہم پر جاری فرمادیں کیوں کہ ہم نالائقوں کے پاس آپ کے لائق اس سے بہتر کوئی تحفہ نہیں مگر یہ تحفہ ہم نے آپ کے رسول سرورِ عالم سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا جن سے زیادہ آپ کا کوئی مزاج شناس نہیں۔

(آج سے چند سال پہلے جنوبی افریقہ سے واپس ہوتے ہوئے عمرے کے لیے مکہ شریف کے راستے میں بھی حضرتِ والا نے یہ مضمون بیان فرمایا تھا۔ جنوبی افریقہ کے چند علماء بھی ہمراہ تھے۔ انہوں نے کہا کہ عمرہ کے سفر میں اس بار جو مزہ آیا وہ زندگی بھر کبھی نہیں آیا تھا اور یہ دعا بھی ہم اکثر پڑھتے تھے لیکن حضرتِ والا نے جس انداز میں تشریح فرمائی وہ ہمارے حاشیۂ خیال میں بھی نہیں گزری تھی۔ جامع)

تکمیلِ لَآ اِلٰهَ

فرمایا کہ اللہ جب ملتا ہے جب لَآ اِلٰهَ کی تکمیل ہو۔ جو غیر اللہ سے جان نہ چھڑا سکا وہ کیسے اللہ کو پائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے کلمہ اور ایمان کی بنیاد میں لَآ اِلٰهَ کو مقدم کیا ہے کہ میں خالقِ عطرِ عود ہوں لیکن تم غیر اللہ کی نجاست اور غلاظت کے ساتھ میری خوشبوئے قرب چاہتے ہو، یہ ناممکن ہے۔ پہلے لَآ اِلٰهَ کی تکمیل کرو، پتھروں کے اِلٰهَ سے تو تم کلمے کی برکت سے بچ گئے لیکن جو چلتے پھرتے اِلٰهَ ہیں یعنی حسین صورتیں ان سے تم نے کہاں اپنے دل کو بچایا۔ یہ بھی الٰہِ باطل ہیں۔ اور اس کی دلیل یہ آیت ہے اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوٰىهُ[۴۱] اے محمد! کیا آپ نے ان کو دیکھا جو اپنے نفس کی خواہش کو خدا بنائے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ غض بصر کا حکم دے رہے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بد نظری کو آنکھوں کا زنا فرمارہے ہیں لہٰذا یہ حسین شکلیں بھی الٰہِ باطل ہیں ان کو بھی دل سے نکالو تب لَآ اِلٰهَ کی

---

[۴۱] الجاثیۃ:۲۳

تکمیل ہوگی۔ تکمیلِ لَآ اِلٰہَ کے بغیر اِلَّا اللہ کی تجلیات سے تمہارا قلب محروم رہے گا۔

تقویٰ کا مفہوم

فرمایا کہ تقویٰ کا مفہوم یہ ہے کہ جن باتوں سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں ان باتوں کے تقاضوں کے باوجود ان پر عمل نہ کرکے بندہ غم اُٹھالے اور زخمِ حسرت کھالے اسی کا نام تقویٰ ہے اور اسی سے اللہ ملتا ہے۔ اس پر میرے دو شعر سنیے ؎

زخمِ حسرت ہزار کھائے ہیں
تب کہیں جا کے ان کو پائے ہیں
ان حسینوں سے دل بچانے میں
میں نے غم بھی بڑے اُٹھائے ہیں

منتہائے اولیائے صدّیقین تک پہنچنے کی تدبیر

فرمایا کہ منتہائے اولیائے صدیقین تک پہنچنے کی تدبیر یہ ہے کہ اللہ والوں کی صحبت سے، ذکر اللہ سے، مجاہدہ سے اور نفس پر گناہ سے بچنے کا غم اُٹھانے سے ہم کو اتنا ایمان ویقین اللہ تعالیٰ عطا فرمادے کہ ہماری زندگی کی ہر سانس اللہ پر فدا ہو اور ایک سانس بھی ہم اللہ کو ناراض نہ کریں اور اگر کبھی خطا ہو جائے تو آنسوؤں سے سجدہ گاہ کو تر کردیں، اور اتنا روئیں کہ وہ خطا سببِ عطا ہو جائے۔

(خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کراچی مؤرخہ ۱۵/ رمضان المبارک ۱۴۱۷؁ھ مطابق ۲۵/ جنوری ۱۹۹۷؁ء بروز ہفتہ بعد عصر ساڑھے پانچ بجے شام)

آج صبح حضرتِ والا کے ساتھ ہم لوگ کراچی پہنچے۔ عصر کے بعد حضرتِ والا تھوڑی دیر خانقاہ میں تشریف فرما ہوئے۔ اس وقت کے چند ارشادات:

تعلیمِ اعتدال وحفظِ مراتب

فرمایا کہ شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال کا شعر ہے ؎

پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس
صدیق کے لیے ہے خدا کا رسول بس

میرے مرشد حضرت شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ دوسرے مصرع میں مضمون ناتمام ہے کیوں کہ اس میں خدا کی ضرورت ہی نہیں معلوم ہوتی۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ خالی رسول مل جائے۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ مصرع یوں ہونا چاہیے تھا کہ ؎

صدیق کے لیے ہے خدا اور سول بس

واؤ لگاؤ تاکہ خدا بھی ملے رسول بھی ملے، دیکھیے بعض رشتہ داروں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں ستایا اور دل وجان سے آپ پر فدا رہے مگر اللہ پر ایمان نہیں لائے تو صرف رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے کافی نہیں ہوئے۔ خالق اور مالک کو نظر انداز کرنا کون سی وفاداری ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی وکرم نے ہی تو ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا۔

بآں رحمت کہ وقفِ عام کردی
جہاں را دعوتِ اسلام کردی

اس رحمت کے صدقے میں کہ جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے پورے جہاں کو دعوتِ اسلام دی۔

بحقِ آں کہ او جانِ جہاں است
فدائے روضہ اش ہفت آسماں است

صدقے میں اس پیارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ جو پوری کائنات کی جان ہیں کیوں کہ آپ نہ ہوتے تو جہاں بھی نہ ہوتا آپ کے روضۂ مبارک پر ساتوں آسمان فدا ہو رہے ہیں۔

ظرافت میں فیضانِ علوم

فرمایا کہ مدینہ منورہ میں ہمارے ایک ساتھی نے پوچھا کہ بلبل پھول پر اور

پروانہ چراغ پر فدا ہے تو ان دونوں میں افضل کون ہے؟ میں نے کہا کہ دونوں جانور ہیں۔ اس جواب پر وہ اتنا ہنسے کہ ہنسی رک نہیں رہی تھی۔ افضل اور غیر افضل ہونے کے لیے کم از کم اس کو انسان تو ہونا چاہیے۔ انسان ہو، مؤمن ہو، متقی ہو، عالم ہو تو اس میں پوچھا جائے کہ مثلاً یہ عالم افضل ہے یا وہ عالم افضل ہے۔ اسی لیے میں نے جواب میں کہہ دیا کہ دونوں جانور ہیں ولی اللہ نہیں ہیں۔ ولی اللہ ہونے کے لیے انسان ہونا شرط ہے، پھر ایمان شرط ہے، پھر تقویٰ شرط ہے۔ اسی لیے فرشتوں کو متقی کہنا جائز نہیں۔ فرشتے معصوم ہیں بے گناہ ہیں لیکن متقی وہ ہوتا ہے کہ دل میں گناہ کا تقاضا پیدا ہو پھر اس تقاضے کو روکنے کا غم اُٹھائے اور اللہ کو ناراض نہ کرے، اور فرشتوں کو گناہ کا تقاضا ہوتا ہی نہیں۔ جبرئیل علیہ السلام اگر دنیا میں آجائیں اور معلوم ہو کہ ایک لڑکی حسن میں دنیا بھر میں اوّل آئی ہے تو ان کو ذرا بھی اس کو دیکھنے کا تقاضا نہ ہوگا۔ اب یہاں افضل اور غیر افضل کا سوال ہوسکتا ہے۔ تو حضرت حکیم الاُمت تھانوی نے لکھا ہے کہ خواص مؤمنین خواص ملائکہ سے افضل ہیں اور عوام مؤمنین عوام ملائکہ سے افضل ہیں۔

الحاق بالصالحین کی کرامت

فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں کہ بزرگانِ دین کے پاس جانے سے کیا ہوتا ہے۔ ایک علمِ عظیم ابھی ابھی عطا ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے، بزرگوں کی دعاؤں کا صدقہ ہے کہ میں سوچتا نہیں ہوں، دل میں خود بخود آجاتا ہے۔ کعبہ شریف کے آس پاس جہاں بیت الخلاء تھے آج مسجد الحرام کی توسیع میں وہ توڑ پھوڑ کر کعبہ شریف میں داخل کر دیے گئے اور الحاق کی برکت سے آج اسی زمین پر ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ کا مل رہا ہے اور وہ اللہ کا گھر قرار دیا جارہا ہے۔ تو جب بیت الخلاء جیسی نجس اور غلیظ اور حقیر چیز بیت اللہ شریف سے ملحق ہو کر بیت اللہ کا جز بن سکتی ہے تو کیا انسان اللہ والوں سے مل کر اللہ والا نہیں بن سکتا؟ یہی راز ہے کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کا کہ تم اہل اللہ سے الگ نہ رہو، الحاق بالصالحین میں تاخیر مت کرو، اپنی تنہائی کی عبادت پر ناز نہ کرو۔ اگر بیت الخلاء الگ رہتا اور بیت اللہ سے ملحق نہ ہوتا تو ہمیشہ بیت الخلاء ہی رہتا لیکن الحاق کی

برکت سے اس خراب زمین کی قیمت بڑھ گئی پس اگر تم نالائق ہو لیکن اگر لائقوں کے ساتھ رہو گے تو ہم تمہاری نالائقی کا ''نا'' ہٹادیں گے اور تم لائق ہو جاؤ گے اور تمہاری قیمت بڑھ جائے گی۔ اور اس میں ایک سبق اور ہے کہ بیت الخلاء کو توڑا جاتا ہے تب وہ بیت اللہ کا جز بنتا ہے اسی طرح اگر اللہ والا بننا چاہتے ہو تو اپنے نفس کی ناجائز خواہشات کو توڑو، پھر الحاق بالصالحین کی برکت سے تم اللہ والے ہو جاؤ گے۔ اور اگر نفس کو نہیں توڑا تو ایسا شخص محروم کا محروم ہی رہے گا جیسے اگر بیت الخلاء کو نہ توڑا جاتا تو بیت الخلاء کا بیت الخلاء ہی رہتا کعبۃ اللہ کا جز نہیں بن سکتا تھا۔

❖❖❖❖

عالمِ شباب

وہ عالمِ شباب کہ طوفاں کہیں جسے
سیلاب کی زد میں تھی مرے عشق کی بستی

محفوظ جوانی تھی مری شیخ کے صدقے
گو حُسن کی دولت تھی مرے سامنے سستی

آنکھوں میں وہ نشّہ تھا کہ توبہ مری توبہ
اور حُسن کے گلشن میں جوانی تھی مہکتی

ہر خونِ تمنّا سے مِلا دردِ دل مجھے
ایمان کے پھُولوں کی تھی رنگت بھی نکھرتی

زینت سے بے نیاز تھی وہ میری جوانی
صُورت تھی مری زُلفِ پریشاں سے سنورتی

آئی نظر جو چشمِ بصیرت مری کھُلتی
دُنیائے حُسن تھی مری آنکھوں میں سِسکتی

اختر نے جب اُلٹ دیا خواہش کا سیلِ آب
منزل مری جانب کو چلی آئی مچلتی

الطافِ ربّانی

(سفر قونیہ (ترکی) کے ملفوظات)

ملفوظات
شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ
حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

عرضِ مرتّب

گزشتہ سال ۱۹۹۶ء کے دوران لیسٹر (برطانیہ) سے حضرت مولانا ایوب سورتی صاحب ناظم مجلسِ دعوۃ الحق (یو۔کے) خلیفہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کے وقتاً فوقتاً فون آتے رہے کہ برطانیہ کے احباب حضرتِ والا کو بہت یاد کررہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ حضرتِ والا کچھ دن کے لیے برطانیہ تشریف لائیں، گزشتہ سال بوجہ ناسازیٔ طبع حضرتِ والا کا سفر نہ ہوسکا تھا۔ اس سے قبل ۱۹۹۴ء اور اس کے بعد ۱۹۹۵ء میں برطانیہ کے دو سفر ہوئے تھے۔ بہر حال باوجود ضعف کے حضرتِ والا نے سفر کا فیصلہ فرمالیا۔

داعیانِ سفر نے مولانا رومی سے حضرتِ والا کے والہانہ تعلق کے پیشِ نظر براستہ ترکی سفر کا نظم بنایا تاکہ مولانا رومی کے شہر قونیہ کی زیارت بھی ہوجائے۔ حضرتِ والا کو بچپن ہی سے مولانا رومی سے انتہائی محبت ہے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ میرے شیخِ اوّل تو مولانا رومی ہیں جن سے مجھے اللہ کی محبت کا درد حاصل ہوا اور مثنوی سمجھنے کے شوق میں نابالغی ہی کے زمانے میں فارسی کی تعلیم حاصل کرنا شروع کردی تھی اور تنہائی میں مثنوی کے اشعار پڑھ پڑھ کر رویا کرتے تھے خصوصاً یہ اشعار ؎

سینہ خواہم شرحہ شرحہ از فراق
تا بگویم شرح از دردِ اشتیاق

اے اللہ! آپ کی جدائی کے غم میں اپنا سینہ ٹکڑے ٹکڑے چاہتا ہوں تاکہ آپ کی محبت کی شرح دردِ اشتیاق سے بیان کروں ؎

ہر کرا جامہ زعشقے چاک شد
او ز حرص و عیب کلی پاک شد

عشقِ حقیقی کی آگ سے جس کا سینہ چاک ہو گیا وہ حرص وہوس، عُجب و کبر، حبّ دنیا وحبِّ جاہ، حسد وکینہ وغیرہ جملہ رذائل سے پاک ہو گیا۔ اور مثنوی کا یہ شعر بھی حضرتِ والا کا نہایت پسندیدہ ہے ؎

آہ را جز آسماں ہمدم نبود
راز را غیرِ خدا محرم نبود

میں ایسے سنّاٹے میں آہ کرتا ہوں جہاں سوائے آسمان کے کوئی میری آہ کا سننے والا نہیں ہوتا اور میری محبت کے راز کا سوائے خدا کے کوئی محرم نہیں ہوتا۔

بچپن میں قرآن شریف پڑھ کر حضرتِ والا اپنے اُستادِ محترم سے اکثر درخواست کرکے مثنوی کے اشعار سنتے جن کی آواز نہایت دردناک تھی جس سے حضرتِ والا کا دل خدائے تعالیٰ کے لیے اور بے چین ہو جاتا۔

اس کے بعد حضرتِ والا کا تعلق ارادات جب حضرت شیخ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے ہوا تو حضرت کا عشقِ مثنوی اور تیز ہو گیا کیوں کہ حضرت شیخ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سراپا عشق تھے اور مثنوی کے عاشق تھے۔ حضرت نے مثنوی اپنے شیخ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی اور حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حکیم الاُمت مجدّد الملت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی تھی اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی۔ یہ مثنوی کی حضرتِ والا کی عظیم الشان سند ہے۔

حضرتِ والا نے سترہ سال تک دن رات مستقل اپنے شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت کی۔ اس وقت حضرتِ والا کی عمر اٹھارہ سال تھی اور حضرت شیخ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ تقریباً ستّر سال کے تھے۔ کیا مبارک جوانی تھی جو اللہ کی عبادت میں پروان چڑھی اور جس کے شب وروز مستقل سترہ سال تک ایک اللہ والے شیخِ کامل کی خدمت وصحبت اور محبتِ اشد پر فدا ہوئے۔ شیخ کے ساتھ اتنی طویل صحبت کی مثال اس دور میں ملنا مشکل ہے۔ حضرت کے وہ تمام حالات اور اپنے شیخ کے ساتھ عشق و جاں

نثاری وفداکاری کے واقعات بیان کرنے کا یہ موقع نہیں کیوں کہ یہ ایک طویل داستان ہے جس کو اگر لکھا جائے تو ایک مستقل کتاب بن جائے گی۔ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ احقر سے یہ کام لے لے جس سے اُمت مسلمہ قیامت تک سبق حاصل کرے۔ لیکن حضرتِ والا کے موجودہ شیخ محی السنۃ حضرتِ اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کا جملہ نقل کرتا ہوں جو آپ نے اپنے بڑے بھائی صاحب سے فرمایا تھا کہ ہم نے جو کتابوں میں پڑھا تھا کہ سات سو آٹھ سو سال پہلے لوگ اپنے شیخ کی کس طرح محبت وخدمت کرتے تھے اس دور میں ہم نے مولانا حکیم اختر صاحب کو دیکھا جنھوں نے اپنے شیخ حضرت پھولپوری کی اسی طرح خدمت کی۔ حضرتِ والا پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت کو مثنوی رحمۃ اللہ علیہ مولانا روم پڑھایا کرتے تھے اور یہ سلسلہ سترہ سال تک جاری رہا۔

مثنوی پڑھنے کے زمانے ہی میں حضرتِ والا کے قلب پر اشعارِ مثنوی کے عجیب وغریب مطالب ومعانی القاء ہوتے تھے اور حضرتِ والا کبھی کبھی حضرت شیخ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کو وہ شرح سناتے جو اللہ کی طرف سے حضرت کے قلب کو عطا ہوتی جس کو سن کر حضرت شیخ نہایت مسرور ہوتے اور آبدیدہ ہو جاتے۔ اور ایک بار تو حضرت پر ایسی خاص کیفیت طاری ہوئی کہ فجر کی نماز پڑھ کر مدرسے سے پانچ میل پیدل اپنے شیخ کی خدمت میں پھولپور حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت! مثنوی کے بعض اشعار کی شرح میرے دل میں آئی ہے، اگر اجازت ہو تو تصدیق کے لیے حضرتِ والا کو سنادوں؟ فرمایا: سناؤ! حضرت! پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے معمولات ذکر وتلاوت ونوافل ومناجات وغیرہ سب ملتوی کردیے اور مسلسل پانچ گھنٹے دوپہر گیارہ بجے تک حضرت کی دردناک شرح سنتے رہے اور اشکبار رہے جس پر حضرت یہ شعر پڑھتے ہیں۔

وہ چشم ناز بھی نظر آتی ہے آج نم
اب تیرا کیا خیال ہے اے انتہائے غم

اس کے بعد حضرت شیخ نے خوش ہو کر جوش سے فرمایا کہ بتاؤ! آج کیا کھاؤ گے؟ حضرت نے عرض کیا کہ حضرت! جو آپ کھلادیں گے۔ حضرتِ والا پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ اٹھ

کر گھر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ آج حکیم اختر کے لیے تہری (پیلے نمکین چاول) پکاؤ۔ شرح سن کر حضرت شیخ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ بے انتہا خوش تھے۔ (احقر مرتب عرض کرتا ہے کہ یہ واقعہ حضرتِ والا کی زبانِ مبارک سے احقر نے بارہا سنا ہے۔ عشرت جمیل میر عفا اللہ عنہ)

چناں چہ حضرتِ والا کے قلم سے مثنوی کی ایسی عاشقانہ اور منفرد شرح "معارف مثنوی" کے نام سے اللہ تعالیٰ نے لکھوادی جس میں عشقِ حق کی آگ بھری ہوئی ہے اور عوام وخواص میں مقبول ہے اور اس کا ترجمہ انگریزی اور بنگلہ زبان میں ہوچکا ہے اور ہندوستان میں ایک عالم ہندی زبان میں اس کا ترجمہ کررہے ہیں اور دارالعلوم کنتھاریہ سے گجراتی زبان میں اس کا ترجمہ شایع کیا جارہا ہے اور ری یونین میں فرانسیسی زبان میں ترجمہ کرنے کا بعض خاص احباب نے ارادہ ظاہر کیا ہے۔

ایک خصوصیت اس شرح کو یہ حاصل ہے کہ مثنوی کے ساڑھے اٹھائیس ہزار اشعار میں بکھری ہوئی حکایات جو مثنوی کے مختلف دفتروں میں تھیں، حضرت نے ان کو ایک جگہ جمع کردیا اور نثر کی صورت میں ان کی تشریح اپنے دردِ عشق اور سوزِ دل کے ساتھ اس انداز سے فرمائی کہ یہ خود ایک مستقل تصنیف اور محبتِ الٰہیہ کی شراب دو آتشہ ہوگئی جس میں عارف رومی کی آتشِ عشق اور حضرتِ والا کا خونِ جگر شامل ہے۔ معارفِ مثنوی کی ابتدا میں حضرتِ والا کے تین شعر اس حقیقت کے غماز ہیں ؎

این کتاب دردِ دل اے دوستاں
کردہ ام تالیف بہر عاشقاں

اے دوستو! اپنے دردِ دل کی یہ کتاب میں نے اللہ تعالیٰ کے عاشقوں کے لیے لکھی ہے۔

خونِ دل بر ہر ورق زاریدہ ام
دردِ دل بر ہر ورق نالیدہ ام

اس کے ہر ورق پر میں اپنا خونِ دل رویا ہوں اور اس کا ہر ورق میرا نالۂ دردِ دل لیے ہوئے ہے۔

پردہ از درد نہاں بیروں کنم
درد دل در عاشقاں افزوں کنم

میں نے اپنے درد نہاں سے پردہ اُٹھادیا ہے تاکہ اللہ کے عاشقوں کے دل میں دردِ محبت اور تیز ہوجائے۔

اور حکایات کے یکجا ہونے سے مثنوی سے استفادہ بھی آسان ہوگیا۔ اس کے علاوہ اپنے اکابر کے مسلک کو حضرت نے شرح کے دوران مثنوی کے اشعار سے جابجا مؤید فرمایا جس سے اپنے اکابر کے مسلک کی حقانیت اور اس کا عینِ شریعت و سنت ہونا اور زیادہ واضح ہوگیا۔ اس کے علاوہ مثنوی کی بحر میں حضرتِ والا کے کئی سو اشعار فارسی میں ہیں جن کو دیکھ کر حضرت مولانا یوسف بنوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ لَا فَرْقَ بَیْنَكَ وَبَیْنَ مَوْلَانَا رُوْم یعنی آپ کے اور مولانا روم کے کلام میں کوئی فرق نہیں معلوم ہوتا۔ اور ایران کے علمائے حق بھی ان کو پڑھ کر جھوم گئے اور ایک مشہور عالم نے حضرتِ والا کو خط لکھا کہ جو بھی آپ کی مثنوی پڑھتا ہے اس کو مثنوی مولانا روم سمجھتا ہے اور بے شک آپ اس دور کے رومی ثانی ہیں۔

معارفِ مثنوی مولانا روم کے متعلق حضرتِ والا کے لیے دو بشاراتِ منامیہ یہاں تحریر کرتا ہوں۔ آج سے تقریباً پچیس چھبیس سال پہلے جب معارفِ مثنوی پہلی بار شایع ہوئی تو ماہرِ قلب ڈاکٹر حافظ محمد ایوب صاحب نے جو اس وقت تعلیم حاصل کررہے تھے خواب میں دیکھا کہ معارفِ مثنوی مسجدِ نبوی میں منبر اور محراب کے درمیان کسی بلند چیز پر رکھی ہوئی ہے۔ اور اسی زمانے میں حضرتِ والا کے ایک عالم مرید نے خواب دیکھا کہ معارفِ مثنوی کے سرورق پر مؤلف کی جگہ حضرتِ والا کے نام کے بجائے شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا نام لکھا ہوا ہے۔

حضرتِ والا کو بچپن ہی سے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کے شہر قونیہ کو دیکھنے کی آرزو تھی لہٰذا حضرت نے ارادہ فرمالیا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ راستے میں اس شہر کی زیارت کرتے ہوئے لندن اور پھر باربڈوز جائیں گے۔

اسی دوران جنوبی افریقہ سے تقریباً پچیس حضرات خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی میں برائے تزکیہ واصلاح تشریف لائے جن میں بعض اکابر علماء بھی تھے جو حضرتِ والا کے مُجاز بھی ہیں۔ انہوں نے بھی قونیہ کے سفر میں حضرتِ والا کی ہمراہی کی اجازت لے لی۔

مئی ۱۹۹۷؁ء کے تیسرے عشرے میں جناب مولانا ایوب سورتی صاحب اور میزبانِ برطانیہ جناب عثمان صاحب نے فون پر بتایا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ وہ لوگ ۹/ جون ۱۹۹۷؁ء کو حضرتِ والا کے استقبال کے لیے لندن سے استنبول پہنچ جائیں گے لہٰذا حضرتِ والا دامت برکاتہم اور احقر راقم الحروف کی سیٹ ترکی ایئرلائن سے ۱۰/ جون ۱۹۹۷؁ء کو بک کرادی گئی۔ حضرتِ والا کے ساتھ کراچی سے احقر راقم الحروف سمیت تین افراد اور تھے۔

۵/ صفر المظفر ۱۴۱۸؁ھ مطابق ۱۰/ جون ۱۹۹۷؁ء بروز منگل ساڑھے تین بجے شب جہاز نے کراچی سے استنبول کے لیے پرواز کی۔ فجر کی نماز جہاز میں ادا کی گئی اور ترکی کے مقامی وقت کے مطابق ساڑھے سات بجے صبح ہمارا جہاز استنبول کے ہوائی اڈے پر اُترا۔ موسم نہایت خوشگوار اور معتدل تھا۔ استنبول کے ہوائی اڈے پر مولانا ایوب سورتی صاحب اور عثمان صاحب کے ساتھ بارہ افراد موجود جو لندن سے حضرتِ والا کے ساتھ قونیہ جانے کے لیے تشریف لائے تھے۔ ہوائی اڈے سے قیام گاہ پہنچ کر حضرتِ والا نے آرام فرمایا اور یہ طے پایا کہ ظہر کی نماز پڑھ کر کھانے سے فارغ ہو کر حضرتِ والا ڈیڑھ دو گھنٹہ آرام فرمائیں۔ اور چوں کہ آج کل دن بہت بڑا ہے اس لیے ساڑھے چار بجے کے قریب میزبانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مزار پر حاضری دی جائے۔ چناں چہ بعد استراحت حضرتِ والا کے ساتھ ہم سب مزار پر حاضر ہوئے اور ایصالِ ثواب کیا۔

اگلے دن ۱۱/ جون ۱۹۹۷؁ء بروز بدھ صبح آٹھ بجے جنوبی افریقہ سے ۱۹ افراد جن میں چھ علماء تھے، استنبول پہنچے۔ ان میں مولانا عبدالحمید صاحب مہتمم دار العلوم آزادول

اور دار العلوم اسپنگو بیچ کے شیخ الحدیث مولانا ہارون صاحب اور جنوبی افریقہ میں حضرتِ والا کے میزبان مولانا مفتی حسین بھیات صاحب اور اسٹینگر کے مولانا زبیر صاحب وغیرہم شامل تھے۔ یہ اہلِ علم حضرات حضرتِ والا کے مُجاز بھی ہیں۔

یہاں سفر نامہ لکھنا مراد نہیں بلکہ حضرتِ والا کے ملفوظات جمع کرنا مقصود ہے جو مختلف اوقات اور مختلف مقامات خصوصاً قونیہ میں حضرتِ والا نے ارشاد فرمائے۔ ملفوظات کے اس مجموعہ کا نام ''الطافِ ربّانی'' تجویز کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں اور قیامت تک کے لیے اُمتِ مسلمہ کے لیے مشعلِ راہ بنائیں۔

اٰمِیْنَ یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ بِحُرْمَةِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ

احقر سید عشرت جمیل میر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

خادم

عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال ۲، کراچی

۲۵؍ رجب المرجب ۱۴۱۸؁ھ مطابق ۲۶؍ نومبر ۱۹۹۷؁ء بروز چہار شنبہ

نقشِ قدم نبی ﷺ کے ہیں جنّت کے راستے
اللہ جل جلالہ سے مِلاتے ہیں سُنّت کے راستے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الطافِ ربّانی

(۱۱؍جون ۱۹۹۷ء بروز بدھ استنبول کی قیام گاہ پر ۸ بجے صبح)

عریانی اور بے پردگی کے ماحول میں حفاظتِ نظر کی تاکید

یہاں کے عجائب گھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بعض نادر تبرکات ہیں ان کی زیارت کے لیے جاتے وقت جملہ احباب کو مخاطب کرکے ارشاد فرمایا کہ دیکھو یہاں بہت عریانی وبے پردگی ہے۔ یہاں سڑکوں پر بہت سے مٹی کے ڈھیلے خوبصورت ڈسٹمپروں میں نظر آئیں گے لیکن ان کا ڈسٹمپر عارضی اور یہ سب قبروں میں مردہ ہونے والے ہیں۔ یہ سمجھ لیں کہ یہ مردے ہم کو حیات نہیں دیں گے۔ جو خود اپنی حیات کے ضامن اور محافظ نہیں ہیں، جب اللہ چاہے ان کو موت دے دے تو ایسے عاجز دوسروں کو کیا حیات دے سکتے ہیں لہٰذا اس مولیٰ پر جان فدا کیجیے جس نے ہم کو حیات بخشی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت کا حق ہے کہ ہم اپنے دل کی خوشی کو اور دل کی خواہش کو توڑدیں، اللہ کے قانون کو نہ توڑیں ورنہ اللہ تعالیٰ ہمارے دل کو، ہمارے چین وسکون کو، ہماری خوشیوں کو پاش پاش کردے گا وَمَنۡ اَعۡرَضَ عَنۡ ذِکۡرِیۡ فَاِنَّ لَہٗ مَعِیۡشَۃً ضَنۡکًا [۴۲] یہ نہ سمجھو کہ ہم نے تہجد پڑھا ہے، ہمیں صحبتِ صالحین حاصل ہے، اللہ تعالیٰ کا ذکر کررہے ہیں۔ جتنا اللہ کی یاد کے انوار کا خزانہ حاصل کرنا ضروری ہے اتنا ہی ان انوار کا تحفظ بھی سالک پر فرض ہے اور یہ فرض تب ادا ہوگا جب حُسن کے ڈاکوؤں سے نظر کو بچاؤ گے۔ آپ میں سے اکثر تو تاجر اور بزنس مین لوگ ہیں۔ بتائیے جتنا مال کمانا ضروری ہے اتنا ہی مال بچانا ضروری ہے یا نہیں؟ ان عورتوں کو دیکھنا ایسا ہے جیسے کوئی مال دار ڈاکو سے کہے کہ میرا سب مال لے جاؤ۔ بد نظری کرنے والا گویا حسینوں سے کہہ رہا ہے کہ میرا تقویٰ کا نور تم لوگ لے لو۔ اس نے

---

[۴۲] طٰہٰ:۱۲۴

مرنے والوں پر اس حیّ وقیّوم کی عظمت اور تعلق ومحبت کی دولت کو گویا ضایع کر دیا۔ لہٰذا نیک اعمال سے دل میں جو نور آرہا ہے اس کو نظر بچا کر، گناہوں سے بچ کر محفوظ رکھنا ضروری ہے اور اگر شیطان کہے کہ دیکھنے میں بہت مزہ آتا ہے تو اس وقت میرا شعر پڑھ دینا ؎

ہم ایسی لذتوں کو قابلِ لعنت سمجھتے ہیں
کہ جن سے رب مرا اے دوستو ناراض ہوتا ہے

اگر آپ نے اس عریانی کے ماحول میں آنکھوں کی حفاظت کرلی تو ایسا قوی نور دل میں پیدا ہو گا جو اُڑا کر عرش والے مولیٰ تک ان شاء اللہ پہنچا دے گا۔ اور اگر حفاظت نہ کی تو جو نور حاصل ہے وہ بھی ختم ہو جائے گا۔ تو بتایئے کیا فائدہ ہوا؟ وطن سے اتنی دور آئے، گھر بار چھوڑا، کاروبار چھوڑا، سفر کی مشقت اُٹھائی اور اللہ تعالیٰ کی لعنت خرید لی کیوں کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی **لَعَنَ اللّٰہُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَیْہِ**[۴۳] یہ کوئی معمولی گناہ نہیں ہے آنکھوں کا زنا ہے۔ بخاری شریف کی حدیث ہے: **زِنَا الْعَیْنِ النَّظَرُ**[۴۴] اور لعنت کے کیا معنیٰ ہیں؟ اللہ کی رحمت سے دوری، جو عورتیں ننگی پھر رہی ہیں اور اپنے کو دکھا رہی ہیں ان پر بھی لعنت برس رہی ہے اور جو ان کو دیکھ رہے ہیں ان پر بھی لعنت برس رہی ہے۔ لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا سے بچو، پیروں کی بددعا سے ڈرنے والو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن کی غلامی کے صدقے میں پیری ملتی ہے ان کی بددعا سے کتنا ڈرنا چاہیے۔ آپ نے بددعا فرمائی ہے: **لَعَنَ اللّٰہُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَیْہِ** اے اللہ! اپنی رحمت سے ان سب کو محروم کر دے جو آپ کو چھوڑ کر غیروں پر مر رہے ہیں، جو غیروں کو دیکھ رہے ہیں اور خود کو غیروں کو دکھا رہے ہیں۔ یہ بے وفا ہیں، نالائق غلام ہیں، جو آپ جیسے محسن اور پالنے والے کو چھوڑ کر عاجز اور بے وفا غلاموں کے غلام بنے ہوئے ہیں۔

اہل اللہ کی قیمت

ارشاد فرمایا کہ کسی اللہ والے کی مٹی کو مت دیکھو، جو اس کے

۴۳؎ کنزالعمال:۷/۳۳۸،(۱۹۱۶۲)،فصل فی احکام الصلوٰۃ الخارجۃ،مؤسسۃ الرسالۃ

۴۴؎ صحیح البخاری:۲/۹۲۲،۹۲۳(۶۲۷۵)،باب زنا الجوارح دون الفرج، المکتبۃ المظہریۃ

ساتھ ہے اس کو دیکھو وَهُوَ مَعَكُمْ سے اس کی قیمت ہے۔ اس لیے ایک اللہ والے کی قیمت زمین وآسمان ادا نہیں کرسکتے، چاند وسورج ادا نہیں کرسکتے، زمین وآسمان کے خزانے بھی ادا نہیں کرسکتے کیوں کہ اس کے ساتھ اللہ ہے اور اللہ کی قیمت کوئی ادا نہیں کرسکتا۔

نسبت مع اللہ کی حفاظت

اس کے بعد ایک بس میں تمام احباب تبرکات کی زیارت کے لیے روانہ ہوئے، راستے میں کسی تاریخی عمارت کی سیر کے لیے بس رکی لیکن حضرتِ والا نہیں اُترے بعض احباب عمارت دیکھنے چلے گئے۔ حضرتِ والا کے ایک مُجاز جن کے پاس حضرت کی کچھ قیمتی امانتیں تھیں وہ بھی جانے لگے تو حضرتِ والا نے ان کو روک لیا۔ اور ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی دس لاکھ روپے کسی کی جیب میں رکھوادے اور وہ امین بھی ہے تو وہ امانت دار خود بھی اپنی فکر کرے گا اور ہوشیار رہے گا لیکن جس کا مال اس کی جیب میں ہے وہ بھی اس کو دیکھتا رہے گا کہ وہ کہاں جارہا ہے، کہیں اس کے ساتھ کوئی خطرناک آدمی تو نہیں ہے جو اس کی جیب کاٹ لے۔ اللہ تعالیٰ جس کو نسبت مع اللہ کی دولت عطا فرماتے ہیں تو وہ صاحبِ نسبت خود بھی اپنی نسبت کی حفاظت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اس پر نظر رکھتے ہیں کہ میرا یہ صاحبِ نسبت بندہ کسی گناہ میں مبتلا نہ ہوجائے۔ کسی ٹیڈی پر اس کا نفس ریڈی نہ ہوجائے اور اس کا نورِ تقویٰ نہ چھن جائے۔ اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرماتا ہے۔

مشائخ کو سلسلے پر حریص ہونا چاہیے

ارشاد فرمایا کہ جن کو کسی شیخ سے اجازتِ بیعت ہو ان کو سلسلے پر حریص ہونا چاہیے کہ یہ ان کے لیے صدقۂ جاریہ ہے، جو وہ اللہ اللہ کریں گے اور جو اعمالِ صالحہ کریں گے سب شیخ کے نامۂ اعمال میں بھی لکھا جائے گا۔ روزانہ بعد از فجر اور بعد مغرب کم از کم سات ہی دفعہ **یا جامع** پڑھ لیا کریں اور یہ دعا کریں کہ اے اللہ! آپ کا نام جامع ہے مشرق، مغرب، شمال جنوب میں جن روحوں کو مجھ سے مناسبت ہے ان کو مجھ سے جوڑ دیجیے اور ان کی خدمت کی سعادت مجھ کو نصیب فرمائیے اور جن کو مجھ سے

مناسبت نہ ہو ان کو ان کی مناسبت کی جگہ بھیج دیجیے، بتائیے اس دعا میں کتنا اخلاص ہے۔

ذکر کا ناغہ روح کا فاقہ

ارشاد فرمایا کہ اللہ کا ذکر روح کی غذا ہے۔ ذکر کا ناغہ روح کا فاقہ ہے جتنا پیٹ کے فاقے سے ڈرتے ہو اس سے زیادہ روح کے فاقے سے ڈرو کیوں کہ پیٹ کی روٹی سے جسم کی حیات ہے اور روح کی حیات اللہ کا نام ہے۔ اگر روح نہ رہے تو کوئی روٹی کھا سکتا ہے؟ لہٰذا ذکر میں ناغہ کر کے روح کو فاقہ نہ دو۔

اعترافِ قصور تقاضائے عبدیت ہے

ارشاد فرمایا کہ جو اللہ کا عاشق ہوتا ہے وہ بغیر خطا کے بھی ہر وقت مستغفر رہتا ہے۔ میرے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد آسمان کی طرف دیکھ کر بڑے درد سے فرماتے تھے: معاف فرما دیجیے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہیں۔ ہر وقت یہی رٹ لگی رہتی تھی جیسے اللہ تعالیٰ سے باتیں کر رہے ہیں۔ کسی پر کوئی عاشق ہو تو محبوب کی خوب خدمت کرتا ہے، دعوت بھی کرتا ہے، پلاؤ بریانی کباب کھلا کر بھی کہتا ہے کہ معاف کیجیے گا، آپ کی مزاج شناسی میں شاید کوئی کمی رہ گئی ہو۔ بندہ بندے کی مزاج شناسی کا دعویٰ نہیں کر سکتا تو بندہ پھر اللہ کی مزاج شناسی کا کیسے دعویٰ کر سکتا ہے۔ حق تعالیٰ کی ذات غیر محدود ہے۔ غیر محدود عظمتوں کا حق کسی سے ادا نہیں ہو سکتا اس لیے اکثر رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ[۴۵] پڑھیے۔ معافی مانگنے ہی سے کام بنے گا۔

(قیام گاہ استنبول۔ بعد مغرب کی مجلس کے بعض ارشادات)

مجلسِ شیخ کا ایک ادب

ارشاد فرمایا کہ جہاں تک ہو سکے مجلس میں شیخ کے قریب بیٹھنا چاہیے۔ قریب بیٹھنے والوں کو زیادہ نفع ہوتا ہے۔ اگر کہیں آگ جل رہی ہو تو دور سے

۴۵؎ المؤمنون:۱۱۸

نظر تو آئے گی لیکن گرمی اس کو ملے گی جو قریب ہو گا۔ یہ بات میرے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے فرمائی۔

مال اور جوانی کے بقا کا طریقہ

ارشاد فرمایا کہ جو مال اللہ کے دین میں استعمال ہو گا وہی ہمارے کام آئے گا، وہی ہماری دولت اور پونجی ہے اور یہ کبھی فنا نہیں ہو گا۔ باقی جو کھایا فنا ہو گیا جو پہنا ختم ہو گیا لیکن جو اللہ پر فدا ہوا جس سے اللہ کا دین پھیلا یہ سب باقی رہ جائے گا۔ اسی طرح جن لوگوں نے اپنی جوانی اللہ پر فدا کی وہ ہمیشہ باقی رہے گی، مرتے دم تک اس کو اپنے اندر جوانی محسوس ہو گی بوڑھا ہو جائے گا، بال سفید ہوں گے لیکن دل میں جوانی رہے گی کیوں کہ وہ جوانی اللہ پر فدا ہو کر باقی ہو گئی۔ لہٰذا غیر فانی جوانی اگر چاہتے ہو تو اللہ پر فدا کر دو، اگر چاہتے ہو کہ ہمارا مال کبھی فنا نہ ہو تو اللہ پر فدا کر دو۔ اگر چاہتے ہو کہ میری زندگی غیر فانی ہو جائے تو اللہ پر فدا ہو جاؤ۔ اس کی دلیل ہے مَا عِنۡدَکُمۡ یَنۡفَدُ وَمَا عِنۡدَ اللہِ بَاقٍ[۴۶] جو کچھ تمہارے پاس ہے سب ختم ہو جائے گا اور جو کچھ تم نے اللہ کے پاس بھیج دیا اپنا مال، اپنی جوانی، اپنی زندگی اللہ پر فدا کر دی یہ سب غیر فانی ہے ہمیشہ باقی رہے گا۔ اللہ باقی ہے لہٰذا جو اللہ کے قریب ہوتا ہے باقی باللہ ہو جاتا ہے۔ اب جوانی کو اللہ پر کیسے فدا کریں؟ دل میں جو خواہش پیدا ہو اور اللہ اس خواہش سے راضی نہ ہو تو اس خواہش کو توڑ دو اور اللہ کے حکم کو نہ توڑو۔ اور اس کی مشق کسی اللہ والے کی صحبت اور اس سے اصلاحی تعلق سے نصیب ہوتی ہے۔

مٹی کے کھلونے اور امتحان

ارشاد فرمایا کہ یہ حسین مٹی کے کھلونے ہیں۔ ہمارا امتحان اللہ نے مٹی کے ایسے کھلونوں سے لیا ہے جن میں پیشاب پاخانہ بھی بھر دیا تاکہ میرے بندے عقل نہ کھو بیٹھیں اور مزید کرم یہ فرمایا کہ ان کو نظر سے دیکھنا بھی حرام کر دیا تاکہ ایسا

۴۶؎ النحل: ۹۶

نہ ہو کہ تم اندر کا پیشاب پاخانہ بھول جاؤ اور اوپر کے ڈسٹمپر سے پاگل ہو جاؤ لہٰذا نظر ہی مت ملاؤ کیوں کہ ان کی آنکھوں میں رس اور ظاہر میں تھوڑا سا حسن رکھا ہے اور یہی ہمارا امتحان ہے کہ تم حسن کے دھوکے میں آتے ہو یا خالقِ حسن کی طرف جاتے ہو جس نے ان کو حسن بخشا ہے، جو ان حسینوں کو حُسن کی بھیک دے سکتا ہے اور سارے عالم کو مزہ دے سکتا ہے وہ خود کیسا ہو گا۔ بے عیب ذات اللہ کی ہے اس پر فدا ہو جائیے، سارے دنیا کے حسینوں کے حُسن کا مزہ اور سارے عالم کی لذات کا مجموعہ دل میں آجائے گا اور اس مزے میں کوئی ناپاکی بھی نہ ہو گی۔ جو اللہ کے راستے میں غم اُٹھائے گا، نظر بچائے گا کیا اللہ اپنے عاشقوں کو محروم رکھے گا؟ بس کوئی ذرا غم اُٹھا کر تو دیکھے اس لذت کو دل محسوس کرے گا، وہ لذت الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتی۔

(۱۳؍ جون ۱۹۹۷ء بروز جمعہ)

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡ سَخَّرَ لَنَا الخ کے جملوں کا باہمی ربط

آج صبح ۹ بجے استنبول سے ایک بڑی بس میں مولانا رومی کے شہر قونیہ کے لیے روانگی ہوئی۔ لندن اور جنوبی افریقہ کے تمام احباب ہمراہ تھے، بس میں سوار ہو کر حضرتِ والا نے سواری کی مسنون دعا پڑھی اور تمام احباب سے پڑھنے کے لیے فرمایا۔

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقۡرِنِیۡنَ وَ اِنَّاۤ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنۡقَلِبُوۡنَ[۴۷]

دعا پڑھ کر ارشاد فرمایا کہ اس کا کیا ترجمہ ہوا سُبۡحٰنَ الَّذِیۡ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا پاک ہے وہ اللہ جس نے اس مرکب اور سواری کو ہمارے لیے مسخر فرما دیا۔ ہمارے قبضے اور کنٹرول میں کر دیا۔ جب یہ دعا سکھائی گئی اس زمانے میں اونٹوں اور گھوڑوں کی سواری تھی اور اب کار اور ہوائی جہاز ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کمال ہے جس نے اجزائے بے جان کو جانداروں کے لیے مسخر فرما دیا کہ لوہا، لکڑی بھاپ وغیرہ بے جان چیزیں جانداروں کو لیے بھاگی جارہی ہیں وَ مَا کُنَّا لَہٗ مُقۡرِنِیۡنَ اور ہماری طاقت نہیں تھی ان چیزوں

---

[۴۷] الزخرف: ۱۳

کو مسخر کرنے کی۔ اگر آپ کا کرم نہ ہوتا تو ہم ان کو اپنے قبضے اور کنٹرول میں نہیں لاسکتے تھے۔ جانور بھی طاقت میں ہم سے زیادہ، وہ ہم کو زمین پر پٹک سکتے تھے اور کار اور ہوائی جہاز کا لوہا لکڑ پھٹ کر گر سکتا تھا لیکن اللہ کے کرم نے ان چیزوں کو ہمارے تابع کر دیا۔ لیکن عالی شان سواری پر بیٹھ کر، شاندار گھوڑوں اور مرسڈیز پر بیٹھ کر تکبر نہ کرنا، آخرت کو نہ بھول جانا، سواری کی قیمت سے کہیں اپنی قیمت نہ لگالینا اور اپنے کو قیمتی نہ سمجھ لینا اس لیے کہو وَ اِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنۡقَلِبُوۡنَ ہم اپنے رب کی طرف لوٹائے جائیں گے، سو وہاں ہماری قیمت لگے گی، وہاں ہمارا حساب ہو گا۔ غلاموں کی قیمت مالک لگاتا ہے، وہاں معلوم ہو گا کہ قیمتی گھوڑوں اور شاندار مرسڈیز پر بیٹھنے سے ہم قیمتی ہیں یا گناہوں کی وجہ سے سزا کے مستحق ہیں۔ جس سے مالک تعالیٰ شانہٗ راضی ہو گا وہی بندہ قیمتی ہو گا۔ گھوڑوں، مرسڈیز اور بینک بیلنس سے ہماری کوئی قیمت نہیں۔

ہم ایسے رہے یا کہ ویسے رہے
وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے

وَ اِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنۡقَلِبُوۡنَ کا ربط اللہ تعالیٰ نے مجھ کو عطا فرمایا، میں نے یہ کسی کتاب میں نہیں دیکھا۔

(اس کے بعد مولانا عبد الحمید صاحب مہتمم دار العلوم آزادول (جنوبی افریقہ) نے انگریزی میں ترجمہ کیا تاکہ بعض نوجوان جو اُردو نہیں سمجھتے وہ بھی سمجھ جائیں۔ جامع)

بد نظری کے متعلق شیطان کا ایک کید اور اس کا علاج

راستے میں حضرتِ والا نے بس میں مائیک سے کچھ نصائح فرمائے۔ ارشاد فرمایا کہ یہاں آکر مجھے ایک تجربہ ہوا۔ یہاں شیطان یہ بہکاتا ہے کہ تم لوگ مولوی ہو، عالم ہو، شیخ ہو، اصلاحِ اُمت کا کام تمہارے سپرد ہے لہٰذا ریسرچ کرو کہ یہاں کتنی عریانی ہے، کس کا گھٹنا کتنا کھلا ہے اور کہاں تک کھلا ہے، کس کا زیادہ اور کس کا اور زیادہ کھلا ہے، کون چڈی پہنے ہوئے ہے، کس کے سینے پر کہاں تک لباس ہے، ان کے عریاں حُسن کی حدود متعین کرو، حُسن کی پلاٹنگ کرو تاکہ لوگوں کو تنبیہ کر سکو کہ کس قدر عریانی بڑھ

گئی ہے اور دو کانوں پر عورتوں کے جو پالش لگے ہوئے مجسمے رکھے ہیں ان کو بھی دیکھو کہ ان میں بھی کشش کا کتنا بڑا فتنہ ہے۔ تو سمجھ لیجیے کہ یہ شیطان کی بہت بڑی چال ہے اس طرح وہ چاہتا ہے کہ اللہ کے عاشقوں کا دل اللہ سے ہٹا کر مٹی کے کھلونوں میں ضایع کر دے۔ شیطان سے کہہ دو کہ اگر کہیں آندھی چل رہی ہو اور ریت اور مٹی کے ذرات اور پتھر کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے اُڑ رہے ہوں تو کیا آنکھیں کھول کر ریسرچ اور تحقیق کرو گے کہ کون سا پتھر چھوٹا ہے کون سا بڑا ہے اور ریت کے ذرّات کتنے ہیں۔ جب آنکھوں کی حفاظت کے لیے ہم ریسرچ نہیں کرتے تو ایمان کی حفاظت کے لیے حُسن کی آندھی کی بھی ہم ہر گز ریسرچ نہیں کریں گے اور آنکھیں بند کر لیں گے۔

ہر آدمی کو اللہ نے عقل دی ہے یہ بتاؤ کہ کس دلیل سے تم ریسرچ آفیسر بننا چاہتے ہو؟ قرآنِ پاک کی کسی آیت میں، کسی حدیثِ پاک میں، ائمۂ اربعہ کی کسی فقہ میں دکھاؤ کہ کسی کے نزدیک جائز ہو کہ حسینوں پر ریسرچ کر کے دوسرے ملکوں میں دعوت دو کہ ہم نے وہاں یہ دیکھا تھا، تم لوگ ایسی عریانی سے بچنا۔ ایسی ریسرچ حرام ہے۔ یہ سب نفس و شیطان کے حیلے اور مکر ہیں۔ یہ دونوں ملے ہوئے ہیں۔ دونوں مل کر فرعون وہامان کا پارٹ ادا کرتے ہیں۔ ان کی بات ماننے والا تباہ ہو جائے گا۔ اللہ والے تو فرماتے ہیں کہ اگر چین سے جینا چاہتے ہو تو حسینوں کی طرف سے آنکھیں بند کر لو۔ شیخ سعدی شیرازی فرماتے ہیں؎

دل آرامے کہ دل داری در و بند
دگر چشم از ہمہ عالم فرو بند

دل کا آرام اسی میں ہے کہ اللہ کے ساتھ اس کو باندھ کر رکھو اور آنکھوں کو سارے عالم سے بند کر لو۔

قلب کی زندگی اور مُردگی کی دلیل

ارشاد فرمایا کہ دل کا اللہ کی یاد سے گھبرانا اور حسینوں سے لگنا اور حسینوں کے عشق میں مبتلا ہونا دلیل ہے کہ دل مردہ ہو چکا ہے اسی لیے مُردوں پر مائل

ہو رہا ہے۔ ہر جنس اپنی جنس کی طرف مائل ہوتی ہے۔ کبوتر کبوتر کے ساتھ اُڑتا ہے، باز باز کے ساتھ اُڑتا ہے۔ تم اگر مردہ نہ ہوتے تو مُردوں کی طرف مائل نہ ہوتے، مرنے والوں کے عشق سے محفوظ رہتے۔ اگر زندہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ پر مرتے جو زندہ حقیقی ہے۔ اگر زندگی چاہتے ہو تو اللہ پر مرنا سیکھ لو پھر کیا ہو گا؟ جی اُٹھو گے، ہر لمحہ ایک حیاتِ نو عطا ہو گی۔

جی اُٹھو گے تم اگر بسمل ہوئے

لذتِ باطنی کے امتحان کی مثال

ارشاد فرمایا کہ جو اللہ کی خوشی کو آگے رکھتا ہے اور اپنی خوشی کو آگ لگاتا ہے اس کے قلب کو اللہ تعالیٰ ایسی خوشی، ایسا مزہ، ایسا پیار دیتا ہے کہ وہ دل ہی جانتا ہے، دوسروں کو اس کی خبر نہیں ہوتی۔ اب کوئی کہے کہ دوسروں کو کیوں نہیں معلوم ہو جاتا۔ جواب یہ ہے کہ پھر امتحان، امتحان نہ رہتا، پرچہ آؤٹ ہو جاتا۔ اور پرچہ آؤٹ ہو جاتا ہے تو امتحان دوبارہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ عالمِ امتحان کے پرچوں کو آؤٹ نہیں کرنا چاہتے اپنے عاشقوں کے دل میں مزہ گھول دیتے ہیں اگر دوسروں کو معلوم ہو جاتا کہ اہل اللہ کے قلب کو کیا مزہ حاصل ہے تو پھر امتحان کہاں رہتا۔ جو اللہ کے وعدوں پر یقین کر کے محنت کرتا ہے اس کو عطا فرماتے ہیں۔

مغفرت کے لیے ایک عظیم الشان وظیفہ

ارشاد فرمایا کہ آج میں آپ کو ایک عظیم الشان وظیفہ دے رہا ہوں۔ اس کو چلتے پھرتے بقدرِ تحمل کثرت سے پڑھیے، صبح شام ایک ایک تسبیح روزانہ پڑھ لیا کریں رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ اور یہ وظیفہ کس نے عطا فرمایا ہے؟ سب سے بڑے پیارے نے مخلوق میں سب سے بڑے پیارے کو سب سے بڑا پیارا وظیفہ دیا ہے۔ سب سے بڑے پیارے یعنی اللہ تعالیٰ نے سب سے بڑے پیارے کو یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ سب سے بڑا پیارا وظیفہ دیا۔ جو سب سے بڑا پیارا ہوتا ہے اس کو سب سے بڑی چیز دی جاتی ہے۔ پیارے کو معمولی چیز نہیں دی جاتی لہٰذا یہ اُمت کی مغفرت کے لیے بہترین وظیفہ ہے۔ وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

اے محمد! آپ اپنے پالنے والے سے مغفرت مانگیے۔ رب کیوں نازل فرمایا؟ جو پالتا ہے اس کو اپنی پالی ہوئی چیز سے محبت ہوتی ہے۔ تم ایک بلی پال لو تو بلی سے محبت ہو جاتی ہے۔ کتا پال لو تو کتے سے بھی محبت ہو جاتی ہے۔ میں تمہارا پالنے والا ہوں مجھے تم سے محبت نہ ہو گی؟ لہٰذا اللہ تعالیٰ اپنے دریائے رحمت میں جوش کے لیے خود سکھا رہے ہیں کہ رب کہو تا کہ تمہارے منہ سے جب سنوں کہ اے میرے پالنے والے! تو میرے دریائے رحمت میں طوفان پیدا ہو جیسے چھوٹا بچہ جب کہتا ہے کہ اے میرے ابّا! تو باپ کے دل میں محبت کا کیسا جوش اُٹھتا ہے۔ رَبِّ اغۡفِرۡ اے میرے رب! مجھے معاف فرما دیجیے تو مغفرت کے کیا معنیٰ ہیں؟ بِسَتۡرِ الۡقَبِیۡحِ وَاِظۡهَارِ الۡجَمِیۡلِ[۴۸] میری بُرائیوں کو چھپا دیجیے اور نیکی کو ظاہر فرما دیجیے وَارۡحَمۡ اور رحمت کے کیا معنیٰ ہیں؟ حضرت حکیم الاُمت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے رحمت کی چار تفسیریں کی ہیں یعنی توفیقِ طاعت، فراخیٔ معیشت یعنی رزق میں برکت، بے حساب مغفرت اور دخولِ جنّت۔

دوستو! یہاں کے ماحول کی آلودگی میں ہم سب کچھ نہ کچھ آلودہ ہو گئے لہٰذا یہ وظیفہ پڑھ کر اللہ کی مغفرت کا فالودہ پی لو۔ ابھی ابھی یہ شعر ہو گیا؎

جس کی جاں ہو گنہ سے آلودہ
وہ پیے مغفرت کا فالودہ

بندہ جب مغفرت مانگتا ہے تو شیطان کو انتہائی غم ہوتا ہے، بہت چلّاتا ہے، اپنے سر پر مٹی ڈالتا ہے کہ یہ بندے تو بہت چالاک ہیں۔ میں نے تو ان کو گناہ کا مزہ چکھایا تھا اللہ سے دور کرنے کے لیے لیکن انہوں نے تو اللہ سے معافی مانگ کر اپنا کام بنالیا، میری ساری محنت بے کار گئی، میری بزنس تو لاس (Loss) میں جا رہی ہے۔ شیطان مایوس ہو جاتا ہے۔

اس لیے سفر میں حضر میں جہاں بھی رہیے اس وظیفے کو کثرت سے پڑھتے رہیے اس کی برکت سے ان شاء اللہ تعالیٰ معافی بھی ہو جائے گی۔ اللہ کو رحم آجائے گا کہ یہ بندہ اپنی خطاؤں پر بار بار روتا ہے تو کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسی توفیق دے دے کہ

۴۸؎ روح المعانی: ۱۷/۳، البقرۃ (۲۸۶)، دار احیاء التراث، بیروت

گناہوں سے ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو جائے۔ مولانا رومی صاحبِ قونیہ جہاں ہم لوگ جارہے ہیں فرماتے ہیں کہ ؎

عرش لرزد از انین المذنبین

جب گناہ گار بندہ روتا ہے تو عرشِ الٰہی ہل جاتا ہے جیسے کہ ماں کا دل دہل جاتا ہے بچے کے رونے سے ؎

آں چناں لرزد کہ مادر بر ولد

سُبۡحَانَ رَبِّیَ الۡعَظِیۡمِ کا عاشقانہ ترجمہ

راستے میں دار الحکومت انقرہ میں بس تھوڑی دیر کے لیے برائے طعام واستراحت رکی۔ مسجد میں ظہر کی نماز باجماعت ادا کی گئی۔ نماز کے بعد فرمایا کہ نماز میں سُبۡحَانَ رَبِّیَ الۡعَظِیۡمِ کا یہ ترجمہ القاء ہوا کہ آپ عظیم الشان پالنے والے ہیں اور سُبۡحَانَ کیوں ہے؟ کہ آپ کی ہر ادائے تربیت اور ہر ادائے پرورش ہر نقص سے پاک ہے، جس کو جس انداز سے پالتے ہیں اس کے لیے وہی مفید ہے۔

غروبِ آفتابِ قرب اور ظلمتِ قلب

انقرہ سے روانہ ہونے کے تقریباً دو گھنٹہ بعد چائے کے لیے بس رکی۔ بس میں فرمایا کہ ابھی یہ علمِ عظیم عطا ہوا کہ جب سورج غروب ہو جاتا ہے تو اندھیرا چھا جاتا ہے۔ اسی طرح گناہ سے خصوصاً بد نظری سے جب خالقِ آفتاب ناراض ہو گا، قرب کا سورج جس کے دل میں غروب ہو گا تو قلب میں ظلمت نہیں آئے گی؟ جس کے دل میں ایمان اور اللہ تعالیٰ سے نسبت حاصل ہوتی ہے وہ فوراً اس ظلمت کو محسوس کر لیتا ہے۔

مثنوی رومی کے چند اشعار کی شرح

جب قونیہ چند میل رہ گیا تو حضرتِ والا نے بس کے مائیک سے مولانا رومی کے حالاتِ زندگی نہایت سرور و کیف سے بیان فرمائے جن کو لکھنا یہاں مقصود نہیں البتہ مثنوی کے بعض اشعار کی جو شرح فرمائی اس کو مختصراً تحریر کرتا ہوں۔ (جامع)

ارشاد فرمایا کہ مولانا رومی اس اُمت کی بہت بڑی بہت اہم اور بہت معزز شخصیت تھے جن کی ولایت کے تمام بزرگانِ دین قائل ہیں۔ اللہ کی شان کہ میں بچپن ہی سے ان پر عاشق ہوں، اسی وقت سے مجھے ان سے بے پناہ محبت تھی۔ میں بالغ بھی نہیں ہوا تھا کہ ان کے شعر پڑھ کر رویا کرتا تھا، خصوصاً یہ اشعار ؎

سینہ خواہم شرحہ شرحہ از فراق
تابگویم شرح از درد اشتیاق

اے خدا! آپ کی جدائی کے غم سے میرا سینہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے تاکہ جب میں آپ کی محبت کی بات بیان کروں تو اس میں دردِ دل بھی شامل ہو۔ اور

اللہ اللہ ایں چہ شیریں است نام
شیر و شکر می شود جانم تمام

اے اللہ! آپ کا نام کتنا میٹھا ہے کہ جب میں اللہ کہتا ہوں تو میری روح میں جیسے کوئی دودھ میں چینی ملا دیتا ہے ؎

نامِ او چو بر زبانم می رود
ہر بُنِ مو از عسل جوئے شود

اے اللہ! جب میں آپ کا نام لیتا ہوں تو میرے بال بال شہد کے دریا ہو جاتے ہیں۔ اور ؎

خوشتر از ہر دو جہاں آنجا بود
کہ مرا با تو سر و سودا بود

اے خدا! دونوں جہاں میں وہ زمین مجھے سب سے زیادہ پیاری ہے جس پر بیٹھ کر جلال الدین رومی آپ کی محبت میں اپنے سر کا سودا کر لے۔ اللہ کی محبت سے جس سر کا سودا ہو جائے وہ سر بھی قیمتی ہو جاتا ہے۔

آج اس شہر کی زیارت کے لیے ہم لوگ جا رہے ہیں جہاں مثنوی کے ساڑھے اٹھائیس ہزار اشعار ہوئے جن میں اللہ کے عشق و محبت کی آگ بھری ہوئی ہے۔ سارے عالم میں جس کا غلغلہ مچا ہوا ہے۔ لہٰذا میں اس زمین پر اس نیت سے آیا

ہوں کہ جہاں یہ اشعار آسمان سے مولانا پر الہام ہوئے اور اللہ کی رحمت کا غیر محدود آبشار جہاں برسا اس زمین کی زیارت کرلوں۔ جس پر مولانا نے یہ شعر فرمایا تھا ؎

آہ را جز آسماں ہمدم نبود
راز را غیر خدا محرم نبود

میں ایسی جگہ آہ کرتا ہوں کہ آسمان کے سوا میرا کوئی ساتھی نہیں ہوتا اور میری محبت کے اس بھید کو سوائے میرے اللہ کے اور کوئی نہیں جانتا۔

اب وہ نشانات کہاں ہیں، وہ پہاڑ، وہ دریا اور زمین کا وہ ٹکڑا کہاں ہے اس کا پتا چلانا تو مشکل ہے لیکن ان شاء اللہ اس کی خوشبو مل جائے گی اور اس کے انوار حاصل ہو جائیں گے۔

حدودِ شریعت کی رعایت

قونیہ پہنچ کر فرمایا کہ اس شہر میں انوار محسوس ہو رہے ہیں۔ دوسرے احباب نے بھی اس کی تصدیق کی اور کہا کہ یہاں سکون محسوس ہو رہا ہے لیکن مولانا کے مزار کے متعلق معلومات کرنی ہے کہ وہاں کوئی بدعت تو نہیں ہو رہی ہے۔ جس وقت کوئی منکر نہیں ہو رہا ہو گا اس وقت جائیں گے۔ مولانا کے مزار پر لوگوں نے بانسری بجانا شروع کردی۔ انہوں نے مولانا کے اس شعر کے معنیٰ غلط سمجھے کہ ؎

بشنو از نے چوں حکایت می کند
و از جدائی ہا شکایت می کند

انہوں نے حکایت کے معنیٰ غلط سمجھے حالاں کہ مولانا کا مقصد یہ تھا کہ جس طرح بانسری جہاں سے کٹ کر آئی ہے اپنے اس مرکز کی یاد میں روتی ہے اسی طرح ہم کو بھی اللہ کی یاد میں رونا چاہیے جن کے پاس سے ہم آئے ہیں۔

بہرحال ایسے موقع پر ہم مولانا کے مزار پر نہیں جائیں گے جب وہاں کوئی منکر ہو رہا ہو گا کیوں کہ لَا یَجُوْزُ الْحُضُوْرُ عِنْدَ مَجْلِسٍ فِیْہِ الْمَحْظُوْرُ[۴۹] اس

۴۹؎ مرقاۃ المفاتیح: ۲۰۷/۴، باب البکاء علی المیت، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

مجلس میں شرکت جائز نہیں جہاں اللہ کی کوئی نافرمانی ہو رہی ہو۔ اگر بالفرض آج کل ہر وقت وہاں کوئی منکر ہوگا تو پھر جائیں گے ہی نہیں چاہے سفر کی ساری مشقتیں اور تمام اخراجات بے کار جائیں۔ شریعت کے ایک حکم پر سب کچھ قربان کیا جاسکتا ہے۔

(۱۴؍ جون ۱۹۹۷ء بروز ہفتہ ۸ بجے صبح ہوٹل قونیہ، ترکی)

عظمتِ شیخ کے متعلق علوم کے انمول موتی

(جنوبی افریقہ سے بعض بڑے علماء جن میں بعض حضرتِ والا کے خلفاء بھی تھے حضرتِ والا کی صحبت سے فیض یاب ہونے کے لیے حاضر ہوئے تھے، کسی فروگزاشت پر جملہ سالکین کی اصلاح کے لیے مندرجہ ذیل ملفوظ ارشاد فرمایا جو عجیب وغریب علوم کا حامل اور مفتاحِ طریق ہے۔ جامع)

ارشاد فرمایا کہ ہم نے بعض مشائخ کو دیکھا ہے کہ جنہوں نے اپنے شیخ کی خدمت نہیں کی تو ان کے مرید بھی ان کی خدمت نہیں کرتے، کوئی ان کے پیر نہیں دباتا اور میں دیکھتا ہوں کہ دس دس آدمی خدمت کے لیے پیش قدمی کرتے ہیں۔ دنیا میں دیکھ رہا ہوں حالاں کہ مجھ سے قابل ہیں۔ بعض ایسے بڑے قابل ہیں جو بخاری شریف بھی پڑھا رہے ہیں لیکن دیکھتا ہوں کہ ان کے شاگردوں میں توفیقِ خدمت نہیں ہے **جَزَآءً وِّفَاقًا**[۵۰] اللہ جزاء موافقِ عمل دیتا ہے۔ جو شیخ کے ناز اُٹھاتا ہے اس کے مریدین بھی اس کا ناز اُٹھاتے ہیں۔ اگر اس نے شیخ کے ناز نہیں اُٹھائے تو اس کا اثر اس کے مریدوں پر آئے گا اور اس کے مرید بھی اس کا ناز نہیں اُٹھائیں گے۔ اس لیے بتارہا ہوں کہ شیخ کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے خوب توبہ واستغفار کرو۔ اگر کبھی کوتاہی ہوجائے تو پاؤں پکڑ کر معافی مانگو اتنی زیادہ اس کی محبت اور خدمت کرو کہ اس کا دل صاف ہوجائے۔ اس سے اتنا تو کہو کہ کاش! مجھ سے یہ بے ادبی یہ نالائقی نہ ہوتی کاش! مجھے ماں پیدا ہی نہ کرتی۔

۵۰؎ النبأ:۲۶

کاش کہ مادر نزادے مر مرا

کاش کہ مجھے ماں نے جنا ہی نہ ہوتا کہ آج مجھ سے یہ غلطی ہوتی۔

یامرا شیرے بہ خوردے در چرا

اس خطا سے پہلے ہی مجھے شیر کھا جاتا کہ یہ خطا مجھ سے نہ ہوئی ہوتی۔ یہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ ہیں صاحبِ قونیہ۔

خطا پر ندامت کا معیار

خطا پر ندامت کا معیار مولانا نے پیش کر دیا کہ خطا پر اتنی بڑی ندامت ہونی چاہیے کہ ماضی تمنائی سے فرما رہے ہیں ’’کاش کہ مادر نزادے مر مرا‘‘ کاش کہ میری ماں نے مجھے جنا ہی نہ ہوتا کہ مجھے آج یہ دن دیکھنا پڑتا یا اس سے پہلے مجھے شیر کھا جاتا تاکہ یہ خطا مجھ سے نہ ہوتی۔ یہ کمالِ ندامت ہے یا نہیں؟

’’مثنوی‘‘ ایک مخدوم کتاب

یہی میں کہتا ہوں کہ مولانا رومی کو پہچاننے والے بھی دنیا میں کم ہیں یہ شخص اُمت کا بہت بڑا شخص ہے۔ جنہوں نے مثنوی کا مطالعہ کیا ہے وہ سمجھتے ہیں ہمارے حاجی صاحب مثنوی کے عاشق تھے۔ حکیم الاُمت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ جیسا بڑا عالم بھلا کسی معمولی کتاب کی شرح لکھتا! حضرت نے مثنوی کی شرح لکھی ہے جس کا نام ہے کلید مثنوی۔ مثنوی مخدوم کتاب ہے۔ مخدوم اس کتاب کو کہتے ہیں جس کی شرح لکھی جائے۔ مثنوی کو ایسی مخدومیت حاصل ہے کہ مختلف ملکوں میں بڑے بڑے علماء نے مختلف زبانوں میں اس کی شرح لکھی ہے۔

صدورِ خطا کے بعد تلافیٔ خطا ضروری ہے

تو یہ بتا رہا ہوں کہ شیخ کا دل ہاتھ میں لے لو تو سمجھ لو کہ اللہ کو پا گئے صدورِ خطا تو لوازمِ بشریت میں سے ہے لیکن تلافیٔ خطا ہمارے ذمہ ہے۔ صدورِ خطا پر نادم ہو جاؤ لیکن ہر وقت اس فکر میں بھی نہ رہو کہ ایسا کیوں ہوا۔ یہ پچھتاوا ندامت کا جز ہے لیکن مولانا کا

مقصد یہ نہیں ہے کہ ہر وقت پچھتاؤ کہ ایسا کیوں ہوا بلکہ مولانا کا مقصد یہ ہے کہ اگر خطا ہو گئی تو ندامت کا اعلیٰ سے اعلیٰ مقام حاصل کرو اور اس کی تلافی کرو کیوں کہ اگر ہم لوگوں سے صدورِ خطا نہ ہوتا تو اِسۡتَغۡفِرُوۡا کا حکم بھی نازل نہ ہوتا۔ غیر متوقع اور ناممکن کے لیے اللہ کوئی حکم نہیں دیتا۔ اِسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّکُمۡ[۵۱] دلیل ہے کہ ہم سے خطائیں ہوں گی لیکن اِسۡتَغۡفِرُوۡا کا حکم سمجھ کر خطا مت کرو کہ لاؤ خطا کرلیں پھر استغفار کے حکم پر عمل کرلیں گے۔ اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے بلکہ جب خطا ہو جائے تو استغفار سے اس کی تلافی کرو۔ خطا ہونا اور ہے، جان بوجھ کر خطا کرنا اور ہے۔

اہل اللہ کی مخلوق سے عدمِ احتیاج پر ایک آیت سے استدلال

بزرگوں نے فرمایا ہے کہ کبھی یہ نہ سوچو کہ میرے آنے سے شیخ کو عزت ملی یا شیخ کی خانقاہ چمک گئی یا میری وجہ سے بہت سے اور مرید ہوگئے کبھی یہ مت سوچو، اس کی دلیل دیکھیے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اے چندہ دینے والو! مولویوں کو اور مدرسوں کو اپنا محتاج مت سمجھو کہ اگر ہم چندہ روک لیں گے تو یہ مدرسے بند ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِنۡ تَتَوَلَّوۡا یَسۡتَبۡدِلۡ قَوۡمًا غَیۡرَکُمۡ اگر تم ہاتھ روکتے اور چندہ نہ دیتے یا اگر اے لوگو! تم فلاں شیخ سے بیعت نہ ہوتے تو یَسۡتَبۡدِلۡ قَوۡمًا غَیۡرَکُمۡ تو اللہ تم کو فنا کرتا اور تمہاری جگہ دوسری قوم پیدا کرتا ثُمَّ لَا یَکُوۡنُوۡۤا اَمۡثَالَکُمۡ[۵۲] پھر تم جیسے وہ نالائق نہ ہوتے۔ لہٰذا شیخ کے لیے یہی سوچو کہ مجھے شیخ سے عزت ملی، میری وجہ سے شیخ کو عزت نہیں ملی۔ اگر ہم بیعت نہ ہوتے تو اللہ دوسرے لائق لوگ پیدا کرتا جو اس شیخ سے استفادہ کرتے۔ میرے پاس سے بھی بعض لوگ بھاگ گئے لیکن پھر اللہ نے ان سے عظیم الشان اور وفادار شخصیتوں کو بھیج دیا جو میرے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ ایک جاتا ہے تو اللہ دس بھیجتا ہے۔ جس کو اللہ زبانِ ترجمانِ دردِ دل عطا فرمانے پر قادر ہے وہ اس کو کان دینے پر قادر نہیں ہے؟ میرا شعر ہے؎

۵۱؎ نوح:۱۰

۵۲؎ محمد:۳۸-۳۹

اختر بے نوا کو بھی تیرے کرم سے اے خدا
دعوتِ حق کے واسطے محفلِ دوستاں ملی

عدمِ امتنان المرید علی الشیخ پر ایک آیت سے استنباط

اے ہمارے پیارے رسول! آپ فرما دیجیے کہ اے ایمان والو مجھ پر اپنے ایمان کا احسان مت جتلاؤ یَمُنُّوْنَ عَلَیْکَ اَنْ اَسْلَمُوْا ؕ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَیَّ اِسْلَامَکُمْ ۚ بَلِ اللہُ یَمُنُّ عَلَیْکُمْ اَنْ ھَدٰکُمْ لِلْاِیْمَانِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ[۵۳] تو مرید کو سوچنا چاہیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے جو ہم اپنے بزرگوں سے جڑ گئے جس کی برکت سے آج ہم سے دین کا کام لیا جارہا ہے۔ آج دین کا کام جو اس راہ سے ہورہا ہے دنیا میں اور کوئی راستہ ایسا اقرب الی السنۃ نہیں ہے۔ کیوں کہ شیخ اپنی قوم میں مثل نبی کے ہوتا ہے۔ اَلشَّیْخُ فِیْ قَوْمِہٖ کَالنَّبِیِّ فِیْ اُمَّتِہٖ[۵۴] یہ کسی صوفی کا قول نہیں ہے حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسے صحابی کا قول ہے جس کو علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے ''روح المعانی'' میں لکھا ہے۔ بتایئے صحابی کا ارشاد کوئی معمولی چیز ہے؟ لٰہذا یہی سمجھنا چاہیے کہ میری مریدی ممنونِ شیخ ہے، شیخ نے ہمیں قبول کرلیا یہ شیخ کا احسان ہے۔ اسی آیت سے یہ مسئلہ ثابت ہوا۔

نفس کو مٹانے کی ایک مثال

دوستو! مزہ مٹانے میں ہے اپنے وجود کو باقی رکھنے میں مزہ نہیں ہے۔ اگر چینی چائے میں پڑی رہے اور کہے کہ ہمیں چمچہ سے مٹاؤ مت۔ تو پھیکی رہے گی کوئی پوچھے گا بھی نہیں اگر اسی چینی کو مٹادوگے، چائے یا شربت میں حل ہو جائے گی تو ان شاء اللہ لوگ مجبور ہوں گے، ہر گھونٹ پر کہیں گے شکریہ۔ اس کو پی لو، یہ شربتِ ایمانِ افزا ہے۔ شربتِ روح افزا تو سُنا ہو گا آج یہ نئی لغت سنیے شربتِ ایمان افزا۔ یہ لفظ آج اللہ تعالیٰ

۵۳؎ الحجرات:۱۷

۵۴؎ روح المعانی:۱۴۴/۳۶، الحجرات (۴)، قول ابن عباس: العالم فی قومہ کالنبی فی امتہ، دار احیاء التراث، بیروت

نے مولانا کی برکت سے قونیہ میں عطا فرمایا۔ جنہوں نے اپنے نفس کو مٹا دیا وہ اللہ والے کیا ہیں؟ شربتِ ایمان افزا ہیں ان کو پی لو یعنی ان کی باتوں کو ایک دم دل و جان میں رکھ لو۔

مہرِ پاکاں درمیانِ جاں نشاں

اللہ والوں کی محبت کو روح کے اندر داخل کرلو اور ان کی ڈانٹ ڈپٹ کے لیے بھی تیار رہو بغیر ڈانٹ ڈپٹ کے ڈینٹ نکلتا ہے؟ بتایئے موٹر میں ڈینٹ ہے تو کیا یہ معمولی ٹھک ٹھک سے نکلے گا؟ زور سے ہتھوڑا مارنا پڑے گا۔ جن کو حضرت حکیم الاُمت نے ڈانٹا وہی لوگ چمکے اور جن کو پیار و محبت ہی ملی ڈانٹ نہیں ملی وہ چمکے نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا دستور ہے لیکن شیخ کی ڈانٹ کی تمنا نہ کرو۔ اگر تکویناً پڑ جائے تو دل بُرا مت کرو۔

تلافیٔ خطا کے دو طریقے

جب کبھی خطا ہو جائے تو اس کی تلافی کے دو طریقے ہیں: دو رکعت پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے روئے کہ میری اس حماقت پر رحم فرمایئے یہ بے وقوفی میں کیوں کر رہا تھا۔ لفظ حماقت کہیے۔ اس سے نفس مٹے گا کہ ایسی حماقت مجھ سے کیوں ہوئی۔ اور جس خطا کی نحوست سے ایسی حماقت ہو رہی تھی اس کو معاف فرما دیجیے کیوں کہ ہر خطا سے عقل کو نقصان پہنچتا ہے۔ قہرِ حماقت کسی معصیت کی سزا میں آتا ہے چاہے بد نظری ہو یا کوئی گناہ ہو۔ خالقِ عقل کی نافرمانی سے عقل کو نقصان پہنچتا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ سے استغفار اور توبہ کرے کہ آپ مجھے عقلِ سلیم عطا فرمایئے، اپنے راستے کی فہم دیجیے تاکہ آئندہ اتنی بڑی بے وقوفی مجھ سے نہ ہو۔

حضرت شیخ ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عجیب تعلیم

میرے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے ہردوئی میں ایک بات پر ڈانٹا۔ بعد میں پھر بلایا اور فرمایا دیکھو شیخ کی مثال ایسی ہے جیسے مالی۔ اور باغباں کوئی شاخ ٹیڑھی پسند نہیں کرتا وہ ہر شاخ کو کاٹ کر سیدھا کرتا ہے تاکہ میرا باغ حسین و جمیل ہو۔ شیخ بھی یہی چاہتا ہے کہ اگرچہ میں نالائق ہوں لیکن میرا کوئی مرید نالائق نہ ہو۔ جب حضرت نے یہ فرمایا تو میں رونے لگا۔ فرمایا کہ شیخ یہ سوچتا ہے کہ مجھ

سے اچھے میرے مرید ہوجائیں ان کی نوک پلک درست ہوجائے جو انہیں دیکھے مست ہوجائے پھر ایک جملہ فرمایا کہ تم بھی صاحبِ اولاد ہو یعنی تم سے بھی لوگ مرید ہیں یہ معمولی جملہ نہیں ہے، تازیانۂ عبرت ہے۔ حضرت نے گویا ہم کو سخت تازیانہ لگادیا کہ خبردار! میری ڈانٹ کا بُرا مت ماننا۔ اگر آج تم نے ہماری نہ سنی تو کل تمہاری کون سنے گا۔ اگر آج تو میری برداشت نہیں کرے گا تو کل تیری بھی کوئی برداشت نہیں کرے گا۔ حضرتِ والا کا تو ایک جملہ تھا لیکن اس میں یہ اشارہ تھا۔ یہ حضرات کبھی صغریٰ بولتے ہیں اور کبریٰ اور نتیجہ کو محذوف کردیتے ہیں۔ حضرت نے ایک جملہ استعمال کیا اور نتیجہ نہیں بیان فرمایا۔ مطلب یہ تھا کہ آج تم میری سنو تو لوگ کل تمہاری سنیں گے اور اگر تم نے میری نہ سنی تو لوگ بھی تمہاری نہیں سنیں گے۔ ایک لڑکے نے اپنے باپ کی گردن میں رسی باندھی اور گھسیٹ کر ایک درخت تک لے گیا۔ اس نے کہا کہ بیٹا! اب آگے نہ کھینچنا ورنہ تو ظالم ہوجائے گا۔ وہ کہنے لگا: بابا! اس درخت تک میں نے کھینچا تو کیا ابھی ظالم نہیں ہوا ہوں؟ کہا: ابھی تک تو ظالم نہیں ہوا کیوں کہ میں نے بھی تیرے دادا کو یہاں تک کھینچا تھا۔ اس کی سزا دنیا ہی میں ملی۔ حدیث شریف میں ہے: ماں باپ کو ستانے کی سزا دنیا میں بھی ملتی ہے، موت نہیں آئے گی جب تک کہ سزا نہ مل جائے الّا یہ کہ وہ معافی مانگ لے۔

شیخ کے لیے دعا کرنے کی دلیل

شیخ بھی روحانی باپ ہے حضرت حکیم الاُمت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے حاشیہ بیان القرآن میں مسائل السلوک میں رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِیْ صَغِيْرًا[۵۵] کے ذیل میں لکھا ہے کہ شیخ کا بھی وہی حق ہے جو ماں باپ کا ہے، وہ بھی رَبَّيٰنِیْ میں ہے، وہ بھی پال رہا ہے، روح کی تربیت کررہا ہے اس کے لیے بھی دعا مانگنا اسی آیت سے ثابت ہے۔ اس آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ اے اللہ! ہمارے ماں باپ پر رحم فرمایئے جیسا انہوں نے بچپن میں ہمیں رحمت سے پالا۔ لہٰذا شیخ کے لیے بھی دعا مانگنا چاہیے۔ اگر شیخ کے حق میں کوتاہی ہوجائے تو جلدی تلافی کرلو یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ مجھ جیسے ہزاروں لاکھوں

۵۵؎ بنیٓ اسرآءیل: ۲۴

مرید شیخ کو دے سکتے ہیں۔ ہم شیخ کے محتاج ہیں شیخ ہمارا محتاج نہیں ہے۔ اس کا خاص اہتمام کرو کہ شیخ کا قلب مکدر نہ ہونے پائے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتے کہ کوئی میرے اولیاء کا دل دکھائے۔ اذیتِ اولیاء کو اللہ تعالیٰ نے اپنی اذیت تسلیم فرمایا، اس لیے انتقام کی وعید فرمائی کہ فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ[۵۶] جو میرے اولیاء کو ستاتا ہے میں اس سے اعلانِ جنگ کرتا ہوں۔ تو جب کبھی خطا ہوجائے اور شیخ کو کسی قسم کی تھوڑی سی بھی تکلیف پہنچ جائے تو فوراً اللہ سے رجوع کرو اور شیخ سے بھی ندامتِ قلب سے معافی مانگو۔

قصدِ رضائے شیخ عبادت ہے

شیخ کے حق میں کوتاہی کے یہ دو حق ہیں:۱) اللہ سے استغفار کرے اور ۲) شیخ سے معافی مانگے اور یَا سُبُّوْحُ یَا قُدُّوْسُ یَا غَفُوْرُ یَا وَدُوْدُ پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ میرے شیخ کے دل میں میرے لیے محبت ڈال دے۔ میں جب حضرت کو خط لکھتا ہوں تو یَا سُبُّوْحُ یَا قُدُّوْسُ یَا غَفُوْرُ یَا وَدُوْدُ پڑھ کر خط پر دم کرتا ہوں اور تین دفعہ تھوڑے تھوڑے وقفہ سے خط پڑھتا ہوں تاکہ کوئی بات نامناسب ایسی نہ ہو کہ حضرت پر گراں گزرے اور ہر دفعہ یَا سُبُّوْحُ یَا قُدُّوْسُ یَا غَفُوْرُ یَا وَدُوْدُ پڑھتا ہوں پھر ڈاک بھیجتا ہوں اور جب حضرت کراچی تشریف لاتے ہیں تو ملاقات کے وقت دل دل میں پڑھتا رہتا ہوں اور فضا میں ان حروف کو آہستہ سے دم کرتا ہوں تاکہ ان ہواؤں کے واسطے سے میرے شیخ کے اندر وہ داخل ہوجائے اور مجھ پر شیخ کی شفقت رہے۔ یہ عبادت ہے، شیخ کی محبت اور شفقت کی طلب عبادت ہے اور بہت بڑی نعمت ہے اور ہمیشہ شیخ کو خوش کرتے رہو، جس طرح سے اس کی خدمت سے محبت سے اس کا دل لے سکو لے لو اور اگر کبھی خطا ہوجائے تو اعتراف کرو کہ مجھ سے سخت نالائقی ہوئی، بے وقوفی ہوئی، پرلے درجے کا امیر الحمقاء ہوں (حضرتِ والا نے ہنس کر فرمایا) بلکہ سلطان الحمقاء کہہ دو۔ اگر نفس میں تکبر ہے تو سلطان الحمقاء کہہ دو تاکہ بادشاہت قائم رہے، سلطنت قائم رہے۔ یہ دیکھیے کتنی شفقت ہے مشائخ کی کہ اس کے نفس کی بھی اس میں رعایت ہے، معلوم ہوا

۵۶؎ صحیح البخاری ۲/۹۶۳(۶۵۴۱)، باب التواضع، المکتبۃ المظہریۃ

بے وقوفی سے اپنے کو کچھ سمجھتا ہے کہ میں صاحبِ سلطنت ہوں لیکن اس سے نفس پر چوٹ بھی لگے گی کہ کہاں کی بادشاہت ملی۔ بہرحال صدورِ خطا پر تعجب نہیں ہے لیکن تلافی ویسی ہونی چاہیے جیسی خطا ہو بلکہ اس سے دس گنا زیادہ، مناجات کا یہ عالم ہو کہ؎

در مناجاتم بہ بیں خونِ جگر

اے اللہ! میری مناجات اور میرے استغفار میں میرے جگر کا خون شامل ہے۔ اس طرح سے روؤ اللہ سے۔

محبتِ شیخ میں کمی بیشی کے متعلق حکیم الاُمت رحمۃ اللہ علیہ کا عجیب ملفوظ

ایک شخص نے شیخ تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ کبھی تو آپ کی محبت بہت معلوم ہوتی ہے اور کبھی قلب میں محبت کم ہو جاتی ہے تو ایسا کوئی وظیفہ بتائیے کہ ہر وقت شیخ کی محبت میں مست رہوں تو حضرت نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت یکساں رہتی ہے یا کبھی گھٹتی بڑھتی ہے؟ لکھا کہ گھٹتی بڑھتی رہتی ہے تو فرمایا کہ اللہ سے زیادہ حق تو پیر صاحب کا نہیں ہے۔ کوئی فکر نہ کرو البتہ شیخ کی محبت اللہ سے مانگو۔

شیخ کی محبت کو خدا سے مانگنا چاہیے

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّكَ[۵۷] میں نیت کرو کہ اے اللہ! شیخ کی محبت مجھ کو نصیب فرما۔ شیخ کی محبت کو اللہ سے مانگنا چاہیے لیکن کبھی کبھی کمی بیشی ہو تو فکر نہ کرو لیکن عمل کرو عاشقوں والا۔ اگر دل میں محبت ہے تو کیا کہنا ورنہ عاشقوں کی نقل کرو خوشامدی چمچے بنے رہو۔ شیخ کے ہاں چمچہ بننے میں کوئی حرج نہیں کیوں کہ وہ اللہ کے لیے چمچہ بنا ہوا ہے سمجھ لو کہ چمچہ بننا کہاں حرام ہے؟ جہاں دنیا گھسیٹنے کے لیے چمچہ گیری کرے۔ اور جہاں آخرت لینے کے لیے اور اللہ کو خوش کرنے کے لیے ہو یہ چمچہ گیری اللہ کو پسند ہے کہ دیکھو یہ میری محبت میں اپنے شیخ کے لیے کیسا بچھا جارہا ہے تو عاشقوں کی نقل کرتے کرتے ایک دن وہ عاشق ہی ہو جائے گا۔ نقل کی برکت سے اللہ اس کو اصل بھی دے دیتا ہے۔

[۵۷] جامع الترمذی: ۱۸۷/۲، باب من ابواب جامع الدعوات، ایچ ایم سعید

توفیقِ توبہ محض رحمتِ خداوندی ہے

ارشاد فرمایا کہ بعض بندوں کے ساتھ اللہ پاک کی خاص رحمت ہوتی ہے، عالمِ غیب سے راہ نمائی ہوتی ہے۔ اگر راہ نمائی عالمِ غیب سے نہ ہو تو آدمی اپنا نقصان کرلے۔ اگر خطا بھی ہوجائے تو اس کو اللہ توبہ کی توفیق دیتا ہے عالمِ غیب کی راہ نمائی سے، یہ نہ سمجھے کہ میری خطا خطا نہیں ہے بلکہ یہ کہو کہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ جس نے ہم کو بچالیا، توفیقِ معافی دے دی یا آوازِ آسمانی دل میں آگئی، توفیق نہ آتی تو کیا ہوتا۔ آج صفر بٹہ صفر ہوتے، اُلّو کی طرح پھرتے رہتے، کوئی پوچھتا بھی نہیں کیوں کہ یہ نفس بہت بڑا فرعون ہے؎

نفس فرعون است ہیں سیرش مکن

یہ مولانا رومی صاحبِ قونیہ فرمارہے ہیں کہ نفس فرعون سے کم نہیں ہے اس کو ذرا خوب دباکے رکھو۔ اس کا پیٹ مت بھرو، یہ بہت بڑا فرعون ہے؎

تا نہ یادش آید آں کفر کہن

ورنہ اس کو پُرانا کفر یاد آجائے گا، آج سے چالیس سال پہلے کیا ہوا پُرانا گناہ بھی کرادیتا ہے اس لیے نفس سے ہوشیار رہو، یہ بے ادبی کراکے بد نصیب بنا سکتا ہے۔ باادب بانصیب۔ مولانا رومی کا یہ شعر بھی پڑھا کیجیے؎

اے خدا جوئیم توفیقِ ادب
بے ادب محروم ماند از فضلِ رب

اے اللہ! ہم آپ سے ادب کی توفیق مانگتے ہیں کہ اپنے بزرگوں سے کوئی بات بے ادبی کی نہ ہوجائے کیوں کہ بے ادب فضلِ رب سے محروم ہوتا ہے۔

شیخ کی محبت اللہ ہی کی محبت میں داخل ہے

اللہ کے راستے کا ادب اللہ کا ادب ہے کیوں کہ شیخ اللہ ہی کے راستے کا توراہ بر ہے، شیخ کا ادب کرنا اور اس کے ناز اُٹھانا اللہ کا ناز اُٹھانا ہے۔ جو محبت اللہ کے لیے کرتا ہے

وہ اللہ ہی کی محبت ہے۔ جو محبت اللہ والی ہوتی ہے، لِلّٰہ ہوتی ہے وہ باللہ ہوتی ہے۔ تو اللہ اپنے مقبول اور پیاروں کی محبت کو اپنی محبت کے کھاتے میں لکھتے ہیں۔ کھاتے کے لفظ سے گجراتی تاجروں کو ہوشیار ہو جانا چاہیے۔ اس محبت کو اللہ تعالیٰ اپنی محبت کے رجسٹر میں لکھتا ہے۔ جو اپنے شیخ کی محبت کرتا ہے اس کی خدمت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اپنی خدمت میں، اپنی محبت میں درج کرتے ہیں۔ اگر میں موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ہوتا تو اس چرواہے سے جو یہ کہہ رہا تھا کہ اے اللہ! اگر آپ مجھے مل جاتے تو میں آپ کے سر میں جوئیں ڈھونڈتا جہاں آپ بیٹھتے وہاں جھاڑو لگاتا، آپ کے پیر دباتا، آپ کو روغنی روٹی کھلاتا تو میں اس سے کہتا کہ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وہ روغنی روٹی کھلا دے تو سمجھ لے تو نے اللہ تعالیٰ کو کھلا دیا۔ میں اس کو یہ مشورہ دیتا کہ اللہ والوں کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت ہے۔

بیعت کے متعلق ایک عجیب عاشقانہ مضمون

اسی طرح اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ سے مصافحہ کرلیں تو کسی سچے اللہ والے سے بیعت ہو جاؤ کیوں کہ دنیا میں اللہ سے مصافحہ کا کوئی راستہ نہیں، لیکن جو بیعت ہوتا ہے وہ اپنے شیخ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتا ہے اور شیخ کا ہاتھ اگلے شیخ کے ہاتھ پر ہے یہاں تک کہ یہ ہاتھ واسطہ در واسطہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک تک پہنچتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ[۵۸] نبی کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے تو جس کو اللہ سے مصافحہ کرنا ہو، زمین والے کو آسمان والے سے مصافحہ کرنا ہو تو وہ کسی راکٹ سے اللہ تک نہیں جاسکتا لیکن اگر کسی اللہ والے کا مرید ہو گیا تو اس کا ہاتھ واسطہ در واسطہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک تک پہنچ گیا اور آپ کے دستِ مبارک کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے نبی کے ہاتھ کو نبی کا ہاتھ مت سمجھو یہ یَدُ اللّٰهِ ہے۔ سچے اللہ والوں سے بیعت کا یہ راستہ اتنا پیارا ہے کہ دنیا میں اس کی کوئی مثال نہیں۔ اللہ سے مصافحہ کا کوئی اور راستہ مجھے دلائل سے بتادو۔ میں تو دلیل پیش کر رہا ہوں۔

۵۸؎ الفتح:۱۰

شعبۂ تزکیۂ نفس کارِ نبوت ہے

ایک شخص نے کہا کہ خانقاہوں میں ولیوں کا کام ہوتا ہے یہ نبیوں کا کام نہیں۔ میں نے کہا کہ تم غلط کہتے ہو کیوں کہ عالم نہیں ہو، شعبۂ تزکیۂ نفس کے لیے جو خانقاہیں بن رہی ہیں یہ کارِ نبوت کو انجام دے رہی ہیں۔ بتاؤ آیت یُزَکِّیۡہِمۡ ولیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں نازل ہوئی کہ میرا نبی تزکیہ کرتا ہے لہٰذا تزکیۂ نفس کے لیے خانقاہیں بنانا، پیری مریدی کرنا، اس شعبے کو زندہ کرنا کارِ نبوت ہے، اس کو ولیوں کا کام کہنا بے وقوفی اور کم علمی ہے۔ عوام اور خواص سب کو تزکیہ کی ضرورت ہے۔

دعوۃ الی اللہ میں اثر عملِ صالح سے آتا ہے

اور خواص کی تربیت عوام کی تربیت سے افضل ہے کیوں کہ خواص کے ذریعے سے دین عوام میں پہنچ جاتا ہے۔ اگر علماء اللہ والے بن جائیں، صاحبِ نسبت درد بھرا دل ان کے سینے میں ہو تو بتاؤ کیا عالَم ہوگا۔ اس عالِم سے پورا عالَم روشن ہوجائے گا ورنہ جو روحانی امراض کے ساتھ دعوت دے گا تو اس کی دعوۃ الی اللہ میں اثر نہ ہوگا اسی لیے دعوۃ الی اللہ کے ساتھ عملِ صالح کی آیت نازل ہوئی وَ مَنۡ اَحۡسَنُ قَوۡلًا مِّمَّنۡ دَعَاۤ اِلَی اللّٰہِ وَ عَمِلَ صَالِحًا[۵۹] معلوم ہوا کہ جو دعوۃ الی اللہ کرے وہ نیک عمل بھی کرے، گناہوں سے بچے۔ اور عملِ صالح کی توفیق اہل اللہ کی صحبت سے ہوتی ہے۔

خالقِ آفتاب کی ناراضگی اور تاریکیٔ قلب

ارشاد فرمایا کہ چھوٹے سے چھوٹے گناہ سے بھی قلب میں ظلمت ہوتی ہے۔ ایک عظیم الشان مضمون اللہ تعالیٰ نے قونیہ کے راستے میں عطا فرمایا کہ سورج جب غروب ہوتا ہے تو دنیا میں اندھیرا ہوجاتا ہے اور جب وہ خالقِ آفتاب ناراض ہوتا

۵۹؎ حٰمٓ السجدۃ: ۳۳

ہے تو دل کا عالم اندھیرا ہو جاتا ہے۔ یہ آفتابِ سماوی پھر دل کے ان اندھیروں کو دور نہیں کر سکتا۔ کافروں پر بھی سورج طلوع ہوتا ہے لیکن کافروں کے کفر کے اندھیرے اس سے ختم نہیں ہوتے کیوں کہ خالقِ آفتاب ان سے ناراض ہے۔ اسی طرح معمولی گناہ کو بھی معمولی مت سمجھو کیوں کہ اس سے بھی قلب میں اندھیرا آجائے گا اور سارا عالم ویران معلوم ہو گا۔

سلوک کا انتہائی آسان راستہ

ارشاد فرمایا کہ میں لمبے لمبے وظیفے نہیں بتاتا کہ دریاؤں میں جا کر بارہ بجے رات کو وظیفہ پڑھو۔ ذکر و نوافل بھی زیادہ نہیں بتاتا، زیادہ محنت و مجاہدہ بھی نہیں بتاتا، بس یہی کہتا ہوں کہ اگر اولیائے صدیقین کی آخری سرحد تک پہنچنا ہے تو ایک ہی کام کر لو کہ کام نہ کرو یعنی گناہ کے کام نہ کرو۔ نظر کو آرام سے رکھو، حرام جگہ نہ دیکھو۔ کیوں کام لیتے ہو آرام سے رہو۔ جہاں دیکھو کہ احتمال ہے وہاں بھی آنکھ بند کر کے اپنے اللہ کو یاد کرنا شروع کر دو بس اللہ اللہ کی رٹ لگاؤ مولیٰ کو یاد کرو گے تو لیلیٰ خود ہی یاد نہیں آئے گی کیوں کہ مولیٰ پاک ہے اور لیلیٰ ہزاروں عیب رکھتی ہے، ہوا کھولتی ہے یا نہیں ؟ لیٹرین میں ہگتی ہے یا نہیں ؟ اس کے پسینہ نکلتا ہے یا نہیں ؟ چالیس دن نہ نہائے تو منہ میں بدبو آئے گی یا نہیں ؟ تو پھر پاک ذات کو چھوڑ کر ان ناپاک اور مرنے والی لاشوں پر کیوں مرتے ہو؟

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ کا عاشقانہ ترجمہ

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ کا عاشقانہ ترجمہ یہ کرتا ہوں کہ آپ کے سوا ہمارا کوئی نہیں ہے آپ پاک ہیں اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ مگر ہم ظالم ہیں کہ آپ جیسے پاک مولیٰ کو چھوڑ کر ان ناپاکوں اور ہگنے اور موتنے والی لیلاؤں کے عشق میں مبتلا ہیں اور ان کے جسم کے فرسٹ فلور سے پاگل ہو کر گراؤنڈ فلور کی گٹر لائنوں میں گھسے پڑے ہوئے ہیں۔ حسینوں کے فرسٹ فلور سے شیطان بہکاتا ہے۔ گال آنکھ اور بال دکھا کر پھر گراؤنڈ فلور

کے وبال میں پش (Push) کرتا ہے پھر بڑے بڑے مقدس دس دس سال کے متقی کو گناہ میں مبتلا کر دیتا ہے اور وہ گٹر لائن میں گھسے پڑے ہوتے ہیں لہٰذا یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اس نے نظر کی حفاظت فرض کر دی تاکہ گناہوں کا زیرو پوائنٹ ہی شروع نہ ہو۔ نقطۂ آغاز ہی نہ ہو۔ نظر بچانے سے اتنا قوی نور پیدا ہو گا کہ ایک لاکھ تہجد کا نور اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ایک بد نظری سے بچ جاؤ کسی حسین کو مت دیکھو یہ غم آپ کو ایک دم راکٹ کی طرح اللہ تک اُڑا دے گا۔ گناہ سے بچنے کی یہ مائنس وائرنگ (Minus Wiring) منزلِ قربِ حق تک بہت تیز لے جاتی ہے۔ آپ عمل تو کر کے دیکھیں پھر اختر کی بات صحیح نہ ہو تو کہنا۔ ایسے ہی یہ غم اُٹھا کر تو دیکھیے اتنا بڑا دردِ دل آپ کے سینے کو حاصل ہو گا کہ آپ خود بھی مست ہو جائیں گے اور دوسروں کو مست کریں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنی محبت کی مستی عطا فرمائے گا۔ وجہ یہ ہے کہ اللہ اپنے عاشقوں کو خوش مستی دیتا ہے اور شیطان اپنے عاشقوں کو بد مستی دیتا ہے جس کی وجہ سے ذلت و خواری ہوتی ہے اور جوتے پڑتے ہیں۔ دنیاوی لیلاؤں کے عاشقوں کی کھوپڑی پر جوتے پڑتے ہیں اور اللہ کے عاشقوں کے جوتے اُٹھائے جاتے ہیں۔ ان کے جوتے اُٹھانے کو لوگ اپنی خوش قسمتی اور سعادت سمجھتے ہیں۔ حقیقت اور مجاز میں کتنا بڑا فرق ہے۔

اللہ کے راستے کا غم اللہ کا پیار ہے

لہٰذا ان مرنے والی لاشوں کو مت دیکھو۔ نہ دیکھنے کا غم اُٹھاؤ۔ غم سے کیوں بھاگتے ہو اس غم کو پیار کرو کیوں کہ خدا کے راستے کا غم ہے۔ اس غم کو اللہ پیار کرتا ہے۔ جس غم کو اللہ پیار کرے وہ غم پیارا نہیں ہے؟ یہ غم نہیں یہ اللہ کے راستے کا پیار ہے۔ جب اللہ خوش ہوتا ہے تو حلاوتِ ایمانی دیتا ہے لہٰذا اس غم پر شکر ادا کرو۔ جب چپکے چپکے نظر بچا لو تو کہو کہ اے اللہ! آپ کا احسان ہے کہ آپ نے اپنے راستے کا غم عطا فرمایا۔ آپ کی راہ کا ایک کانٹا سارے عالم کے پھولوں سے بہتر ہے اور آپ کے راستے کا غم سارے عالم کی خوشیوں سے بہتر ہے۔ اللہ کے راستے میں اگر ایک کانٹا چبھ جائے تو ساری دنیا کے پھول اگر اس کانٹے کو سلامِ احترامی اور گارڈ آف آنر پیش کریں تو اس کانٹے کی عظمت کا

حق ادا نہیں ہو سکتا۔ اگر اللہ کے راستے میں نظر بچانے میں، گناہ سے بچنے میں ایک ذرّہ غم دل میں آجائے تو یہ اتنا مبارک غم ہے کہ ساری دنیا کی خوشیاں اگر اس غم کو سلام کریں تو اس غم کی عظمت کا حق ادا نہیں ہو سکتا کیوں کہ یہ اللہ کے راستے کا غم ہے۔ اسی لیے جانِ یوسف علیہ السلام نے اعلان فرمایا تھا کہ رَبِّ السِّجۡنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدۡعُوۡنَنِیۡۤ اِلَیۡہِ[٦٠] اے میرے رب! مجھے قید خانہ محبوب ہی نہیں اَحَبّ ہے اس بات سے جس کی طرف یہ مصر کی عورتیں مجھے بلا رہی ہیں۔ آہ! جن کی راہ کے قید خانے اَحَبّ ہیں ان کی راہ کے گلستاں کیسے ہوں گے۔

دوستو! میرا یہ مضمون، یہ سبجیکٹ (Subject) ہائی کلاس کا ہے یا نہیں؟ پی ایچ ڈی سے بھی آگے کا ہے یا نہیں؟ بس سمجھ لو آج کل اختر کو میرے مالک نے کس اعلیٰ مضمون کا ٹیچر بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ اختر سے آج کل اتنے اونچے مقام کا مضمون بیان کرا رہا ہے کہ اس پر جو عمل کرلے وہ ان شاء اللہ اولیائے صدیقین کی منتہا تک پہنچ جائے گا۔ اس کے بعد پھر ولایت کی سرحد ختم ہے۔ سب سے اعلیٰ درجے میں داخل ہو جاؤ گے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

مولانا حسام الدین کے مزار پر

اس کے بعد حضرتِ والا مع جملہ احباب ایک بڑی بس سے مولانا رومی کے مزار پر تشریف لے گئے۔ مولانا کے مزار سے پہلے مولانا کے نہایت عاشق اور محبوب مرید اور خلیفہ مولانا حسام الدین کا مزار ہے۔ مولانا رومی کی مثنوی ان ہی کی فرمائش پر ہوئی۔ حضرت نے ایصالِ ثواب کیا اور احباب سے فرمایا کہ تین بار قُلۡ ھُوَ اللّٰہُ شریف پڑھ کر بخش دیں اور فرمایا کہ مولانا رومی نے ان کے لیے ہی یہ شعر فرمایا تھا۔

اے حسام الدیں ضیائے ذوالجلال
میل می جوشد مرا سوئے مقال

---

[٦٠] یوسف:۳۳

اے حسام الدین! تم اللہ کی روشنی ہو تمہاری برکت سے مجھے مثنوی کہنے کا جوش اُٹھ رہا ہے۔ اور جب مثنوی کا چھٹا دفتر لکھنا شروع کیا تب یہ شعر کہا۔

اے حسام الدین ضیاء الدیں بسے
میل می جوشد بہ قسمِ سادسے

اے حسام الدین! اب قسمِ سادس کی طرف میرا قلب مائل ہو رہا ہے آپ کی برکت سے مثنوی کا چھٹا دفتر کہنے کا مجھے جوش ہو رہا ہے۔ اس میں بھی ان کا نام آیا۔ یہ معمولی بات نہیں ہے مولانا بھی ان پر عاشق تھے۔ بعض ایسا بھی مرید ہوتا ہے کہ شیخ اس پر عاشق ہوتا ہے۔ یہ ان کی بڑی خوش قسمتی کی بات ہے۔

آج مولانا حسام الدین کے مزار کو دیکھ کر مثنوی کی یاد تازہ ہوگئی اور وہ شعر یہاں حل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کو کیا عزت بخشی ہے۔ اس اُمت کا عجیب مقام ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کو یہ عزت بخشی کہ قیامت تک ان کے کارنامے روشن ہیں۔

مولانا رومی کے مزار پر

چند قدم آگے مولانا رومی کا مزار ہے۔ مولانا رومی کے مزار پر حضرتِ والا نے الحمد شریف، سورۂ تکاثر اور تین بار سورۂ اخلاص پڑھ کر دعا مانگی کہ یا اللہ! اس کو قبول فرما کر سارا ثواب حضرت جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ کی روح مبارک کو عطا فرما۔ یا اللہ! حضرت جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کے صدقے میں ہم سب کو نسبتِ اولیائے صدیقین عطا فرمادے۔ یا اللہ! حضرت جلال الدین رومی کے صدقے اور طفیل میں ہماری زندگی بھر کی دعاؤں کو قبول فرما اور جو نہیں مانگا وہ بھی عطا فرما۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِ مَاسَئَلَکَ مِنْہُ نَبِیُّکَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَنَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَاسْتَعَاذَ مِنْہُ نَبِیُّکَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَنْتَ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَیْکَ الْبَلَاغُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ یا کریم یا کریم[۶۱]۔

[۶۱] جامع الترمذی: ۲/۱۹۲، باب اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِ مَاسَأَلَکَ، باب من ابواب الدعوات، ایچ ایم سعید

جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ سلطان العلماء کی برکت سے اے اللہ! ہمارے رذائل ہماری بُرائیوں کی اصلاح فرما اور گناہوں کو معاف فرما اور اختر کو، میری اولاد کو ذُرّیات کو، اقربا مِنْ جِهَةِ النَّسَبِ وَمِنْ جِهَةِ النِّسَاءِ اور جملہ میرے حاضرین وغائبین احباب کو اوران کے گھر والوں کو یا اللہ! نسبتِ اولیائے صدیقین کی منتہا تک پہنچا دے۔ یا اللہ! منتہا تک پہنچا دے یا اللہ! منتہا تک پہنچا دے اور بڑے بڑے کام اختر سے، میری اولاد سے میرے احباب سے ایسے عظیم الشان کام لے لے میرے مالک! کہ قیامت تک اس کے نشانات باقی رہیں۔ دست بکشا جانب زنبیل ما۔ اے اللہ! اپنا دستِ مبارک کرم بڑھایئے اور ہماری تھیلیوں اور جھولیوں کو بھر دیجیے، ہمارے رذائل کی اصلاح فرما، اچھے اخلاق نصیب فرما، ہم سب کو اولیاء اللہ کے رجسٹر میں داخل فرمالے۔ اے اللہ! اور ان کے اعمال واخلاق ہم سب کو نصیب فرما۔ اولیائے صدیقین کا ایمان، ان کے اعمال، ان کے اخلاق، ان کی احسانی کیفیت ہمارے قلوب کو اپنی رحمت سے بہ طفیل مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ عطا فرما دے۔

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ
بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ

درسِ مثنوی

ارشاد فرمایا کہ الحمد للہ! آج یہاں کوئی منکر نہیں ہو رہا ہے۔ اگر ہوتا تو ہم ہرگز یہاں نہ آتے اور فرمایا کہ مولانا کے اس شعر کا لوگوں نے مطلب غلط سمجھا

بشنو از نے چوں حکایت می کند
و از جدائی ہا شکایت می کند

لیکن میرے شیخ نے فرمایا تھا کہ حکایت می کند کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم بانسری سنو یا بانسری بجاؤ بلکہ یہ مطلب ہے کہ بانس کا جو مرکز ہوتا ہے وہاں سے کاٹ کر بانسری بنائی جاتی ہے تو چوں کہ وہ اپنے مرکز سے کٹ کر آئی ہے تو گویا اپنے مرکز کو یاد کرکے روتی ہے۔ اے لوگو! تم بھی اللہ سے کٹ کر عالمِ ارواح سے یہاں آئے ہو لہٰذا تم بھی اللہ کی

یاد میں رویا کرو۔ مولانا کا مقصد بانسری کی مثال سے یہ تھا کہ ہم اللہ کی یاد میں روئیں۔ بانسری بجانا تو حرام ہے، مولانا جیسا اللہ والا بانسری بجانے کا حکم کیسے دے سکتا ہے۔ بانسری سے تو مولانا نے صرف ایک مثال دی ہے۔

میرے شیخ نے اس شعر کی تشریح میں فرمایا تھا کہ بانسری کو رونا کب نصیب ہوا۔ جب اس کا ایک سرا بجانے والے کے منہ میں ہو اور دوسرا باہر ہو تب بانسری بجتی ہے اسی طرح تم بھی اپنی روح کی بانسری کا ایک سرا کسی اللہ والے کے منہ میں پیش کر دو یعنی خود کو اس اللہ والے کے سپرد کر دو پھر جب اللہ والا بجائے گا تب بجو گے۔ بانسری خود نہیں بجتی بجائی جاتی ہے۔ بانسری کی صلاحیت کسی بجانے والے کے منہ میں آکر ظاہر ہوتی ہے اسی طرح اللہ والے کی صحبت کی برکت سے تمہارے دل میں جو اللہ تعالیٰ کی محبت پوشیدہ ہے وہ ظاہر ہو جائے گی۔ شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی حکیم الاُمت سے پڑھی تھی یہ ان کی تقریر ہے کہ بانسری خود نہیں بجتی بجائی جاتی ہے۔ مطلب یہ کہ جب تم خود کو کسی اللہ والے کے سپرد کر دو گے پھر اس کے فیض سے تمہارے اندر بھی اللہ کی محبت کا درد پیدا ہو جائے گا کہ خود بھی مست ہو گے اور دوسروں کو بھی مست کرو گے۔

اس کے بعد حضرت نے علماء اور دیگر حاضرین کو مثنوی پڑھانے کی اجازت عطا فرمائی۔ پھر ایک عالم نے بیعت کی درخواست کی۔ حضرتِ والا نے خانقاہ کے ایک گوشے میں ان عالم کو بیعت فرمایا اور ہم سب نے تجدیدِ بیعت کی۔ بیعت کا خطبہ پڑھ کر اس طرح توبہ کرائی یا اللہ! ہم سب توبہ کرتے ہیں کفر سے، شرک سے، فسق سے، بدعات سے، تمام چھوٹے بڑے گناہوں سے، خاص کر بدگمانی سے، بدنگاہی سے، غیبت سے، یا اللہ! ہم وعدہ کرتے ہیں کہ پانچ وقت کی نماز جماعت سے سنت کے مطابق پڑھیں گے، رمضان شریف کے روزے رکھیں گے، زکوٰۃ فرض ہو گی زکوٰۃ دیں گے، حج فرض ہو گا حج کریں گے، جہاد فرض ہو گا جہاد کریں گے، یا اللہ! ہم داخل ہوتے ہیں سلسلۂ چشتیہ میں سلسلۂ قادریہ میں، سلسلۂ نقشبندیہ میں سلسلۂ سہروردیہ میں، یا اللہ! ان چاروں سلسلوں کے بزرگانِ دین اور اولیائے کرام کی نسبت سے ہم کو ایمان، یقین، احسان اس مقام کا نصیب فرما کہ ہماری زندگی کی ہر سانس آپ پر فدا ہو اور ایک سانس بھی ہم آپ کو ناراض نہ کریں۔ یہ دعا

ہمارے لیے، ہماری اولاد اور ذرّیات کے لیے، ہمارے گھر والوں کے لیے، ہمارے احباب حاضرین، احباب غائبین اور ان کے گھر والوں کے لیے سارے عالم کے لیے قبول فرما اور اے اللہ! خاتمہ ایمان پر نصیب فرما میدانِ قیامت میں اور جنّت میں ہمیں تمام بزرگوں کا ساتھ نصیب فرما اور حضرت جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کے صدقے ہماری تمام زندگی کی دعاؤں کو قبول فرما، ہم سب کو منتہائے اولیائے صدیقین تک پہنچا دے۔ یا اللہ !ہم جو جلدی میں نہیں مانگ سکے بے مانگے سب عطا فرمادے، دونوں جہاں عطا فرمادے دست بکشا جانبِ زنبیلِ ما۔ رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا اِنَّکَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ آج آپ لوگ مولانا رومی کی خانقاہ میں بیعت ہوگئے اور مولانا کی خانقاہ میں مثنوی کے ایک شعر کی شرح بھی ہوگئی۔ اب ایک اور شعر یاد آرہا ہے جس کی شرح کرتا ہوں۔

نارِ شہوت چہ کشد نورِ خدا

گناہوں کے تقاضوں کی جو آگ ہے اس آگ کو کیا چیز بجھا سکتی ہے ؟ یہ گناہوں سے نہیں بجھے گی اللہ کا نور حاصل کرو۔ نور ٹھنڈا ہوتا ہے۔ اللہ کے نور سے یہ آگ بجھے گی۔ اور اگر گناہ کروگے تو آگ اور بڑھ جائے گی لہٰذا اللہ کو یاد کرو۔ دیکھو جہنم کو بھی سکون نہیں ملا جب اس میں دوزخی بھرے گئے تو جہنم نے کہا هَلۡ مِنۡ مَّزِیۡدٍ[۶۲] کچھ اور بھی ہے کچھ اور چاہیے۔ تو معلوم ہوا کہ جہنم کا پیٹ اللہ کے قدم سے بھرا تو نفس بھی جہنم کی برانچ اور شاخ ہے اس کا پیٹ گناہوں سے نہیں بھرے گا، اللہ کے نور سے اس کا پیٹ بھرے گا اور وہ نور ملتا ہے اللہ کے ذکر سے اللہ والوں کی صحبت سے ۔

نورِ ابراہیم را ساز اوستا

مولانا فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نور سے نارِ نمرود ٹھنڈی ہوئی تھی تمہارے نفس کے تقاضوں کی آگ بھی اللہ کے نور سے ٹھنڈی ہوگی ۔ یہ نور حاصل کرو۔ اب مثنوی کا ایک اور شعر یاد آرہا ہے وہ بھی سن لیجیے ۔

اے خدا جوئیم توفیقِ ادب

۶۲؎ قٓ:۳۰

اے اللہ! ہم آپ سے توفیقِ ادب کی بھیک مانگتے ہیں کیوں کہ آپ کا راستہ سراسر ادب کا ہے۔ ادب سے آپ کا فضل بندوں پر متوجہ ہوتا ہے اور ؎

بے ادب محروم ماند از فضلِ رب

اور بے ادب اللہ تعالیٰ کے فضل ورحمت سے محروم کردیا جاتا ہے۔ بے ادبی دلیلِ محرومی ہے۔ اس سے اے اللہ! ہم آپ کی پناہ چاہتے ہیں۔

خانقاہ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ میں درسِ مثنوی

اس کے بعد حضرتِ والا خانقاہ کے ایک گوشے میں تشریف فرما ہوئے۔ ہم خدّام بھی سامنے بیٹھ گئے۔ ارشاد فرمایا کہ اس شہر قونیہ میں جہاں مثنوی وارد ہوئی جی چاہتا ہے کہ یہاں مثنوی کا درس زیادہ سے زیادہ ہوجائے تاکہ قیامت کے دن یہاں کے درودیوار گواہی دیں کہ یہاں اللہ کے ایک عاشق کے عاشقانہ کلام کی شرح ہوئی تھی اور اللہ کی محبت کی باتیں نشر ہوئی تھیں، اللہ تعالیٰ اختر کی معروضات کو قبول فرماکر سارے عالم میں نشر کرادے اور مولانا کی مثنوی کی شرح معارفِ مثنوی کے نام سے جو اے اللہ! آپ نے اختر کے ہاتھوں سے لکھوائی ہے اس کا مختلف زبانوں میں ترجمہ کراکے سارے عالم میں اپنی محبت کی آگ لگادے۔

خطاکاروں کے لیے تسلّی

صبح ایک صاحب سے جو غلطی ہوئی تھی ان کی تسلی کے لیے ارشاد فرمایا کہ آج میں ایک راز بتاؤں گا کہ کبھی کبھی بعض بے وقوفیاں جو ہوجاتی ہیں اس میں کیا راز ہے۔ بے وقوفی کرنا تو خطا ہے لیکن استغفار اور توبہ کرکے اپنی خطاؤں کو بھول جاؤ ورنہ شیطان مایوس کرتا ہے، نااُمید کرتا ہے کہ تم تو بڑے خطاکار ہو۔ ہم خطاؤں کو یاد کرنے کے لیے پیدا نہیں ہوئے، اللہ تعالیٰ نے بار بار قرآنِ پاک میں اعلان فرمایا کہ ہم کو یاد کرو گناہوں کو یاد کرنے کے لیے تم کو پیدا نہیں کیا گیا۔ ایک دفعہ گناہ سے توبہ کرلو، توبہ کرکے، معافی مانگ کر بس سمجھو کہ تمہارے گناہوں کو ہم نے قبر میں دفن کردیا اور دفن کرنے کے بعد مردہ اُکھاڑا نہیں جاتا۔ میرے شیخ نے فرمایا تھا کہ اللہ سے استغفار

اور توبہ کر کے پھر اللہ کی یاد میں لگ جاؤ۔ اس کا ایک راز بتاتا ہوں اور وہ راز صاحبِ قونیہ صاحبِ مثنوی کی زبان سے بتاؤں گا جو یہاں میرے قریب مدفون ہیں۔ فرماتے ہیں۔

اے بسا زر را سیہ تابش کنند

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ اے دنیا والو! کبھی سونے کو سیاہ تاب کرتے ہیں، کالا کالا رنگ لگا دیتے ہیں کیوں کہ چمکتے ہوئے سونے کو نظر لگ جائے گی اور ڈاکو چور اس کو اُٹھا لے جائیں گے۔ انسان کا نفس خود چور ڈاکو ہے اگر ہر وقت نیکیاں ہوں، کبھی خطا نہ ہو اور کوئی بے وقوفی نہ ہو جائے تو اس کو خود اپنی نظر لگ جائے گی کہ ہم بہت ہی اہم ہیں لہٰذا خطا مت کرو بے وقوفی اور حماقت مت کرو لیکن ہونا اور ہے کرنا اور ہے۔ اگر ہو جائے تو اللہ سے استغفار اور توبہ کر لو اور سمجھ لو کہ اللہ نے ہم کو بچا لیا کہ ہم اپنی نظر سے گر گئے، اپنی نگاہوں سے گر گئے کہ پڑھ لکھ کر بھی ہم ایسے بے وقوف ہیں۔ لہٰذا عالمِ غیب سے تکویناً کبھی سونے کو سیاہ تاب کر دیا جاتا ہے۔ کیوں؟

تا شود ایمن ز تاراج و گزند

تاکہ وہ ڈاکوؤں سے اور چوروں سے محفوظ کر دیا جائے۔ لہٰذا کبھی کوئی بے وقوفی ہو جائے تو ندامت کے ساتھ اپنے اللہ سے معافی مانگ کر سمجھ لو کہ ہم نالائق ہیں۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

آں چنیں کردم کہ از من می سزید

ہم سے وہی نالائقی ہوئی جس کے ہم لائق تھے جو کچھ ہم سے گناہ ہوا ہم اسی لائق تھے، نالائق سے تو نالائقی ہی ہو گی جو ہم سے ہو گئی اور کتنی زیادہ نالائقی ہوئی کہ۔

تا چنیں سیل سیاہی در رسید

یہاں تک کہ گناہوں کے اندھیرے ہم پر چھا گئے لیکن اب آپ ہمارے ساتھ کیا معاملہ کریں گے۔ مکہ کے کافروں نے کہا تھا کہ اب تو مکہ فتح ہو گیا ہے اب آپ ہمارے ساتھ کیا معاملہ کریں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم تم سے بدلہ نہیں لیں گے، وہی معاملہ کریں گے جو بھائی یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کیا تھا۔ تو جب آپ کے

نبی کے یہ اخلاق ہیں تو آپ کے اخلاق کیسے ہوں گے لہٰذا مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

اے خدا آں کن کہ از تو می سزد

اے خدا! آپ ہم نالائقوں کے ساتھ وہ معاملہ کیجیے جس کے آپ اہل ہیں۔ آپ لائق ہیں اس لیے آپ کے لائق معاف کر دینا، خطاؤں کو بخش دینا ہے۔ اے خدا! وہ معاملہ ہمارے ساتھ کیجیے جس کے آپ لائق ہیں۔ کیا مولانا کے یہ علوم معمولی ہیں؟ مولانا فرماتے ہیں کہ ؎

من نہ جویم زیں سپس راہِ اثیر

میں پہلے اللہ کا راستہ ہرگز نہیں ڈھونڈوں گا پہلے کیا کروں گا ؎

پیر جویم پیر جویم پیر پیر

ایک مصرع میں چار دفعہ پیر کا نام لیا کہ ہم اللہ کو ڈھونڈنے کے لیے پہلے خود سے نہیں نکل پڑیں گے۔ جن کے ذریعے خدا ملتا ہے پہلے ان کو ڈھونڈیں گے یعنی اللہ والوں کو مرشد کو اور پیر کو ڈھونڈیں گے ۔ یہ صاحبِ قونیہ نے، مولانا رومی نے ہم کو ہدایت دی کہ جن کے ذریعے سے اللہ ملتا ہے پہلے ان کو ڈھونڈیں گے۔ آپ بتائیے پہلے راہ بر کو تلاش کرتے ہیں یا پہلے منزل کو ڈھونڈتے ہیں؟ آپ قونیہ میں جہاں جہاں جارہے ہو پہلے صائم (راہ بر کا نام) کو ڈھونڈتے ہو یا نہیں؟ راہ بر کو تلاش کرتے ہو کہ بھئی! کدھر کو چلیں تو معلوم ہوا کہ منزل سے پہلے راہ بر کو تلاش کرتے ہیں اسی طرح اللہ سے پہلے اللہ والوں کو تلاش کرو۔ کہیے جناب! کیسا مضمون ہے؟ کیا یہ مولانا رومی کا فیض نہیں ہے یہ صاحب قونیہ کا فیض نہیں ہے؟ اللہ کو تلاش کرنے سے پہلے اللہ تک پہنچانے والوں کو تلاش کرو، راہ بر کو تلاش کرو منزل سے پہلے۔ اللہ ہماری منزل ہے مگر ہمیں راہ بر چاہیے جو ہمیں اللہ تک پہنچنے کا راستہ بتائے۔

آگے مولانا فرماتے ہیں کہ سب سے اونچا طبقہ اولیائے صدیقین کا ہے۔ اے سالکو! اگر تم سب سے اونچا مقام چاہتے ہو کہ اولیائے صدیقین بن جاؤ تو ولایت کے سب سے اعلیٰ مقام پر پہنچنے کے لیے مولانا رومی صاحبِ قونیہ اور صاحبِ ہٰذا القبر بتا رہے ہیں کہ ؎

صبر بگزیدند و صدیقیں شدند

جن لوگوں نے اللہ کے راستے میں صبر اختیار کیا وہ ولایتِ صدیقیت تک پہنچ گئے، وہ اولیائے صدیقین ہوگئے، سب سے اونچے درجہ کے ولی اللہ بن گئے۔

صبر کے تین طریقے

اب آپ پوچھیں گے کہ صبر کیسے اختیار کیا جاتا ہے تو صبر کے اختیار کی تفسیر علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے ''روح المعانی'' میں کی ہے کہ صبر کے تین طریقے ہیں:

۱) جو نیک عمل کررہے ہو، ذکر و فکر کررہے ہو اس میں ناغہ مت کرو، ذکر کا ناغہ روح کا فاقہ۔ جب ذکر چھوٹ جائے تو سمجھ لو آج روح کا فاقہ ہوگیا۔ جسم کے فاقے سے جسم کمزور اور ذکر کے ناغے سے روح کمزور ہوتی ہے۔ پھر نفس سے مقابلہ مشکل ہوجائے گا۔ روح کمزور ہوجائے گی تو گناہ سے بچنا مشکل ہوجائے گا۔ لہٰذا جو ذکر شیخ نے بتایا ہے اس کو روزانہ کرو چاہے آدھا کرو چاہے اور کم کرو اگر کسی دن طبیعت خراب ہے، بخار ہے تو ایک تہائی کرلو۔ جب بیمار ہوتے ہو تو ایک پیالی چائے پیتے ہو یا نہیں تاکہ کمزوری نہ آئے جب بیماری ہو مصروفیت ہو سفر ہو تو تھوڑا سا ذکر کرلو تاکہ روح میں کمزوری نہ آئے۔ جسم کی کمزوری کا کیسا علاج جانتے ہیں اور روح کے معاملے میں بالکل بے وقوف بنے ہوئے ہیں۔

دوسرا طریقہ صبر کا یہ ہے کہ کوئی مصیبت آجائے تو اللہ کی شکایت مت کرو۔ کبھی بخار آجائے، تجارت میں گھاٹا ہوجائے راضی رہو سمجھ لو کہ اسی میں فائدہ ہے، اللہ پھر کہیں سے دے دے گا۔ اللہ کی مرضی پر راضی رہو۔

اور تیسرا طریقہ یہ ہے کہ حسین عورتوں سے نظر بچانے میں اور ہر گناہ سے بچنے میں جو شخص دل پر غم اُٹھائے اس کا نام ہے گناہ پر صبر کرنا۔

پہلے صبر کا نام ہے اَلصَّبْرُ عَلَی الطَّاعَةِ دوسرے کا نام ہے اَلصَّبْرُ فِی الْمُصِیْبَةِ تیسرا صبر ہے اَلصَّبْرُ عَنِ الْمَعْصِیَةِ [٦٣] یہ تین طریقے روح المعانی میں

---

٦٣ مرقاة المفاتیح: ٦/٢، کتاب الطهارة، دار الکتب العلمية، بيروت

موجود ہیں۔ اب جو ان طریقوں پر عمل کرلے ان شاء اللہ اولیائے صدیقین میں داخل ہوجائے گا۔ الحمدللہ! مولانا رومی کا یہ مصرع حل ہوگیا کہ ؎

صبر بگزیدند و صدیقیں شدند

جن لوگوں نے سلوک میں صبر اختیار کیا یعنی نیک عمل پر قائم رہے، مصیبت پر شکایت نہیں کی اور گناہ سے بچنے کا غم اُٹھایا یہ سب اولیائے صدیقین ہوجاتے ہیں۔ اللہ ان کے دل میں ایسی خوشی دیتا ہے کہ وہ شکر ادا کرتے ہیں کہ اللہ! تیرا شکر ہے کہ ہم نے گناہ کے کنکر پتھر پھینکے اور اس کے بدلے میں تو مل گیا ؎

جمادے چند دادم جاں خریدم

بحمد اللہ عجب ارزاں خریدم

الحمدللہ کہ اللہ کو ہم نے سستا پایا کہ گناہ جیسی خراب چیز چھوڑ کر اگر اللہ کو پاجاؤ تو کیا اللہ کو سستا نہیں پاگئے؟ اللہ تعالیٰ کافی ہے، اللہ باقی ہے اور دنیا کے جتنے مزے ہیں سب ختم ہونے والے ہیں ؎

زیں سبب ہنگامہا شد کل ہدر

یہ ہنگامے سب ختم ہونے والے ہیں، جوان بڈھی ہونے والی ہے، نیا مکان پُرانا ہونے والا ہے، کپڑے پُرانے ہونے والے ہیں، خوشبودار بریانی لیٹرین میں بدبودار نکلے گی، کالے بال سفید ہونے والے ہیں، لڑکے نانا ابّا ہونے والے ہیں، لڑکیاں نانی امّاں بننے والی ہیں، ہر طرف فنا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں: ساری خوشیاں ایک دن ختم ہوجائیں گی لیکن اللہ کی محبت کی خوشی ہمیشہ قائم رہے گی ؎

زیں سبب ہنگامہا شد کل ہدر

باشد ایں ہنگامہ ہر دم گرم تر

اللہ کی محبت کے ہنگامے، اللہ کی محبت کا جوش و خروش و مستیاں ہمیشہ گرم رہتی ہیں۔ باقی سب کی گرمیاں ٹھنڈی ہوجاتی ہیں۔ جو لڑکی آج سولہ سال کی ہے جب وہ ستّر سال کی ہوگی تو اس وقت یہ گرمی اور خوشی رہے گی؟ یا اس کو دیکھ کر سرپیٹ کر سرپٹ بھاگو

گے۔ لہٰذا مزے میں اللہ والے تھے، مزے میں اللہ والے ہیں، مزے میں اللہ والے رہیں گے، ہمیشہ مزے میں رہتے ہیں اللہ والے۔

مزاح میں اصلاح

ارشاد فرمایا کہ پنجاب میں ایک صاحب نے کہا کہ دیکھو وہاں کتاب پڑی ہے اس کو اُٹھالاؤ۔ میں نے کہا: پڑی ہے نہ کہو، رکھی ہے کہو۔ کہنے لگے کہ پڑی کہنے میں کیا حرج ہے؟ میں نے کہا کہ حرج یہ ہے کہ اگر آپ کسی کے یہاں مہمان ہوں اور میزبان کہہ دے کہ آج کل میرے یہاں پڑے ہوئے ہیں۔ تو زور سے ہنسے اور کہا: بات سمجھ میں آگئی۔

بس اب دعا کرو کہ اے اللہ! مولانا جلال الدین رومی کے صدقے اور طفیل میں ہم سب کی حاضری کو قبول فرما۔ ساڑھے اٹھائیس ہزار اشعار آپ کی محبت کے جو آتش فشاں کی طرح مولانا رومی کے سینے سے نکلے اور پورے عالم میں غلغلہ مچادیا۔ بڑے بڑے علمائے دین آج بھی مثنوی مولانا روم سے اے اللہ! تیری محبت کی آگ حاصل کرتے ہیں ہمارے سینوں کو اپنی محبت کی آگ سے بھر دے۔ اے اللہ! ہمارے سینوں کو اپنی محبت کا غیر محدود سمندر کر دے، ہم سب کو تقویٰ کی زندگی دے دے، اللہ والی زندگی عطا فرما، گناہوں سے بچنے کے غم کو پیار کرنے کی توفیق دے دے۔ اے اللہ! آپ کی نافرمانی سے بچنے کے غم کو پیار کرنے کی توفیق دے اور اس غم کا عقیدہ عطا فرما کہ آپ کے راستے کا ایک ذرّۂ غم ساری دنیا کی خوشیوں سے افضل ہے، آپ کے راستے کا ایک کانٹا سارے عالم کے پھولوں سے افضل ہے اس لیے اختر کو، میری اولاد کو، ذُرّیات کو، میرے سب دوست احباب کو حسینوں سے نظر بچانے کی توفیقِ عظیم عطا فرمادے اور ہم سب کو اپنے دوستوں کا عمل اور دوستوں کی زندگی نصیب فرمادے اور ساری زندگی کی دعائیں بطفیلِ مولانا جلال الدین رومی قبول فرما اور ہم سب کو مستجاب الدعوات بنا۔ جو دعائیں نہیں مانگیں بے مانگے اے خدا! اے مالکِ دو جہاں! مجھ کو، میری اولاد کو، میرے سب احباب کو، ان کی اولاد کو، ان کے احباب کو، دونوں جہاں

عطا فرمادے۔ دست بکشا جانبِ زنبیلِ ما۔ اے اللہ! ہم پر دونوں جہاں اپنی رحمت سے بذل فرمادے، دنیا بھی دے دے آخرت بھی دے دے۔ اپنی محبت کو غالب فرمادے۔

اب ہو گیا نا درسِ مثنوی دَرَّسْتُ دُرُوْسَ الْمَثْنَوِيِّ فِيْ جَنْبِ مَوْلَانَا جَلَالِ الدِّيْنِ الرُّوْمِيِّ تَقَبَّلَ اللهُ تَعَالٰى دُرُوْسَنَا وَخُرُوْجَنَا وَاَسْفَارَنَا، رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ۔

درس سے فارغ ہو کر حضرتِ والا کے ساتھ ہم سب لوگ ظہر کی نماز کے لیے ایک قدیم مسجد میں آئے جو یہاں سے بہت قریب واقع ہے۔ ابھی ظہر کا وقت نہیں ہوا تھا اور مسجد میں کچھ ترکی حضرات بھی موجود تھے جن سے تعارف ہوا تو معلوم ہوا کہ ان میں سے بعض فارسی جاننے والے تھے۔ مسجد میں حضرتِ والا نے کچھ دیر اپنے ارشادات سے مستفید فرمایا اور ان کی رعایت سے درمیان میں گاہ بہ گاہ نہایت شستہ فارسی میں بھی تقریر فرمائی جس سے وہ حضرات بہت محظوظ ہوئے۔ یہاں حضرت کے بعض ارشادات نقل کیے جاتے ہیں۔

حضرت امیر خسرو کا اپنے مرشد سے عشق

ارشاد فرمایا کہ میرے شیخ حضرت شاہ عبد الغنی صاحب نے فرمایا کہ حضرت امیر خسرو اپنے شیخ حضرت نظام الدین اولیاء کے عاشق تھے، ان کو اپنے پیر سے ایسی محبت تھی کہ فرماتے ہیں؂

گفتم کہ روشن از قمر

میں نے اپنے مرشد سلطان نظام الدین سے ایک دن سوال کیا کہ دنیا میں چاند سے زیادہ روشن کیا چیز ہے؟ تو فرمایا؂

گفتا کہ رخسارِ من است

فرمایا کہ میرا چہرہ، تیری نظر میں میرا چہرہ چاند سے زیادہ روشن ہونا چاہیے کیوں کہ تو میرا

مرید ہے۔ پھر حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا۔

گفتم کہ شیریں از شکر

شکر سے زیادہ کیا چیز میٹھی ہے؟ سلطان نظام الدین نے جواب دیا۔

گفتا کہ گفتارِ من است

میری گفتگو، میری بات چیت۔ یہ سلطان نظام الدین اولیاء جواب دے رہے ہیں کہ اے میرے مرید! امیر خسرو، تیری نظر میں میری گفتگو شکر سے زیادہ میٹھی ہونی چاہیے۔

گفتم کہ خسر و ناتواں

پھر میں نے پوچھا کہ یہ خسرو ناتواں کیا ہے؟ اور آپ کا کیا لگتا ہے؟ فرمایا۔

گفتا پرستارِ من است

کہا کہ میرا دیوانہ ہے، میرا عاشق ہے۔ میرے شیخ فرماتے تھے کہ شیخ کی محبت کنجی ہے تمام مقامات کی۔ اللہ کے راستے کا اونچے سے اونچا مقام شیخ کی محبت کی برکت سے ملتا ہے۔ اسی لیے حضرت جلال الدین رومی صاحبِ قونیہ فرماتے ہیں۔

مہرِ پاکاں درمیانِ جاں نشاں
دل مدہ الّا بہ مہرِ دل خوشاں

اپنے اللہ والے شیخ کی محبت کو اپنی جان میں پیوست کرلو اور اپنا دل کسی کو مت دو سوائے اس کے کہ جس کا دل اللہ کی محبت سے اچھا ہو گیا ہو بس اس اللہ والے کو اپنا دل دے دو اور دل و جان سے اس کی محبت و خدمت کرو۔ مولانا جلال الدین رومی فرماتے ہیں۔

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد
ہر کہ خود را دید او محروم شد

جس نے اپنی عزت کو اللہ پر فدا کیا اور اپنے مرشد کی خدمت کی وہ اللہ کے یہاں بھی معزز ہوا اور دنیا میں بھی معزز ہوا اور جس نے خود کو دیکھا اور تکبر کیا کہ میں کیوں خدمت کروں، میں کیوں کسی اللہ والے کے سامنے چھوٹا بنوں وہ قربِ خداوند تعالیٰ سے بھی محروم

ہوا اور عزت بین الخلق سے بھی محروم ہوا۔ شیطان تکبر کی بیماری ہی سے مردود ہوا۔

تکبر عزازیل راخوار کرد

بہ زندانِ لعنت گرفتار کرد

شیطان کا نام عزازیل تھا، فرشتوں جیسا نام تھا لیکن تکبر کی نحوست سے عزازیل سے ابلیس ہو گیا، تکبر والا جاہ چاہتا ہے اور عاشق کے پاس نہ جاہ ہوتی ہے نہ باہ صرف آہ ہوتی ہے۔ میرا فارسی شعر ہے مثنوی کے وزن پر۔

عشق را جز آہ سامانے نبود

عشق را جز آہ درمانے نبود

عاشقوں کا کوئی سامان نہیں سوائے آہ کے اور عشق کا علاج صرف آہ ہے۔

ہر کہ گوید آہ او عاشق شود

جو آہ آہ کرتا ہے اللہ کا عاشق ہوتا ہے۔ میرا اُردو شعر ہے۔

وقفہ وقفہ سے آہ کی آواز

آتشِ غم کی ترجمانی ہے

اور میری فارسی مثنوی کا ایک اور شعر ہے۔

بر در رحمت چو دربانے نبود

آہ را در وصل حرمانے نبود

اللہ کے دروازۂ رحمت پر چوں کہ کوئی دربان نہیں ہے اس لیے بندوں کی آہ کو اللہ تک پہنچنے میں کوئی مشکل نہیں۔ اللہ نے ہماری آہ کو اپنے نامِ پاک میں شامل فرمار کھا ہے۔ آہ اور اللہ میں خاص قرب ہے۔ ذرا کھینچ کر اللہ کہو تو اپنی آہ کو اللہ کے نام میں پاؤ گے۔ یہی دلیل ہے کہ ہمارا اللہ اصلی اللہ ہے جس نے ہماری آہ کو خرید رکھا ہے۔ برعکس جتنے باطل خدا گزرے ہیں فرعون، ہامان، شدّاد، نمرود ان کے نام میں ہماری آہ شامل نہیں۔ لہٰذا جو ہماری آہ کا خریدار نہیں وہ ہمارا اللہ کیسے ہو سکتا ہے!

پس جو اہلِ دل ہیں وہ اپنا دل اللہ کو دیتے ہیں۔ میرا شعر جس کو حضرت مولانا یوسف بنوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بہت زیادہ پسند فرمایا تھا اور بہت زیادہ تعریف فرمائی تھی یہ ہے۔

اہلِ دل آنکس کہ حق را دل دہد
دل دہد او را کہ دل را می دہد

اہلِ دل وہ ہے جو خدائے تعالیٰ پر دل کو فدا کر دے اور دل اسی ذات حق سبحانہٗ وتعالیٰ کو دے دے جس نے ماں کے پیٹ میں دل بنایا ہے۔ یہ کیا کہ دل تو اللہ نے بنایا اور فدا کرتے ہو مٹی کے کھلونوں پر۔ اور دل کو خدا پر فدا کرنے کا طریقہ کیا ہے یہ میرے دوسرے شعر میں ہے۔

ہمنشینی اہلِ دل اہلِ نظر
می رساند تا خدائے بحر و بر

جو اللہ والوں کی ہمنشینی اختیار کرتا ہے، اللہ والوں کے پاس بیٹھتا ہے ایک دن یہ اللہ کو پا جاتا ہے۔ جو اہل اللہ کا عاشق نہیں وہ اللہ کا بھی عاشق نہیں اور جو اپنے مرشد کا عاشق ہے وہ دراصل اللہ کا عاشق ہے کیوں کہ اللہ ہی کے لیے تو اس سے محبت کر رہا ہے۔

چناں چہ میرے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب نے فرمایا تھا کہ جب سلطان نظام الدین کا انتقال ہوا تو امیر خسرو تڑپ گئے کیوں کہ عاشق تھے اور جنازے کو خطاب کر کے یہ شعر پڑھتے جا رہے تھے۔

سر و سمینا بصحرا می روی
سخت بے مہری کہ بے ما می روی

اے میرے سرو سیمیں! آج آپ جنگل (قبرستان) کی طرف جا رہے ہیں۔ کیا بے مروّتی ہے کہ آپ مجھ کو چھوڑ کر جا رہے ہیں۔

اے تماشا گاہِ عالم روئے تو

اے سلطان نظام الدین! آپ کا چہرہ تو سارے عالم کے لیے تماشا گاہ تھا۔

تو کجا بہرِ تماشا می روی

آج آپ کس کا تماشا دیکھنے جارہے ہیں؟

حضرت شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جنازہ ہلنے لگا اور کفن سے ہاتھ باہر آگیا۔ تو لوگ حضرت امیر خسرو کو وہاں سے اُٹھا کر بھاگ گئے کہ اس کا عشق پتا نہیں آج کیا قیامت ڈھادے گا۔ یہ عشق کی کرامت تھی۔

شرح اشعارِ مثنوی اور تقویٰ کی ترغیبِ دل نشیں

دورانِ گفتگو ارشاد فرمایا کہ مولائے روم صاحبِ قونیہ فرماتے ہیں ؎

گر ز صورت بگزری اے دوستاں
گلستان است گلستان است گلستاں

اے دوستو! اگر تم صورت پرستی سے باز آجاؤ، ان مٹی کے کھلونوں سے نجات حاصل کرلو، ان حسین شکلوں کے عشق سے پاک ہو جاؤ تو تم کو ہر طرف اللہ کے قرب کا باغ ہی باغ نظر آئے گا، ہر طرف تجلیاتِ خداوندی کا مشاہدہ کروگے۔ یہ مٹی کے ڈھیلے عبد و معبود کے درمیان حجاب ہیں۔ الٰہِ باطل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کلمہ میں لَآ اِلٰهَ سے جملہ الٰہ باطلہ کو قلب سے نکالنے کو فرمایا مگر ہمارا لَآ اِلٰهَ کمزور اور پھسپھسا ہے جس کے سبب ہمیں اِلَّا اللّٰهُ کا مشاہدہ نہیں ہورہا ہے۔ جس کا لَآ اِلٰهَ جتنا کمزور ہوگا اس کا اِلَّا اللّٰهُ بھی اتنا ہی کمزور ہوگا یعنی اس کا اللہ سے تعلق بھی اتنا ہی کمزور ہوگا۔ اس لیے غیر اللہ کو دل سے نکالو۔ مولانا فرماتے ہیں ؎

ہیں تبر بردار و مردانہ بزن
چوں علی وار ایں درِ خیبر شکن

نفس کو مارنے کے لیے اس پر مردانہ حملہ کرو، چوڑیاں پہن کر زنانے حملے سے یہ نہیں مرے گا۔ مثل حضرت علی رضی اللہ عنہ نفس کے اس درِ خیبر کو توڑ دو۔ بس ہمت کرلو پھر نفس کو مغلوب کرنا کچھ مشکل نہیں۔ واللہ! میں مولانا روم کی اس مسجد میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ہر شخص کو اللہ تعالیٰ نے گناہ کو چھوڑنے کی، گناہ سے بچنے کی، نظر بچانے کی

طاقت و ہمت عطا فرمائی ہے پھر اِتَّقُوْا کا حکم دیا ہے، پھر یَغُضُّوْا کا حکم دیا ہے۔ اگر طاقت نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ ہم کو گناہ سے بچنے کا، نظر بچانے کا حکم نہ دیتے کیوں کہ اگر طاقت نہ ہو اور پھر حکم دیا جائے تو یہ ظلم ہے اور اللہ ظلم سے پاک ہے۔ یہی دلیل ہے کہ ہم میں گناہ سے بچنے کی طاقت ہے لیکن ہم طاقت چور ہیں، ہمّت چور ہیں۔ اس طاقت اور ہمّت کو ہم استعمال نہیں کرتے۔

قدرتِ اجتناب عن المعاصی کا ثبوت بالتمثیل

اگر کوئی کہے کہ نہیں صاحب! میرے اندر تو نظر بچانے کی طاقت ہی نہیں ہے، جب کوئی حسین شکل سامنے آتی ہے تو میں اپنے اندر نگاہ بچانے کی طاقت ہی نہیں پاتا، بے اختیار دیکھنے لگتا ہوں تو یہ شخص جھوٹ بولتا ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حکومت کا کوئی ایس پی یا کوئی چھٹا ہوا بازاری غنڈہ پستول لے کر آجائے اور کہے یہ میری خوبصورت بیٹی اور یہ میرا حسین بیٹا ہے، میں نے سنا ہے کہ آپ بڑے نظر باز ہیں اور آپ کا دعویٰ ہے کہ آپ کے اندر نگاہ بچانے کی قدرت ہی نہیں، لہٰذا ذرا اس کو دیکھو تو سہی ابھی گولی سے تمہارا کام تمام کردوں گا۔ تو بتاؤ پھر یہ نظر باز صاحب دیکھیں گے؟ یا آنکھیں بند کرکے آنکھوں پر ہاتھ بھی رکھ لیں گے کہ کہیں اس کو شبہ نہ ہوجائے کہ دیکھ رہا ہے اور گولی مار دے۔ کیوں صاحب! اب طاقت کہاں سے آگئی؟ جان پیاری ہے اس لیے نہیں دیکھتے کہ اگر دیکھوں گا تو جان جائے گی۔ جس دن اللہ جان سے زیادہ پیارا ہوجائے گا تو پھر ان حسینوں کو نہیں دیکھوگے کیوں کہ پھر کہوگے کہ ان کو دیکھنے سے میری جان اور میرا نفس تو خوش ہوجائے گا لیکن میرا اللہ ناراض ہوجائے گا اور اے نفس! مجھے اللہ تجھ سے زیادہ پیارا ہے لہٰذا میں اپنے اللہ کو خوش کروں گا اور تجھے ناراض کروں گا، تیری خوشیوں میں آگ لگادوں گا۔ لہٰذا جان سے زیادہ اللہ کی محبت حاصل کروتب گناہ چھوٹیں گے۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو یہ دعا سکھائی اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّکَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَّفْسِیْ وَاَھْلِیْ وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ[۶۴] اے اللہ! آپ اپنی محبت مجھ کو میری جان سے زیادہ میرے اہل و عیال سے زیادہ اور شدید

[۶۴] جامع الترمذی: ۲/۱۸۷، باب من ابواب جامع الدعوات، ایچ ایم سعید

پیاس میں ٹھنڈے پانی سے زیادہ کر دیجیے۔ گناہ کا سبب قلّتِ محبت ہے جب ایسی محبت عطا ہو جائے گی اور اللہ ہر چیز سے زیادہ محبوب ہو گا تو محبوب کو ناراض کر کے اپنی جان کو خوش کرنے کی ہمت نہ ہو گی۔ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسی محبت عطا فرما دیں کہ آپ ہم کو ہماری جانوں سے زیادہ محبوب ہو جائیں، ہمارے اہل و عیال سے زیادہ ہمیں محبوب ہو جائیں اور شدید پیاس میں ٹھنڈے پانی سے زیادہ محبوب ہو جائیں۔

اٰمِیۡنَ یَارَبَّ الۡعَالَمِیۡنَ بِحُرۡمَةِ سَیِّدِ الۡمُرۡسَلِیۡنَ عَلَیۡهِ الصَّلٰوۃُ وَالتَّسۡلِیۡمُ

ظہر کی نماز سے فارغ ہو کر قیام گاہ واپسی ہوئی اور دوپہر کا کھانا تناول فرما کر حضرتِ والا نے قیلولہ فرمایا۔

شام کو بعد نمازِ عصر ۶ بجے کے قریب قونیہ کے اطراف کی سیر کے لیے بس روانہ ہوئی کیوں کہ راہ بر صائم نے وعدہ کیا تھا کہ وہ اس جگہ لے جائیں گے جہاں مثنوی وارد ہوئی نیز مولانا رومی کی وہ جگہ بھی دکھائیں گے جہاں مولانا ذکر و شغل میں مشغول ہوتے تھے۔ تقریباً پندرہ بیس منٹ کے بعد راستے سے ذرا ہٹ کر ایک جنگل کے قریب جہاں درخت اور سبزہ زار تھا ہماری بس ٹھہر گئی اور راہ بر صائم نے بتایا کہ یہی وہ جگہ ہے جہاں مثنوی کا آخری دفتر لکھا گیا۔ تھوڑی دیر وہاں حضرتِ والا نے قیام فرمایا اور اس کو دیکھ کر حضرتِ والا اور تمام احباب بہت محظوظ ہوئے اور حضرت نے فرمایا کہ بچپن سے میرے دل میں اس جگہ کو دیکھنے کی خواہش ہوتی تھی کہ جہاں مولانا نے یہ شعر فرمایا ہو گا۔

آہ را جز آسماں ہمدم نبود
راز را غیرِ خدا محرم نبود

میں ایسی جگہ آہ کرتا ہوں جہاں سوائے آسمان کے میری آہ کا کوئی ساتھی نہیں ہوتا اور میری محبت کے راز کا سوائے خدا کے کوئی محرم نہیں ہوتا۔

راستے میں مغرب کا وقت ہو گیا، قونیہ کے ایک چھوٹے سے گاؤں کی مسجد میں مغرب کی نماز باجماعت ادا کی گئی، اب کیوں کہ اندھیرا بڑھتا جا رہا تھا اور بتایا گیا کہ آگے راستہ بھی زیادہ صحیح نہیں ہے۔ اس لیے مولانا کی خانقاہ جانے کا ارادہ منسوخ کر دیا گیا البتہ وہ راستہ نگاہوں کے سامنے تھا جس کے لیے کہا جاتا ہے کہ مولانا اس سے گزرا کرتے تھے۔

قونیہ سے واپسی

۱۵؍ جون ۱۹۹۷ء بروزِ اتوار صبح ناشتے کے بعد قونیہ سے استنبول کے لیے واپسی ہوئی۔ راستے میں بس کے اندر حضرت مرشدی ومولائی عارف باللہ مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم نے ارشاد فرمایا کہ قونیہ میں مولانا رومی کی خانقاہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے مولانا کی برکت سے مثنوی کے ساڑھے اٹھائیس ہزار اشعار سے جن تین شعروں کا انتخاب شرح کے لیے دل میں ڈالا یہ اللہ تعالیٰ کی غیبی مدد ہے کیوں کہ یہ تین اشعار مثنوی کی روح ہیں۔

محبتِ الٰہیہ اور اس کا طریقۂ حصول

پہلے شعر میں مولانا نے دنیا میں آنے کا مقصد بتادیا کہ وہ اللہ کی یاد اور اللہ کی تلاش میں بے چین رہنا ہے اور اس مقصد کے حصول کا طریقہ بھی بتادیا کہ۔

بشنو از نے چوں حکایت می کند

جس طرح بانسری بانس کے مرکز سے کٹ کر آئی ہے اور اپنے مرکز کو یاد کرکے روتی ہے تو اے لوگو! تم بھی عالمِ ارواح سے، عالمِ امر سے، اللہ کے عالمِ قرب سے کٹ کر دنیا میں آئے ہو تم کیوں اللہ کو یاد کرکے نہیں روتے، تم کیوں اپنے مرکز کو یاد نہیں کرتے، کیوں دنیا کی رنگینیوں میں پھنس کر تم اللہ کو بھول گئے؟ لہٰذا بانسری کی طرح تم بھی روؤ، اللہ کو یاد کرو جن کے پاس سے یہاں آئے ہو، لیکن بانسری کو رونے کی یہ توفیق جب ہوتی ہے جب وہ کسی کے منہ میں ہوتی ہے، بانسری خود نہیں بجتی، بجائی جاتی ہے۔ اس کی صلاحیتِ آہ وفغاں محتاج ہے کسی بجانے والے کی، جب کوئی بجانے والا اس کا ایک سرا اپنے منہ میں لیتا ہے تب اس میں آہ ونالے پیدا ہوتے ہیں ورنہ ایک لاکھ سال تک اگر زمین پر پڑی رہے تو بج نہیں سکتی اسی طرح تمہاری روح کے اندر بھی اللہ کی یاد میں رونے کی صلاحیت موجود ہے مگر رونا جب نصیب ہوگا جب کسی اللہ والے سے تعلق کروگے، اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دوگے اس کو اپنا مربّی بناؤ گے۔ اس تعلق کی برکت سے اس اللہ والے کا دردِ دل تمہاری روح میں داخل ہوجائے گا اور پھر تمہاری

روح بھی مثلِ بانسری کے اللہ کی یاد میں رونے لگے گی۔ اور اہل اللہ کی صحبت کا کیا اثر ہو گا اس کو دوسرے مصرع میں بیان کرتے ہیں کہ ؎

و از جدائی ہا شکایت می کند

جس طرح بانسری اپنے مرکز کی جدائی کا غم بیان کرتی ہے خود بھی روتی ہے اور دوسروں کو بھی رلاتی ہے اسی طرح تمہاری روح بھی اپنے اللہ کی جدائی کا غم بیان کرے گی خود بھی روئے گی دوسروں کو بھی رلائے گی اور اللہ کا دیوانہ بنائے گی۔ بانسری کی مثال سے مولانا نے یہ سبق بھی دے دیا کہ تم اللہ کی یاد میں رو نہیں سکتے جب تک اللہ والوں کی صحبت میں نہ رہو گے۔

راہِ سلوک کا سب سے بڑا حجاب اور اس کا علاج

اور دوسرا شعر کیا تھا جس میں مولانا نے راہِ سلوک کے سب سے بڑے حجاب یعنی شہوتِ نفس کا علاج بتایا ہے ؎

نارِ شہوت چہ کشد نورِ خدا

علمائے کرام! غور سے سنیے مثنوی کا وزن کیا ہے ؟ فاعلاتن فاعلاتن فاعلن۔ فاعلاتن فاعلاتن میں مولانا نے ایک سوال قائم کیا نارِ شہوت چہ کشد؟ ابھی مصرع پورا نہیں ہوا۔ فاعلن باقی ہے۔ اسی فاعلن میں جواب دے دیا نورِ خدا۔ مولانا کا کمال ہے کہ اس چھوٹی سی بحر میں ایک ہی مصرع میں سوال بھی قائم کیا اور اسی میں جواب بھی دے دیا۔ نارِ شہوت چہ کشد سوال ہے اور نورِ خدا جواب ہے کہ شہوت کی آگ یعنی گناہ کے گندے گندے تقاضوں کی آگ کیسے بجھے گی؟ گناہ کرنے سے یہ شہوت کی آگ نہیں بجھے گی، گناہ کرنے سے گناہ کے تقاضے کم نہیں ہوں گے اور بڑھ جائیں گے۔ پاخانے کو پیشاب سے دھونے سے ناپاکی اور بڑھ جائے گی۔ تم سمجھتے ہو کہ گناہ کرنے سے گناہ کے تقاضوں کو سکون مل جائے گا؟ ہر گز نہیں ! اور آگ لگ جائے گی۔ اور دل پریشان ہو جائے گا۔ دیکھو جہنم کا پیٹ دوزخیوں سے نہیں بھرا۔ جب دوزخ سے اللہ تعالیٰ پوچھیں گے

هَلِ امْتَلَأْتِ اے جہنم! تیرا پیٹ بھر گیا؟ تو جہنم کہے گی هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ اللہ میاں! ابھی پیٹ نہیں بھرا، کچھ اور دوزخی لائیے کچھ اور گناہ گار مجھ میں بھریے۔ بخاری شریف کی حدیث ہے کہ فَيَضَعُ قَدَمَهٗ اس وقت اللہ دوزخ پر اپنا قدم رکھ دے گا۔

محدثینِ کرام سے گزارش ہے کہ اس شرح کو ذرا غور سے سنیے۔ جب آپ یہ حدیث پڑھائیں گے تو ان شاء اللہ اختر کی یہ تقریر کام دے گی۔ فَيَضَعُ قَدَمَهٗ جب دوزخ کہے گی کہ میرا پیٹ نہیں بھرا کچھ اور لائیے تو اللہ تعالیٰ ظالم تھوڑی ہیں کہ بے گناہوں سے دوزخ کو بھر دیں، دوزخ پر اپنا قدم رکھ دیں گے فَتَقُوْلُ جَهَنَّمُ قَطْ قَطْ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَطْ قَطْ قَطْ [۶۵] ایک روایت میں ہے کہ جہنم دو دفعہ کہے گی بس بس اور ایک روایت میں ہے کہ تین دفعہ کہے گی بس بس بس اللہ میرا پیٹ بھر گیا۔ اور قدم سے مراد اللہ کی تجلّیٔ خاص ہے کیوں کہ اللہ قدم سے پاک ہے۔

اب مولانا جلال الدین رومی فرماتے ہیں کہ جب دوزخ کا پیٹ نہیں بھرا گناہ گاروں سے تو تمہارا نفس جو دوزخ کی شاخ ہے، برانچ ہے یہ بھی گناہوں سے نہیں بھرے گا، پھر کس چیز سے بھرے گا؟ شہوت کی آگ کس چیز سے بجھے گی؟ جب گناہوں کی آگ گناہوں سے نہیں بجھ سکتی تو پھر کیا حاصل کرو کہ یہ آگ بجھ جائے؟ فرماتے ہیں نورِ خدا، اللہ کا نور حاصل کرو اللہ کے نور ہی سے دوزخ کا پیٹ بھرا، اسی نور سے نفس کا پیٹ بھی بھر جائے گا۔ نور ٹھنڈا ہوتا ہے، نار گرم ہوتی ہے اور نار کا الف اکڑا ہوا ہے اور نور کا واؤ جھکا ہوا ہوتا ہے لہٰذا جو اہلِ نور ہوتے ہیں وہ جھکے ہوئے، مٹے ہوئے ہوتے ہیں ان میں شانِ تواضع ہوتی ہے، خاکساری ہوتی ہے اور اہلِ نار اکڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ اللہ پناہ میں رکھے تکبر اہلِ نار کی علامت ہے اَبٰی وَ اسْتَكْبَرَ ۗ وَ كَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ [۶۶] نار اور نور کی لغت سے یہ مضمون کیسا حل ہو گیا۔ نورِ خدا جب آئے گا تو نارِ شہوت خود بجھ جائے گی۔

---

[۶۵] صحیح البخاری: ۹۸۵/۲، (۲۷۰۱)، باب الحلف بعزۃ اللہ وصفاتہ وکلامہ، المکتبۃ المظہریۃ

[۶۶] البقرۃ: ۳۴

نارِ شہوت چہ کشد نورِ خدا
نورِ ابراہیم را ساز اوستا

دیکھو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نور سے نمرود کی آگ ٹھنڈی ہوگئی تھی۔ تمہارے نفس کی آگ بھی آتشِ نمرود سے کم نہیں لہٰذا تم بھی اللہ کا نور حاصل کرو جو ذکر اللہ سے ہے، صحبتِ اہل اللہ سے، عبادت سے اور گناہوں سے بچنے کا غم اُٹھانے سے حاصل ہوتا ہے۔

روحِ سلوک

اور تیسرا شعر روح ہے سلوک کی جس کی شرح بھی مولانا کی خانقاہ میں بیان ہوئی۔ وہ کیا شعر ہے؎

از خدا جوئیم توفیقِ ادب

اے اللہ! ہم آپ سے ادب کی توفیق مانگتے ہیں، اپنے بڑوں کا ادب مانگتے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ جوش میں آکر ہم سے کوئی بے ادبی ہوجائے جس سے ہمارے بڑوں کا دل مکدر ہوجائے، اور اے اللہ! ہم ادب کی توفیق کیوں مانگتے ہیں چوں کہ؎

بے ادب محروم ماند از فضلِ رب

بے ادب اللہ تعالیٰ کے فضل اور مہربانی سے محروم ہوجاتا ہے۔

ادب کیا ہے؟

اور ادب کیا چیز ہے سن لیجیے۔ دین کی کتاب پر ٹوپی کو مت رکھو، اسی طرح قلم چشمہ اور مسواک وغیرہ کو بھی کتاب پر نہ رکھو۔ قرآن شریف پر بخاری کو مت رکھو کیوں کہ قرآن شریف اللہ کا کلام ہے، اور بخاری شریف پر فقہ کی کتاب مت رکھو کیوں کہ بخاری شریف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے، اور فقہ پر تصوف کی کوئی کتاب نہ رکھو۔ ہر چیز کا مرتبہ الگ ہے، اور اپنے بڑوں کا ادب رکھو۔ جب اپنا کوئی بڑا خصوصاً اپنا شیخ تقریر کررہا ہو تو خود مت بولو۔ اس وقت اگر کوئی علمی نکتہ ذہن میں

آجائے تو یہ نہ کہو کہ حضرت! مجھے ایک بات یاد آگئی۔ میں نے فلاں کتاب میں یہ پڑھا تھا۔ یہ سخت بے ادبی ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سید سلیمان ندوی جیسے بڑے بڑے علماء سب خاموش رہتے تھے۔ میر مجلس کے متعلق یہ حسنِ ظن رکھنا چاہیے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے علوم کی بارش ہو رہی ہے، تم بولو گے تو اس بارش میں دخل انداز ہوگے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے فضل میں دخل انداز مت ہو۔ خاموشی سے سنو۔ اسی لیے اللہ نے کان دو دیے ہیں اور زبان ایک دی ہے لہٰذا ایک بولو اور دو سنو یعنی بولو کم اور سنو زیادہ۔ حکیم الاُمت تھانوی فرماتے ہیں کہ چھوٹا بچہ پیدا ہونے کے بعد پہلے بولتا نہیں ماں باپ کی سنتا ہے پھر اس کے بعد صحیح بولتا ہے اور جو بچہ بہرا ہو، ماں باپ کی گفتگو نہ سنتا ہو وہ بول نہیں سکتا، ہر بہرا گونگا ہوتا ہے۔ دنیا میں جتنے گونگے ہیں سب بہرے ہیں، ان کے کان نہیں ہوتے اور جو کان بنتا ہے اس کو زبان ملتی ہے لہٰذا شیخ کی بات کے لیے سراپا کان بن جاؤ۔ پھر ان شاء اللہ ایسی زبان عطا ہوگی کہ دنیا حیران ہوگی۔

قونیہ میں مولانا کے اشعار کی یہ شرح بیان ہوئی جس کا اس بس میں دوبارہ مذاکرہ ہوگیا۔ مثنوی الہامی کتاب ہے ساڑھے اٹھائیس ہزار اشعار کہنا آسان کام نہیں ہے جب تک اللہ تعالیٰ کی مدد نہ ہو۔ مولانا پر جب مثنوی وارد ہوتی تھی تو مولانا کے سب سے پیارے مرید اور خلیفہ مولانا حسام الدین اس کو جلدی جلدی لکھتے جاتے تھے۔ مولانا رومی کو مولانا حسام الدین سے بے انتہا محبت تھی۔ پوری مثنوی میں جگہ جگہ مولانا نے ان ہی کا نام لیا ہے۔ مولانا ان کی اتنی محبت اور اتنا اکرام کرتے تھے کہ لوگوں کو یہ شبہ ہوتا تھا کہ یہ مولانا کے شیخ ہیں۔ دیکھیے فرماتے ہیں۔

اے حسام الدیں ضیائے ذوالجلال

اے حسام الدین! تم اللہ کی روشنی ہو۔ یہ پیر کہہ رہا ہے اپنے خلیفہ کے لیے۔

میل می جوشد مرا سوئے مقال

جلدی سے قلم کاغذ لاؤ پھر مجھے مثنوی الہام ہو رہی ہے، اللہ تعالیٰ اپنے دریائے علم سے پھر مجھے کچھ دے رہا ہے جس کی وجہ سے مجھے مثنوی کہنے کا جوش ہو رہا ہے۔ مولانا پر تو کیفیت طاری ہوتی تھی جب مثنوی وارد ہوتی تھی تو مولانا حسام الدین ہی اس کو لکھتے تھے ان ہی کی محنت سے مثنوی محفوظ ہوئی۔ فرماتے ہیں۔

اے حسام الدین ضیاء الدیں بسے
میل می جوشد بہ قسمِ سادسے

دفترِ ششم مثنوی کا آخری دفتر ہے اور جس جنگل میں یہ لکھا گیا ہے ہمارے رہبر سفر مسٹر صائم ہم لوگوں کو وہاں لے گئے تھے اور بتایا تھا کہ یہ وہ جنگل ہے جہاں مثنوی کا آخری دفتر لکھا گیا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اے حسام الدین! مثنوی کا چھٹا دفتر کہنے کا مجھے جوش اٹھ رہا ہے اور پھر فرماتے ہیں کہ کچھ دن کے لیے جو میں نے مثنوی لکھنا بند کر دیا تھا اس کی وجہ یہ تھی۔

مدتے در مثنوی تاخیر شد
مہلتے بائیست تا خوں شیر شد

کچھ دن جو مثنوی بند ہو گئی تھی اس کی وجہ یہ ہے کہ جب ماں مسلسل دودھ پلائے گی تو دودھ کے بجائے خون آنے لگے گا لہٰذا کچھ وقفہ چاہیے کہ اس کا خون پھر دودھ میں تبدیل ہو جائے۔ لہٰذا جب یہ وقفہ مل گیا تو اب علم کا دودھ پھر سینے میں جوش کر رہا ہے پس اس کو لکھ لو اور محفوظ کر لو کہ تم ہی اس کے اہل ہو۔ پھر جوشِ محبت میں مولانا حسام الدین کے لیے فرماتے ہیں کہ اے حسام الدین! میں جو تمہاری تعریف کرتا ہوں تو تمہارے بعض پیر بھائی جو نسبت مع اللہ سے محروم مثل مٹی کے ہیں چہ میگوئیاں کر رہے ہیں۔

قصد کردستند ایں گل پارہا
کہ بپوشانند خورشیدے ترا

یہ مٹی کے ڈھیلے جو تمہاری شکایت اور غیبت کر کے چاہتے ہیں کہ تمہارے آفتاب کو اپنی حسد کی مٹی سے چھپا دیں پس چوں کہ۔

مدحِ توحیف است باز ندانیاں

تمہاری تعریف ان نفس کے قیدیوں پر سخت گراں ہے لہٰذا اب ان لوگوں کے سامنے ہم تمہاری تعریف نہیں کریں گے بلکہ۔

گویم اندر مجمع روحانیاں

اب اہلِ روحانیت کے مجمع میں تمہاری تعریف کروں گا۔

مثنوی کے الہامی ہونے کی طرف ایک اشارہ

مثنوی کے الہامی ہونے کی دلیل یہ ہے کہ مولانا فرماتے ہیں۔

قافیہ اندیشم و دلدارِ من
گویدم مندیش جز دیدارِ من

جب میں قافیہ سوچنے لگتا ہوں تو عالمِ غیب سے مجھے آواز آتی ہے کہ اے جلال الدین! مت سوچ مثنوی تو ہم لکھوا رہے ہیں بس میری طرف متوجہ رہو۔ اور ایک دلیل یہ بھی ہے کہ جب مولانا کے قلب پر مثنوی کا ورود بند ہو گیا تو مولانا سمجھ گئے کہ مثنوی ختم ہو گئی لہٰذا آدھا قصہ بیان کر کے چھوڑ دیا، اپنی طرف سے اس کو پورا بھی نہیں کیا۔ یہ بھی نہ شرمائے کہ لوگ کیا کہیں گے۔ اور وجہ یہ بیان کی کہ۔

چوں فتاد از روزنِ دل آفتاب

میرے دل کی کھڑکی کے سامنے جو آفتابِ علم عالمِ غیب سے مثنوی الہام کر رہا تھا وہ ڈوب گیا۔

ختم شد واللہ اعلم بالصواب

لہٰذا مثنوی ختم ہو گئی اور اللہ ہی کو ہر چیز کے صواب و حکمت و مصلحت کا علم ہے اور ایک پیشین گوئی بھی فرمادی کہ اللہ تعالیٰ ایک نورِ جاں پیدا کرے گا جو اس مثنوی کو پورا کرے گا۔ چناں چہ پانچ سو سال کے بعد بارہویں صدی ہجری میں مفتی الٰہی بخش کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی کی تکمیل فرمائی اور اس قصے کو بھی پورا کر دیا جو مولانا رومی نے آدھا چھوڑ دیا تھا اور فرمایا کہ میں اپنی روح میں مولانا رومی کی روح کے فیض کا

مشاہدہ کررہاہوں کہ علوم و معارف القاء ہورہے ہیں لہٰذا یہ کلام جو میری زبان سے نکلے گا دراصل مولانا ہی کا کلام ہو گا۔

مولانا رومی سے حضرتِ والا کا شدید قلبی تعلق

ارشاد فرمایا کہ مولانا جلال الدین رومی بچپن ہی سے میرے اُستاد ہیں۔ مثنوی سے میں نے تصوف اور سلوک سیکھا۔ اللہ کی طلب اور پیاس مثنوی سے مجھ کو حاصل ہوئی۔ میں اس وقت بچہ تھا، بالغ بھی نہیں ہوا تھا، بارہ سال کی عمر تھی، جنگل کی ایک مسجد میں جاکر نماز پڑھتا تھا اور آسمان کی طرف دیکھ کر مولانا کا یہ شعر پڑھتا تھا۔

سینہ خواہم شرحہ شرحہ از فراق

اے خدا! اختر آپ کی جدائی کے غم میں اپنے سینے کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا چاہتا ہے۔

تابگویم شرحِ از دردِ اشتیاق

تاکہ آپ کی محبت کی بات کو میں دردِ دل سے پیش کروں۔ اگر یہ اللہ کا جذب نہیں تھا تو پھر کون مجھے جنگل میں لے جاتا تھا۔ اس وقت آسمان و زمین کو دیکھ کر دل کو وجد آجاتا تھا اور مولانا کے اشعار سے تسلّی ہوتی تھی۔

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ کے متعلق ایک جدید علمِ عظیم

سفر کے دوران ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں جملہ خبریہ سے یہ آیت نازل فرمائی وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ[۶۷] کہ مجھ پر ایمان لانے والوں کے دل میں، میرے ماننے والوں کے دل میں میری محبت تمام محبتوں سے اشد ہے۔ اس آیت کی تفسیر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبانِ نبوت سے بصورتِ جملہ انشائیہ یعنی بصورتِ دعا مانگ کر فرمائی جس میں اشد محبت کے حدود اور اشد محبت کا معیار آپ

---

۶۷ البقرۃ:۱۶۵

نے اللہ سے مانگا کہ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَّفْسِیْ وَاَھْلِیْ وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ[۶۸] یہ جملہ انشائیہ صورتاً تو جملہ انشائیہ ہے حقیقتاً خبر ہے۔ علماء حضرات جانتے ہیں کہ عربی قواعد کی رو سے دعا انشاء میں شامل ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا الخ تو جملہ خبریہ ہے لیکن سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جملہ خبریہ کی تفسیر جملہ انشائیہ سے کیوں فرمائی؟

اختر زندگی میں آج پہلی دفعہ یہ مضمون بیان کر رہا ہے۔ یہ اللہ کی عطا اور بھیک یہاں راستے میں قونیہ سے واپسی پر بہ طفیل مولانا جلال الدین رومی مل رہی ہے۔ ان کا فیض میں محسوس کر رہا ہوں۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جملہ خبریہ کے بجائے جملہ انشائیہ دعائیہ کیوں استعمال کیا؟ جواب یہ ہے کہ ازراہِ بندگی، ازراہِ عبدیت جملہ انشائیہ استعمال فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کمالِ بندگی اور اپنی عبدیتِ کاملہ پیش کی کہ اے اللہ! اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ کے جملہ خبریہ کے مصداق ہم کہاں ہو سکتے ہیں، اتنی اشد اور عظیم محبت ہم کہاں سے لائیں گے لہٰذا ہم جملہ انشائیہ دعائیہ کے ذریعے آپ کے جملہ خبریہ کی تکمیل کا راستہ اختیار کرتے ہیں تاکہ احتیاج اور بندگی کے راستے سے ہم آپ کی اشد محبت کو مانگ لیں اور جب آپ عطا فرمائیں گے تو اشد محبت کا معیار ہمیں حاصل ہو جائے گا اور آپ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَّفْسِیْ، اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ اَھْلِیْ اور اَحَبَّ اِلَیَّ مِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ ہو جائیں گے یعنی آپ ہمیں جان سے زیادہ، اہل و عیال سے زیادہ اور شدید پیاس میں ٹھنڈے پانی سے زیادہ پیارے ہو جائیں گے اور اس وقت آپ کے کرم سے ہم اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ کے جملہ خبریہ کے مصداق ہو جائیں گے۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جملہ انشائیہ حقیقت میں جملہ خبریہ ہے یعنی جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی اشد محبت آتی ہے اس کو محبت کے یہ تین معیار حاصل ہو جاتے ہیں اور یہی اشد محبت کے حدود ہیں کہ اللہ اس کے دل میں جان سے زیادہ، اہل و عیال

[۶۸] جامع الترمذی: ۲/۱۸۷، باب من ابواب جامع الدعوات، ایچ ایم سعید

سے زیادہ اور ٹھنڈے پانی سے زیادہ محبوب ہو جاتا ہے۔ لیکن جملہ خبریہ کے بجائے جملہ انشائیہ استعمال فرمانا اس میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اظہارِ عبدیتِ کاملہ واظہارِ احتیاجِ بندگی ہے۔ جملہ خبریہ میں دعویٰ ہو جاتا کہ ہم لوگ اس مقامِ محبت پر فائز ہیں۔ لہٰذا جملہ انشائیہ دعائیہ سے آپ نے اس مقامِ محبت کو مانگا اور آپ کو تو یہ مقام حاصل تھا اُمت کو سکھا دیا کہ اس طرح مانگو اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَّفْسِیْ اے اللہ! آپ ہمیں اپنی محبت اتنی دے دیجیے کہ ہم اپنی جان سے زیادہ آپ سے محبت کریں، ہر لمحہ آپ پر فدا رہیں، اپنے دل کو توڑ دیں آپ کے قانون کو نہ توڑیں، آپ کو ناخوش کر کے اپنے دل کو خوش نہ کریں وَمِنْ اَھْلِیْ اور اپنے بال بچوں سے زیادہ آپ سے محبت کریں۔ ایسا نہ ہو کہ بیوی بچوں کو خوش کرنے کے لیے ہم آپ کی مرضی کے خلاف کوئی کام کر بیٹھیں اور وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ اور حالتِ پیاس میں ٹھنڈے پانی سے جتنا مزہ آتا ہے کہ رگ رگ میں جان آتی ہے اے اللہ! اس سے زیادہ ہم آپ سے محبت کریں۔ جو اللہ کے عاشق ہیں جب وہ اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو ان کی رگ رگ میں جان آجاتی ہے اور ان کی جان میں کروڑوں جان آجاتی ہیں۔ اللہ کے عاشق اللہ کے نام سے زندگی پاتے ہیں جیسے پیاسا پانی پی کر اپنی جان میں جان محسوس کرتا ہے۔ جو اللہ کے پیاسے ہیں وہ اللہ کے نام کا شربت ایمان افزا، شربت محبت افزا، شربتِ یقین افزا، شربتِ احسان افزا پیتے ہیں۔ ہمدرد کا شربتِ روح افزا اس کے سامنے بھلا کیا حقیقت رکھتا ہے۔

یہ حدیث تو بخاری شریف کی ہے۔ مولانا جلال الدین رومی کی قبر کو اللہ نور سے بھر دے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جملہ انشائیہ کی وجہ بیان کرتے ہیں ''دیوانِ شمس تبریز'' میں کہ ؎

بجز چیزے کہ دادی من چہ دارم

اے اللہ! جو آپ ہمیں دیں گے وہی تو ہم پائیں گے، اگر آپ ہی ہمیں نہ دیں گے، تو ہم کہاں سے لائیں گے، ہم تو آپ کے بھک منگے ہیں، آپ کے فقیر ہیں۔ لہٰذا جو آپ نے دیا ہے وہی تو ہمارے پاس ہے ؎

چہ می جوئی زجیب و آستینم

آپ میری جیب و آستین میں کچھ نہیں پائیں گے۔ اس میں کیا رکھا ہے۔ جو بھیک آپ دیں گے وہی تو ہم پائیں گے لہٰذا پہلے محبت کی بھیک آپ ہم کو دے دیجیے پھر ہم سراپا محبت بن جائیں گے۔ جملہ انشائیہ کی وجہ مولانا نے عاشقانہ انداز میں بیان کی کہ اے اللہ! ہم آپ سے آپ کے فضل کی بھیک مانگتے ہیں کہ اشد درجے کی محبت آپ ہمیں دے دیں تاکہ وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ کے ہم مصداق ہو جائیں۔ اسی اشد محبت کو عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ دوسری جگہ اس طرح مانگتے ہیں؎

بر کفِ من نِہہ شرابِ آتشیں
بعد ازیں کر و فرِ مستانہ بیں

ترجمہ: اے خدا! پہلے خوب تیز والی اپنی محبت کی شراب مجھ کو پلا دیجیے پھر میری عاشقی کا تماشا دیکھیے۔

سُبۡحَانَ رَبِّیَ الۡاَعۡلٰی کا عاشقانہ ترجمہ

راستے میں ایک جگہ دوپہر کا کھانا تناول کیا گیا اور وہیں قریب کی ایک مسجد میں ظہر کی نماز جماعت سے ادا کی گئی، بعد نماز مولانا عبد الحمید صاحب مہتمم دار العلوم آزاد ول (جنوبی افریقہ) اور مولانا ہارون صاحب شیخ الحدیث (دار العلوم اسپنگو بیچ) (یہ دونوں علماء حضرتِ والا کے مُجاز بھی ہیں) کو مخاطب کر کے فرمایا کہ سُبۡحَانَ رَبِّیَ الۡاَعۡلٰی کے معنیٰ ہیں کہ ہمارا پالنے والا عالی شان ہے اور اس کی شانِ پرورش ہر قسم کے نقص و عیب سے پاک ہے لہٰذا جس کو جس حال میں رکھیں وہ سمجھے کہ یہی میرے لیے مفید ہے۔

خدّامِ اہل اللہ کی تواضع کا سبب

حضرتِ والا جب مسجد سے نکلنے لگے تو شیخ الحدیث مولانا ہارون صاحب نے حضرتِ والا کے جوتے اُٹھا لیے تو حضرت نے فرمایا کہ دیکھو یہ اللہ کا راستہ ہے۔ اگر یہ مرید نہ ہوتے تو سب ان کے جوتے اُٹھاتے، یہ کسی کا جوتا نہ اُٹھاتے اور نفس پھول کر کپا

ہوجاتا اور کہتا کہ ”ہمچو ما دیگرے نیست“ یعنی مجھ جیسا کوئی دوسرا نہیں۔ تھوڑی دیر بعد فرمایا کہ ابھی ایک علمِ عظیم عطا ہوا کہ جب خادم مخدوم ہوتا ہے تو اس کی عبدیت کا زاویہ قائمہ نوے ڈگری اللہ کی طرف مستقیم رہتا ہے اور جو خادم نہ ہو اور مخدوم بن جائے تو اس کا دماغ خراب ہوجاتا ہے اور وہ تکبر کا پوٹ ہوتا ہے۔

عشاقِ حقیقی اور عشاقِ مجازی کی زندگیوں کا فرق

ارشاد فرمایا کہ بس یہی کہتا ہوں کہ اللہ پر مرنا سیکھ لو۔ جو اللہ پر مرتا ہے اس کو دنیا میں بھی ایک ایسی نئی زندگی ملتی ہے کہ اس زندگی کا کوئی مثل نہیں ہوتا کیوں کہ وہ لَا مِثْلَ لَہٗ پر اپنی زندگی فدا کررہا ہے تو اس کی حیات کو بھی اللہ تعالیٰ لَا مِثْلَ لَہٗ کردیتے ہیں۔ بے مثل لذت، بے مثل حیات، بے مثل انفاسِ زندگی اس کو نصیب ہوتے ہیں، بے مثل مزہ دل میں پاتا ہے اور ہر وقت اللہ کے قربِ خاص سے مشرف ہوتا ہے جس کی لذت کو دنیا کی کوئی زبان تعبیر نہیں کرسکتی اور ان دنیوی عاشقوں کا کیا کہوں کہ کتنا بُرا حشر ہے جنہوں نے حسینوں کے ”فرسٹ فلور“ سے نظر کی حفاظت نہیں کی یعنی ان کے چہرے اور آنکھوں کو دیکھا شیطان نے ان کو ”گراؤنڈ فلور“ میں پش (Push) کیا اور وہ گٹر لائنوں میں پڑے ہوئے ہیں، اور جن پر یہ مرتے ہیں وہ بھی گالیاں دیتے ہیں کہ یہ خبیث اللہ سے نہیں ڈرتا، میرے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ خبیث جیسے بُرے بُرے القاب ملتے ہیں اور اگر وہ مبتلائے مصیبت ہوجائے تو وہی معشوق کہتے ہیں کہ یہ سب اس کے کرتوتوں کا اور اس کے گناہوں کا عذاب ہے۔ اور اگر ان کے فراق میں راتوں کو کوئی روتا ہے تو ان کو خبر بھی نہیں ہوتی کہ کون میرے لیے رو رہا ہے اور ایک ہمارا اللہ ہے کہ ایک آنسو کوئی اس کے لیے گرادے تو وہاں فوراً ریکارڈ ہوجاتا ہے، کوئی دل میں یاد کرلے تو اللہ کو خبر ہوجاتی ہے کیوں کہ وہ ہر وقت اور ہر جگہ ساتھ ہے وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ[۶۹] علیم وخبیر ہے، عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ[۷۰]

---

[۶۹] الحدید:۴

[۷۰] الحدید:۶

ہے اور عشقِ مجازی کا کیا صلہ ملتا ہے اس کو میں نے ایک شعر میں بیان کیا ہے؎

صلہ عشقِ مجازی کا یہ کیسا ہے ارے توبہ
کہ عاشق روتے رہتے ہیں صنم خود سوتا رہتا ہے

یہ کون سی عاشقی ہے کہ یہ اس کی یاد میں رو رہا ہے اور وہ بے خبر سو رہا ہے۔ کیا ذلت ہے، اس سے بڑی کوئی پستی نہیں۔ جو اللہ کو چھوڑ کر مرنے والوں پر مرتا ہے یہ قسمت کی محرومی ہے۔ عشقِ مجازی سے خدا کی پناہ مانگو۔

سراپا تسبیح

ارشاد فرمایا کہ بہت سے اللہ والے ایسے ہیں جن کی زبان خاموش ہے لیکن دل سے وہ ہر وقت اللہ کے ساتھ ہیں۔ بظاہر وہ ذکر نہیں کر رہے ہیں لیکن دل میں ان کے ہر وقت اللہ ہے۔ میرا شعر ہے؎

محبت میں کبھی ایسا زمانہ بھی گزرتا ہے
زباں خاموش رہتی ہے مگر دل روتا رہتا ہے

یہ مت سمجھو کہ یہ تسبیح نہیں پڑھ رہے ہیں۔ بہت سے اللہ والے ایسے ہیں کہ زبان پر تسبیح نہیں ہے مگر ان کے بال بال سراپا تسبیح ہیں، سراپا دردِ دل ہیں، سراپا وہ اللہ کے ہیں، ایک لمحے کے لیے اللہ سے غافل نہیں۔ یہ واقعہ میرا خود اپنا چشم دید ہے؎

ہم نے دیکھا ہے ترے چاک گریبانوں کو
آتشِ غم سے چھلکتے ہوئے پیمانوں کو

ہم نے دیکھا ہے ترے سوختہ سامانوں کو
سوزشِ غم سے تڑپتے ہوئے پروانوں کو

احقر راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ اس ملفوظ میں درپردہ حضرتِ اقدس نے خود اپنا مقام بیان فرمایا ہے۔ ایک ایک لفظ حضرتِ والا کی ذاتِ مقدسہ کا نقشہ ہے؎

خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں
گفتہ آید در حدیثِ دیگراں

احقر نے چند سال پہلے حضرتِ والا دامت برکاتہم کی شان میں ایک شعر عرض کیا تھا جس میں حضرتِ والا کے اسی مقامِ بلند کی عکاسی ہے۔

دل میں ہر لحظہ ترے جلوۂ جاناں دیکھوں
ہاتھ میں گرچہ ترے سبحہ صد دانہ نہیں

حضرتِ والا کی شان میں احقر کا دوسرا شعر ہے۔

نہیں دیوانۂ حق جو ترا دیوانہ نہیں
ہائے وہ روح کہ جس نے تجھے پہچانا نہیں

موت کے وقت کون غمگین اور کون خوش ہوتا ہے؟

ارشاد فرمایا کہ جو اللہ والا نہ بنا تو مرتے وقت اس کو غم ہوگا کہ اے اللہ! ہم جس پر مرے تھے وہ بزنس تو اوپر رہ گئی۔ جس کو مر مر کے بنایا تھا سنگ مر مر کی وہ بلڈنگ تو اوپر رہ گئی۔ کار اور قالین موبائل اور موبل آئل سب اوپر رہ گئے اور میں اکیلا نیچے جارہا ہوں۔ یہ کیا ہوا؟ آج کوئی میرے ساتھ نہیں۔

مَرے تھے جن کے لیے وہ رہے وضو کرتے
مری نمازِ جنازہ پڑھائی غیروں نے

اور جس نے اللہ کو حاصل کرلیا وہ خوشی خوشی مرے گا کہ اے اللہ! میں اکیلا نہیں آپ کو ساتھ لے کر جارہا ہوں۔ قبر میں، برزخ میں، محشر میں اور جنّت میں بھی اللہ اس کے ساتھ ہوگا۔

علم کی روح کیا ہے؟

ارشاد فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ مجھے اللہ کے کچھ عاشقین کی ایک جماعت مل جائے جو سارے عالم میں میرے ساتھ اللہ کی محبت میں پھریں۔

سارے عالم میں پھر پھر کے یارب
تیرا دردِ محبت سنائیں

تیرا دردِ محبت سنا کر
سارے عالم کو مجنوں بنائیں

سارے عالم کو مجنوں بنا کر
میرے مولیٰ ترے گیت گائیں

دربدر ڈھونڈتا ہے یہ اخترؔ
اہلِ دردِ محبت کو پائیں

آپ بتائیے ایک مؤمن کو اللہ کی محبت سکھا دینا کہ وہ اللہ والا بن جائے خاص کر ایک عالم صاحبِ درد ہو جائے اور اس کی اصلاح ہو جائے تو عالم کی اصلاح سے عالَم کی اصلاح ہوتی ہے۔ پھر ایک دار العلوم کیا ایک عالَم آپ کا دار العلوم ہو گا۔ دار العلوم کی روح اللہ کی محبت ہے ورنہ دارالعلوم اینٹ اور سیمنٹ کا نام نہیں۔ مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

دار العلوم دل کے پگھلنے کا نام ہے
دار العلوم روح کے جلنے کا نام ہے

دل اللہ کی محبت میں تڑپ رہا ہو اصلی دار العلوم یہ ہے، دارالعلوم تعمیر کرانا اور اس کے لیے اینٹیں لانا اور دار العلوم چلانا ایک غیر عالم بھی کر سکتا ہے، اُستادوں کو تنخواہ ایک غیر عالم بھی دے سکتا ہے، طلباء کی نگرانی غیر عالم بھی کر سکتا ہے لیکن کسی صاحبِ درد سے اللہ کی محبت کا درد حاصل کرنا بے بہا اور قیمتی چیز ہے۔ اپنے شیخ کے ساتھ عالَم میں پھر پھر کر یہ درد حاصل کریں اور اللہ کے بندوں کو تقسیم کریں پھر آپ کا دارالعلوم دارالعلوم ہو گا، پھر آپ کا درس درس ہو گا کہ طالبِ علم بھی صاحبِ نسبت بن کے نکلیں گے۔

میں نے اپنے بیٹے مولانا مظہر میاں سے کہا کہ کتب خانہ اور دواخانہ تو غیر عالم

بھی چلا سکتا ہے آپ اپنا وقت اللہ کے دین کے لیے وقف کیجیے۔ اگر ساری دنیا مچھر کے پر کے برابر ہوتی تو اللہ تعالیٰ کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی نہ دیتے۔ آپ مچھر کا پر پیش کر کے اپنی دنیا کا کام لیجیے، ملازمین کو اچھی اچھی تنخواہیں دیجیے کہ وہ آپ کا کام صحیح طرح انجام دیں۔ ان کو مچھر پیش کر کے آپ مخلوقِ خدا کو محبت کے اچھر سکھائیں۔ ہندی اور گجراتی میں حروف کو اچھر کہتے ہیں، لہٰذا اب آپ نے کبھی نہ دیکھا ہو گا کہ مولانا کتب خانے دواخانے میں جا کر بیٹھیں۔

حضرتِ والا کا انوکھا طریقِ اصلاح

کل احقر کی ایک عظیم غلطی پر حضرتِ والا دامت برکاتہم نے احقر کو اصلاح کے لیے ڈانٹا اور تنبیہ فرمائی تھی۔ حضرتِ والا تو سراپا رحمت ہیں اوّل تو کسی کو ڈانٹ ڈپٹ کرتے ہی نہیں لیکن ضرورتاً اگر کبھی ڈانٹ بھی دیتے ہیں تو دوسرے وقت اس پر اس قدر شفقت و کرم اور دلجوئی فرماتے ہیں کہ ندامت ہونے لگتی ہے کہ شیخ تو روحانی باپ ہے اگر وہ جوتے بھی لگائیں تو ان کا حق ہے لیکن اپنے خدّام کے ساتھ حضرتِ والا کی محبت و شفقت و کرم کی مثال نہیں ملتی اور بلا مبالغہ حضرتِ والا اس شعر کے مصداق ہیں۔

ڈھونڈو گے اگر ملکوں ملکوں ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم

اَطَالَ اللّٰہُ ظِلَالَہٗ وَبَقَاءَہٗ وَاَدَامَ اللّٰہُ فُیُوْضَہٗ وَاَنْوَارَہٗ بس میں دورانِ گفتگو اچانک احقر کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اب آپ زیادہ غم نہ کیجیے کہ مجھ سے ایسی بے وقوفی کیوں ہوئی۔ اگر ایسی بے وقوفیاں نہ ہوتیں تو آج آپ کا دماغ تکبر سے بھرا ہوتا۔

اے بسا زر را سیہ تابش کنند

آپ کو میرے ساتھ جو محبت ہے اور سارے عالم میں جو میرے ساتھ رہتے ہو یہ سونے کی اینٹ ہے، اس کو کبھی سیہ تاب کر دیا جاتا ہے۔ کیوں؟

تا شود ایمن ز تاراج و گزند

تاکہ عُجب و کبر کی تباہی و بربادی سے حفاظت ہو جائے تاکہ آپ کو خود اپنی نظر نہ لگ جائے ورنہ آپ اپنے کو وی آئی پی سمجھ جاتے لیکن جب ایسی بے وقوفیوں کا صدور ہوتا ہے تب

نظر اس سونے کی اینٹ سے ہٹ جاتی ہے کہ ہم کچھ بھی نہیں ہیں، یہ سب اللہ کا کرم ہے، اگر خدا مدد نہ کرے تو ہم سے ایسی بے وقوفی اور فاش خطا ہو سکتی ہے۔ لہٰذا عجب و کبر کے چور ڈاکوؤں سے بچانے کے لیے سونے کی سل کو سیہ تاب کر دیا جاتا ہے، تکوینی طور پر ایسے اسباب پیدا ہو جاتے ہیں لیکن اس کی نسبت اللہ کی طرف نہ کرنی چاہیے کیوں کہ مَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ[1] تمہارے نفس کی غلطی سے، کسی گناہ سے قلب میں اندھیرے آئے جس سے یہ اندھیرے فعل ہوئے لہٰذا توبہ و استغفار سے اپنی عقل کے اندھیروں کو ہٹاؤ نورِ تقویٰ حاصل کرو تو ان شاء اللہ پھر ایسی غلطی نہ ہو گی مگر اس سے یہ تو ہوا کہ کم از کم اپنی نظر میں شکستہ ہو گئے۔ بتاؤ اب وی آئی پی ہونے کا کچھ احساس ہے؟ (عرض کیا کہ بالکل نہیں۔ جامع) پھر کیا یہ معمولی نفع ہے کہ آپ کے اندر عبدیت پیدا ہو گئی، فنائیت پیدا ہو گئی کہ میں کچھ نہیں ہوں۔ بولیے کس قدر احساس آپ کو اپنی نادانی کا ہوا۔ بس اللہ کو یہی پسند ہے کہ اپنے کو کچھ نہ سمجھو۔ جب صدورِ خطا ہو جائے تو اپنی نگاہوں سے گر جاؤ، بندہ جب اپنی نگاہوں سے گر جاتا ہے تو اللہ کی نظرِ پاک اس کو اُٹھا لیتی ہے۔

فہم و خاطر تیز کردن نیست راہ

مولانا رومی صاحبِ قونیہ فرماتے ہیں کہ عقل و فہم تیز کرنے سے اللہ کا راستہ طے نہیں ہوتا۔

جز شکستہ می نگیرد فضلِ شاہ

شکستہ دل شکستہ خاطر کو جو اپنے کو پسماندہ سمجھتا ہے اللہ کا فضل اس کی دستگیری فرماتا ہے۔

حضرتِ والا کی فنائیت

اور شیخ کے ذمّے ہے کہ اپنے احباب کی خطاؤں کو معاف کرتا رہے کیوں کہ اس کو بھی تو قیامت کے دن اپنی معافی کرانی ہے اور اپنے کو برتر سمجھ کر نہ ڈانٹے یہی سمجھے کہ یہ شہزادے ہیں اور شاہ نے حکم دیا ہے کہ ان کے کوڑے لگاؤ تو جلّاد کوڑے لگاتا ہے تو ڈرتا بھی رہتا ہے اور بادشاہ کی نظر کو دیکھتا رہتا ہے کہ کہیں شاہ کی نظر نہ بدل جائے کوئی کوڑا تیز نہ لگ جائے۔ یہ حکیم الاُمت کے ارشادات ہیں۔ فرماتے ہیں کہ

[1] النسآء:۷۹

اصلاح بھی تو ہمارے ذمے ہے، خاموش کیسے رہیں۔ دل پر جبر کرکے اور خود کو حقیر سمجھتے ہوئے کہنا پڑتا ہے۔

تصوف میں حضرتِ والا کی شانِ تجدید

ارشاد فرمایا کہ اس زمانے میں معصیت اور اسبابِ معصیت سے دور رہو لیکن اے صوفیو! نفس کو تمام جائز نعمتیں ہر وقت دیتے رہو۔ شربت اچھا پیو، چائے عمدہ پیو، اچھا کھاؤ، کپڑے اچھے پہنو اور دوستوں میں ہنستے بولتے رہو۔ اکیلے مت رہو ورنہ شیطان پہنچ جائے گا۔ خلوۃ مع الحق مفید ہے خلوۃ مع الشیطان نہیں۔ اسی لیے حدیثِ پاک میں فرمایا گیا اَلْجَلِیْسُ الصَّالِحُ خَیْرٌ مِّنَ الْوَحْدَۃِ نیک ہم نشین تنہائی سے بہتر ہے وَالْوَحْدَۃُ خَیْرٌ مِّنَ الْجَلِیْسِ السُّوْءِ اور بُرے ساتھی سے تنہائی بہتر ہے۔ لیکن آج کل اکثر حالات یہ ہیں کہ تنہائی میں شیطان گناہوں کے وسوسے ڈالتا ہے اس لیے کوشش کیجیے کہ نیک دوستوں میں وقت گزرے، اگر آپ نے حلال نعمت بھی نفس کو نہ دی تو نفس پھر رسی تڑالے گا جیسے جانور جب بھوکا ہوتا ہے تو پھر رسی تڑالیتا ہے۔ نفس کہے گا کہ یہ ظالم ملّا گناہ بھی نہیں کرنے دیتا اور حلال سے بھی مجھے محروم رکھتا ہے۔ پھر ایسی رسی تڑائے گا کہ کوئی گناہ نہیں چھوڑے گا۔ اس لیے صوفیوں کو میرا مشورہ ہے کہ نفس کو حلال نعمتوں میں مشغول رکھو۔ جب جائز کاموں میں نفس مشغول ہوگا تو ایک ہی وقت میں ناجائز کاموں میں مشغول نہیں ہوسکتا کیوں کہ فلسفہ کا قاعدہ کلیہ ہے کہ اَلنَّفْسُ لَاتَتَوَجَّہُ اِلٰی شَیْئَیْنِ فِیْ اٰنٍ وَّاحِدٍ۔ نفس بیک وقت دو چیزوں کی طرف متوجہ نہیں ہوسکتا۔ خود اپنا تجربہ دیکھ لیجیے کہ ہم لوگ اتنے دنوں سے ساتھ ہیں۔ ایک ساتھ کھانے کا مزہ پینے کا مزہ ہر وقت لطف ہے یا نہیں، جائز نعمتوں میں خوب لطف آرہا ہے یا نہیں؟ بتاؤ اس وقت کسی کو کوئی گناہ یاد آرہا ہے؟ اس حلال مزے میں اتنا مشغول ہیں کہ نفس کو حرام مزے کا خیال بھی نہیں آتا۔ حلال نعمتوں میں اور نیک دوستوں میں اگر زندگی پار ہوجائے تو کیسی عمدہ پار ہوگی کہ زندگی بھی پار ہو اور یار بھی ساتھ ہو یعنی اللہ ساتھ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے حلال نعمتوں کو چھوڑنے کو تو نہیں فرمایا۔ کس

آیت اور کس حدیث میں ہے کہ جائز اور حلال نعمتوں کے چھوڑنے سے اللہ کی ولایت اور دوستی ملتی ہے ؟ ہاں ! یہ فرمایا کہ گناہوں کو چھوڑ دو تو میرے ولی ہو جاؤ گے اِنۡ اَوۡلِیَآءُہٗۤ اِلَّا الۡمُتَّقُوۡنَ میرے ولی صرف وہ ہیں جو گناہوں سے بچتے ہیں۔ پس جو حلال نعمتیں حرام سے بچنے کا سبب ہو جائیں ان کو چھوڑنا جاہلانہ تصوف ہے۔ جن جاہل صوفیوں نے نفس کو جائز نعمتیں نہیں دیں اور تنہائی اختیار کی، اللہ والوں کی صحبت میں نہ رہے ان کے نفس نے ان کو ایسا پٹخا ہے کہ قلندر سے بندر ہو گئے یعنی جانوروں کی طرح حرام حلال کی بھی تمیز نہ رہی۔ اس لیے کہتا ہوں کہ سینے میں ہو عشق کا سمندر مگر احباب کے ساتھ رہو مست قلندر پھر نہیں بنو گے بندر۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

لہٰذا نفس کو جائز نعمتوں میں، اللہ والے دوستوں میں خوب مشغول رکھو البتہ جب کسی بستی یا شہر سے گزرو اس وقت عدمِ قصدِ نظر کافی نہیں یعنی دل میں دیکھنے کا ارادہ نہ ہونا کافی نہیں، پھر تو شیطان دکھادے گا بلکہ قصدِ عدمِ نظر کرو یعنی یہ ارادہ کرکے گھر سے نکلو کہ ہم کو دیکھنا نہیں ہے چاہے نفس کو کتنی ہی تکلیف ہو، ہم تکلیف اُٹھالیں گے، اپنے دل کو توڑ دیں گے لیکن اللہ کے قانون کو نہیں توڑیں گے اور عورتوں کو لڑکوں کو نظر اُٹھا کر نہیں دیکھیں گے۔ یہی ایک عمل کرلو اگر اولیائے صدیقین کے آخری مقام تک نہ پہنچو تو کہنا کہ اختر کیا کہہ رہا تھا، نظر کی حفاظت اللہ کے راستے کا غم ہے۔ اس سے دل میں محبت کی اتنی تیز اسٹیم بنتی ہے کہ انسان اُڑ جاتا ہے۔ ایسے دل پر اللہ کو پیار آتا ہے کہ یہ بندہ میرے لیے کتنا غم اُٹھا رہا ہے، اپنی آرزو کا خون کر رہا ہے۔ مجھے راضی کرنے کے لیے اپنے دل کو ویران کر رہا ہے۔ اللہ کو رحم آتا ہے اور پھر اس کا جوشِ کرم ایسے بندوں کو اولیائے صدیقین کی چھوٹی سرحد تک نہیں آخری مقام تک پہنچا دیتا ہے۔ بتائیے یہ تصوف مشکل ہے ؟ اللہ تعالیٰ نے اس زمانے میں مجھے ایسا راستہ دکھایا ہے جس سے تصوف آسان ہی نہیں بلکہ لذیذ ہو گیا۔

فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ تَعَالٰی وَلَا فَخْرَ یَا رَبِّیْ

خوش طبعی اور مزاح میں اصلاح وتربیت

دورانِ تقریر ایک عالم صاحب جو حضرت کے مُجاز بھی ہیں اُونگھنے لگے تو فرمایا کہ مجھے معلوم ہے کہ ان کی نیند ایسی ہے کہ یہ لقمہ ہونٹوں تک لائیں گے اور سو جائیں گے اور لقمہ ہاتھ سے گر جائے گا لیکن اگر ان کی شادی یہاں ایک ترکی لڑکی سے طے کر دی جائے اور اطلاع ہو جائے کہ ابھی مغرب کے بعد آنے والی ہے تو پھر ان کو نیند نہیں آئے گی لیکن بعد میں کوئی خبر دے کہ تمہاری بیوی نے ابھی پاؤں میں مہندی لگائی ہے، جب مہندی سوکھے گی اور جھڑے گی تب آئے گی تو مولانا کا کیا حال ہو گا۔ شاعر کہتا ہے؎

آئی خبر کہ پاؤں میں مہندی لگی ہے واں
بس خوں ٹپک پڑا نگہِ انتظار سے

یا اگر کسی مولوی کو نیند کی شکایت ہو لیکن کوئی دو لاکھ رین کا چندہ لے کر آجائے اور کہے کہ مولوی صاحب! یہ دو لاکھ گن لیجیے اور رسید دے دیجیے تو جس وقت وہ چندہ گن رہا ہو اس وقت کوئی مولوی یا مہتمم ہمیں سو کر دکھائے۔ تو پھر اللہ کی بات پر کیوں سوتے ہو۔ نوٹ زیادہ قیمتی ہے یا میرا مولیٰ زیادہ قیمتی ہے۔ اپنے مولیٰ کے لیے آنکھیں کھول کر رکھو۔

جنّت میں اسی لیے نیند نہیں ہے۔ نیند جنّتی چیز نہیں ہے، دنیاوی راحت کی چیز ہے۔ اگر نیند جنّتی چیز ہوتی تو جنّت میں ہوتی۔ جنّت میں کوئی نہیں سوئے گا کیوں کہ سویا مرا برابر ہے۔ نیند میں لذتوں سے انقطاع ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ جنّت میں میرے بندے ہر وقت مزے کریں، سونے میں ان کا وقت ضایع نہ ہو، ہر وقت اپنے دوستوں میں ہنسیں بولیں، کھائیں پئیں۔ وہاں تو مزے ہی مزے ہیں۔ دیکھیے اللہ تعالیٰ نے کیسی بات بیان کرا دی۔

اسی گفتگو کے دوران مزاحاً فرمایا کہ جو قرضِ حسنہ مانگے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ نادہندگان میں سے ہے۔ کسی نے کہا کہ قرضِ حسنہ سے مراد ہے کہ قرض دہندہ جب اپنا قرض مانگے تو قرض دار ہنس دے۔ قرضِ حسنہ یعنی قرض ہنسنا۔

سست رفتارانِ دنیا، تیز رفتارانِ آخرت

(قونیہ میں حضرتِ والا نے نہایت کیف و مستی کے ساتھ اشعارِ مثنوی کی ایسی عشق انگیز اور نادر تشریح فرمائی کہ سننے والے مست ہوگئے اور یہ بھی فرمایا کہ دل چاہتا ہے کہ قونیہ میں زیادہ سے زیادہ مثنوی کی بات ہو۔ راستے میں سب سے آخر میں جن دو شعروں کی تشریح فرمائی وہ مع شرح نقل کرتا ہوں۔ جامع)

ارشاد فرمایا کہ مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

تا بدانی ہر کہ را یزداں بخواند

اللہ تعالیٰ جس کو اپنے کام کے لیے منتخب فرماتے ہیں کہ تو بندوں کو میری محبت سکھا تو ؎

از ہمہ کارِ جہاں بے کار ماند

اس کو دنیا کے تمام کاموں سے بے کار کر دیتے ہیں۔ اس کو کسی کام میں لگنے نہیں دیتے ۔ وہ کسی کام کا نہیں رہتا مگر اللہ کے کام کا رہتا ہے۔

کارِ دنیا راز کل کاہل تراند

دنیا کے کاموں میں یہ سب سے زیادہ کاہل ہیں لیکن ؎

در رہِ عقبیٰ زمہہ گو می برند

آخرت کے کاموں میں یہ چاند سے زیادہ تیز رفتار ہیں۔

دورانِ سفر حضرتِ والا نے یوں دعا مانگی کہ اے اللہ! دین کے خادموں کو عظمتِ دین اور عزتِ نفس کے ساتھ خدمتِ دین کی توفیق دے۔ عظمتِ دین اور عزتِ نفس کے ساتھ ان کو خوب مال دے کہ وہ خوب دین کا کام کریں اور اس کو قبول فرما اور میری "معارفِ مثنوی" کا انگریزی میں ترجمہ ہوگیا ہے اے اللہ! یورپی ممالک میں اس کے ذریعے اپنی محبت کا غلغلہ مچادے کہ اس کو پڑھ کر کافر بھی مسلمان ہو جائیں، اس کے علاوہ اور بھی بہت سی دعائیں مانگیں، اللہ تعالیٰ تمام دعاؤں کو شرفِ قبول عطا فرماویں، آمین۔

افضالِ ربانی

(جنوبی افریقہ، ماریشس اور پاکستان کے ملفوظات)

ملفوظات

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ

حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

عرضِ مرتب

گزشتہ سات آٹھ سال سے عارف باللہ مرشدنا و مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم کا تقریباً ہر سال جنوبی افریقہ کا سفر ہورہا ہے اور اس عرصے میں جو عظیم الشان کام وہاں ہوا ہے اس کے متعلق وہاں کے خواص و عوام رطب اللسان ہیں کہ افریقہ کی سرزمین پر تصوف زندہ ہوگیا اور ہزاروں لوگوں کی زندگیوں میں انقلاب آگیا، سینکڑوں مردہ دل زندہ ہوگئے، سینکڑوں ناآشنائے درد نہ صرف حاملِ دردِ محبت ہوئے بلکہ ان کا دردِ محبت متعدی ہوگیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضلِ عظیم ہے جس کا ترجمان حضرتِ والا کا یہ شعر ہے ؎

رند بھی تیرے کرم سے ہوئے اب شیخِ حرم
تری رحمت ہے یہ خاروں کا گلستاں ہونا

جنوبی افریقہ کے بڑے بڑے علماء حضرتِ والا کی طرف رجوع ہوئے اور دیکھنے والوں نے دیکھا ہے کہ حضرتِ والا کی تشریف آوری پر ہمہ وقت ایک خلقِ کثیر حضرتِ والا پر دیوانہ وار فدا ہوئی ہے اور ایک لمحے کی صحبت کے لیے مشتاق و بے تاب جس کو دیکھ کر حضرتِ والا کا یہ شعر یاد آتا ہے ؎

سارے عالم کی خرد آئی فدا ہونے کو
جب کبھی جوشِ جنوں چاکِ گریباں نکلا

اور جنوبی افریقہ کی سرزمین کو یہ شرف حاصل ہے کہ یہاں سے حضرتِ والا کی تصنیفات مثلاً ''معارفِ مثنوی'' اور ''روح کی بیماریاں'' اور ان کا علاج اور بہت سے مواعظ وغیرہ کا انگریزی میں ترجمہ ہوا اور دیگر تصنیفات کا ترجمہ ہنوز کیا جارہا ہے اور اس طرح حضرتِ والا کے علوم الحمد للہ تعالیٰ! یورپ اور امریکا اور دیگر ممالک میں یہاں سے نشر ہورہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ شرفِ قبول عطا فرمائے اور سارے عالم میں حضرت والا دامت برکاتہم کی برکت سے اپنی محبت کی آگ لگادے اور حضرتِ والا کا سایہ ہمارے سروں پر طویل ترین مدت تک بایں فیوض وبرکات سَاعَةً فَسَاعَةً مُتَصَاعِدًا مُتَزَایِدًا قائم رکھے اٰمِیْنَ یَارَبَّ الْعَالَمِیْنَ بِحُرْمَةِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالتَّسْلِیْمُ۔

گزشتہ سال ۳۰؍ اگست ۱۹۹۷؁ء سے ۱۳؍ اکتوبر ۱۹۹۷؁ء تک حضرتِ والا دامت برکاتہم کا جنوبی افریقہ کا سفر ہوا اور اس کے بعد چند دن کے لیے ماریشس کا سفر فرمایا جس میں جنوبی افریقہ کے بعض بڑے علماء بھی ہمراہ تھے۔ ان دونوں ملکوں میں سفر کے دوران حضرتِ والا کی زبانِ مبارک سے الہامی علوم ومعارف کے نادر وبیش موتی حسب معمول لٹائے گئے جن میں سے بعض کو چن کر ہدیۂ قارئین کیا جارہا ہے۔ حضرتِ والا کا ایک ایک ملفوظ سالکینِ طریق کے لیے علوم ومعارف کا خزینہ اور اللہ تعالیٰ کی محبت کا گنجینہ ہے اور ہر سالکِ پسماندہ ووامانده کے لیے اُمیدوں کے بے شمار راستوں کا فتاح ہے جس کے بعد ظلماتِ مایوسی ووماندگی کا نام ونشان بھی نہیں رہتا۔ حضرتِ والا کے ارشادات اس شعر کے صحیح مصداق ہیں؎

بظاہر تو ہیں چھوٹی چھوٹی سی باتیں
جہاں سوز لیکن یہ چنگاریاں ہیں

قارئینِ کرام سے گزارش ہے کہ احقر مرتّب کے لیے دعا فرماویں کہ حضرتِ والا کے ملفوظات احقر کے قلم سے صرف کاغذ پر ہی محفوظ نہ ہوں بلکہ حضرتِ والا کا سینۂ مبارک محبت کے جس دردِ عظیم اور نسبت مع اللہ کی جس حلاوتِ عظمیٰ اور تقویٰ کی جس کیفیتِ راسخہ عظیمہ کا حامل ہے اللہ تعالیٰ بدون استحقاق محض اپنے فضل سے احقر کے قلب میں منتقل فرمادے اور پھر حضرتِ والا کا ایک ایک ملفوظ اور ایک ایک ارشاد اور جملہ علوم ومعارف اللہ تعالیٰ بدون استحقاق محض اپنے فضل سے احقر کے ہاتھوں سے محفوظ کرادے اور قیامت تک کے لیے صدقۂ جاریہ بنادے جس سے لوگ قیامت تک راہ نمائی حاصل کریں اور نعوذ باللہ! احقر کا حال اس باورچی کا سا نہ ہو جو لوگوں کو کباب قورمہ

وبریانی تقسیم کرتا ہے اور خود محروم رہتا ہے۔ احقر اس سے اللہ کی پناہ چاہتا ہے اور قارئینِ کرام سے اس دعا پر رمضان المبارک کے اس مبارک مہینے میں آمین کا خواست گار ہے۔

حضرتِ والا کے ملفوظات کا یہ مجموعہ جس کا نام ''افضالِ ربّانی'' تجویز کیا گیا جس میں جنوبی افریقہ و ماریشس کے بعض ملفوظات ہیں اور چند ملفوظات کراچی کے بھی آخر میں شامل ہیں آج مؤرخہ ۱۲/ رمضان المبارک ۱۴۱۸ھ ۲ بجے شب مطابق ۱۱/ جنوری ۱۹۹۸ء بروز یک شنبہ بفضلہٖ تعالیٰ تکمیل کو پہنچا۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

احقر سید عشرت جمیل میر عفا اللہ تعالیٰ عنہ
یکے از خدام
عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم
خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال ۲، کراچی

❖❖❖❖

اشکوں کی بُلندی

خُداوندا مجھے توفیق دے دے
فِدا کردوں میں تجھ پر اپنی جاں کو

گنہگاروں کے اشکوں کی بُلندی
کہاں حاصل ہے اختؔر کہکشاں کو

اختؔر

افضالِ ربّانی

۲۸؍ ربیع الثانی ۱۴۱۸؁ھ مطابق ۳۱؍ اگست ۱۹۹۷؁ء بروزِ اتوار جنوبی افریقہ جاتے ہوئے طیارے میں احقر راقم الحروف اور مفتی حسین بھیات صاحب سے مرشدی مولائی حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم نے مندرجہ ذیل ملفوظات ارشاد فرمائے۔ (جامع)

فرسٹ فلور سے گراؤنڈ فلور تک

ارشاد فرمایا کہ شیطان پہلے حسینوں کا فرسٹ فلور دکھاتا ہے یعنی ناف سے اوپر کا حصہ آنکھ، ناک، گال اور کالے بال دکھا کر پاگل کرتا ہے پھر گراؤنڈ فلور یعنی ناف کے نیچے کے حصے میں گرا کر رسوا کرتا ہے، ایک دم سے گراؤنڈ فلور نہیں دکھاتا ورنہ گٹر لائن دیکھ کر صوفی کو بجائے رغبت کے نفرت ہو جائے گی۔ جانتا ہے کہ یہ صوفیا عالمِ لاہوت میں رہتے ہیں۔ ایک دم سے ان کو اگر عالمِ ناسوت میں لاؤں گا تو یہ بھاگ جائیں گے لہٰذا عالمِ لاہوت سے ان کو حسینوں کے فرسٹ فلور پر گراتا ہے کہ ان کے کالے بالوں اور گورے گالوں سے پاگل ہو جائیں اور جب فرسٹ فلور سے پاگل ہو گیا تو پھر گراؤنڈ فلور میں داخل کر کے ہنستا ہے کہ اس صوفی کو کیسا رسوا کیا۔ شیطان بڑا چالاک ہے عالمِ لاہوت سے عالمِ ناسوت تک اسٹیج بائی اسٹیج لاتا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ جس نے حسینوں کے فرسٹ فلور کو ہی دیکھنے کو حرام فرما دیا تاکہ میرے بندے رسوا نہ ہوں۔ حفاظتِ نظر کا حکم اللہ کی رحمت ہے۔ بدنظری پہلا اسٹیج ہے اس کے بعد ہی گناہ کی دوسری منزلیں شروع ہوتی ہیں، جو بدنظری سے بچ گیا وہ بدفعلی کے گناہ سے بچ جائے گا۔ حفاظتِ نظر کا حکم دے کر اللہ تعالیٰ نے بندوں پر احسان فرمایا تاکہ میرے بندے گناہ کے مرتکب ہو کر رسوا نہ ہوں۔

حُسنِ ظاہری اور حُسنِ باطنی کا فرق

ارشاد فرمایا کہ اگر سارے عالم کو معلوم ہو جائے کہ فلاں صاحب نے دنیا بھر میں سب سے زیادہ حسین لڑکی سے شادی کرلی تو کوئی پوچھے گا بھی نہیں۔ کہے گا کہ ہمیں کیا فائدہ اس کی بیوی ہے اس کو مبارک ہو وہ مزے اُڑائے ہمیں کیا ملے گا۔ اور لوگوں کے دل میں اس کی عظمت اور عزت میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا، لیکن جو اللہ کا دیوانہ ہوتا ہے اور اللہ کو پا جاتا ہے سارے عالم کو اللہ اس کا دیوانہ بنادیتا ہے کہ اس نے اللہ پر اپنی آرزوؤں کا خون کیا ہے، اللہ پر اپنی جان فدا کی ہے تو سارا عالم اس پر فدا ہوتا ہے۔

خلقے پس دیوانہ و دیوانہ بکارے

لوگ اس اللہ والے کے عاشق ہوتے ہیں کیوں کہ جانتے ہیں کہ اسی سے ہمیں اللہ ملے گا۔ بس جو مولیٰ پر فدا ہو سارا عالم اس پر فدا ہوا۔ لیکن عالم کو اپنے اوپر فدا کرنے کے لیے اللہ کو نہ چاہو اللہ کے لیے اللہ کو چاہو۔ ورنہ اللہ نہیں ملے گا۔

اہل اللہ کے باطن پر نزولِ تجلیات

ارشاد فرمایا کہ جو اللہ پر عاشق ہوتا ہے تو سارے عالم کی لیلائے کائنات کی نمکیات اور تمام مجانینِ عالم کی کیفیاتِ عشقیہ اپنے دل میں پا جاتا ہے۔ احقر راقم الحروف کو مخاطب کرکے فرمایا کہ میر صاحب! یہ باتیں الفاظ کی نہیں ہیں ذرا سی ہمت کرلو حسینوں سے نظر بچالو، دل بچالو پھر دل یہ کیفیات محسوس کرے گا۔ ہر وقت اس کے دل پر اللہ تعالیٰ کی تجلیات کا نزول ہوگا جن کی لذت الفاظ میں نہیں آسکتی۔

فنائیتِ حسن کا عجیب مراقبہ

ارشاد فرمایا کہ اگر کسی حسین پر اچانک نظر پڑ جائے تو جو حقیقت میں سالک اور اللہ کا طالب ہے فوراً نظر ہٹا کر ایک سیکنڈ میں اس حسین پر عالمِ تصور میں بڑھاپا طاری کرتا ہے کہ اس کے چہرے پر جھریاں پڑ گئیں، آنکھیں اندر کو دھنس گئیں،

اور پستان ایک ایک فٹ لٹکے ہوئے دیکھ کر اس عالمِ ناسوت سے نکل جاتا ہے، غیر اللہ سے فرار اختیار کرتا ہے اور اللہ کے ساتھ قرار حاصل کرتا ہے۔ اور اس میں سالک کو دو لطف ملتے ہیں: غیر اللہ سے فرار کا لطف الگ، اور اللہ پر قرار یعنی حلاوتِ ایمانی کا لطف الگ۔ کلمہ کی بنیاد میں پہلے لَآ اِلٰہَ ہے۔ اِلَّا اللّٰہُ کا لطف موقوف ہے لَآ اِلٰہَ پر۔ اِلَّا اللّٰہُ کے لطف کے تو سب حریص ہیں لیکن لَآ اِلٰہَ میں، غیر اللہ سے فرار میں، گناہوں سے بچنے کا غم اُٹھانے میں، غمِ تقویٰ میں ایسی عظیم لذت ہے جو دل ہی محسوس کرتا ہے۔ جس کا لَآ اِلٰہَ مکمل ہو گیا پھر اس کو اِلَّا اللّٰہُ کا اصل مزہ ملتا ہے اور سارا عالم اِلَّا اللّٰہُ سے بھرا ہوا نظر آتا ہے۔ قلب کے آسمان سے لَآ اِلٰہَ کے بادل ہٹا دیجیے پھر سارے عالم میں اِلَّا اللّٰہُ کا سورج چمکتا ہوا نظر آئے گا۔

اسی طرح اگر کسی کو لڑکوں کی طرف میلان ہوتا ہے تو فوراً نظر ہٹا کر تصور کرو کہ یہ اَمرد اسّی سال کا ہو گیا، اتنا گہرا مراقبہ کرو کہ نظر آنے لگے کہ اس کے چہرے پر جھرّیاں پڑ گئیں، دانت ٹوٹ گئے، منہ سے رال بہہ رہی ہے، آنکھوں سے کیچڑ نکل رہا ہے اب سوچو کہ اس حالت میں اس کی طرف دیکھنے کو دل چاہے گا؟ اور میرا یہ شعر پڑھو ؎

میر کا معشوق جب بڈھا ہوا
بھاگ نکلے میر بڈھے حُسن سے

جوہانسبرگ ایئرپورٹ پر ایک نصیحت

حضرتِ والا کے استقبال کے لیے ایئرپورٹ پر بہت بڑا مجمع تھا، دور دور کے شہروں سے بڑے بڑے علماء آئے تھے، مصافحہ اور معانقہ کے بعد حضرتِ والا نے ارشاد فرمایا کہ ان لیلاؤں کو نہ دیکھو اللہ پر فدا ہو جاؤ۔ جو اللہ پر فدا ہوا وہ نشۂ تخت و تاجِ سلاطین اور لیلائے کائنات کی نمکیات اور مجانینِ عالم کی عاشقانہ کیفیات اور مرغ و کباب و بریانی کی لذات سب پا گیا کیوں کہ اللہ کے نام میں دونوں جہاں کی لذات موجود ہیں اللہ تعالیٰ کا نام دنیا و آخرت دونوں کائنات کے مجموعہ لذات کا کیپسول ہے جو اللہ کو پا گیا دونوں عالم کا مزہ اس کے دل میں اتر گیا۔ لہٰذا ایئرپورٹوں پر اور سڑکوں پر آنکھیں دوچار

نہ کرو اور چار کی فکر نہ کرو۔ ایک بیوی پر ہی قناعت کرو۔ یہ حضرتِ والا کی فطری خوش طبعی ہے جس سے حضرتِ والا کی گفتگو سامعین کے لیے انتہائی لذیذ ہو جاتی ہے۔

ایئرپورٹ سے مولانا مفتی حسین بھیات صاحب کے مکان پر حضرتِ والا تشریف لائے، مجمع بھی ساتھ آیا لیکن حضرتِ والا رات بھر کے سفر سے تھکے ہوئے تھے لہٰذا اعلان کر دیا گیا کہ اب بعد مغرب مجلس ہو گی اس وقت حضرتِ والا آرام فرمائیں گے۔ لیکن کمرے میں چند خواص علماء تھے ان سے گفتگو کے دوران بعض اہم ارشادات یہاں نقل کیے جاتے ہیں۔

کیفیتِ احسانی اور صحبتِ اہل اللہ

۱ ارشاد فرمایا کہ جس دروازے سے کوئی نعمت ملتی ہے اس بابِ رحمت کا بھی اکرام کیا جاتا ہے۔ شیخ کا بھی اکرام اسی لیے ہے کہ وہ بابِ رحمت ہے، اس کے ذریعے سے اللہ ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بے مثال قیمت والا ہے، اس کا راستہ بھی بے مثال قیمت والا، اس راستے کا راہ بر بھی بے مثال قیمت والا، اس راستے کا راہ رو بھی بے مثال قیمت والا، اس راستے کا غم اور کانٹا بھی بے مثال قیمت والا ہے، اس لیے میں کہتا ہوں کہ اگر اللہ کے راستے میں ایک کانٹا چبھ جائے تو یہ کانٹا اتنا قیمتی ہے کہ اگر ساری دنیا کے پھول اس کو سلام احترامی اور گارڈ آف آنر پیش کریں تو اس کانٹے کی عظمت کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ اگر اللہ کے راستے میں، گناہ سے بچنے میں، نظر بچانے میں دل میں کوئی غم آجائے تو ساری دنیا کی خوشیاں اگر اس غم کو سلام کریں تو اس غم کی عظمت کا حق ادا نہیں ہو سکتا کیوں کہ اللہ کے راستے کا غم ہے۔

لہٰذا صحبتِ شیخ کو نعمتِ عظمیٰ سمجھو اور اپنی تمام نفلی عبادات واذکار سے زیادہ شیخ کی صحبت کے ایک لمحے کو غنیمت سمجھو۔ اگر صحبت ضروری نہ ہوتی اور علم کافی ہوتا تو قرآنِ پاک پڑھ کر ہم سب صحابی ہو جاتے۔ تلاوتِ قرآنِ پاک سے صحابی نہیں ہوتا، نگاہِ نبوت سے صحابی ہوتا ہے، نگاہِ نبوت سے صحابہ کو وہ کیفیتِ احسانی حاصل ہوئی تھی کہ ان کا ایک مد جَو صدقہ کرنا ہمارے اُحد پہاڑ کے برابر سونا صدقہ کرنے سے افضل

ہے۔ یہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اور اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسا حاملِ کیفیتِ احسانیہ قیامت تک کوئی نہیں آئے گا لٰہذا اب کوئی شخص صحابی نہیں ہو سکتا۔ اس حدیثِ پاک میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتادیا کہ تمہارا اُحد کے برابر سونا خرچ کرنا اس کیفیتِ احسانیہ کے ساتھ نہیں ہوگا جس کیفیتِ احسانی سے میرا صحابی ایک مد جَو اللہ کے راستے میں دے گا۔

اور کیفیتِ احسانی کیا ہے؟ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ[۷۲] قلب کو ہر وقت یہ کیفیتِ راسخہ حاصل ہو جائے کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ میرے شیخ فرماتے تھے کہ جس کو یہ کیفیتِ راسخہ حاصل ہو گئی اس کا ایمان بھی حسین ہو جاتا ہے، اس کا اسلام بھی حسین ہو جاتا ہے۔ احسان بابِ افعال سے ہے اور بابِ افعال کبھی معنیٰ میں اسمِ فاعل کے ہوتا ہے۔ احسان معنیٰ میں مُحسن کے ہے۔ معنیٰ یہ ہوئے کہ احسان ایمان کو بھی حسین کر دیتا ہے اسلام کو بھی حسین کر دیتا ہے، اس کی بندگی ہر وقت حسین رہتی ہے۔ جس کو ہر وقت یہ استحضار ہو کہ میرا اللہ مجھ کو دیکھ رہا ہے اس کا ایمان حسین نہیں ہوگا؟ اس کو تو ہر وقت حضوری حاصل ہوگی، ایمان بالغیب نام کا ایمان بالغیب رہ جائے گا۔ اور اس کا اسلام بھی حسین ہو جائے گا یعنی اس کی نماز، اس کی تلاوت، اس کا سجدہ سب حسین ہو جائے گا۔

لٰہذا شیخ کے پاس اضافۂ علم کی نیت سے نہ جاؤ، اس نیت سے جاؤ کہ اس کے قلب کی کیفیتِ احسانی، اللہ تعالیٰ کا تعلق، قلب و حضوری، ہمتِ تقویٰ و ایمان و یقین کا اعلیٰ مقام ہمارے قلب میں منتقل ہو جائے۔ نفعِ لازم کی فکر کرو، نفعِ متعدی کی نیت بھی نہ کرو کہ یہ بھی غیر اللہ ہے۔ اور نفعِ لازم کو نفعِ متعدی لازم ہے جیسے کہیں کوئی کباب تلا جارہا ہے، تلنے سے کباب خود لذیذ ہو رہا ہے، نفع لازم حاصل کر رہا ہے لیکن اس کی خوشبو جب دور دور پہنچے گی تو لوگ اس کی خوشبو سے مست ہو کر خود دوڑیں گے کہ آہا!

۷۲؎ صحیح البخاری:۱/۱۲(۵۰)،کتابُ الایمان،باب سؤال جبرئیل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الایمان والاسلام،المکتبۃ المظہریۃ

کہیں کباب تلا جارہا ہے، چلو اس کو حاصل کریں۔ اسی طرح جو عالم کسی اللہ والے کے زیرِ تربیت مجاہدات کی آگ میں تلا جاتا ہے وہ لاکھ اپنے آپ کو چھپائے اس کی خوشبو دور دور جاتی ہے۔ ایک عالَم اس سے مستفید ہوتا ہے لیکن شرط یہی ہے کہ کسی اللہ والے کی تربیت میں وہ مجاہدہ کرے۔ وہ اللہ والا جانتا ہے کہ اس کو کتنی دیر تک تَلنا ہے، کتنی آنچ دینی ہے۔ بغیر صحبتِ اہل اللہ کے مجاہدہ بھی کافی نہیں۔ اس کی دوسری مثال یہ ہے کہ تِلّی کتنا ہی مجاہدہ کرلے اور کہے کہ مجھے میرے مجاہدات کافی ہیں، مجھے پھولوں کی صحبت میں رہنے کی ضرورت نہیں تو ایسی تِلّی کو لاکھ رگڑو اور کولہو میں اس کی ہڈی پسلی ایک ہوجائے لیکن رہے گا تلّی ہی کا تیل، روغنِ گل نہیں ہوسکتا کیوں کہ پھولوں کی خوشبو میں نہیں بسا۔ اسی طرح جو شخص مشایخ سے مستغنی ہوکر مجاہدات کرتا ہے اس کا قلب نسبتِ مع اللہ کی خوشبو سے محروم رہتا ہے، اور جو کسی شیخِ کامل کی صحبت میں رہ کر مجاہدہ کرے تو اس مجاہدے کی برکت سے اس میں جلبِ نور کی استعداد پیدا ہوتی ہے اور شیخ کی نسبت مع اللہ اور کیفیتِ احسانی کی خوشبو اس کے قلب کے ذرّہ ذرّہ میں نفوذ کرجاتی ہے اور وہ صاحبِ نسبت اور حاملِ کیفیتِ احسانی ہوجاتا ہے۔ یہ ہے صحبت کی اہمیت۔

لہٰذا اہلِ علم اپنے علم پر ناز نہ کریں، علم کا پندار توڑ کر کسی اللہ والے کے قدموں میں اپنے کو مٹادیں پھر اے علماء! آپ کے کمیاتِ علمیہ شرعیہ حاملِ کیفیاتِ احسانیہ ہوں گے اور آپ کے علم میں وہ انوار پیدا ہوں گے کہ سارا عالَم حیران ہوگا اور ایک عالَم آپ سے سیراب ہوگا۔

بعد مغرب ۲۸؍ربیع الثانی ۱۴۱۸؁ھ مطابق ۳۱؍اگست ۱۹۹۷؁ء بروزِ اتوار ساڑھے چھ بجے شام برمکان مفتی حسین بھیات صاحب Lenasia (جنوبی افریقہ)

صوفیا کو ہلکے حُسن سے احتیاط کا مشورہ

ارشاد فرمایا کہ جب تیز ٹھنڈک ہوتی ہے تو آدمی ہوشیار ہوجاتا ہے کہ گرم کپڑے پہن لو ورنہ ٹھنڈک لگ جائے گی لیکن جب ہلکی ٹھنڈک ہو تو زیادہ احتیاط کرو کیوں کہ ہلکی ٹھنڈک آہستہ آہستہ ہڈی میں اتر جائے گی اور آپ کو نزلہ زکام بخار میں

مبتلا کردے گی۔ شیخ بو علی سینا "حیاتِ قانون" میں لکھتا ہے کہ ہلکے بخار سے زیادہ ڈرو کیوں کہ ہلکے بخار کو آپ سمجھیں گے کہ معمولی ہے اس لیے اس سے بچنے کی توفیق نہیں ہو گی لیکن یہ معمولی حرارت آہستہ آہستہ ہڈی میں پیوست ہو کر تپ دق میں مبتلا کر کے قبر میں پہنچا دے گی۔ یہ جسمانی بیماری پیش کر کے میں آپ کو ایک روحانی بیماری سے آگاہ کر رہا ہوں کہ جس کے حُسن میں ہلکا سا نمک ہو، شدید حُسن نہ ہو، معمولی سا حسن ہو ایسے حسینوں سے زیادہ احتیاط کرو کیوں کہ جب حسن زیادہ ہو گا تو آپ خود گھبرا جائیں گے کہ بھائی! اس سے احتیاط کرنا چاہیے اور اس کو دیکھ کر آپ میرا یہ شعر بزبانِ حال پڑھ کر اس سے دور جائیں گے کہ ؎

اس کی قامت ہے یا قیامت ہے
اس کو دیکھے گا جس کی شامت ہے

اور جہاں ہلکا حُسن ہوتا ہے وہاں صوفی سے بے احتیاطی کا اندیشہ ہے کہ ارے! کوئی بات نہیں معمولی سا حُسن ہے لیکن یہ معمولی سا حُسن لے ڈوبتا ہے، ہلکے بخار کی طرح یہ ہڈی میں اتر جاتا ہے۔ ہلکے حُسن کی وجہ سے اس کے فرسٹ فلور یعنی چہرہ اور ناک نقشہ سے احتیاط نہیں کرتا لہٰذا آہستہ آہستہ ہلکے حُسن کی گرمی نفس کو گرم کر دیتی ہے یہاں تک کہ صوفی صاحب کو نفس و شیطان فرسٹ فلور سے Pull کر کے ناف کے نیچے گراؤنڈ فلور میں Push کر کے ذلیل و رسوا کر دیتے ہیں اور وہ صوفی حیران رہ جاتا ہے کہ میں تو اللہ کی طلب میں نکلا تھا یہ کہاں ذلت و رسوائی کے گڑھے میں اللہ تعالیٰ سے دوری کے عذاب میں مبتلا ہو گیا۔ لہٰذا سالکین کو ہلکے حسن سے بہت زیادہ احتیاط کرنا چاہیے۔ جس میں ایک ذرّہ کشش محسوس ہو اس سے فوراً قلباً اور قالباً دور ہو جانا چاہیے ورنہ خیریت نہیں۔

کلام اللہ اور کلامِ نبوت میں تقدیم و تاخیر کے بعض اسرارِ عجیبہ

ارشاد فرمایا کہ بظاہر تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بد نظری میں کوئی اتنا بڑا فساد اور خرابی نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو کیوں حرام فرمایا اس کا راز اللہ تعالیٰ کی رحمت سے میرے ایک شعر میں بیان ہوا۔

عشق بُتاں کی منزلیں ختم ہیں سب گناہ پر
جس کی ہو انتہا غلط کیسے صحیح ہو ابتدا

مقدمۂ حرام، حرام ہوتا ہے۔ بد نظری سبب ہے حرام کا اس لیے اس مقدمۂ حرام کو شریعت نے حرام قرار دیا کیوں کہ نفس کا مزاج نظر بازی پر اکتفا نہیں ہے نظر بازی کے بعد اس کے اور لوازم شروع ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ آہستہ آہستہ بد نظری کی آخری منزل یعنی بد فعلی تک نفس پہنچا دیتا ہے۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، بخاری شریف کی حدیث ہے کہ نظر بازی آنکھوں کا زنا ہے، اس کو معمولی گناہ مت سمجھو **زِنَا الْعَيْنِ النَّظَرُ**[۷۳] کبھی خبر کو مقدم کیا جاتا ہے اہتمام شان کے لیے ورنہ **اَلنَّظَرُ زِنَا الْعَيْنِ** تھا **زِنَا الْعَيْنِ** خبر ہے، خبر کو جو مقدم کیا جا رہا ہے اس میں بندوں کے اُمورِ طبعیہ واُمورِ نفسانیہ کی ایک بہت اہم رعایت ہے، انبیاء علیہم السلام کو ماہرِ نفسیات بنا کر بھیجا جاتا ہے ورنہ اہلِ نفس کے نکتوں کو جو نہ سمجھے وہ معالج نہیں ہو سکتا۔ معالج اور شیخ کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے مریدین کی نفسیات کا بھی ماہر ہو۔ لہٰذا کلامِ نبوت کی بلاغت اور الفاظِ نبوت کی ترتیب دیکھیے کہ اس ترتیب سے اُمت کو کیسا سمجھایا ہے کہ زنا کے لفظ سے میری اُمت کے لوگ گھبرا جائیں کہ ارے! یہ آنکھوں کا زنا ہے توبہ توبہ! اور بد نظری سے بچنے کی اہمیت ظاہر ہو اس لیے **زِنَا الْعَيْنِ** کو مقدم فرمایا گیا۔ یہ کلامِ نبوت کی بلاغت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے کلام میں کہیں خبر کو مقدم فرمایا ہے **اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا**[۷۴] جن لوگوں نے اقرار کیا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر قائم بھی رہے۔ یہ استقامت کیا چیز ہے؟ جس نے اللہ تعالیٰ کو اپنا رب مان لیا تو **بِجَمِيْعِ اَعْضَائِهٖ وَبِجَمِيْعِ اَجْزَائِهٖ وَبِجَمِيْعِ كَيْفِيَّاتِهٖ وَبِجَمِيْعِ كَمِيَّاتِهٖ وَبِجَمِيْعِ جَذْبَاتِهٖ** بندہ ہر وقت اللہ پر فدا رہے، اپنے رب سے چپکا رہے جیسے بچہ ماں سے چپٹتا ہے

۷۳؎ صحیح البخاری: ۹۲۲/۲، ۹۲۳ (۶۲۷۵)، باب زنی الجوارح دون الفرج، المکتبۃ المظھریۃ

۷۴؎ الاحقاف: ۱۳

تب دودھ پیتا ہے، اگر تم حق تعالیٰ سے دور رہو گے تو اپنے رب کے فیضان، اپنے رب کی رحمت اور الطاف و کرم و عنایات سے محروم رہو گے اور اللہ کو چھوڑ کر جن پر جان دیتے ہو یہ عاجز ہیں۔ یہ خود اپنی سلامتیٔ اعضاء پر قادر نہیں۔ اگر ان کا گردہ فیل ہو جائے تو کوئی حسین اپنا گردہ ٹھیک نہیں کر سکتا تو تم کیوں اپنا دل گردہ ان پر خراب کرتے ہو۔ غیر اللہ سے جان چھڑا کر ہمہ وقت اللہ پر فدا رہنا اس کا نام استقامت ہے۔

تو یہاں بھی رَبُّنَا اللّٰہُ میں رَبُّنَا خبرِ مقدم ہے دراصل اَللّٰہُ رَبُّنَا تھا لیکن خبر کو مقدم کر دیا تاکہ حصر کے معنیٰ پیدا ہو جائیں کہ ہمارا پالنے والا صرف اللہ ہے۔ اب اگر کوئی کہے کہ ہم رَبُّنَا کو کیوں نہ مبتدا مان لیں، ہم اس کو خبرِ مقدم کیوں مانیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قانونِ نحو کے مطابق یہ صحیح نہیں ہوگا کیوں کہ علمائے نحو کا اجماع ہے کہ مبتدا مسند الیہ ہوتا ہے اور مسند الیہ اتنا قوی ہونا چاہیے کہ خبر اس سے سہارا لے سکے، اگر ہم رَبُّنَا کو مبتدا بناتے ہیں تو اللّٰہُ خبر ہو جائے گا اور خبر کا سہارا رَبُّنَا پر ہوگا اور رب اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے اور اللہ اسمِ ذات ہے جو حامل جملہ صفات ہے لہٰذا اللہ کا عظیم الشان اسمِ ذات بھلا کسی صفت کا سہارا ڈھونڈے! اللہ سے بڑھ کر کوئی اور سہارا نہیں ہو سکتا اور مسند الیہ اور مبتدا سہارا ہوتا ہے لہٰذا قوی سہارا ہوتے ہوئے ضعیف سہارے کی طرف توجہ کرنا قانونِ نحو سے قطع نظر عظمتِ الٰہیہ کے بھی خلاف ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کی عظمت کا مقتضا ہے کہ یہاں اللّٰہُ کو مبتدا اور مسند الیہ اور رَبُّنَا کو خبر مقدم کر کے حصر کے معنیٰ پیدا کیے جائیں کہ ہمارا پالنے والا صرف اللہ ہے۔

لہٰذا جب ہم اللہ کے ہیں تو غیر اللہ پر مرنا ہمارے لیے کیسے جائز ہوگا۔ آنکھ میں روشنی اللہ نے دی ہے تو جہاں وہ خوش ہوں وہاں نظر ڈالیے جہاں وہ ناخوش ہوں وہاں ان کی دی ہوئی روشنی کو استعمال نہ کیجیے۔ بس حرام خوشیوں سے اپنا دل خوش نہ کیجیے۔ یہ سلوک و تصوف کا حاصل میں پیش کر رہا ہوں۔ اپنے احباب سے دردِ دل سے کہتا ہوں کہ ایک لمحہ اللہ کو ناراض کر کے اگر ساری دنیا کی خوشیاں ملتی ہوں تو اللہ تعالیٰ کی ناخوشی کو گوارا نہ کیجیے۔ یہ بات جس کو حاصل ہو گئی وہ اولیائے صدیقین کی آخری سرحد پر پہنچ گیا اور اس کو وہ استقامت حاصل ہو گئی جو اس آیت میں مذکور ہے۔

ارتکابِ معصیت کا سبب اور اس کی حِسّی مثال

ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی کہے کہ میں پُرانا مجرم ہوں بچپن سے بد نظری کی، حسینوں کو تاکنے کی عادت ہے اور گناہ کی عادت راسخ ہوچکی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ گناہ کی کتنی ہی عادت راسخ ہو اس کے ترک پر اسے اختیار اور طاقت حاصل ہے ورنہ تقویٰ کسی زمانے میں فرض ہوتا اور کسی زمانے میں فرض نہ ہوتا کیوں کہ طاقت کے بغیر تقویٰ فرض کرنا ظلم ہے اور اللہ تعالیٰ ظلم سے پاک ہے۔ معلوم ہوا کہ گناہ چھوڑنے کی طاقت ہر زمانے میں ہے، ماضی میں بھی، حال میں بھی، استقبال میں بھی۔ اس کی دلیل حِسّی پیش کرتا ہوں۔ ایک بہت تگڑا آدمی جو بہت خونی اور بہت ماہر باکسر ہے کہتا ہے کہ سنا ہے کہ آپ کی بد نظری کی عادت بہت راسخ ہے۔ میں آج آپ کے ساتھ یہاں سے کیپ ٹاؤن تک چلتا ہوں اور میرے پاس خنجر بھی ہے اور پستول بھی ہے۔ اگر آج آپ نے بد نظری کی تو میں آپ کو چھوڑوں گا نہیں۔ اس وقت یہ راسخ النظر صاحب نظر بازی کریں گے ؟ کیا وجہ ہے کہ ایک مخلوق سے ڈر کر تقویٰ آسان ہو جائے اور حق تعالیٰ کی عظمت سامنے ہوتے ہوئے تقویٰ آسان نہ ہو۔ معلوم ہوا کہ استحضارِ عظمتِ الٰہیہ سے یہ شخص محروم ہے، اللہ کی عظمت نظر نہیں آتی اس لیے نفس کی بُری خواہش کو خدا بنایا ہوا ہے۔

بس حاصلِ سلوک، حاصلِ تصوف، حاصلِ تزکیۂ نفس، حاصلِ اصلاحِ نفس، اولیائے صدیقین کی منتہا اور آخری سرحد جس کے بعد ولایت کا کوئی اور مقام نہیں ہے وہ صرف یہ ہے کہ بندہ ایک لمحہ اللہ کو ناراض نہ کرے، وظیفہ چاہے کم پڑھے۔ اللہ کا ولی بننا تو بہت آسان ہے۔ بتائیے کام کرنا مشکل ہے یا کام نہ کرنا؟ کام کرنا مشکل ہے، کام نہ کرنا آسان ہے۔ اسی لیے میں کہتا ہوں کہ کام نہ کیجیے اور ولی اللہ بن جائیے۔ وہ کیسے ؟ گناہ کا کام نہ کیجیے، آرام سے رہیے اور ولی اللہ بن جائیے۔ صرف فرض، واجب اور سنتِ مؤکدہ ادا کیجیے، گناہ نہ کرنے سے غم تو ہو گا لیکن یہ غم اُٹھا لیجیے اور ولایتِ صدیقین کی منتہا کو پہنچ جائیے۔ بتائیے اس سے زیادہ آسان راستہ اور کیا ہو گا۔

ذکر اللہ اور جذبِ الٰہیہ

ارشاد فرمایا کہ بزرگانِ دین جو ذکر بتاتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ذکر کی برکت سے اللہ کا راستہ آسان ہوجاتا ہے، گناہ سے بچنا آسان ہوجاتا ہے کیوں کہ ہر حُسن میں جذب ہے، غیر اللہ میں اللہ تعالیٰ نے جاذبیت رکھی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی قوتِ جذب تمام ماسوا اللہ کی قوتِ جذب سے اعلیٰ ہے۔ سارے عالم کی صفتِ جذب مخلوق ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفتِ جذب خالقیت کے ساتھ ہے پس اللہ تعالیٰ کا جذب سب سے قوی ہے لہٰذا مشائخ جو ذکر اللہ کی تعلیم دیتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام کے صدقے میں جہاں ان کو اللہ تعالیٰ کی ذات کا قرب حاصل ہو وہاں صفاتِ الٰہیہ کی بھی تجلّی ان پر ہو اور اللہ تعالیٰ کی شانِ جذب کا ظہور ہو جس کے سامنے ساری دنیا کے مقناطیس اور ساری دنیا کے حسینوں کی کشش فیل ہوجائے گی۔ اللہ کے ذکر سے وہ آہستہ آہستہ اللہ کی طرف کھنچتا چلا جائے گا۔ میرے شیخِ اوّل حضرت شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک جملہ ہے کہ ذکر ذاکر کو مذکور تک پہنچا دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے محبت کی ایک عجیب عقلی دلیل

ارشاد فرمایا کہ اللہ کے علاوہ کسی اور کا نام لیجیے وہاں اسم کے ساتھ اس کا مسمّیٰ اور وجود ضروری نہیں ہے۔ جیسے میں اپنے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کا نام لوں تو حضرت تو ہردوئی میں بیٹھے ہیں۔ یہاں موجود نہیں لیکن پوری کائنات میں صرف اللہ تعالیٰ کی ایک ذات ہے کہ جہاں ان کا نام لیا جاتا ہے وہاں ان کا مسمّیٰ بھی ہے اسی لیے اللہ کے عاشقوں کو فراق سے پالا نہیں پڑتا۔ وہ ہر وقت صاحبِ وصل ہیں کیوں کہ جہاں اللہ کا نام لیا وہیں اللہ موجود ہے۔ دنیا کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جہاں اللہ نہ ہو **وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ**[۷۵] لہٰذا ایسا محبوب اللہ کے علاوہ کوئی اور نہیں ہوسکتا اس لیے عقلاً بھی اللہ سے محبت کرنا فرض ہے کیوں کہ محبت نہیں چاہتی کہ فصل ہو، جدائی ہو اور دنیا کے محبوبوں میں جدائی کا امکان رہتا ہے **اَحْبِبْ**

۷۵؎ الحدید:۴

مَنْ شِئْتَ فَاِنَّكَ مُفَارِقُهٗ جس سے چاہو محبت کرلو لیکن ایک دن اس سے جدا ہو جاؤ گے۔ یہ جدائی عارضی بھی ہوسکتی ہے اور دائمی بھی مثلاً محبوب یہاں سے ڈربن چلا گیا، یا بیوی میکے یعنی مائی کے یہاں چلی گئی تو یہ عارضی جدائی ہوئی اور اگر موت واقع ہوگئی تو دائمی جدائی ہوگئی اور کلامِ نبوت کی بلاغت دیکھیے کہ بابِ مفاعلہ استعمال فرمایا جس میں فعل کا صدور جانبین سے ہوتا ہے، کیا معنیٰ کہ یا وہ محبوب تم سے جدا ہوسکتا ہے یا تم اس سے جدا ہوسکتے ہو عارضی طور سے یا دائماً، اس طرح فراق ہوا یا نہیں؟ لیکن اللہ تعالیٰ سے کبھی فراق نہیں ہوتا۔ وہ ہم سے جدا نہیں ہوتے، ہم اپنی نالائقی سے ان سے جدا ہوتے ہیں، گناہ کے بادلوں کے ظلمات میں ہم محجوب ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا محبت کا فطری مزاج یہ ہی ہے کہ محبوب سے ہر وقت ملاقات ہو ورنہ عاشق مر جائے گا، اور ہر وقت ساتھ رہنے والا سوائے اللہ کے کوئی نہیں ہے لہٰذا عقلاً بھی یہ دلیل ہے کہ اللہ ہی سے محبت کرو۔

محبت بالحق اور محبت للحق میں کوئی فرق نہیں

ارشاد فرمایا کہ جو محبت للحق ہوتی ہے وہ محبت بالحق ہوتی ہے یعنی جو محبت اللہ کے لیے ہوتی ہے وہ اللہ ہی کی محبت میں شامل ہے اس لیے شیخ کی محبت اللہ کی محبت سے الگ نہیں ہے۔ جو شخص شیخ کی محبت کو اور اللہ کی محبت کو الگ الگ سمجھتا ہے وہ مشرک فی التصوف ہے۔

دو مگو و دو مخواں و دو مداں
خواجہ را در خواجہ خود محو داں

شیخ کو اپنے اللہ کی محبت میں فانی سمجھو، الگ مت سمجھو۔ جب شکر دودھ میں محلول ہوگئی، گھل گئی اور فنا ہوگئی یعنی فانی فی اللبن ہوگئی اب اس کو دودھ سے الگ مت سمجھو، ہر گھونٹ میں اب اس شکر کو بھی پاؤ گے۔ بندہ جب اللہ میں فانی ہوگیا تو سمجھ لو کہ اس کو دیکھنا گویا اللہ کو دیکھنا ہے۔ میرے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جس شیشی میں دس ہزار روپے تولہ کا عطر عود ہے تو جو شخص اس شیشی کو دیکھ رہا ہے وہ گویا عطر کو دیکھ رہا ہے اور اس شیشی کا اکرام کرنا عطر کا اکرام ہے اس لیے شیخ کا اکرام

اللہ تعالیٰ کا اکرام ہے کیوں کہ اللہ کی وجہ سے اکرام کر رہا ہے۔ لہٰذا جن لوگوں نے اپنے شیخ کا اکرام کیا اللہ نے ان کو اکرام عطا فرمایا کیوں کہ اہل اللہ کا اکرام اللہ تعالیٰ کا اکرام ہے اور اکرامِ الٰہیہ کا انعامِ الٰہیہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اکرام بین الخلق دیتا ہے جَزَآءً وِّفَاقًا یعنی جزاء موافقِ عمل، اور جنہوں نے اپنے نفس کو نہیں مٹایا، شیخ کا اکرام نہیں کیا دنیا میں بھی ان کو اکرام نصیب نہیں ہوا لیکن حکیم الاُمت تھانوی فرماتے ہیں کہ شیخ کا اکرام اکرام بین الخلق کے لیے نہ کرو، اللہ کے لیے کرو۔ اللہ والوں کو اللہ کے لیے چاہو، دنیا کی نیت کر کے اپنے عمل کو ضایع نہ کرو، دُنیا تو خود آئے گی۔ دنیا بغیر نیت ملتی ہے، اللہ نیت سے ملتا ہے۔ ہمارے دل میں جو کچھ ہے سب اللہ کے سامنے ہے۔ جو شخص اکرام فی الخلق کی نیت کرے گا تو بتایئے غیرتِ جمالِ خداوندی کا کیا تقاضا ہے کہ یہ ظالم مخلوق میں مکرم ہونے کے لیے ہمارے عاشقوں سے ملتا ہے، ہمارے لیے نہیں مل رہا ہے۔ لہٰذا غیرتِ جمالِ خداوندی اس کو گوارا نہیں کرتی اور ایسا شخص محروم رہتا ہے۔

اکتسابِ نور بقدر فنائے نفس ہوتا ہے

ارشاد فرمایا کہ نُوْرُ الْقَمَرِ مُسْتَفَادٌ مِّنْ نُّوْرِ الشَّمْسِ قمر کی کوئی ذاتی روشنی نہیں ہے وہ آفتاب کی شعاعوں سے روشن رہتا ہے جب آفتاب اور چاند کے درمیان زمین کی پوری حیلولت آجاتی ہے تو چاند بالکل بے نور ہوجاتا ہے اور جب حیلولت تھوڑی تھوڑی ہٹتی جاتی ہے تو چاند تھوڑا تھوڑا روشن ہوتا جاتا ہے اور جس دن زمین کی حیلولت بالکل ختم ہوجاتی ہے تو سورج کی روشنی سے چاند کا پورا دائرہ روشن ہوجاتا ہے۔ جن لوگوں نے اپنے نفس کی حیلولت کو، بری خواہشات کو بالکلیہ مٹادیا ان کے قلب کا پورا دائرہ حق تعالیٰ کے قرب کی تجلیات سے بدرِ منیر ہوجاتا ہے، قلب کا پورا دائرہ تجلیاتِ الٰہیہ سے روشن ہوتا ہے لہٰذا اس کی تقریر میں اور اس کی تحریر میں ان انوارِ الٰہیہ کے آثار محسوس ہوں گے لیکن اگر نفس کو پورا نہیں مٹایا اور نفس کی شرارت سے کبھی کبھی گناہ بھی کرتا رہتا ہے، کبھی کبھار اِدھر اُدھر نظر مار کر لذت لیتا ہے تو اس کے قلب کا دائرہ پورا روشن نہیں ہوگا۔ جس طرح چاند کی چودہ تاریخ سے پہلے بھی تو چاند ہوتا ہے

مگر اس کا کچھ حصہ اندھیرا ہوتا ہے اسی طرح اس شخص کی تقریر اور تحریر میں اتنے اندھیرے ہوں گے جتنا حصہ قلب کا اندھیرا ہوگا۔ اس لیے اگر چاہتے ہو کہ ہمارا پورا قلب اللہ تعالیٰ کی تجلّی کا مرکز اور سرچشمہ بن جائے تو ایک گناہ بھی نہ کرو۔

رحمتِ حق اور محرومی از رحمتِ حق کے دلائلِ منصوصہ

ارشاد فرمایا کہ گناہ بُری چیز ہے اور بُری چیز کو جلد چھوڑنا چاہیے۔ جیسے اگر کپڑے میں کہیں پاخانہ لگ جائے تو جلدی سے صاف کرتے ہو کہ نہیں؟ لیکن آج کل لوگوں سے ایک بد نظری ہوتی ہے تو جلد توبہ نہیں کرتے، شیطان کہتا ہے ابھی تو راستے میں بہت سی شکلیں نظر آئیں گی سب کو خوب دیکھ بھال لو، شام کو گھر جانا، جب سورج غروب ہوجائے تو اندھیرے میں رو دھو کر خوب تلافی کردینا۔ اجالوں میں اندھیرے کام کرو اور اندھیرے میں اُجالے کام کرو۔ میں کہتا ہوں کہ اگر یہ شخص خوش نصیب ہے اور اس کے قلب پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے اور یہ محروم رحمتِ الٰہیہ نہیں ہے تو ان شاء اللہ ایک سیکنڈ بھی برداشت نہیں کرے گا، صدورِ خطا کے بعد فوراً حق تعالیٰ سے استغفار و توبہ کرکے موردِ عطا ہوجائے گا۔ جو لوگ تسلسل کے ساتھ گناہوں میں مبتلا ہیں اور توبہ و استغفار کرکے اپنے کو صاف نہیں کرتے یہ حق تعالیٰ کی رحمتِ خاصہ سے محروم ہیں۔ دلیل کیا ہے؟ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ بِتَرْکِ الْمَعَاصِیْ[۷۶] اے اللہ! مجھے وہ رحمت عطا فرمایئے جس سے میں گناہ چھوڑدوں۔ معلوم ہوا کہ گناہ چھوڑنا اللہ کی رحمت کی دلیل ہے، اور نفس کے شر سے وہی بچ سکتا ہے جو اللہ کی رحمت کے سائے میں ہوگا۔ اس کی دلیل اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ[۷۷] ہے۔ یہ استثنا اللہ تعالیٰ کا ہے، خالقِ نفس امارہ کا استثنا ہے۔ نفسِ امارہ کے معنیٰ ہیں لَكَثِيْرَةُ الْاَمْرِ بِالسُّوْءِ[۷۸] جس کا ہندی ترجمہ میں نے کیا ہے کہ مہادشٹ یعنی زبردست خطرناک، انتہائی خراب

۷۶؎ جامع الترمذی: ۱۹۷/۲ (۳۵۷۰)، باب فی دعاء الحفظ، ایچ ایم سعید

۷۷؎ یوسف: ۵۳

۷۸؎ روح المعانی: ۲/۱۳، یوسف (۵۳)، دار احیاء التراث، بیروت

اور اَلسُّوْءِ میں الف لام اسم جنس کا ہے۔ جنس وہ کُلّی ہے جو انواع مختلف الحقائق پر مشتمل ہو۔ یعنی زمانۂ نزولِ قرآن سے لے کر قیامت تک گناہ کے جتنے بھی انواع واقسام ایجاد ہوں گے سب اس اَلسُّوْءِ میں شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے کلام کی بلاغت تو دیکھیے کہ الف لام جنس کا داخل فرما کر قیامت تک ہونے والے تمام گناہ ٹی وی، وی سی آر، ڈش انٹینا کی بدمعاشیاں، اَمارد اور کتوں سے شادیاں وغیرہ وغیرہ سب اس میں شامل ہیں لیکن اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ جو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سائے میں رہے گا وہ نفس کے شر سے محفوظ رہے گا۔ لہٰذا جس کو دیکھو کہ نفس کے شر سے محفوظ ہے، گناہوں میں مبتلا نہیں تو سمجھ لو کہ یہ سایۂ رحمتِ الٰہیہ میں ہے اور اس سایہ میں آپ بھی بیٹھ جائیے۔

بیٹھ جاتا ہوں جہاں چھاؤں گھنی ہوتی ہے
ہائے کیا چیز غریب الوطنی ہوتی ہے

مطلب یہ ہے کہ اہل اللہ کی صحبت میں رہو کیوں کہ وہ لوگ سایۂ رحمتِ الٰہیہ میں ہیں۔ دلیل وہی ہے جو اوپر بیان ہوئی کہ وہ لوگ نفس کے شر سے محفوظ ہیں اور اگر کبھی بربنائے غلبۂ بشریت ان سے خطا ہو جائے تو ان کی ندامت اور استغفار کا بھی وہ مقام ہوتا ہے کہ عوام الناس اس کا تصور بھی نہیں کرسکتے۔ جو مقرب ہوتے ہیں، عظیم الشان قرب جن کو عطا ہوتا ہے ان کی ندامت بھی عظیم الشان ہوتی ہے، ان کے آنسو بھی عظیم الشان ہوتے ہیں۔ جس مقام سے وہ استغفار و توبہ کرتے ہیں عوام کو اس کی ہوا بھی نہیں لگ سکتی۔ اللہ کے حضور میں وہ جگر کا خون پیش کرتے ہیں۔

در مناجاتم ببیں خونِ جگر

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ جب میں روتا ہوں اور اپنے گناہوں کی معافی مانگتا ہوں تو اے اللہ! میری مناجات میں آپ میرے جگر کا خون بھی تو دیکھیے۔ شہیدوں کے خون کے برابر ان گناہ گاروں کے آنسو وزن ہوں گے۔

کہ برابر می کند شاہِ مجید
اشک را در وزن با خونِ شہید

اور شہید کے خون کے برابر کیوں وزن کیا جائے گا؟ کہاں یہ پانی اور کہاں شہید کا خون! مولانا رومی فرماتے ہیں کہ ندامت کے یہ آنسو پانی نہیں ہیں یہ جگر کا خون ہے جو خوفِ خدا سے پانی ہوگیا ہے۔

ہر مجلس میں اختر جو بات پیش کررہا ہے یہ حاصلِ سلوک اور اولیائے صدیقین کی جو آخری سرحد ہے اس مقام تک پہنچانے والی ہے۔ جان لو، مان لو اور ٹھان لو کہ ایک لمحہ کو خدا کو ناراض نہیں کرنا ہے۔ گناہ نہ کرنے سے بالفرض اگر جان جاتی ہے تو جان فدا کردو۔ میرا ایک شعر ہے ؎

نہیں ناخوش کریں گے رب کو اے دل تیرے کہنے سے
اگر یہ جان جاتی ہے خوشی سے جان دے دیں گے

مبارک ہے وہ جان جو اللہ پر فدا ہو، مبارک ہے وہ جوانی جو خدا پر فدا ہو، مبارک ہیں وہ آنکھیں جو اللہ کے خوف سے اشک بار ہیں۔ باقی جتنے کام خدا کی مرضی کے خلاف ہیں وہ مؤمن کے لیے خسارہ ہیں۔ بس میری سارے عالم میں یہی صدا ہے کہ اللہ کے لیے اللہ کو خوش رکھو اور ایک لمحہ بھی اپنے مالک کو ناخوش کرکے حرام خوشی اپنے قلب و نفس میں نہ لاؤ۔ یہ غیرتِ بندگی کے بھی خلاف ہے، حیا کے بھی خلاف ہے، شرافت کے بھی خلاف ہے، اللہ کو ناراض کرکے اپنے نفس میں حرام خوشی لانے والے سے بڑھ کر کوئی بے غیرت، کمینہ، ناشکرا اور بین الاقوامی احمق نہیں ہے کیوں کہ اتنی بڑی طاقت والے مالک کو ناراض کرکے اپنے نفس دشمن کو خوش کررہا ہے۔ اگر اللہ کی صفت ذوالانتقام کا ظہور ہوجائے تو یہ کیا کرسکتا ہے۔ کیا صفاتِ الٰہیہ کے ظہور کے لیے اللہ تعالیٰ اس سے مشورہ کرے گا؟ اور جیسے ہی گناہ کا ارادہ کرتا ہے اس کی دوزخ اسی وقت سے شروع ہوجاتی ہے۔ یہ بے وقوف سمجھتا ہے کہ میں حسینوں اور نمکینوں کو دیکھ کر مزے اُڑا رہا ہوں لیکن اسے معلوم نہیں کہ یہ نالائق اپنی زندگی کو عذاب اور دوزخ میں ڈال رہا ہے، اپنے پیر میں خود کلہاڑی مار رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ظَلَّامٌ لِّلۡعَبِیۡدِ نہیں ہے، یہ خود ہی اپنی جان پر ستم ڈھا رہا ہے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ جو گناہوں پر اصرار کرتا ہے اور استغفار و توبہ سے تلافی نہیں کرتا یہ اپنی ذات سے خود دوزخ ہے۔ کیا پیارا شعر فرمایا ؎

گر گرفتار صفات بد شدی
ہم تو دوزخ ہم عذاب سرمدی

اے سالکینِ کرام! تم جو اللہ کو ڈھونڈ رہے ہو اور اولیاء اللہ سے مرید ہو رہے ہو، اللہ کی تلاش میں ہو اگر تم نے ننانوے گناہ چھوڑ دیے لیکن صرف ایک گناہ سے توبہ نہ کی کہ اگر یہ گناہ بھی چھوڑ دیا تو زندگی بے مزہ ہو جائے گی تو اگر ایک گناہ میں بھی مبتلا رہو گے تو پھر تمہیں دوزخ کی تلاش کی ضرورت نہیں، پھر تمہاری ذات خود دوزخ ہو جائے گی کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی نگاہِ کرم سے وہ دل محروم ہو جاتا ہے جو اللہ کو ناراض کر کے حرام لذت کو درآمد کرتا ہے۔ اور جس وقت حق تعالیٰ کی نگاہِ کرم ہٹتی ہے اسی وقت اس کے قلب میں حق تعالیٰ کے عذاب کا نقطۂ آغاز ہوتا ہے۔ جب آفتاب غروب ہوتا ہے تو ساری کائنات میں اندھیرا چھا جاتا ہے تو خالقِ آفتاب جس سے ناراض ہو اس کے دل کے اندھیروں کا کیا عالم ہو گا؟ یہاں تو پھر بھی اُمید ہے کہ رات بھر کے اندھیرے کے بعد صبح پھر سورج نکل آئے گا، لیکن گناہوں سے جو اندھیرا ہوا ہے تو جب تک اللہ سے توبہ واستغفار نہیں کرو گے، جب تک وہ خالقِ آفتاب راضی نہیں ہو گا اپنے قلب کے اندھیروں کو کوئی ہٹا نہیں سکتا۔

(ڈربن ۶/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۸ھ مطابق ۹/ ستمبر ۱۹۹۷ء منگل ساڑھے آٹھ بجے صبح)

جنّتِ قُربِ الٰہی دنیا میں

ارشاد فرمایا کہ میری زندگی کا مقصد یہی ہے کہ لیلاؤں سے جان چھڑانا اور مولیٰ سے آشنا کرنا، قلب وجاں کو اللہ تعالیٰ سے ایسا چپکا دینا کہ کوئی عالم ایک ذرّہ اور ایک اعشاریہ اللہ تعالیٰ سے الگ نہ کر سکے نہ بادشاہت کا عالم، نہ وزارت کا عالم، نہ حسینوں کا عالم، نہ کباب وبریانی کا عالم، کوئی عالم ہمیں اللہ سے بال برابر بھی الگ نہ کر سکے۔ اس طرح ہم اللہ سے چپک جائیں ان پر فدا ہو جائیں جیسے چھوٹا بچہ ایک تندرست ماں سے چپٹا رہتا ہے جب چاہتا ہے دودھ پیتا رہتا ہے۔ جس کے قلب وجان اللہ سے چپٹے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ خالقِ دوجہاں ہیں تو ایسا شخص ہر وقت دونوں عالم کا

مزہ چوسے گا۔ اس لیے اولیاء اللہ سلاطین کو خاطر میں نہیں لاتے کہ جو بادشاہوں کو بادشاہت کی بھیک دیتا ہے وہ ان کے دل میں ہے، لیلاؤں کو حسن دینے والا ان کے قلب میں ہے۔ اس لیے مولیٰ کو پانے والا سارے عالم کے بادشاہوں سے اور سارے عالم کی لیلاؤں سے مستغنی ہو جاتا ہے۔

لہٰذا اختر دونوں جہاں کی لذت کی دعوت پیش کرتا ہے۔ دیکھیے ملّائیت کا یہ راستہ کتنا پیارا ہے۔ عام لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ یہ کرو اور وہ نہ کرو تو جنّت پاؤ گے، آدمی سوچتا ہے کہ جنّت تو اُدھار ہے، میں کہتا ہوں کہ جنّتِ قربِ الٰہی نقد ہے، اللہ تعالیٰ کے قرب کی لذت جنّت سے بھی زیادہ ہے کیوں کہ خالقِ جنّت قدیم واجب الوجود ہے، کہاں اللہ کہاں جنّت؟ کہاں خالق کہاں مخلوق؟ جنّت مخلوق ہے اور مخلوق خالق کے برابر کیسے ہو سکتی ہے۔ اسی زمین پر آپ جنّت سے کروڑہا میل دور اگر مولیٰ کو حاصل کرلیں تو یہیں جنّت سے زیادہ مزہ آجائے گا۔ بس یہاں اللہ کا دیدار نہیں ہے۔ جنّت کی فضیلت اس لیے ہے کہ وہاں مولیٰ کے دیدار کا وعدہ ہے، جنّت محلِ دیدارِ الٰہی ہے اور اللہ تعالیٰ کے دیدار کی لذت بے مثل ہے جس کا مقابلہ کوئی نعمت نہیں کر سکتی۔ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے ہم سب کو نصیب فرمائیں۔

نہیں کرتے ہیں وعدہ دید کا وہ حشر سے پہلے
دلِ بے تاب کی ضد ہے ابھی ہوتی یہیں ہوتی

اس زمین پر جنّت سے زیادہ مزہ ملنے لگے گا بس ایک شرط ہے کہ خدا کو ناراض کرکے حرام مزے مت لو۔ سلوک و تزکیۂ نفس کا حاصل یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ناراض کرکے حرام خوشیوں کو اپنے قلب میں نہ لائیے۔ عاشقوں کے لیے یہ زیبا نہیں، یہ کیسا عشق ہے کہ اپنے محبوبِ حقیقی تعالیٰ شانہٗ کو ناراض کر رہے ہو اور حرام خوشیاں اینٹھ رہے ہو اور رزق خدا کا کھا رہے ہو۔ اسی لیے آج ساری دنیا غم زدہ ہے۔ میں کہتا ہوں کہ واللہ ثم واللہ ثم واللہ! کہ جو اللہ کو خوش رکھ کر جیے گا اللہ اس کے قلب کو ہر حالت میں خوش رکھے گا۔ ناممکن ہے کہ خالقِ خوشی جس دل میں ہو اور غم اس دل میں

داخل ہو جائے۔ اگر سوئٹزر لینڈ واٹر پروف گھڑی بنا سکتا ہے تو اللہ اپنے عاشقوں کے دل کو غم پروف کر سکتا ہے۔ تسلیم ورضا کی برکت سے غموں میں بھی وہ اپنے اللہ سے راضی رہے گا، غم اس کے دل تک نہیں پہنچ سکتے۔ اللہ کی مرضی پر جان فدا کرنے والوں کو ہر لمحہ ایک نئی جان عطا ہوتی ہے۔

کشتگان خنجر تسلیم را
ہر زماں از جان غیب دیگر است

اگر خوش رہنا ہے تو اپنے مولیٰ پر مرنا سیکھ لو۔

کوئی جیتا کوئی مرتا ہی رہا
عشق اپنا کام کرتا ہی رہا

(۱۷؍ ستمبر ۱۹۹۷ء بروز بدھ بعد عشاء بمقام ہال مدرسہ ڈربن۔ مجلسِ اشعار کے درمیان بعض ملفوظات)

شرافتِ بندگی کا ایک سبق

ارشاد فرمایا کہ بعض بچوں کی تربیت اتنی عمدہ ہوتی ہے کہ آپ ان کو کتنے ہی نوٹ، کتنی ہی مٹھائی یا ٹافی دیں تو وہ اپنے ابا کی طرف دیکھتے ہیں یَنْظُرُ اِلٰی اَبِیْہِ مُسْتَشِیْرًا اپنے باپ کو مشورہ کے لیے دیکھتا ہے کہ باپ کی کیا رائے ہے۔ اگر ابا نے آنکھ سے یا گردن سے اشارہ کیا کہ لے لو تو وہ بچہ لے لیتا ہے۔ ایسے ہی جب ہمارے سامنے کوئی گوری یا کالی ٹافی آئے (یعنی گوری کالی عورتیں) تو چھوٹے بچوں کی طرح ہم بھی ”ربا“ کی طرف دیکھیں کہ اے میرے ربّ العالمین! آپ کا کیا حکم ہے، آیا میں دیکھوں یا نہ دیکھوں۔ اگر ربا کی طرف سے حکم ہو تو دیکھ لو جیسے بیوی بچے ماں باپ کو دیکھو اور اگر نامحرم عورت ہے تو ربّ العالمین کی طرف سے یَغُضُّوْا کی آواز کان میں سن لو۔ ان کا یہی فرمان قیامت تک کے لیے عالی شان ہے۔ لیکن آہ! ہم چھوٹے بچوں سے بھی گئے گزرے ہو گئے کہ چھوٹے بچے کو تو اپنے پالنے والے ابا کا اتنا خیال ہو کہ اس کی

مرضی کے بغیر ٹافی نہ لے اور جو ہمارا اصلی پالنے والا ہے، جو ہمارے ماں باپ کو بھی پالتا ہے اس کا کیا حق ہونا چاہیے۔ جب معلوم ہو جائے کہ ربا کی مرضی نہیں تو پھر لاکھ دل چاہے نہ دیکھو، حقِ وفاداری ادا کرو تو ہمارا مالک کتنا خوش ہوگا کہ یہ میرا بندہ میری مرضی پر جیتا ہے، میری مرضی پر مرتا ہے۔ ان کی مرضی پر جینا کیا ہے؟ جس بات سے وہ خوش ہوں اس پر خوش رہو اور جس بات سے وہ ناراض ہوں وہاں اپنی خوشی کو آگ لگا دو۔

خوشی کو آگ لگا دی خوشی خوشی ہم نے

پچھتاؤ بھی مت کہ کاش! اللہ کا یہ قانون نہ ہوتا تو میں دیکھ لیتا، یہ پچھتانا بھی اللہ کو پسند نہیں ہے کہ میرے قانون کو تم ظلم سمجھتے ہو، تمنا کرتے ہو کہ کاش! یہ قانون ہوتا، پھر کیا میرے بندے بنے ہوئے ہو۔ شکر ادا کرو کہ اے اللہ! آپ کی توفیق سے میں نے گوری اور کالی ٹافی کو نہیں دیکھا اس عمل کو آپ میرے لیے کافی بنا دیجیے حلاوتِ ایمانی کی عطائے نعمت کے لیے جس کا حدیثِ پاک میں وعدہ ہے مَنْ تَرَکَھَا مَخَافَتِیْ اَبْدَلْتُہٗ اِیْمَانًا یَّجِدُ حَلَاوَتَہٗ فِیْ قَلْبِہٖ[۷۹] اور جس کو حلاوتِ ایمانی ملتی ہے اس کا خاتمہ ایمان پر ہوتا ہے، مرقاۃ کی عبارت یہ ہے: وَقَدْ وَرَدَ اَنَّ حَلَاوَۃَ الْاِیْمَانِ اِذَا دَخَلَتْ قَلْبًا لَا تَخْرُجُ مِنْہُ اَبَدًا فَفِیْہِ اِشَارَۃٌ اِلٰی بَشَارَۃِ حُسْنِ الْخَاتِمَۃِ[۸۰] حلاوتِ ایمانی جس قلب میں داخل ہوتی ہے پھر کبھی واپس نہیں لی جاتی اور اس میں حُسنِ خاتمہ کی بشارت ہے، بس نگاہ بچا کر یہ دعا کر لو کہ اے اللہ! میں نے آپ کی خاطر آپ کی دی ہوئی امانتِ بصارت کو غلط استعمال نہیں کیا اس کی برکت سے آپ حلاوتِ ایمانی میرے قلب کو عطا فرما کر میرا خاتمہ ایمان پر مقدر فرما دیجیے۔

بس سارے عالم میں میری یہی صدا ہے کہ ہم لوگ اس زمانے میں صرف نظر کی حفاظت کر لیں تو حلاوتِ ایمانی ملے گی اور یہ حلاوت ایمانی ہمیں اولیائے صدیقین کی منتہا تک پہنچا دے گی۔ اس کی نسبت مع اللہ میں خوشبو آئے گی کہ جدھر سے گزر

۷۹؎ کنز العمال: ۳۲۸/۵، (۱۳۰۶۸)، الفرع فی مقدمات الزنا والخلوۃ بالاجنبیۃ، مؤسسۃ الرسالۃ/ المستدرک للحاکم: ۳۴۹/۴، (۷۸۷۵)

۸۰؎ مرقاۃ المفاتیح: ۷۴/۱، کتاب الایمان، المکتبۃ الامدادیۃ، ملتان

جائے گا لوگ کہیں گے کہ کوئی اللہ والا جارہا ہے۔ آپ بتائیے کوئی گرم گرم کباب چھپا کر لیے جارہا ہو تو لوگوں کو اس کی خوشبو سے پتا چل جاتا ہے کہ نہیں کہ کوئی کباب لیے جارہا ہے۔ جس کا دل ہر وقت غم اُٹھائے گا اور حسرت زدہ ہو گا اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو اپنی محبت کا جلا بھنا کباب کر دے گا۔ اس کے پاس اللہ کی خوشبو محسوس ہو گی۔

(۱۷/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۸ھ مطابق ۱۹/ ستمبر ۱۹۹۷ء بعد فجر بمقام آزاد ول)

ذاتِ حق کی جملہ صفاتِ تخلیقیہ نامِ مولیٰ میں موجود ہیں

ارشاد فرمایا کہ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کے نام میں کیا ہے جو نہ ہو کیوں کہ اللہ تعالیٰ دونوں جہاں کی لذات کے خالق ہیں، اللہ کی ذات سر چشمۂ لذاتِ دو جہاں ہے، وہی تو لیلاؤں کو نمک دیتا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کی صفتِ تخلیقیہ لِمَلَاحَةِ لَيْلٰى نامِ مولیٰ میں موجود ہے کیوں کہ اللہ کی کوئی صفت اللہ سے الگ نہیں ہو سکتی، مخلوق کی صفت اس کی ذات سے الگ ہو جاتی ہے جیسے آج ایک حافظِ قرآن ہے کل کو اس پر فالج گر گیا سارا قرآن بھول گیا۔ میں نے خود دیکھا کہ کانپور میں ایک حافظ صاحب تھے، ان پر فالج گر گیا سورۂ فاتحہ بھی یاد نہیں رہی، قُلْ هُوَ اللّٰهُ بھی نہیں پڑھ سکتے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ کی کوئی صفت کبھی اللہ تعالیٰ سے الگ نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کا کرم بِجَمِيْعِ صِفَاتِهٖ اگر آپ پر متوجہ ہے تو آپ جنگلوں میں بوریا اور چٹائی پر اپنی روح کی اندر دونوں جہاں کا مزہ لوٹ سکتے ہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ ہی نے دونوں جہاں کی لذت کو پیدا فرمایا، اللہ تعالیٰ نے حوروں کو پیدا کیا، اللہ تعالیٰ ہی جملہ لیلائے کائنات کے خالق ہیں لہٰذا تخلیقِ حُسنِ دو جہاں اور بریانی و کباب اور پاپڑ اور سموسہ جملہ لذاتِ دو جہاں ان کے نام میں لازم ہے۔ لہٰذا جو محبت سے اللہ کہتا ہے دونوں جہاں کا مزہ لیتا ہے مگر ایک شرط ہے بریانی کھانے کے لیے ضروری ہے کہ ملیریا نہ ہو، جس کو ملیریا کا بخار چڑھا ہو اور قے ہو رہی ہو وہ بریانی کھاتا ہے تو کہتا ہے: کڑوی ہے، کباب اور سموسہ کھائے تو کہے گا: کڑوا ہے۔ اسی طرح ہم لوگوں پر دنیا کی محبت کا ملیریا چڑھا ہوا ہے اسی لیے ہمیں اللہ کا نام، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام، آخرت اور دین سب کڑوا لگ رہا ہے۔ پہلے اس ملیریا کا علاج کرائیے، ملیریا کا

علاج کڑوی دوا سے ہوتا ہے جس کا نام کونین ہے۔ روحانی ملیریا کی کڑوی دوا کیا ہے؟ وہ ہے تقویٰ اور گناہ چھوڑنا، حرام سے بچنا اور گناہ چھوڑنا نفس کو بہت کڑوا معلوم ہوتا ہے لٰہذا جو تقویٰ کی کڑوی دوا کونین کھاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو دولتِ کونین عطا فرماتے ہیں بلکہ تقویٰ وہ کونین ہے جس سے خالقِ کونین ملتا ہے۔

بس یہ ملیریا اتر جائے یعنی تقویٰ پیدا ہو جائے تو پھر ادراک ہو گا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں صفت تخلیقیہ لِمَلَاحَةِ لَيْلٰى نامِ مولیٰ میں موجود ہے۔ ابھی تو بعض لوگ قوتِ سامعہ سے سن کر یہ علم الیقین حاصل کر رہے ہیں اور عین الیقین اپنے حُسنِ ظن سے حاصل کر رہے ہیں کہ شاید مقرر اس نعمت سے نوازا گیا ہو، اور حق الیقین اس وقت حاصل ہو گا جب اللہ تعالیٰ کا نام پاک قلب وروح میں مع اپنی تمام صفات کے متجلّی ہو جائے گا۔

(۲۲؍ ستمبر ۱۹۹۷ء صبح پونے دس بجے ریل کے پلیٹ فارم پر)

حفاظتِ نظر کے لیے ایک عجیب مؤثر مراقبہ

ارشاد فرمایا کہ اگر گوری کالی کر سچین عورتوں پر نظر پڑ جائے اور ان کی حقارت دل میں آئے یا ان کی طرف میلان ہو تو فوراً نظر ہٹا کر اللہ سے کہو کہ یہ پیغمبر زادیاں ہیں، آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ اے اللہ! ان کو ایمان دے دے۔ اس کے دو فائدے ہوں گے: ایک تو اس مراقبے سے کہ یہ پیغمبر کی بیٹیاں ہیں ان کی طرف بد نظری کرنے سے خوف معلوم ہو گا، اور دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ خوش ہوں گے کہ یہ میرا بندہ میری مخلوق پر کتنا مہربان ہے کہ ان کی ہدایت کے لیے دعا کر رہا ہے لٰہذا اللہ تعالیٰ اس کو اپنا پیار عطا فرمائیں گے۔

لذتِ قربِ حق نقد ہے اُدھار نہیں

ارشاد فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں کہ جنّت تو اُدھار ہے یہ صوفی لوگ ہمیں حسینوں نمکینوں کی نقد لذت چھڑواتے ہیں اُدھار جنّت کے وعدے پر، لیکن دوستو! جنّت تو اُدھار ہے لیکن مولیٰ اُدھار نہیں ہے وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ الخ

تم جہاں کہیں بھی ہو میں تمہارے ساتھ ہوں۔ جنّت اُدھار ہے میں تو نقد ہوں ہر وقت تمہارے ساتھ ہوں۔ تم حسینوں سے نظریں بچالو، بس یہی حجاب ہے یہ حجاب اُٹھادو تو مجھے اپنے پاس پاؤ گے اور جنّت سے زیادہ مزہ دنیا ہی میں پالو گے کیوں کہ میں خالقِ جنّت ہوں جس کے پاس خالقِ جنّت ہو وہ جنّت سے زیادہ مزہ نہیں پائے گا؟ دیدارِ الٰہی کی لذت جنّت میں مستزاد ہے وہ صرف جنّت ہی میں ملے گی لیکن میرے قرب کی لذت جنّت کی جملہ لذات سے زیادہ دنیا ہی میں پالو گے۔

(۲۴/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۸ھ مطابق ۲۷/ ستمبر ۱۹۹۷ء بعد فجر چھ بجے بر مکان مولانا اقبال صاحب جوہانسبرگ۔ جنوبی افریقہ)

کیفیتِ احسانی کے انعامات اور طریقۂ تحصیل

ارشاد فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: **اَنْ تَعْبُدَ اللہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ** اس طرح عبادت کرو کہ گویا تم اللہ کو دیکھ رہے ہو **فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ** [۸۱] تم اگر اللہ کو نہیں دیکھتے ہو تو اللہ تو تمہیں دیکھتا ہے۔ بعض لوگوں نے اس سے یہ سمجھا کہ احسانی کیفیت کے دو درجے ہیں: نمبر ایک ہم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہیں اور نمبر دو یہ کہ اللہ تعالیٰ ہم کو دیکھ رہے ہیں مگر قطب العالم حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دوسرا درجہ جو ہے وہ اس مراقبہ کی علت ہے لہٰذا یہ دو درجے نہیں ہیں ایک ہی درجہ ہے کہ ہم اپنے اللہ کو دیکھ رہے ہیں کیوں کہ اگر ہم نہیں دیکھتے تو اللہ تعالیٰ تو ہم کو دیکھ رہا ہے تو گویا ہم بھی دیکھ رہے ہیں۔ دنیا میں **کَاَنَّکَ** رہے گا اور جنّت میں اللہ تعالیٰ **کَاَنَّکَ** کا کاف نکال دیں گے وہاں **اَنَّکَ** سے دیکھو گے۔ دنیا میں آنکھیں بنائی جارہی ہیں ایمان، تقویٰ سے یعنی حصولِ تقویٰ میں بندہ جو مجاہدات اور حسرت اور غم اُٹھاتا ہے اور خونِ تمنا پیتا ہے اسی خونِ تمنا سے آنکھیں بنائی جارہی ہیں اور جب آنکھیں بنائی جاتی ہیں تو پٹی بندھی رہتی ہے اس وقت دیکھنے کی ڈاکٹر اجازت نہیں دیتا اور جب روشنی آجاتی ہے تو پٹی ہٹادی جاتی

۸۱؎ صحیح البخاری: ۱/۱۲(۵۰)، کتابُ الایمان، باب سؤال جبرئیل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الایمان والاسلام، المکتبۃ المظہریۃ

ہے۔جنّت میں اللہ تعالیٰ یہ پٹی ہٹا دیں گے۔ وہاں کاف کی پٹی ہٹادی جائے گی پھر اَنَّکَ سے اللہ تعالیٰ کو دیکھو گے۔یہ تقریر میرے شیخ حضرت شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی ہے جو ایک واسطے سے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔

علامہ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری شرح بخاری میں اس احسانی کیفیت کو بیان فرمایا کہ احسان کیا ہے؟ فرماتے ہیں اَنْ یَّغْلِبَ عَلَیْہِ مُشَاھَدَۃُ الْحَقِّ بِقَلْبِہٖ حَتّٰی کَاَنَّہٗ یَرَی اللہَ تَعَالٰی شَانُہٗ[۸۲] یعنی مشاہدۂ حق ایسا غالب ہو جائے کہ گویا وہ اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے۔

اس کیفیت کو مدارس سے، کتابوں سے، تبلیغ سے، تدریس سے کوئی نہیں پاسکتا۔ یہ کیفیت صرف اور صرف اہل اللہ کے سینوں سے سینوں میں منتقل ہوتی ہے۔ کیفیات کے حامل قلوب ہوتے ہیں، قوالب اور اوراقِ کتب نہیں ہوتے۔کتابوں سے یہ چیز نہیں مل سکتی، کمیاتِ شرعیہ کتابوں سے ملتی ہیں لیکن کیفیاتِ احسانیہ کے حامل اوراقِ کتب نہیں ہوسکتے، یہ کیفیاتِ احسانیہ سینوں سے سینوں میں منتقل ہوتی چلی آرہی ہیں لہٰذا جب شیخ کے پاس جاؤ تو اضافۂ علم کی نیت نہ کرو کیفیتِ احسانیہ کی ترقی کی نیت کرنا چاہیے۔ اعمال کی ترقی اور قبولیت احسان پر موقوف ہے کمیت پر موقوف نہیں جیسے جہاز میں لوہا کم ہوتا ہے اس کا حجم بھی کم ہوتا ہے اور ریل کا لوہا اور حجم زیادہ ہوتا ہے لیکن جہاز چھوٹا ہو چاہے ڈکوٹہ ہی ہو لیکن اپنی اسٹیم کی کیفیت کی وجہ سے یہاں سے چند گھنٹوں میں جدہ پہنچ جائے گا جب کہ ریل کو پہنچنے میں کئی دن لگ جائیں گے۔ لہٰذا اپنے بزرگوں کی خدمت میں ہم جائیں تو یہ نیت کریں کہ کیفیت کی اسٹیم لینے جارہے ہیں کیوں کہ اگر علم کی نیت کی تو ممکن ہے وہاں ایک علم کی بار بار تکرار ہو۔ اس تکرار سے بعضے نادان گھبراتے ہیں کہ میاں! وہاں تو ایک ہی بات کو بار بار بیان کرتے ہیں ایسا سمجھنا سخت نادانی ہے۔ تکرارِ علم قرآنِ پاک سے بھی ثابت ہے، ایک ہی آیت کتنی جگہ نازل ہوئی ہے۔ تکرارِ علم دلیلِ شفقت ہے۔ باپ اپنے بیٹوں سے بار بار کہتا ہے کہ بیٹا! اس گلی سے نہ جانا وہاں غلط

۸۲؎ فتح الباری لابن حجر: ۱/۱۲۰، کتاب الایمان، دار المعرفۃ، بیروت

قسم کے لوگ رہتے ہیں۔ پھر دو تین دن کے بعد یہی کہتا ہے۔ بار بار ایک ہی آیت کا نزول حق تعالیٰ شانہٗ کی رحمت کی دلیل ہے۔ ایسے ہی شیخ اور مربی پر رحمت کا غلبہ ہوتا ہے تو بار بار کہتا ہے کہ دیکھو نظر بچانا۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ تکرارِ غذائے جسمانی میں آپ کو اعتراض کیوں نہیں ہوتا۔ روزانہ چائے پیتے ہو۔ یہاں کیوں نہیں کہتے کہ میاں! کل بھی چائے پلائی آج پھر پلا رہے ہو۔ جس طرح تکرارِ غذائے جسمانیہ احب ہے اگر اللہ کی محبت پیدا ہو جائے گی تو تکرارِ علوم روحانیہ سے بھی مزہ آنے لگے گا۔

اس طرح بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم اپنے شیخ کی مجلس میں جو سُنتے ہیں ہمیں تو کچھ یاد ہی نہیں رہتا ہمارا حافظہ کمزور ہے، ہمارے پلّے تو کچھ پڑتا ہی نہیں لہٰذا وہاں جانا بے کار ہے۔ حضرت حکیم الاُمت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کچھ بھی یاد نہ رہے تب بھی فائدہ ہوتا ہے جیسے دو تین دن پہلے ہم نے کیا کھایا تھا یاد نہیں رہتا لیکن اس غذا سے جو خون بنا وہ ہماری رگوں میں دوڑ رہا ہے۔ تو جس طرح نسیانِ غذا سے فوائدِ غذا کا فقدان لازم نہیں آتا اسی طرح شیخ کی مجلس میں اس کے علوم و ملفوظات جو سنے چاہے وہ یاد نہ رہیں لیکن ان سے جو نور پیدا ہو گا وہ نور ہماری رگوں میں دوڑتا رہے گا کیوں کہ قلب جہاں جسم میں خون سپلائی کرتا ہے اس کے ساتھ اللہ کا نور بھی سپلائی کرتا ہے، وہ خون جب آنکھوں میں روشنی پیدا کرتا ہے تو ساتھ ہی قلب سے آنکھوں میں اللہ کا نور بھی داخل ہوتا ہے۔ پھر اس کی آنکھوں کو کچھ اور نظر آتا ہے۔ جب نسبت عطا ہوتی ہے تو اس کے زمین و آسمان بدل جاتے ہیں۔ یہ زمین و آسمان تو کافر بھی دیکھتا ہے لیکن اللہ والوں کے زمین اور آسمان، سورج اور چاند کچھ اور ہی ہوتے ہیں۔

اب وہ زماں نہ وہ مکاں اب وہ زمیں نہ آسماں
تو نے جہاں بدل دیا آکے مری نگاہ میں

لہٰذا جب اپنے بزرگوں کے پاس جائے تو یہ نیت نہ کرے کہ ہمارے علم میں اضافہ ہو گا، معلومات بڑھیں گی بلکہ یہ مراقبہ کرے کہ ان کی احسانی کیفیت، ان کا ایمان و یقین اور

ان کا تقویٰ وخشیت اور اللہ سے ان کی محبت ہمارے قلوب میں منتقل ہورہی ہے۔ اور اس انتقالِ نسبت کی کیا صورت ہوتی ہے؟ اس کو مولانارومی بیان فرماتے ہیں۔

کہ ز دل تا دل یقیں روزن بود
نے جدا و دور چوں دو تن بود

دلوں سے دلوں میں خفیہ راستے ہیں جیسے جسم الگ الگ ہیں لیکن دل الگ الگ نہیں ہوتے۔ قلوب میں آپس میں روابط ہوتے ہیں جو ضوابط سے بالاتر ہوتے ہیں۔ دلیل کیا ہے؟ فرماتے ہیں۔

متصل نبود سفال دو چراغ
نور شاں ممزوج باشد در مساغ

دو چراغ آپس میں ملے ہوئے نہیں ہوتے، ایک بلب وہاں جل رہا ہے ایک یہاں جل رہا ہے، دس چراغ جل رہے ہیں ان کے جسم تو الگ الگ ہیں لیکن ان کی روشنی فضا میں مخلوط ہوتی ہے، ملی ہوئی ہوتی ہے۔ اس لیے جہاں دس ولی اللہ بیٹھے ہوئے ہوں وہاں نور بڑھ جائے گا۔

بست مصباح از یکے روشن تر است

کہیں ایک چراغ جل رہا ہو اور کہیں بیس چراغ جل رہے ہوں تو بیس چراغوں کی روشنی زیادہ ہوگی۔ لہٰذا صالحین اور نیک بندوں کے اجتماع کو معمولی نہ سمجھیں، ان کی مجلس میں ایمان ویقین کی روشنی بڑھ جائے گی۔ کمزور کمزور بلب اگر قریب قریب جل رہے ہوں تو روشنی بڑھ جاتی ہے یا نہیں؟ جب صالحین کی صحبت نفع سے خالی نہیں تو اولیائے کاملین کی مجلس کیسے بے فیض ہوسکتی ہے لیکن اس میں ارادے اور اخلاص کو بہت دخل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ کی قید لگادی کہ فیضانِ نبوت ان ہی لوگوں کو ملتا ہے جو یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ ہیں یعنی مجھے یاد کرتے ہیں لیکن وہ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ بھی ہیں ان کے قلب میں، میں مراد ہوں۔ پس اصلی مرید وہ ہے جس کے قلب کی مراد اللہ ہو ورنہ وہ مرید نہیں ہے۔ لہٰذا اس کی فکر کیجیے۔ بار بار اپنے قلب کا جائزہ لو کہ ہم اپنے شیخ کے

ساتھ کس لیے رہتے ہیں۔ اگر کسی کو سیاحی مقصود ہے کہ مختلف شہروں کو دیکھیں گے اور مختلف دستر خوانوں کا ذائقہ چکھیں گے تو وہ اللہ کا مرید نہیں ہے وہ تو مریدِ غذا ہے، مریدِ چٹخارہ ہے، مریدِ سیاحی ہے۔ اور اللہ پاک فرماتے ہیں **يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ**[۸۳] قرآنِ پاک کی آیت ہے کہ میں ان ہی کو ملتا ہوں جن کے دل میں میں مراد ہوتا ہوں، وہ مجھ کو پیار کرتے ہیں میں ان کو پیار کرتا ہوں۔

دونوں جانب سے اشارے ہو چکے
ہم تمہارے تم ہمارے ہو چکے

تو دل میں صرف اللہ مراد ہو پھر صاحبِ نسبت شیخ کے پاس بیٹھو تو اس کی کیفیتِ احسانی ، ایمان ویقین و حضور مع الحق آپ کے دل میں منتقل ہو جائے گا۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اپنے بزرگوں سے یہ احسانی کیفیت ملنے سے پھر آپ کی دو رکعات ایک لاکھ رکعات کے برابر ہو جائیں گی۔ اور اپنے بزرگوں کے بارے میں یہی حُسنِ ظن رکھیں کہ ان کی دو رکعات ہماری ایک لاکھ رکعات سے افضل ہیں، ان کا ایک سجدہ ہمارے لاکھ سجدے سے افضل ہے، ان کا ایک اللہ کہنا ہمارے ایک لاکھ اللہ کہنے سے افضل ہے۔ مثال کے طور پر فرض کرلیں کہ اللہ تعالیٰ تھوڑی دیر کے لیے حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دنیا میں بھیج دیں اور ان کی مجلس میں اس اُمت کے تمام صحابہ اور اُممِ سابقہ کے تمام صحابہ اور اس اُمت کے تمام اکابر اولیاء اللہ اور اُممِ سابقہ کے تمام اولیاء اللہ موجود ہوں اور حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بار اللہ کہیں اور تمام صحابہ اور اولیاء اللہ ایک بار اللہ کہیں تو بتایئے حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اللہ سب سے بڑھ جائے گا یا نہیں؟ اس کی وجہ کیا ہے؟ کیوں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو کیفیتِ احسانی حاصل ہے وہ کسی کو حاصل نہیں۔ معلوم ہوا کہ کیفیتِ احسانیہ اصل چیز ہے۔ جس کی کیفیتِ احسانی جتنی قوی ہوتی ہے اسی اعتبار سے اس کا عمل مقبول ہوتا ہے اور جس کو یہ کیفیت جتنی زیادہ حاصل ہوتی ہے

۸۳؎ الکھف:۲۸

اتنی ہی تیزی سے وہ اللہ کا راستہ طے کرتا ہے جیسے بعض جہاز چھ گھنٹے میں جدہ پہنچتے ہیں اور بعضے تین گھنٹے میں پہنچ جاتے ہیں بوجہ زیادہ اسٹیم کے۔ جس کی احسانی کیفیت قوی ہوتی ہے اس کی رفتارِ سلوک میں بہت تیزی آجاتی ہے وہ بہت جلد اللہ تک پہنچتا ہے۔ اسی لیے بزرگوں نے فرمایا کہ اپنی تنہائیوں کی عبادتوں سے لاکھ درجہ بہتر سمجھو کہ کسی صاحبِ نسبت کے پاس تھوڑی دیر بیٹھ جاؤ وہاں تمہیں پکی پکائی مل جائے گی۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر سیب خریدنا ہو تو بازار اور منڈی سے مت خرید و سیب کے باغ میں چلے جاؤ، بازار میں تو باسی اور گلا سڑا سیب ملے گا اور بازار کے گرد و غبار اور دھوپ کی گرمی سے الگ سابقہ پڑے گا اور باغ میں تازہ تازہ سیب پاجاؤ گے۔ تو اللہ والوں کے پاس بیٹھنا گویا سیب کے باغ میں بیٹھنا ہے اگر ان کے یہاں سوتے بھی رہو گے تو ان کی نسبت مع اللہ کے سیب کی خوشبو ملتی رہے گی۔ میرے شیخ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص رات کی رانی کے نیچے چارپائی بچھا کر سو جائے مگر صبح جب اُٹھے گا تو دماغ تازہ ملے گا۔

اسی طرح اولیاء اللہ کی خانقاہوں میں اگر کوئی سو بھی جائے، تہجد بھی نہ پڑھے تو بھی قلب میں نور پہنچ جائے گا۔ سائنس دانوں کے نزدیک تو انسانوں کی سانس میں کاربن ڈائی آکسائیڈ ہوتی ہے لیکن انبیاء علیہم السلام کی سانس میں اور اولیاء اللہ کی سانس میں صرف کاربن ڈائی آکسائیڈ نہیں ہوتی ان کے پاکیزہ انوار کو سائنس دان کیا جانیں۔ انفاسِ نبوت صحابہ ساز ہوتے ہیں اور انفاسِ اولیاء اولیاء ساز ہوتے ہیں کیوں کہ ان کے قلب میں اللہ کا نور بھرا ہوا ہے۔ جلے بھنے دل سے جو سانس نکلتی ہے اس میں وہ انوار شامل ہوتے ہیں جو دوسرے دلوں میں نفوذ کر جاتے ہیں۔

لیکن صحبتِ اہل اللہ کے باوجود جن لوگوں کے سلوک میں دیر ہو رہی ہے، وصول الی اللہ نصیب نہیں ہو رہا ہے وہ کسی نہ کسی گناہ میں مبتلا ہیں۔ ذکر بھی کرتے ہیں لیکن ذکر سے جہاں نور پیدا ہوا پھر بد نظری کرکے یا کوئی گناہ کرکے اسے بجھا دیا۔ مولانا رومی نے اس کی عجیب مثال دی ہے ایک حکایت سے۔ دو چور ایک گھر میں داخل ہوئے۔ آٹھ سو سال پہلے کی حکایت بیان فرما رہے ہیں جب دو چقماق پتھر کو آپس میں رگڑ کر

اندھیرے میں روشنی کی جاتی تھی۔ دونوں میں آپس میں یہ طے ہوا کہ ایک تو مال لوٹے گا اور دوسرا یہ کام کرے گا کہ مالکِ مکان جب روشنی کے لیے پتھر رگڑے گا تو تم اس روشنی پر اُنگلی رکھتے رہنا تاکہ روشنی نہ ہونے پائے اور مالک مکان دیکھنے نہ پائے۔ چناں چہ مالکِ مکان کو شبہ ہوا کہ گھر میں چور آگئے ہیں اور چوری ہو رہی ہے تو اس نے چقماق رگڑا کہ روشنی ہو تو دوسرے چور نے اس پر اُنگلی رکھ دی، جب وہ پتھر کو رگڑ کر روشنی کرنا چاہتا تھا چور اس پر اُنگلی رکھ دیتا تھا اور روشنی بجھ جاتی تھی۔ مولانا فرماتے ہیں کہ شیطان بھی اسی طرح بعضے سالکین کے نور پر اُنگلیاں رکھ رہا ہے، جب سالک نے اللہ اللہ کیا، تلاوت کی، شیطان نے فوراً اس کی آنکھوں سے کسی عورت کو دکھا دیا، کسی لڑکے کے عشق میں مبتلا کر دیا، دل میں گندے خیالات میں مبتلا کر دیا۔ لہٰذا گناہوں کی وجہ سے اور مستقل نافرمانی کے سبب عمر گزر گئی اور یہ شخص صاحبِ نسبت نہ ہو سکا۔ حالاں کہ رات دن خانقاہوں میں ہے، اولیاء اللہ کے جھرمٹ میں رہتا ہے، ابدال اور اقطاب کے ساتھ رہتا ہے، ذکر و تلاوت بھی کرتا ہے لیکن گناہوں سے نہیں بچتا اس لیے اس کا نور تام نہیں ہوتا اور یہ محروم رہ جاتا ہے۔ لہٰذا جو شخص چاہے کہ اس کا نور تام ہو جائے اور وہ اللہ والا ہو جائے وہ گناہ سے ایسے بچے جیسے کسی خوبصورت سانپ سے بچتا ہے۔

بزرگوں نے فرمایا کہ گناہ سے اس لیے بھی بچو کہ گناہ ہم کو محبوبِ حقیقی تعالیٰ شانہٗ سے دور کرتا ہے۔ مولانا رومی نے کتنے درد سے یہ دعا مانگی ہے کہ

یارِ شب را روز مہجوری مدہ

جن کو اے اللہ! آپ نے راتوں میں اپنی یاد کی توفیق دی ان کو جدائی کا دن نہ دکھائیے یعنی رات میں جنھوں نے اللہ اللہ کیا، تہجد پڑھی، آپ کو یاد کیا، اے اللہ! دن میں ان کو گناہ سے بچائیے۔ ایسا نہ ہو کہ دن میں ہم آپ کی عظمتوں کے خلاف اپنی بندگی کو استعمال کر لیں، اپنی نگاہوں سے آپ کی مرضی کے خلاف دیکھ لیں۔ کیوں کہ عبادت اللہ تعالیٰ کی محبت کا حق ہے اور گناہ سے بچنا اللہ تعالیٰ کی عظمت کا حق ہے۔ اللہ تعالیٰ کے دونوں حق ادا کر لیجیے اور ولی اللہ بن جائیے۔

(۲۶ر جمادی الاولیٰ ۱۴۱۸؁ھ ۲۸ر ستمبر ۱۹۹۷؁ء بروز اتوار بمقام، اسٹینگر۔ جنوبی افریقہ بر مکان عبد القادر ڈیسائی صاحب)

زبان پر کباب دل پر عذاب

ارشاد فرمایا کہ مزہ اور چیز ہے اور دل کا سکون اور چیز ہے۔ ایک آدمی مزے اُڑا رہا ہے لیکن ضروری نہیں کہ اس کے قلب میں سکون بھی ہو۔ منہ میں کباب قلب پر عذاب، جس نے اللہ کو ناراض کرر کھا ہے اس کے منہ میں کباب ہے، مزہ آرہا ہے لیکن اللہ کے عذاب و قہر کی بارش سے دل پر عذاب ہو رہا ہے۔ اس سے بہتر یہ ہے کہ منہ میں سوکھی روٹی ہو لیکن دل میں چین و سکون ہو کہ مولیٰ راضی ہو۔ گناہوں سے سکون نہیں مل سکتا۔

بتوں کے عشق سے دنیا میں ہر عاشق ہوا پاگل
گناہوں سے سکوں پاتا تو کیوں پاگل کہا جاتا

کوئی مخلوق سے چھپ کر اللہ کو یاد کرے، اس کی آہ و فغاں کو کسی نے سنا نہیں لیکن جب مخلوق میں نکلے گا تو اس کی آنکھوں سے اور اس کے چہرے سے پتا چل جائے گا کہ یہ اللہ کے سامنے رویا ہے اور اس کے دل میں نور ہے، اور کوئی چھپ کر گناہ کرے، کسی نے دیکھا نہیں لیکن اس کی آنکھوں سے اور اس کے چہرے کی بے رونقی سے اس کے دل کی بے چینی کی ترجمانی ہو جائے گی۔ گناہ گاروں کے چہرے پر رونق نہیں ہوتی، اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اس کے چہرے پر نور ہوتا ہے، اس کی آنکھوں میں بھی نور ہوتا ہے۔

بد نظری کبھی شفقت اور کبھی غضب کے رنگ میں

ارشاد فرمایا کہ نفس حسینوں سے نظر ملاتا ہے کبھی شانِ رحمت سے اور کبھی شانِ غضب سے مثلاً کوئی لڑکی مسکین ہے، بے چاری یتیم ہوگئی اور رو رہی ہے تو جناب بھی رونے لگے مگر روتے ہوئے اشکبار آنکھوں سے اسے دیکھ بھی رہے ہیں، بصورتِ رحمت یہ بد نظری کا لعنتی کام کر رہا ہے۔ اسی طرح کبھی غصے اور غضب کی حالت میں بد نظری کرتا ہے مثلاً ہوائی جہاز میں ایئر ہوسٹس سے جوس مانگا اور اس نے

لانے میں دیر کردی یا کھانا اچھا نہیں ہے تو اسے ڈانٹ رہا ہے، غصے سے آنکھیں بھی سرخ ہیں مگر اسے دیکھے بھی جارہا ہے۔

وہ دیکھتا نہیں تھا مگر دیکھ رہا تھا

غصہ کررہا ہے لیکن بدنظری سے نفس اندر اندر مزہ لے رہا ہے۔ لہٰذا نفس سے ہوشیار رہیے اس کی چالوں میں نہ آیئے۔ غصہ ہو یا رحمت ہو کسی حال میں مت دیکھو۔ نفس کی چال سے وہی بچ سکتا ہے جس پر اللہ کی رحمت کا سایہ ہو۔

ماریشس

سفر جنوبی افریقہ کے آغاز سے پہلے ہی جناب عبد العزیز سوجی صاحب ماریشس سے جنوبی افریقہ حضرتِ والا کو ماریشس کی دعوت دینے کے لیے تشریف لائے اور تقریباً پچیس دن ساتھ رہے، حضرتِ والا نے ان کی دعوت کو قبول فرمایا اور ۳؍ اکتوبر ۱۹۹۷ء بروزِ جمعہ پونے نو بجے صبح جوہانسبرگ سے ماریشس کے لیے ہوائی جہاز سے روانگی ہوئی۔ جنوبی افریقہ سے سترہ افراد حضرتِ والا کے ہمراہ تھے جن میں حضرت مولانا عبدالحمید صاحب مہتمم دار العلوم آزادول اور شیخ الحدیث مولانا فضل الرحمٰن صاحب، حضرت مولانا مفتی حسین بھیات صاحب، حضرت مولانا محمد گاردی صاحب خلیفہ حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا سلیمان گھانچی صاحب خلیفہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب بھی تھے۔ ماریشس پہنچنے کے بعد گیارہ افراد ری یونین سے ماریشس تشریف لائے۔

پاسِ انفاس

(۴؍ اکتوبر ۱۹۹۷ء بمقام ماریشس بروزِ ہفتہ بعد نمازِ فجر سمندر کے سامنے مکان کے وسیع برآمدے میں علماء کے محضر میں مندرجہ ذیل ارشادات فرمائے جو علومِ عجیبہ اور مضامینِ نافعہ کے حامل ہیں یہاں نقل کیے جاتے ہیں۔ جامع)

ارشاد فرمایا کہ پہلے بزرگوں نے جو ذکر پاسِ انفاس جاری کیا تھا کہ ہر سانس میں لا الٰہ الا اللہ نکلتا تھا وہ زمانہ قوت کا تھا اب اس زمانے میں یہ پاسِ انفاس جائز نہیں۔ اب اگر کوئی ایسا کرے گا تو دماغ میں خشکی ہو کر پاگل ہو جائے گا۔ پاسِ انفاس کی

حقیقت کیا ہے؟ ہر سانس میں یہ خیال رہے کہ میری کوئی سانس اللہ پاک کی نافرمانی میں مصروف نہ ہو۔ یہ ہے اصلی پاسِ انفاس۔ پاس معنیٰ خیال رکھنا، نگہبانی پاسبانی دیکھ بھال۔ کسی وقت اللہ سے غافل نہ ہو جیسے جہاز میں بیٹھے اور ایئر ہوسٹس آئے تو یہ مراقبہ رکھو کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے اور میرا ہر لفظ نوٹ ہو رہا ہے مَا یَلۡفِظُ مِنۡ قَوۡلٍ اِلَّا لَدَیۡہِ رَقِیۡبٌ عَتِیۡدٌ[۸۴] لفظ لفظ لکھا جا رہا ہے۔ بتایئے جس پر اتنی بڑی سی آئی ڈی لگی ہو کہ جو کچھ بول رہا ہے لکھا جا رہا ہے۔ ایئر ہوسٹس سے جو کچھ بولو گے سب لکھا جائے گا اس لیے دیکھ بھال رکھو کہ میرے کسی لفظ میں نفس کی آمیزش تو نہیں ہے۔ اگر ان سے کچھ بات کرنی پڑے تو اس کا خیال رکھو کہ ان پر نظر نہ پڑنے پائے۔

یہ ناممکن ہے کہ ہم ان کو دیکھ کر کہیں کہ یہ لے آؤ وہ لے آؤ اور نفس حرام لذت چوری نہ کرے۔ اگر ایمان کی سلامتی چاہتے ہو اور اپنے تعلق مع اللہ اور کیفیتِ احسانی کی حفاظت چاہتے ہو تو نظر پر تالا لگالو۔ بظاہر یہ مشکل ہے کہ بغیر دیکھے ہم کیسے بات کریں لیکن اگر آپ ارادہ کرلیں تو سب آسان ہو جاتا ہے۔ دنیاوی معاملے میں تو بامراد ہونا مشکل ہے لیکن جس نے اللہ کا ارادہ کیا اس کو مراد ضرور ملتا ہے ؎

عاشق کہ شد کہ یار بہ حالش نظر نہ کرد
اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست

جب سے زمین و آسمان قائم ہیں دنیا میں کوئی عاشق ایسا نہیں ہوا کہ اللہ نے اس پر نظر عنایت نہ فرمائی ہو۔ اے سردار! تمہارے اندر اللہ کی محبت کا درد نہیں ہے وگرنہ طبیب موجود ہے۔ اللہ کا تعلق اور اللہ کو راضی رکھنا معمولی نعمت نہیں ہے۔ زمین و آسمان سے زیادہ قیمتی ہے، چاند اور سورج سے زیادہ قیمتی ہے، بادشاہت کے تخت و تاج سے زیادہ قیمتی ہے۔ اتنی بڑی نعمت ہے کہ جتنی جان اس پر فدا کی جائے کم ہے۔ نظر نیچی کرکے بات کرو اچھا بُرا جو کچھ مل جائے کھالو، تقویٰ کے حدود میں جو کھانا ملے کھالو۔ بطن کے لیے باطن کو تباہ مت کرو۔ نفس کا مزاج چور ہے، یہ بہانے بنا کر نظر ڈال دیتا ہے اور

۸۴؎ قٓ:۱۸

لذت چرالیتا ہے۔ ہر وقت اس کی نگرانی کی ضرورت ہے۔ اصلی پاسِ انفاس یہ ہے۔

یہ سفر جو آپ نے کیا ہے کوئی افریقہ سے آیا ہے، کوئی ری یونین سے، کوئی پاکستان سے، بتایئے آپ کس لیے آئے ہیں؟ اللہ ہی کے لیے تو آئے ہیں لٰہذا یہ سبق سیکھ لیجیے کہ ایک لمحہ کے لیے حرام لذت قلب میں در آمد نہ ہونے پائے۔ میں وہی سکھا رہا ہوں جو میں نے اپنے بزرگوں سے سیکھا ہے اور بڑی مصیبت سے سیکھا ہے لیکن اللہ نے وہ مصائب آسان فرمادیے، میری خانقاہ میں ایسے لوگ بھی ہیں کہ اگر ان کو صبح چائے نہ ملے تو کہتے ہیں سر میں درد ہو گیا۔ آپ اندازہ لگایئے کہ جس نے اللہ کی محبت اس طرح سیکھی ہو کہ صبح سے ایک بجے تک بغیر ناشتہ کے رہا ہو اور ایک مہینہ دو مہینہ کے لیے نہیں تقریباً دس سال تک۔ شیخ کی ایسی محبت میرے دل کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی تھی کہ تمام مجاہدے آسان ہو گئے۔ اگر محبت نہ ہوتی تو بھاگ جاتا کہ یہ کیسی خانقاہ ہے جہاں پیٹ کا انتظام ہی نہیں لیکن جب شیخ کو ایک نظر دیکھتا تھا تو معلوم ہوتا تھا کہ حاصلِ کائنات مل گیا۔

وہ اپنی ذات سے خود انجمن ہے
اگر صحرا میں ہے پھر بھی چمن ہے

حضرت شہر سے دور رہتے تھے مگر وہ گلستاں معلوم ہوتا تھا۔ تو ساری دنیا کی خانقاہوں میں جا کر پوچھیے کہ پاسِ انفاس کیا ہے؟ وہ یہی کہیں گے کہ ہر سانس میں ذکر شامل ہو، سانس جب اندر جائے اور جب باہر آئے تو ذکر کے ساتھ ہو مگر تھانہ بھون کی خانقاہ کا اعلان ہے کہ اس زمانے میں صحت اب ایسی نہیں ہے کہ کوئی اس کو کر سکے، دماغ میں خشکی بڑھ جائے گی، کچھ دن کے بعد نیند کم ہو جائے گی پھر غصہ آنے لگے گا، پھر بیوی بچوں سے لڑائی شروع ہو جائے گی، گاہکوں سے بھی لڑنے لگے گا، غیر شعوری طور پر یہ غیر معتدل ہو جائے گا اور اس کو معلوم بھی نہیں ہو گا کہ میں کہاں جا رہا ہوں، اور غیر معتدل انسان صاحبِ نسبت نہیں ہو سکتا لٰہذا ہر شیخ کو تھوڑا سا طبیب بھی ہونا چاہیے کہ مرید کی صحت کا محافظ ہو سکے۔

حکیم الاُمت مجددِ زمانہ حضرت تھانوی فرماتے ہیں کہ اس زمانے میں ذکر پاس

انفاس مت کرو۔ سوال ہوتا ہے کہ پھر ہمارا ذکر کیسے ہو کہ ہر سانس اللہ کی یاد میں گزرے تو حکیم الاُمت کا ارشاد ہے کہ ہر سانس میں خیال رکھو کہ ہمارا کوئی سانس اللہ کی نافرمانی میں نہ گزرے۔ جس نے یہ کرلیا اس کو پاسِ انفاس حاصل ہوگیا۔ پاسِ انفاس کا ترجمہ دیکھ لیجیے پاس کے معنیٰ ہیں پاسبانی، حفاظت اور نگرانی اور انفاس جمع ہے نَفَس کی، جس کی ہر سانس پر نگرانی ہو، کنٹرول ہو کہ میری کوئی سانس اللہ کی نافرمانی میں نہ گزرے یہ شخص حقیقی پاسِ انفاس کرنے والا ہے۔ یہ کتنا باوفا ہے کہ اپنی زندگی کے ہر سانس کو خالقِ انفاس پر فدا کرتا ہے اور اس خالقِ انفاس کو ناراض نہیں کرتا۔ سانس ہی پر بقائے حیات ہے۔ تو جو شخص اپنی بنیادِ حیات کو، اساسِ حیات کو اور بقائے حیات کو خالقِ حیات پر فدا کررہا ہے اور ایک سانس بھی اللہ کو ناراض نہیں کرتا اس سے بڑھ کر کون اپنے انفاس کا پاس کرنے والا ہوسکتا ہے۔ یہ شخص صدیق ہے، باوفا ہے، مبتلائے اخلاص و محبت ہے۔ اور جو شخص اللہ سے بے وفا ہے اور حسینوں سے باوفا ہے اور ان کے حُسن سے حرام لذت لے رہا ہے اور ہر سانس میں ذکر بھی جاری ہے بتائیے یہ پاسِ انفاس کرنے والا ہے؟ یہ تو پاسِ نفس کررہا ہے۔ آج کل جاہل صوفیوں میں یہی پاسِ انفاس چل رہا ہے کہ زبان پر تو ہر سانس میں لا الٰہ ہے مگر آنکھیں اللہ کو دیکھ رہی ہیں، دل میں ان ہی کا تصور ہے یہ کوئی پاسِ انفاس ہے۔ حقیقی پاسِ انفاس وہ کررہا ہے جس کی زبان خاموش ہے لیکن ایک لمحہ کو غیر اللہ میں مشغول نہیں ہوتا، کسی حسین کو نہیں دیکھتا، دل میں بھی اس کے صرف اللہ ہے۔

(۴؍اکتوبر ۱۹۹۷ء بروز ہفتہ بعد نمازِ فجر Albion Beach کے قریب درختوں کے درمیان بوقتِ سیر۔ جنوبی افریقہ کے علماء بھی ہمراہ تھے)

آیت فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ کے لطائفِ عجیبہ

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نام میں لذت رکھی ہے اور ہر شخص کے مجاہدے اور قربانی کی مقدار کے مطابق لذت اپنے قرب کی عطا فرمائی۔

فرماتے ہیں فَاذْكُرُوْنِيْٓ تم ہمیں یاد کرو ہماری اطاعت کے ساتھ اَذْكُرْكُمْ ہم تمہیں یاد کریں گے اپنی عنایت کے ساتھ۔ جو لوگ عباداتِ مثبتہ یعنی ذکر و تلاوت

ونوافل وعمرہ وغیرہ کا مزہ لیتے ہیں ان کی یہ عباداتِ ممزوج بالحلاوۃ ہیں، ممزوج بالعیش ہیں عبادت میں مزہ آرہا ہے، ان پر بھی اللہ تعالیٰ کی عنایت ہوگی کیوں کہ فَاذْكُرُوْنِیْ پر اَذْكُرْكُمْ کا وعدہ ہے۔ لیکن عباداتِ منفیہ یعنی وہ عبادات جو مشقت ومجاہدہ کی ہیں یہاں فَاذْكُرُوْنِیْ یہ ہے کہ جن چیزوں کو ہم نے حرام قرار دیا تو اپنی رغبتِ شدیدہ کے باوجود دل پر غم اُٹھا کر میری فرماں برداری کرلو، جب کوئی حسین سامنے آجائے تو نظر بچالو۔ یہ عبادت ممزوج بالالم ہے اس پر اللہ کی عنایت کماً اور کیفاً زیادہ ہوگی۔ لہٰذا جو لوگ تقویٰ سے رہتے ہیں، گناہوں سے بچ کر غمِ تقویٰ اُٹھاتے ہیں ان کے قلب میں اللہ کی محبت کی مٹھاس، ان کے دردِ دل اور قرب کا عالم کچھ اور ہوتا ہے جیسا تمہارا فَاذْكُرُوْنِیْ ہوگا ویسا ہی میرا اَذْكُرْكُمْ ہوگا، جیسی تمہاری اطاعت ہوگی اسی کے بقدر میری عنایت تم پر ہوگی، ذکر ونوافل تلاوت وعبادت سے جو تم نے ہمیں یاد کیا اس پر بھی ہم تمہیں جزا دیں گے اور اپنی عنایات سے تمہیں محروم نہیں کریں گے لیکن راستہ چلتے ان حسینوں سے، ان مٹی کے نقش ونگار سے تم نے نظر بچا کر جو غم اُٹھالیا، مجھ کو راضی کرنے کے لیے اپنی خوشیوں کو آگ لگادی، دل پر زخم کھایا یہاں ہمارا اَذْكُرْكُمْ کچھ اور رنگ کا ہوگا۔ نماز وتلاوت نفلی حج وعمرہ میں ہمارا اَذْكُرْكُمْ تمہاری فَاذْكُرُوْنِیْ کے مطابق تو ہے لیکن رغبتِ شدیدہ کے باوجود نظر بچا کر جو مجاہدۂ شدیدہ اُٹھاؤ گے تو ہمارے اَذْكُرْكُمْ کی کیفیت کچھ اور ہوجائے گی۔ تم نے میرے لیے غم اُٹھایا یہ میرے راستے کا غم ہے، میرے راستے کا کانٹا ہے لہٰذا ساری دنیا کی خوشیوں سے اور ساری دنیا کے پھولوں سے افضل ہے۔ میرے راستے میں اگر ایک کانٹا چبھ جائے تو یہ کانٹا اتنا قیمتی ہے کہ ساری دنیا کے پھول اگر اس کو گارڈ آف آنر اور سلامی پیش کریں تو اس کانٹے کی عظمت کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔ اگر میرے راستے میں دل کو ایک ذرّۂ غم پہنچ جائے تو یہ ذرّۂ غم اتنا قیمتی ہے کہ اگر سارے عالم کی خوشیاں اس کو سلامِ احترامی پیش کریں تو اس ذرّۂ غم کی عظمت کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔ ہر ایک کا فَاذْكُرُوْنِیْ الگ ہے لہٰذا ہر ایک کے ساتھ میرا اَذْكُرْكُمْ الگ ہے۔ جیسے جس کے مجاہدات، جتنی جس کی قربانی اسی کے مطابق میری عنایات ومہربانی۔ جن کا ذکر ممزوج بالالم ہے، جو لوگ اللہ کے راستے میں

غم اُٹھاتے ہیں، جہاز میں ایئر ہوسٹسوں سے اور بازاروں میں حسینوں سے نظر بچاتے ہیں جن کی ہر سانس غم زدہ ہے، حسرت زدہ ہے، زخم زدہ ہے، جن کے قلب میں دریائے خون بہہ رہا ہے، یہ کوئی معمولی مجاہدہ نہیں ہے ان کا انعام اَذْكُرْكُمْ اللہ تعالیٰ کی عنایاتِ خاصہ بھلا ان پر عظیم الشان نہ ہوں گی؟ بھلا ان کے برابر کیسے ہو سکتی ہیں جن کے پاؤں میں کبھی ایک کانٹا بھی نہیں چبھا۔ اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین ہیں جو جتنی زیادہ قربانی پیش کرتا ہے اس کو اتنی ہی عظیم الشان عنایاتِ خاصہ سے نوازتے ہیں۔

جتنی جس کی قربانی
اتنی ہی میری مہربانی
پھر تو ہے لذتِ روحانی
قرب کا شربتِ لاثانی

(۴؍ اکتوبر ۱۹۹۷ء بروز ہفتہ ۱۲ بجے دوپہر Albion Beach ماریشس کے ساحل سمندر کی قیام گاہ پر)

اصلی مرید کون ہے؟

ارشاد فرمایا کہ اصلی مرید کون ہے؟ اصلی عاشق کون ہے؟ اللہ کا اصلی باوفا بندہ کون ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ میرے خاص بندے جو فیضانِ نبوّت سے مالا مال ہیں ان کی شان یہ ہے کہ ان کے قلب میں ہر وقت میں ان کا مراد رہتا ہوں اور وہ ہر وقت میرے مرید رہتے ہیں، ان کا ہر لمحۂ حیات میرا مرید ہے اور ہر لمحۂ حیات میں، میں ان کا مراد ہوں، ان کی ہر سانس میری فرماں برداری میں مشغول اور میری نافرمانی سے محفوظ ہے جس کی برکت سے یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ کے دائرے سے ان کا خروج نہیں ہوتا۔ پس اصلی مرید وہ ہے جو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی ذات کو اپنے قلب میں مراد بنائے اور اللہ کی خوشنودی کو ڈھونڈتا پھرتا ہو یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا[۸۵] مِّنَ اللّٰهِ کی قید ہے یعنی جو فضل اللہ کی جانب سے ہے اس کو ڈھونڈتا ہے،

۸۵ الفتح: ۲۹

جو دنیا والوں کی مہربانی ڈھونڈتا ہے وہ اس میں شامل نہیں ہے **وَ رِضْوَانًا** اور اللہ کی خوشی کو ڈھونڈتا رہتا ہے۔ جو اتنا اہتمام کرے گا کہ ہر وقت اللہ کی رضا اور خوشی کو تلاش کرتا ہے تو اس کا قضیہ عکس کر لو یعنی جس بات سے اللہ ناراض ہوتا ہے اس سے بھی جان کی بازی لگا کر بچے گا۔ جو عاشقِ خوشنودی ہوگا وہ محبوب کی ناخوشی سے بچنے کی کوشش نہیں کرے گا؟ اہلِ وفا وہ ہے جس کے قلب میں ہر وقت اللہ تعالیٰ کی ذات مراد ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **یُرِیْدُوْنَ وَجْھَهٗ** اے دنیا والو! سن لو کہ بہ طفیل فیضانِ صحبتِ نبوت صحابہ کی کیا شان ہے کہ ان کے قلب میں ہر وقت میں مراد ہوں چاہے وہ گھر میں ہوں یا بازاروں میں چل پھر رہے ہوں ہر وقت میں ان کے دل میں مراد رہتا ہوں۔ کھاتے ہیں میرے لیے، چلتے ہیں میرے لیے، دیکھتے ہیں میرے لیے، جیتے ہیں میرے لیے، مرتے ہیں میرے لیے ان کی ہر حرکت و سکون میں، میں ان کے دل میں مراد ہوں۔

پس اصلی مرید وہ ہے جو ہر وقت حالاً و استقبالاً اللہ کا ارادہ کرنے والا ہے۔

یُرِیْدُوْنَ وَجْھَهٗ مضارع ہے جس میں حال و استقبال دونوں زمانہ ہوتا ہے۔ کیا مطلب ہوا کہ وہ حال میں بھی اللہ کے وفادار ہیں، ایک لمحہ کے لیے بھی دائرۂ وفاداری سے خارج نہیں ہوتے اور آیندہ کے لیے بھی دل میں وفاداری کا عزمِ مصمّم رکھتے ہیں۔ یہ اہلِ وفا ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے مرید ہیں، **یُرِیْدُوْنَ وَجْھَهٗ** کے صحیح مصداق ہیں عاشق وہی ہے جو یہ عزم مصمم رکھتا ہو کہ مر جاؤں گا لیکن اپنے مالک کو ناراض نہیں کروں گا۔ اگر حسینوں کو نہ دیکھنے سے، گناہ نہ کرنے سے جان بھی چلی جائے گی تو میں ایسی موت کو **لَبَّیْكَ** کہوں گا۔

جان دے دی میں نے ان کے نام پر
عشق نے سوچا نہ کچھ انجام پر

اب اگر کوئی کہے کہ عشق سوچتا کیوں نہیں ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ کیوں سوچے جب کہ اللہ تعالیٰ نے بشارت دے دی کہ **وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ**[۸۶] اللہ تعالیٰ نے تو انجام اپنے

۸۶؎ الاعراف:۱۲۸

عشاق کے ہاتھ میں دے دیا کہ جو تقویٰ سے رہتے ہیں ان کا انجام اچھا ہو گا۔ لہٰذا ہمیں سوچنے کی کیا ضرورت ہے۔ ہم اپنے اللہ کی اس بشارت پر ایمان لا کر اللہ پر فدا ہوتے ہیں۔

آج اس سمندر کے کنارے اس آیت کے متعلق اللہ تعالیٰ ایک عظیم الشان علم عطا فرما رہے ہیں، یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ میں اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں کی شان بیان فرما رہے ہیں کہ حالاً و استقبالاً یعنی ہر وقت مجھے اپنا مراد رکھتے ہیں۔ یہ عاشقوں کا حال بیان ہو رہا ہے جو ان کے ذوالحال کے لیے قید ہے کہ ہر وقت یہ میرے عشق و محبت میں مقید ہیں۔ یہ ایسے مقید ہیں جو اس قید سے آزاد نہیں ہونا چاہتے۔

پابندِ محبت کبھی آزاد نہیں ہے
اس قید کی اے دل کوئی میعاد نہیں ہے

مگر اس کی میعاد ہے اور وہ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ [۸۷] ہے، جب موت آگئی پھر چھٹی، پھر مجاہدۂ بندگی ختم۔ اس کے بعد عاشقوں کے مزے ہی مزے ہیں لیکن اس سے پہلے وہ ایک لمحہ کے لیے بھی اللہ کے دائرۂ محبت سے نکلنا نہیں چاہتے۔ اگر کوئی حسین شکل سامنے آئے تو سمجھتے ہیں کہ میں اللہ کی ذات کا مرید ہوں، میرے دل کی مراد اللہ ہے، اگر اس شکل کو دیکھوں گا تو غیر اللہ کا مرید ہو جاؤں گا، پھر اللہ کا مرید کہاں رہا۔ جب کوئی صوفی، کوئی سالک، کوئی مولوی سڑکوں پر کسی حسین کو یا حسینہ کو دیکھتا ہے، میں یہ نہیں کہتا کہ ہمیشہ دیکھتا ہے بلکہ اگر ایک لمحہ کے لیے کبھی گوشۂ چشم سے اِدھر اُدھر نظر مار دیتا ہے اور میرے اس شعر کو بھول جاتا ہے کہ۔

گوشۂ چشم سے بھی ان کو نہ دیکھا کرنا

تو اس وقت جب اس کی نظر غیر اللہ پر پڑ رہی ہے اور حرام لذت کا ایک ذرّہ جس وقت وہ دل میں درآمد کر رہا ہے اور ایک لمحہ کے لیے حُسن کا حرام نمک چرا رہا ہے اسی وقت وہ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ کے دائرۂ اہلِ وفا سے خارج ہو گیا۔ اس وقت اس کے قلب میں اللہ مراد نہیں، اور ایک لمحہ کے لیے اللہ جس کا مراد نہ ہو اور ایک لمحہ کے لیے جو غیر

[۸۷] الحجر: ۹۹

اللہ میں مشغول ہو وہ اللہ کا مرید نہیں اس ظالم کو پتا بھی نہیں کہ اللہ کے وفادار عاشقوں سے اس کا خروج ہو گیا۔

تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنے عاشقوں کی شان بیان فرمائی یَدۡعُوۡنَ رَبَّهُمۡ بِالۡغَدٰوةِ وَ الۡعَشِيِّ یُرِيۡدُوۡنَ وَجۡهَهٗ میرے خاص بندے مجھے یاد کرتے ہیں اور بہ اندازِ عاشقانہ یاد کرتے ہیں۔ یَدۡعُوۡنَ کے بعد رَبَّهُمۡ کا نزول بتا رہا ہے کہ میرے عشاق اپنے پالنے والے کا ذکر محبت کی آمیزش کے ساتھ کرتے ہیں جیسے ماں باپ کا ذکر بچے محبت سے کرتے ہیں کیوں کہ پالنے والے سے محبت ہوتی ہے۔ یہاں لفظ رب کا نزول معانی کے اعتبار سے کوزے میں سمندر کا مصداق ہے، اس جملۂ خبریہ میں انشائیہ پوشیدہ ہے کہ اپنے رب کو محبت سے یاد کرو۔ اور یَدۡعُوۡنَ رَبَّهُمۡ میں محبت کی بجلی کا مثبت تار لگا دیا کہ ہمارا ذکر و عبادت کرو۔ اور یُرِيۡدُوۡنَ وَجۡهَهٗ میں منفی تار لگا دیا کہ ہماری رضا کا ارادہ کرو جس میں ہماری ناراضگی و ناخوشی کے کاموں سے بچنا شامل ہے تاکہ ان دو تاروں سے مل کر ہمارے بندوں کے دلوں میں ایمان کا معمولی چراغ نہیں ایمان کا آفتاب روشن ہو جائے۔ اللہ کے عاشقین کو معمولی چراغ نہیں ملتا ان کو خالقِ آفتاب، خالقِ ماہتاب ملتا ہے۔ سورج اور چاند کی روشنی ان کو لوڈ شیڈنگ معلوم ہوتی ہے۔

اور یُرِيۡدُوۡنَ وَجۡهَهٗ کا جملۂ خبریہ بھی جملۂ انشائیہ رکھتا ہے۔ کوئی حسین اگر اپنے عاشقوں کی علامت جملۂ خبریہ سے بیان کرے تو دوسرے عاشقوں کو اس میں جملۂ انشائیہ ملے گا یا نہیں؟ پس یُرِيۡدُوۡنَ وَجۡهَهٗ میں اشارہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کو حالاً واستقبالاً اپنا مراد بنائیں کوئی کام ایسا نہ کریں جس سے اللہ تعالیٰ ناخوش ہوں چاہے اس کام سے ہمیں کتنی ہی خوشی ملتی ہو۔ اگر ایک کروڑ فرینک کا فائدہ ہو لیکن اس میں اللہ کی نافرمانی کرنی پڑتی ہو تو ایک کروڑ فرینک پر لات مار دو، اس ایک کروڑ فرینک پر پیشاب کرنا بھی اپنی توہین سمجھو۔ پس ہم سب اس کو خوب سمجھ لیں کہ جس لمحہ ہماری آنکھیں، ہماری زبان، ہمارے کان اللہ کی کسی نافرمانی اور ناخوشی میں مبتلا ہیں اس وقت ہم یُرِيۡدُوۡنَ وَجۡهَهٗ نہیں ہیں، اس لمحہ ہم اللہ سے نامراد اور غیر اللہ سے بامراد ہیں اور غیر کا کنکشن اور رابطہ مغضوب اور ضالین سے ہے اور ایسے شخص کو غضبِ الٰہی سے پالا

پڑے گا اور وہ گمراہ ہو جائے گا اس لیے ہم عہد کریں کہ اے اللہ! آپ کو چھوڑ کر ہم غیروں سے دل نہیں لگائیں گے کیوں کہ ؎

آپ آپ ہیں آپ سب کچھ ہیں
غیر غیر ہے غیر کچھ بھی نہیں

یہی لوگ اولیائے صدیقین ہیں جو ہر وقت ہر سانس قلباً و قالباً اللہ تعالیٰ کو اپنا مراد رکھتے ہیں۔ قلب میں مراد رکھتے ہیں اور قالب سے ثبوت پیش کرتے ہیں کہ ہم اللہ کے ہیں غیر کے نہیں ہیں، یہ ایک لمحے کے لیے بھی غیروں کو نہیں دیکھتے اور غیروں سے اپنے کو بچانے میں جان کی بازی لگا دیتے ہیں۔ جو اپنے دل کو حرام خوشیوں سے نامراد کرتا ہے اللہ اسی کے دل میں مراد بنتا ہے۔ میرے ایک شعر کا مصرع ہے ؎

دلِ نامراد ہی میں وہ مراد بن کے آئے

(۶/ جمادی الثانی ۱۴۱۸ھ مطابق ۹/ ۱۰ اکتوبر ۱۹۹۷ء بروز جمعرات بمقام مسجد اشرف سندھ بلوچ سوسائٹی کراچی صبح ۵۴: ۷ مولانا محمد گاردی صاحب اور مفتی حسین بھیات صاحب بھی موجود تھے جو جنوبی افریقہ سے حضرتِ والا کے ساتھ کراچی آئے تھے۔)

شیطان اور نفس کا فرق

مولانا محمد گاردی صاحب خلیفہ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے سوال کیا کہ نفس اور شیطان میں کیا فرق ہے؟

ارشاد فرمایا کہ نفس اور شیطان یہ ہمارے دو دشمن ہیں اور دونوں کی دشمنی منصوص ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں اِنَّ الشَّیۡطٰنَ لِلۡاِنۡسَانِ عَدُوٌّ مُّبِیۡنٌ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اِنَّ اَعۡدٰی عَدُوِّكَ فِیۡ جَنۡبَیۡكَ[۸۸] لیکن دونوں میں کیا فرق ہے؟ شیطان وہ دشمن ہے جو شقی ازلی اور مردودِ دائمی ہے، یہ کبھی ولی نہیں ہو سکتا اور شیطان خارجی دشمن ہے نفس داخلی دشمن ہے۔ شیطان خارج

۸۸؎ روح المعانی: ۵۷/۱۱، التوبة، ذکرہ فی باب الاشارات، دار احیاء التراث، بیروت

سے دل میں گناہ کا وسوسہ ڈال کر چلا جاتا ہے پھر داخلی دشمن بار بار گناہ کا تقاضا کرتا ہے۔ حضرت حکیم الاُمت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے شیطانی وسوسہ اور نفسانی وسوسہ میں یہی فرق بتایا ہے کہ اگر ایک بار گناہ کا وسوسہ آئے تو یہ شیطان کی طرف سے ہے اور اگر بار بار گناہ کا تقاضا ہو تو سمجھ لو کہ یہ نفس ہے، اور دوسرا فرق یہ ہے کہ چوں کہ شیطان مردود ازلی ہے اس کی دشمنی بھی دائمی ہے اور نفس کی دشمنی عارضی ہے اگر اس کی تہذیب وتزکیہ واصلاح کر لی جائے تو یہ ولی بھی ہو جاتا ہے، پھر یہ امّارہ سے لوّامہ اور لوّامہ سے مطمئنہ اور پھر راضیہ اور مرضیہ ہو جاتا ہے۔

كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ[۸۹] وَقَالَ تَعَالٰى: وَ لَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ[۹۰] وَقَالَ تَعَالٰى: يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً[۹۱]

نفس میں حصولِ ولایت کی صلاحیت ہے اور شیطان اس صلاحیت سے محروم ہے، یہ کبھی ولی نہیں ہو سکتا۔ یہ فرق زندگی میں پہلی بار بیان کیا اس سے پہلے کبھی دل میں یہ بات نہیں آئی۔ یہ میرے بزرگوں کی کرامت ہے جن کی اختر نے غلامی کی ہے کہ ہر وقت نئے نئے علوم عطا ہو رہے ہیں۔ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

جو آسکتا نہیں وہم و گماں میں
اسے کیا پا سکیں لفظ و معانی

کسی نے اپنے بے پایاں کرم سے
مجھے خود کر دیا روح المعانی

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے مجھے مفسر نہیں بلکہ سراپا تفسیر بنا دیا۔ اس شعر کی یہ تشریح بھی عجیب ہے جو اگر اللہ کا کرم نہ ہو تو ذہن میں نہیں آسکتی۔

---

۸۹ یوسف:۵۳
۹۰ القیامۃ:۲
۹۱ الفجر:۲۷-۲۸

منکر سے بچنے کی ترغیب اور اس کی مثال

ارشاد فرمایا کہ گناہ کو اللہ تعالیٰ نے منکر فرمایا۔ منکر کے معنیٰ ہیں اجنبی غیر معروف جس سے جان پہچان نہ ہو اور ہر نیک عمل کو معروف فرمایا یعنی نیکیاں تمہاری جان پہچان کی چیز ہیں۔ جان پہچان والے سے وحشت اور گھبراہٹ نہیں ہوتی اور اجنبی سے وحشت ہوتی ہے۔ چناں چہ جب آدمی پہلی بار گناہ کرتا ہے تو پسینہ آجاتا ہے اور سخت وحشت ہوتی ہے اور نیک اعمال کیوں کہ معروف ہیں کوئی اجنبی چیز نہیں، ان سے تمہاری جان پہچان ہے، لہٰذا نیک عمل کرنے سے کبھی وحشت نہیں ہوتی بلکہ اور اطمینان وخوشی حاصل ہوتی ہے اس لیے جن سے جان پہچان ہے ان کو اختیار کرو اور منکر، اجنبی اور غیر معروف چیزوں کے پاس کیوں جاتے ہو۔ دیکھیے دنیاوی دولت مند جس کی جیب میں مال ہو اس کے پاس اگر کوئی اجنبی شخص آجائے تو گھبراتا ہے کہ کہیں یہ میری جیب نہ کاٹ لے تو جب دنیاوی دولت مند اجنبی کو پاس نہیں آنے دیتے تو تعجب ہے کہ جن کے پاس ایمان کی دولت ہے وہ کیسے منکر کو پاس آنے دیتے ہیں لہٰذا ہوشیار ہو جاؤ، منکر سے دور رہو ورنہ ایمان کی دولت چھن جانے کا خطرہ ہے۔

بُرائی کا تھرمامیٹر اور نفس کا ایک عجیب علاج

ارشاد فرمایا کہ یہ کیسے معلوم ہو کہ کون سا کام اچھا ہے اور کون سا کام بُرا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ایک ایسا تھرمامیٹر عطا فرمایا کہ اگر آپ کو یہ معلوم بھی نہ ہو کہ یہ کام گناہ ہے یا نہیں تو اس تھرمامیٹر پر جانچنے سے خود معلوم ہو جائے گا کہ یہ کام صحیح ہے یا نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں **اَلْاِثْمُ مَا حَاكَ فِیْ صَدْرِكَ** گناہ وہ ہے کہ جس سے تمہارے دل میں کھٹک پیدا ہو جائے کہ نہ معلوم یہ کیا ہے؟ آہ یہ کام میں نے کیوں کیا۔ اور دوسری علامت یہ بیان فرمائی **وَكَرِهْتَ اَنْ يَّطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ**[۹۲] اور یہ بات اس کو بہت مکروہ اور ناگوار ہو کہ لوگ اس کی اس حرکت سے مطلع ہوں۔ لہٰذا جس بات سے دل میں کھٹک ہو اور لوگوں سے اس بات

---

۹۲ صحیح مسلم: ۳۱۴/۲، کتاب البر والصلة والاٰداب، باب تفسیر البر والاثم، ایچ ایم سعید

کو چھپانا چاہے، لوگوں کا اس پر مطلع ہونا دل کو سخت ناگوار ہو تو سمجھ لو کہ یہ گناہ ہے۔

اگر آپ نے عمرہ کیا اور کسی نے دیکھ لیا تو آپ کو ناگوار نہیں ہوتا بلکہ آپ شکر ادا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میرے عیبوں کو چھپالیا اور نیکیوں کو ظاہر کر دیا۔ اگر آپ کا حج کو دل چاہ رہا ہے تو آپ دوسروں کے سامنے کہہ سکتے ہیں کہ ہمارا حج کو دل چاہ رہا ہے۔ تلاوت کو دل چاہ رہا ہے تو دوستوں سے کہہ سکتے ہیں کہ آج کل ہمارا تلاوت کو بہت دل چاہ رہا ہے۔ کوئی بھی نیک کام ہو آپ دوسروں کے سامنے اس کو ظاہر کر سکتے ہیں اس میں آپ کو کوئی شرم یا ناگواری نہیں ہوگی لیکن اگر دل میں گناہ کا تقاضا پیدا ہوا تو کیا اپنے شریف دوستوں سے ظاہر کر سکتے ہو کہ دوستو! آج میرا دل فلاں لڑکی یا فلاں لڑکے کو دیکھنے کو چاہ رہا ہے؟ بدفعلی تو درکنار صرف خواہش کی اطلاع کے خیال سے بھی سخت ناگواری اور کراہت ہوگی۔ لہٰذا جب نفس بار بار کسی گناہ کا تقاضا کرے تو اس سے کہو کہ اے نفس! کیا میں اپنے دوستوں سے اس بات کا اظہار کر سکتا ہوں؟ تو نفس کہے گا کہ نہیں نہیں ہرگز اطلاع نہ کرو بس چپکے سے یہ کام کر لو۔ تو پھر نفس کو ڈانٹ کر کہو کہ اے خبیث! میں ابھی اعلان کرتا ہوں پھر تو نفس ہاتھ جوڑے گا کہ خدا کے لیے کسی سے نہ کہو، میری توبہ بھلی اب کبھی اس کام کو نہ کہوں گا۔ کیوں کہ نفس جانتا ہے کہ اگر لوگوں کو اطلاع ہوگئی تو جو لوگ حضرت حضرت کہہ رہے ہیں اور پلاؤ بریانی کھلا رہے ہیں وہ کہیں گے کہ یہ صوفی نہیں ہے نہایت خبیث بدمعاش ہے، اس کو دس جوتے لگاؤ کہ شکل بایزید بسطامی کی اور کرتا ہے کارِ یزید۔ نفس کے تقاضوں کو توڑنے کے لیے یہ نہایت مفید تدبیر ہے۔

۲۶/ جمادی الثانی ۱۴۱۸؁ھ مطابق ۲۲/ اکتوبر ۱۹۹۷؁ء بروز ہفتہ قبیل عشاء ساڑھے سات بجے احقر کو خانقاہ سے اپنے حجرے میں طلب فرما کر حضرتِ والا نے یہ ملفوظ ارشاد فرمایا کہ

صلہ رحمی کے متعلق اہم نصیحت

اگر کسی رشتہ دار سے کوئی بے وفائی ہو جائے یا اس سے کوئی تکلیف پہنچ جائے تو بغیر اس کے معافی مانگے اس کو معاف کر دو کیوں کہ اگر آپ نے اس کو لال پیلی آنکھیں دکھائیں کہ ہم نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا اور آپ نے ہمارے ساتھ یہ

بدسلوکی کی تو وہ یا تو ندامت سے مجوب ہو کر بھاگ جائے گا یا غصہ اور تکبر سے اور اکڑ جائے گا کہ ذرا احسان کیا کر دیا کہ میرے اوپر رعب جمارہے ہیں لہٰذا یا ندامت سے بھاگے گا، یا غصہ سے بھاگے گا یا تکبر سے بھاگے گا اور تینوں صورتوں میں قطع رحمی ہو جائے گی اور ہمیں حکم ہے کہ صِلْ مَنْ قَطَعَكَ[۹۳] جو رشتہ دار تم سے توڑے تو اس سے جوڑے رہو۔ لہٰذا مریدین کی اصلاح کا طریقہ اور ہے، رشتہ داروں کا اور ہے۔ مرید کو ڈانٹ ڈپٹ کرو تو بے چارہ روتے روتے بے حال ہو جائے گا لیکن رشتہ دار کہاں معافی مانگتے ہیں۔ ان کو مرید کی طرح محبت تھوڑی ہوتی ہے لہٰذا ان کا سبق حضرت یوسف علیہ السلام سے حاصل کرو کہ جب ان کو بادشاہت مل گئی اور ان کے بھائی قحط کی وجہ سے ان سے غلّہ مانگنے آئے اور ان بھائیوں کو خبر نہیں تھی کہ یہی حضرت یوسف علیہ السلام ہیں۔ پورا قصہ سورۂ یوسف میں ہے۔ بہرحال جب ان پر ظاہر ہو گیا کہ یہی یوسف علیہ السلام ہیں جن کو ہم نے کنویں میں ڈال دیا تھا تو ان کو سخت شرمندگی ہوئی لیکن حضرت یوسف علیہ السلام نے کیا فرمایا لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ[۹۴] آج کے دن تم پر کوئی الزام نہیں اور جو تم نے کنویں میں ڈالا وہ تمہاری غلطی نہیں تھی، شیطان نے ہمارے تمہارے درمیان گڑبڑ کر دی تھی۔ لہٰذا بھائیوں کو ان کی بدسلوکی یاد دلا کر مجوب بھی نہیں کیا اور ان کی خطا کو شیطان پر ڈال دیا تاکہ میرے بھائیوں کی آنکھیں مجھ سے مل سکیں اور وہ شرمندہ نہ ہو جائیں۔

اس سے یہ سبق ملا کہ رشتہ دار اگر ستائیں تو ان کی معافی مانگنے کا انتظار نہ کرو، بغیر معافی مانگے ان کو معاف کر دو اور ان کو مجوب و شرمندہ بھی نہ کرو ورنہ قطع رحمی کا خطرہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ جنّت میں اس کے لیے اونچے اونچے محل بنائے جائیں اور اس کے درجات بلند کر دیے جائیں فَلْيَعْفُ عَمَّنْ ظَلَمَهٗ اس کو چاہیے کہ جو اس پر ظلم کرے اس کو معاف کر دے وَيُعْطِ مَنْ حَرَمَهٗ اور جو

---

۹۳ الجامع الصغیر:۲/۴۳،دار احیاء التراث،بیروت/کنز العمال:۱۶/۲۳۸(۴۴۲۹۸)،باب الموعظة المخصوصة بالترغیبات،مؤسسة الرسالة

۹۴ یوسف:۹۲

اس کو محروم کرے اس کو عطا کرے **وَيَصِلُ مَنْ قَطَعَهٗ**[۹۵] اور قطع رحمی کرنے والے کے ساتھ صلہ رحمی کرے یعنی جو خون کے رشتے کو کاٹنا چاہے، قطع تعلق کرنا چاہے یہ نہ کاٹے اسے جوڑے رکھے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللہ کا ایئر کنڈیشن

ارشاد فرمایا کہ ایئر کنڈیشن کے دو کام ہیں: نمبر ۱) گرمی کو باہر پھینکنا اور نمبر ۲) کمرے میں ٹھنڈک پیدا کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے **لَا اِلٰهَ اِلَّا اللہ** کا جو ایئر کنڈیشن ہمیں عطا فرمایا ہے اس کے بھی دو کام ہیں کہ **لَا اِلٰهَ** سے غیر اللہ کی گرمی کو قلب سے باہر پھینکنا اور گرمی کے ساتھ اندھیروں کو بھی نکالنا۔ اس کے بعد پھر **اِلَّا اللہ** سے قلب میں ٹھنڈک بھی عطا ہوتی ہے اور نور اور اُجالا بھی پیدا ہوتا ہے پس جو **لَا اِلٰهَ** سے گرمی کو قلب سے باہر نہیں پھینکے گا اس کا قلب **اِلَّا اللہ** سے ٹھنڈا نہیں ہوگا۔ آج کل اکثر لوگ **لَا اِلٰهَ** کی ضرب تو پھسپھسی لگاتے ہیں اور **اِلَّا اللہ** کی ضرب زور سے لگاتے ہیں یعنی غیر اللہ سے بچنے کا مجاہدہ و مشقت کم اُٹھاتے ہیں اور ذکر و عبادت کا خوب اہتمام کرتے ہیں لیکن اس ہمت چوری سے وہ صاحبِ نسبت نہیں ہو رہے ہیں کیوں کہ اللہ کی دوستی کی بنیاد کثرتِ ذکر پر نہیں۔ صرف گناہ چھوڑنے پر ہے۔ ایک شخص ایک لاکھ ذکر اللہ اور ہر سال حج و عمرہ کرتا ہے لیکن سڑکوں پر کسی کالی گوری کو نہیں چھوڑتا، بد نگاہی کرتا ہے یہ شخص اللہ کا ولی نہیں ہے۔ اگر یہ اللہ کا ولی ہوتا تو ان لیلاؤں کو کبھی نہ دیکھتا۔ مولیٰ کو پانے والا لیلیٰ چور نہیں ہوتا، سورج کو پانے والا ستارہ چور نہیں ہو سکتا۔ جس طرح اگر دنیوی بادشاہ اور سلطان کے بارے میں یہ خبر آئے کہ اس نے ایک سبزی والے کے ٹھیلے سے ایک آلو چرالیا تو اس کا کوئی یقین نہیں کرے گا کیوں کہ ایک بادشاہ جو کروڑوں کی سلطنت رکھتا ہے آلو چور نہیں ہو سکتا اسی طرح وہ مولیٰ اور خالقِ نمکیات لیلائے کائنات جس کے دل میں ہوگا وہ لیلیٰ چور نہیں ہو سکتا کیوں کہ دنیوی حُسن کی اس کے دل میں کوئی وقعت نہیں رہتی۔

---

۹۵ المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۹۹/۱ (۵۳۴)، مکتبۃ ابن تیمیۃ، القاھرۃ

ایک صاحب نے مجھ سے سوال کیا کہ ہمارا اِلَّا اللہ کیسے تگڑا ہو۔ اس کا کیا طریقہ ہے؟ میں نے کہا کہ جتنا آپ کا لَا اِلٰہَ تگڑا ہوگا اتنا ہی اِلَّا اللہ تگڑا ہوگا۔ غیر اللہ سے دل جتنا پاک ہوگا اتنا ہی اللہ کی تجلّی سے معمور ہوگا۔ پس غیر اللہ سے جان چھڑانے میں جان لڑادو، حسینوں سے بچنے میں جتنا غم اُٹھاؤ گے اور اس غم سے جتنا دل شکستہ ہوگا اتنا ہی اِلَّا اللہ کی تجلی دل کے ذرّہ ذرّہ میں نفوذ کرجائے گی۔ مثبت ذکر یعنی عباداتِ نافلہ کا حکم اسی لیے دیا گیا کہ جس وقت گناہ سے بچنے میں حسینوں سے نظر بچانے سے دل ٹکڑے ٹکڑے ہوگا اس وقت وہ نورِ ذکر دل کے ذرّہ ذرّہ میں اتر جائے گا۔ لٰہذا جو چاہتا ہے کہ اِلَّا اللہ سے اس کا دل معمور ہوجائے وہ لَا اِلٰہَ سے نجات حاصل کرے ورنہ قلب میں حسینوں کا نمک حرام ہو اور اللہ کا سلام وپیام ہو! ناممکن ہے۔ نافرمانی اور نسبت مع اللہ جمع نہیں ہوسکتے۔

پیغمبروں کو اندھے پن سے محفوظ رکھنے کا ایک عجیب راز

ارشاد فرمایا کہ حدیث پاک میں ہے کہ جس مؤمن کی آنکھوں میں روشنی نہ ہو تو اللہ تعالیٰ آنکھوں کے بدلے میں اس کو جنّت عطا فرمائیں گے لیکن اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو اندھا نہیں پیدا کیا اور نہ بعد میں اس کو اندھا ہونے دیا۔ اس کا راز اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں عطا فرمایا کہ صحابیت کے لیے دو شرطیں ہیں: ۱) یا تو اُمتی نبی کو دیکھے اور اگر ۲) حالتِ ایمان میں اُمتی نابینا ہے تو نبی اس کو دیکھ لے تو وہ صحابی ہوجائے گا۔ پس اگر اُمتی بھی نابینا اور نبی بھی نابینا ہوتا تو نابینا اُمتی صحابی کیسے ہوتا۔ لٰہذا اگر نبی نابینا ہوتا تو نگاہِ نبوت سے محروم ہونے کی وجہ سے ایک نابینا بھی صحابی نہ ہوسکتا تھا۔ جب کہ حضرت عبد اللہ ابنِ مکتوم اور کتنے صحابہ جو نابینا تھے صحابی ہیں کیوں کہ آپ کی نگاہِ نبوت نے ان کو دیکھ لیا۔

وراثت میں لڑکی کو ایک حصہ اور لڑکے کو دو حصے ملنے کا راز

ارشاد فرمایا کہ وراثت میں لڑکی کا ایک حصہ اور لڑکے کے دو حصے کیوں ہیں اس کا راز بھی اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا کہ چوں کہ لڑکی کا روٹی کپڑا مکان شوہر کے ذمہ ہے اور لڑکے پر ڈبل ذمہ داری ہے اپنے روٹی کپڑا مکان کی بھی فکر اور بیوی کے روٹی

کپڑے مکان کی بھی فکر، لہٰذا ڈبل فکر والے کو اللہ میاں نے ڈبل حصہ عطا فرمایا اور لڑکی کا ایک حصہ رکھا کہ اس کے روٹی کپڑے مکان کی ذمہ داری اگرچہ شوہر پر ہے لیکن بعض معاملات میں شوہر سے پیسہ مانگنے میں اسے غیرت آتی ہے۔ مثلاً اس کے بھانجے بھتیجے اور رشتے دار آگئے تو شوہر کا پیسہ ان پر خرچ کرتے ہوئے اسے شرم آتی ہے کہ میرا شوہر کہے گا کہ اپنے رشتہ داروں پر میرا پیسہ خرچ کرتی ہے لہٰذا اس کو بھی ایک حصہ دے دیا کہ اس کی جیب بھی گرم رہے اور باعزت رہے۔ بڑے بڑے علماء جو وراثت پڑھا رہے ہیں انہوں نے کہا کہ یہ بات نہ ہم نے کسی کتاب میں دیکھی نہ کسی سے سنی۔

نورِ ذکر نارِ شہوت کو مغلوب کرتا ہے

ارشاد فرمایا کہ گناہ کے تقاضوں کی آگ اللہ کے نورِ ذکر سے بجھے گی گناہ کرنے سے یہ آگ اور بڑھے گی کیوں کہ گناہ کا مرکز دوزخ ہے اسی لیے گناہ گاروں کو دوزخ میں ڈالا جائے گا اگر بلا توبہ مرے۔ لہٰذا نارِ شہوت یعنی گناہوں کے تقاضوں کی آگ گناہ کرنے سے کم نہیں ہوگی، بدنظری سے اور حسینوں سے لپٹنے چپٹنے سے یہ آگ اور بڑھے گی لہٰذا ان تقاضوں کو اگر کم کرنا چاہتے ہو تو اللہ کا ذکر کرو۔ نار کا علاج نور ہے۔ نار کا علاج نار نہیں ہے کہ آگ میں اور آگ ڈالو۔ مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

نارِ شہوت چہ کشد نورِ خدا
نورِ ابراہیم را ساز اوستا

نورِ ابراہیم علیہ السلام نے نارِ نمرود کو بجھا دیا اور نارِ نمرود نورِ ابراہیم علیہ السلام کو نہ بجھا سکی۔ لہٰذا اللہ کے نور پر مخلوق کی طاقت کیسے اثر انداز ہو سکتی ہے۔ اللہ کے نور میں وہ طاقت ہے جو نارِ شہوت کو بجھا دے گی اس لیے جو لوگ اللہ والے، صاحبِ نسبت اور صاحبِ نور ہو گئے تو ان کے نفس کے سابقہ تقاضائے شہوت ان کے نور پر اثر انداز نہ ہو سکے بلکہ اللہ والوں کے نور نے ان کی نارِ شہوت کو ایسا دبایا کہ وہ خود بھی اور زیادہ قوی النور ہو گئے اور ان کے پاس بیٹھنے والے بھی صاحبِ نور اور اللہ والے ہو گئے اور ان کی نارِ شہوت بھی نور سے مغلوب ہو گئی۔

دنیادار الغرور کیوں ہے؟

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں اس دنیا کو دار الغرور کا لقب دیا ہے کہ یہ دنیا دھوکے کا گھر ہے، متاع الغرور ہے، دھوکے کی پونجی ہے۔ دنیا میں اگر کسی بلڈنگ پر لکھ دیا جائے کہ دھوکے کا گھر تو آدمی وہاں جاکر گھبرائے گا اور وہاں کی ہر چیز کو دھوکا سمجھے گا۔ معلوم ہوا کہ جو دھوکے کا گھر ہے تو اس گھر میں جو چیزیں ہیں فِیْہِ مَا فِیْہِ جو کچھ بھی اس میں ہے ان سب میں دھوکا ہوتا ہے تو اس خالقِ کائنات نے جب اس کائنات پر دار الغرور کا لیبل لگا دیا کہ میں نے یہ کائنات پیدا کی ہے لیکن اس سے دل نہ لگانا یہ دھوکے کا گھر ہے۔ تو جب دنیا دار الغرور ہے تو یہ بِجَمِیْعِ اَجْزَائِہٖ وَبِجَمِیْعِ اَشْیَائِہٖ وَبِجَمِیْعِ اَعْضَائِہٖ وَبِجَمِیْعِ نِعْمَائِہٖ سب کا سب دھوکا ہے مگر وہ چیز جو ہمیں اللہ سے جوڑ دے اور اللہ تک پہنچا دے وہ دنیا نہیں ہے۔ وہ روٹی دنیا نہیں ہے جس کو کھا کر ہم عبادت کریں اور روٹی سے پیدا شدہ طاقت کو اللہ پر فدا کریں، وہ گھر جس میں اللہ کا ذکر کیا جائے وہ دنیا نہیں ہے، وہ دولت جو اللہ پر فدا ہو، مسجد کی تعمیر، مدرسے کی تعمیر، علماء کی خدمت میں صَرف ہو وہ دنیا نہیں ہے۔ دنیا وہی ہے جو ہم کو اللہ سے غافل کر دے۔ مولانا فرماتے ہیں ؎

چیست دنیا از خدا غافل بدن

دنیا اللہ سے غافل ہو جانے کا نام ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے دنیا کو جو دار الغرور فرمایا اس کی حکمت مولانا رومی نے بیان فرمائی ہے ؎

زاں لقب شد خاک را دار الغرور

کو کشد پارا سپس یوم العبور

فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو دار الغرور کا لقب اس لیے دیا کہ جو دنیا تمہارے آگے پیچھے پھرتی ہے، بیوی بچے مال و دولت دوست احباب کار اور کاروبار سب تمہارے ساتھ ہوتے ہیں لیکن جب اس دنیا سے گزرنے کا وقت آتا ہے تو یہ دنیا ساتھ چھوڑ دیتی ہے اور لات مار کر قبر میں دھکیل دیتی ہے اور مُردہ بزبانِ حال یہ شعر پڑھتا ہے ؎

دبا کے چل دیے سب قبر میں دعا نہ سلام
ذرا سی دیر میں کیا ہوگیا زمانے کو

جو دوست ہر وقت وفاداری کا دم بھرتا ہو لیکن گاڑھے وقت میں ساتھ چھوڑ دے اور بے کسی اور کسمپرسی میں چھوڑ کر الگ جا کھڑا ہو وہ بے وفا اور دھوکے باز کہلاتا ہے یا نہیں؟ اسی لیے دنیا کو دار الغرور فرمایا گیا۔

سارق کے قطعِ ید کی عجیب وغریب حکمت

ارشاد فرمایا کہ بعض نادان کہتے ہیں کہ چوری پر ہاتھ کاٹنے کی سزا بہت بڑی ہے۔ اس کا عجیب راز اللہ تعالیٰ نے بزرگوں کی دعاؤں کے صدقے میں میرے دل کو عطا فرمایا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں یَآاَیُّھَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَی اللّٰہِ[۹۶] اے سارے انسانو! تم اللہ کے فقیر ہو۔ دنیاوی فقیر تو عارضی ہوتا ہے کوئی اس کو دس کروڑ دے دے تو مال دار ہوجائے گا لیکن اللہ کا جو فقیر ہے مرتے دم تک فقیر ہے چاہے بادشاہ ہو یا غریب ہو، عالم ہو یا جاہل ہو کوئی بھی ہو۔ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ جملۂ اسمیہ ہے جو دلالت کرتا ہے دوام پر کہ تم ہمیشہ ہمارے فقیر رہو گے، کسی وقت تم ہماری محتاجی اور دائرۂ فقر سے نکل نہیں سکتے۔ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَی اللّٰہِ تم ہمارے فقیر ہو اور فقیر کا کام مانگنا ہے لہٰذا ہمیشہ ہم سے مانگتے رہو اور مانگنے کے لیے پیالہ چاہیے چوں کہ تم دائمی فقیر ہو اس لیے ہم تم کو دائمی پیالہ دے رہے ہیں تاکہ رات کو اُٹھ کر تمہیں الماری میں پیالہ تلاش نہ کرنا پڑے۔ اگر رات کے بارہ بجے بھی تمہیں کوئی حاجت ہو تو اُٹھو دونوں ہاتھوں کو ملاؤ اور پیالہ بن گیا اب ہم سے مانگو۔ یہ سرکاری پیالہ ہے میں نے تمہیں یہ سرکاری پیالہ دیا تھا تم نے اس سے چوری کیوں کی، مجھ سے کیوں نہیں مانگا، اس سرکاری پیالے میں تم نے حرام مال کیوں رکھا، تم سرکار کی توہین کرتے ہو، سرکار کی عزت کے خلاف کام کرتے ہو، تم اس قابل نہیں ہو کہ تمہیں سرکاری پیالہ دیا جائے لہٰذا پیالہ

---

[۹۶] فاطر: ۱۵

واپس کرو۔ تمہاری سزا یہ ہے کہ سرکاری پیالہ اب تم سے واپس لے لیا جائے لہٰذا کٹوایا نہیں جاتا واپس لیا جاتا ہے۔ عنوان ہے کٹوانے کا۔ **فَاقْطَعُوْا** کا حاصل یہ ہے کہ سرکاری پیالہ واپس کرو تم اس کے اہل نہیں ہو۔

امر كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ کا راز اور اس کی تمثیل

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم اولیاء اللہ بن جاؤ بلکہ یہ فرمایا کہ تم اولیاء اللہ کے ساتھ رہو، اس کا راز یہ ہے کہ جب تم اولیاء اللہ کے ساتھ رہو گے تو ان کے قلب میں اطمینان وسکون کی جو ٹھنڈک ہے ان کے پاس بیٹھنے سے جب تمہارا دل بھی ٹھنڈک پائے گا تو تمہارے دل میں اولیاء اللہ کی قدر و قیمت آئے گی کہ اللہ کے اولیاء ایسے ہوتے ہیں تمہیں ولی بننے کا شوق پیدا ہو گا جیسے کسی غریب کے پاس فریج یا ڈیپ فریزر نہیں ہے تو وہ کسی امیر کے پاس جائے اور اپنی دودھ یا پانی کی گرم بوتل اس کے فریزر میں رکھ دے اور پھر ٹھنڈا ٹھنڈا پیے تو اسے معلوم ہو گا کہ فریج یا ڈیپ فریزر لینا چاہیے۔ اسی طرح جب اولیاء اللہ کے پاس تم اپنے دل میں ٹھنڈک اور چین وسکون پاؤ گے اور تمہارا ڈپریشن بلا آپریشن صحیح ہو جائے گا تو تمہیں شوق پیدا ہو گا کہ جب اللہ والوں کے پاس بیٹھنے سے یہ انعام ملتا ہے تو جب ہم خود اللہ والے بنیں گے تو ہمیں کیا ملے گا اور سکون واطمینان کی کس قدر عظیم دولت عطا ہو گی۔

علم اور صحبتِ اہل اللہ

ارشاد فرمایا کہ دیسی آم کو لنگڑے آم کے خواص کے متعلق ایک لاکھ کتابیں پڑھا دو اور پورے وفاق میں وہ اوّل نمبر آجائے اور کتنا ہی بڑا عالم ہو جائے لیکن رہے گا دیسی آم ہی اور اس کی صحبت سے کوئی لنگڑا آم نہیں بن سکتا کیوں کہ خود اس نے لنگڑے آم کی قلم نہیں کھائی، اگر یہ لنگڑے آم کی قلم کھالے تو اب یہ خود بھی لنگڑا آم بن جائے گا اور اس کی صحبت سے دوسرے دیسی آم بھی لنگڑے آم بنیں گے، اس مثال میں ان علماء کے لیے ہدایت ہے جو اللہ والوں سے دور دور رہتے ہیں اور اپنے کو صحبتِ اہل اللہ سے مستغنی سمجھتے ہیں وہ سمجھ لیں کہ ہزاروں علم وفضل کے باوجود صحبتِ اہل اللہ کی قلم

نہ ملنے سے وہ دیسی آم ہی رہیں گے، ہر گز صاحبِ نسبت نہیں ہوسکتے اور ان کے پاس بیٹھنے والے دیسی یعنی غفلت زدہ دل ہر گز اللہ والے دل نہیں ہوسکتے۔ جو خود دیسی آم ہے وہ دیسی آموں کو کیسے لنگڑا آم بناسکتا ہے۔ جب دیسی دل اللہ والوں کے دل سے قلم کھائے یعنی ان کی صحبت میں رہے تو ان شاء اللہ وہ خود بھی صاحبِ نسبت ہوجائے گا اور اس قابل ہوجائے گا کہ اس کی برکت سے دوسرے دیسی دل اللہ والے دل بن جائیں۔

نفس پر غالب آنے کا طریقہ

ارشاد فرمایا کہ میرے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ طاقت الگ چیز ہے اور فن الگ چیز ہے۔ ایک شخص تین من کا نہایت طاقت ور ہے لیکن داؤ پیچ نہیں جانتا تو کشتی میں اس کو کم طاقت والا وہ شخص گرادے گا جو داؤ پیچ جانتا ہے۔ چناں چہ حضرت نے فرمایا کہ میرے استاد جن سے میں نے دس سال لاٹھی چلانا سیکھی اتنے ماہر تھے کہ ان پر ایک دشمن نے تلوار سے حملہ کیا اور یہ قلم سے کچھ لکھ رہے تھے کہ انہوں نے فوراً بجلی کی طرح پیترا بدلا اور قلم اس کی گردن میں ایسا مارا کہ وہ مر گیا، تلوار والے کو قلم والے نے مار دیا، اسی کو فن کہتے ہیں اور یہ سیکھنا پڑتا ہے۔

حضرت نے فرمایا کہ اسی طرح نفس کو دبانے کا فن اللہ والوں سے سیکھا جاتا ہے ورنہ لاکھ طاقت آزمائی کروگے نفس تمہیں دبائے رہے گا۔ اللہ والے گُر سکھاتے ہیں کہ نفس دشمن کو کس طرح زیر کیا جاتا ہے۔ اہل اللہ سے جو یہ فن نہیں سیکھتا نفس اس کو ہمیشہ پٹکتا رہتا ہے۔ اور وہ نفس پر کبھی غالب نہیں آسکتا۔

آیت اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ جملۂ خبریہ سے نازل ہونے کا راز

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم نہیں دیا کہ ہم سے محبت کرو بلکہ جملۂ خبریہ سے اطلاع دی کہ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ[۹۷] جو لوگ مجھ پر ایمان لائے یعنی مجھے پہچان گئے وہ سارے عالم سے زیادہ، عالم کی ہر چیز سے زیادہ مجھ سے محبت

---

۹۷ البقرۃ: ۱۶۵

کرتے ہیں۔ اللہ نے یہ خبر دی لیکن حکم کیوں نہیں دیا؟ کیوں کہ جو حسین اور صاحبِ جمال ہوتا ہے وہ حکم نہیں دیتا، وہ تو آئینہ میں دیکھ کر جانتا ہے کہ جو مجھے دیکھے گا خود ہی تڑپے گا۔ پس اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ جو مجھے پہچان لیں گے اور میری محبت و عظمت و معرفت جن کو نصیب ہو جائے گی تو وہ خود ہی سارے عالم سے زیادہ مجھے پیار کریں گے کیوں کہ جب میرا کفو اور مثل اور ہمسر سارے عالم میں کہیں نہیں پائیں گے تو خود ہی مجھ سے محبت پر مجبور ہوں گے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے خبر دی حکم نہیں دیا۔

بندوں کو اللہ تعالیٰ کا پیغامِ دوستی

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اِتَّقُوا اللّٰہَ فرما کر بندوں کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا ہے، پیغامِ دوستی میں پہل فرمائی ہے اور فرمایا کہ اِنۡ اَوۡلِیَآؤُہٗۤ اِلَّا الۡمُتَّقُوۡنَ[۹۸] صرف متقی بندے میرے اولیاء ہیں لہٰذا دلالتِ التزامی سے اِتَّقُوا اللّٰہَ کے معنیٰ ہوئے کہ اے ایمان والو! میرے دوست بن جاؤ۔ بندوں کو یہ پیغامِ دوستی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے ورنہ بندے اتنے بڑے مولیٰ کو دوست بنانے کا سوچ بھی نہیں سکتے تھے اور یہ بھی ان کی محبت ورحمت و کرم ہے کہ نطفۂ ناپاک سے پیدا کر کے فرما رہے ہیں کہ یہ ہمارے دوست ہیں ورنہ ؎

چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

آیتِ مبارکہ میں لفظ صادقین نازل فرمانے کا راز

ارشاد فرمایا کہ اِتَّقُوا اللّٰہَ کے بعد کُوۡنُوۡا مَعَ الۡمُتَّقِیۡنَ کیوں نازل نہیں ہے کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ کیوں نازل ہے جب کہ تمام مفسرین لکھتے ہیں کہ یہاں صادقین سے مراد متقین ہے اور دوسری آیت نے اس کی تفسیر کر دی اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ صَدَقُوۡا ؕ وَ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُتَّقُوۡنَ[۹۹] معلوم ہوا کہ صادقین اور متقین دونوں

۹۸؎ الانفال: ۳۴

۹۹؎ البقرۃ: ۱۷۷

ایک ہی ہیں مگر صادقین یہاں کیوں نازل فرمایا؟ اس کا راز اللہ تعالیٰ نے میرے دل کو عطا فرمایا کہ جس شیخ سے مرید ہونا چاہو پہلے دیکھ لو کہ وہ تقویٰ میں سچا بھی ہے یا نہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ لباسِ متقین میں ہو اور صادق فی التقویٰ نہ ہو اور میرے بندے کہیں جعلی اور چکر باز پیروں کے چکر میں نہ آجائیں اس لیے صادقین نازل فرمایا مگر مراد متقین ہے۔

عظیم الشان دروازۂ رحمت

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے توبہ کا دروازہ عطا فرما کر اپنے دائرۂ قرب اور دائرۂ مغفرت اور دائرۂ محبوبیت کو وسیع فرمادیا ورنہ گناہ گار بندے کہاں جاتے، مایوس ہو جاتے اور اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ[100] نازل فرما کر توبہ کا دائرہ بھی وسیع فرمادیا کیوں کہ یُحِبُّ مضارع ہے یعنی ہم موجودہ حالت میں بھی تمہیں معاف کردیں گے اور آیندہ اگر غلطی کروگے تو آیندہ کے لیے بھی معافی کی امید دلاتے ہیں۔ مضارع میں حال واستقبال دونوں زمانہ ہوتا ہے۔ اللہ نے صیغۂ ماضی نازل نہیں فرمایا مضارع نازل فرمایا جس کے معنیٰ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہے توبہ کرنے والوں کو حالاً بھی اور استقبالاً بھی یعنی حال میں بھی معاف کر کے اپنا محبوب بنالیں گے اور اگر مستقبل میں بھی اپنی خطاؤں پر نادم ہو کر توبہ کروگے تو آیندہ بھی معاف کردیں گے اور آیندہ بھی اپنا محبوب بنالیں گے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے دائرۂ قرب و مغفرت و محبوبیت کو وسیع فرمادیا۔

عبادات کے انوار قلب میں کب داخل ہوتے ہیں؟

ارشاد فرمایا کہ ذکرِ مثبت سے جو انوار پیدا ہوتے ہیں وہ اس دل میں نفوذ کرجاتے ہیں جو ذکرِ منفی اعلیٰ درجہ کا کرتا ہے۔ ذکرِ مثبت کیا ہے؟ ذکر اللہ، نوافل، تلاوت وغیرہ اور ذکرِ منفی کیا ہے؟ گناہ سے بچنا، تقویٰ سے رہنا، خاص کر حسینوں سے نظر کی حفاظت کرنا، تقاضائے شدید کے باوجود نہ ان سے ملنا، نہ ان سے باتیں کرنا، نہ دل میں ان کا خیال لا کر مزہ لینا وغیرہ اور گناہ سے بچنے میں جو غم ہو اس کو برداشت کرنا،

---

[100] البقرۃ:۲۲۲

دل کو توڑ دینا لیکن اللہ کے حکم کو نہ توڑنا، گناہ سے بچنے میں دل کی آرزو پوری نہ ہونے سے جب دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے تو ذکرِ مثبت (عباداتِ نافلہ) کے انوار دل کے ریزہ ریزہ میں نفوذ کر جاتے ہیں جیسے کوہِ طور ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تاکہ اللہ کی تجلی جو اوپر نازل ہوئی ہے میرے اندر بھی داخل ہو جائے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

بر برونِ کہہ چو زد نورِ صمد
پارہ شد تا دردر ونش ہم زند

اللہ تعالیٰ نے نظر کی حفاظت اس لیے فرض فرمائی کہ حسینوں سے نظر بچاؤ اور غم اٹھاؤ اس غم سے، اس ذکرِ منفی سے جب تمہارا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گا تو تمہاری عبادات کے انوار دل کے ذرہ ذرہ میں نفوذ کر جائیں گے اور تمہارا ظاہر و باطن تجلی سے بھر جائے گا ؎

مے کدہ میں نہ خانقاہ میں ہے
جو تجلّی دلِ تباہ میں ہے

کیوں کہ دل کو توڑنا معمولی عبادت نہیں ہے۔ یہی ذکر منفی ہے، ولایتِ خاصّہ اسی سے حاصل ہوتی ہے۔ ذکرِ مثبت تو آسان بلکہ لذیذ ہے۔ عبادت میں تو لذت آتی ہے لیکن گناہ سے بچنے میں خصوصاً نظر بچانے میں دل کو غم ہوتا ہے اور نہایت شدید غم ہوتا ہے اس وقت عبادات کے انوار دل کے ذرّہ ذرّہ میں داخل ہو جاتے ہیں۔

جسم کا فرسٹ فلور اور گراؤنڈ فلور

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے جسم میں دو حصے رکھے ہیں۔ ناف کے اوپر فرسٹ فلور اور ناف کے نیچے گراؤنڈ فلور، لیکن اللہ تعالیٰ نے حسینوں (نامحرم عورتوں اور بے ریش لڑکوں) کے فرسٹ فلور کے دیکھنے کو منع فرمادیا تاکہ میرے بندے حسینوں کے فرسٹ فلور کی چمک دمک، ان کی آنکھوں، گالوں اور بالوں کے ڈسٹمپر سے فتنے میں مبتلا ہو کر کہیں گراؤنڈ فلور میں نہ گر پڑیں اور پیشاب پاخانہ کی نالیوں میں گھس کر میرے غلاموں کی آبرو نہ ضایع ہو جائے، آہ! کتنا کریم مالک ہے جس نے بد نظری کو حرام کر کے اپنے بندوں کی آبرو کا کتنا خیال فرمایا۔ کوئی باپ اپنے

بچوں کو کسی ایسی چیز سے منع نہیں کرسکتا جس میں بچوں کا فائدہ ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ کی رحمتِ غیر محدود اپنے بندوں کو مفید چیز سے کیسے منع کرسکتی ہے۔ بدنظری کو حرام فرمانا اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم ہے کہ بندوں کو ذلت و رسوائی سے بچالیا اور یہ دلیل ہے کہ اس میں بندوں کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ ضرر ہی ضرر ہے ورنہ اللہ تعالیٰ اس کو حرام نہ فرماتے۔

انکشافِ نور کے بعد ظلمت سے وحشت ہونے لگتی ہے

حضرتِ والا نے احقر راقم الحروف سے دُھلی ہوئی چادر اوڑھنے کے لیے طلب فرمائی۔ احقر نے پیش کردی اور عرض کیا کہ فرشی چادر بھی میلی ہے اگر حضرتِ والا فرمائیں تو اس کو بھی تبدیل کردوں۔ فرمایا کہ نہیں۔ احقر خانقاہ میں آگیا، تھوڑی دیر بعد احقر کو دوبارہ طلب فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ میں نے فرشی چادر کو تبدیل کرنے کو منع کردیا تھا کیوں کہ اس کے میلے پن کا احساس نہیں تھا لیکن جب نئی سفید چادر کو دیکھا تو میلی چادر سے دل کو ناگواری ہونے لگی کیوں کہ تُعْرَفُ الْاَشْیَاءُ بِاَضْدَادِھَا ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے۔ اندھیروں کا تعارف انوار سے ہوتا ہے۔ اس پر ایک علم عظیم عطا ہوا کہ جیسے جیسے اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کے انوار و تجلیات قلب کو عطا ہوتے جاتے ہیں اندھیروں سے اور اندھیروں کے اعمال سے مناسبت ختم ہوتی جاتی ہے۔ نافرمانی اور گناہوں سے قلب غیر مانوس ہوتا جاتا ہے اور گناہوں کے خیال سے بھی وحشت ہونے لگتی ہے۔

حدیث اَللّٰھُمَّ اَرْضِنَا وَارْضَ عَنَّا کی تشریح کی الہامی تمثیل

ارشاد فرمایا کہ حدیثِ پاک کی دعا ہے اَللّٰھُمَّ اَرْضِنَا وَارْضَ عَنَّا[۱۰۱] اے اللہ! آپ ہم کو خوش کردیجیے اور ہم سے خوش ہوجایئے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دعا میں بندے کی خوشی کو مُقدّم فرمایا اور اللہ کی خوشی کو مؤخر فرمایا۔ وجہ یہ ہے کہ علومِ نبوت قرآن پاک سے ماخوذ اور مقتبس ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِرْجِعِیٓ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً اے اطمینان والی روح! تو اپنے رب کی

---

[۱۰۱] جامع الاصول فی احادیث الرسول: ۲۸۲/۱۱ (۸۸۴۷)، باب بدء الوحی، مکتبۃ الحلوانی

طرف چل اس طرح کہ تو اس سے خوش اور وہ تجھ سے خوش۔ بندے کی خوشی کو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں مُقدّم فرمایا اور اپنی خوشی کو مؤخر فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا میں وہی ترتیب رکھی جو قرآنِ پاک میں نازل ہے لہٰذا یہ حدیث قرآنِ پاک کی اس آیت سے مقتبس ہے۔

علامہ آلوسی نے اس آیت کی تفسیر میں ایک سوال قائم کیا کہ اللہ تعالیٰ کی خوشی تو اعلیٰ چیز ہے اور بندوں کی خوشی اس کے مقابلے میں ادنیٰ چیز ہے تو پھر بندوں کی خوشی کو اللہ تعالیٰ نے کیوں مُقدّم کیا؟ اس کا جواب خود علامہ آلوسی نے دیا کہ اس کا نام ہے اَلتَّرَقِّیْ مِنَ الْاَدْنٰی اِلَی الْاَعْلٰی کہ ترقی ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف دی جاتی ہے جیسے انٹر کے طالب علم کو بی اے میں داخلہ دیا جاتا ہے۔ لیکن اس کی ایک مثال اللہ تعالیٰ نے میرے قلب کو عطا فرمائی کہ کبھی ابّا اپنے چھوٹے بچے کو لڈو دیتا ہے اور کہتا ہے کہ خوش ہو جا اور میں بھی تجھ سے خوش ہوں جب ہی تو یہ لڈو دیا ہے، اگر ناراض ہوتا تو کیوں دیتا، تو جس طرح ابّا اپنی خوشی کو مؤخر کرتا ہے اور بچے کی رعایت سے اس کی خوشی کو مُقدّم کرتا ہے تو جب ابّا کی شفقت کا یہ تقاضا ہے تو ہمارے ربّا نے بھی ہمارا دل خوش کرنے کے لیے ہماری خوشی کو پہلے بیان کر دیا۔ وہاں شفقتِ پدری ہے اور یہ شفقتِ ربوبیت ہے اور ماں باپ کہاں سے شفقت لائیں گے یہ بھی اللہ تعالیٰ کی شفقت کا ظہور ہے۔ مولانا رومی اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرماتے ہیں کہ ؎

مادراں را مہر من آموختم

اے ماؤں کی محبت پر ناز کرنے والو! ماؤں کو محبت کرنا تو میں نے ہی سکھایا ہے میں اگر ان کے جگر میں محبت نہ ڈالتا تو یہ کہاں سے محبت لاتیں، تو سوچو کہ پھر میری رحمت کا کیا عالم ہو گا! یہ تو ایک حصۂ رحمت کا ظہور ہے جس سے سارے عالم میں مخلوق ایک دوسرے سے محبت کر رہی ہے، ننانوے حصۂ رحمت تو میرے پاس ہے جس کا ظہور قیامت کے دن ہو گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مزاج شناسِ الوہیت کون ہو سکتا ہے لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے کلام کی اتباع میں اسی ترتیب سے دعا مانگی کہ اے اللہ! آپ ہمیں خوش کر دیجیے اور ہم سے خوش ہو جائیے۔ آہ! بچہ

یہی کہتا ہے کہ ابّا ہم کو خوش کر دیجیے اور آپ بھی خوش ہو جائیے۔ اور ایک دعا یہ بھی کرتا ہوں اور سکھاتا بھی ہوں کہ جب اللہ تعالیٰ سے کوئی خوشی مانگو تو یوں کہو کہ اے اللہ! ہم تو آپ کو خوش نہیں کر سکے بوجہ اپنی نالائقی اور ضعفِ بشریت کے لیکن آپ ہم کو خوش کر دیجیے کہ آپ ہماری طرف سے خوشیوں سے بے نیاز ہیں لہٰذا اگر آپ ہمیں خوش نہیں کریں گے تو ہم کہاں سے خوشی پائیں گے کیوں کہ آپ کے سوا ہمارا کوئی دوسرا مولیٰ بھی تو نہیں۔ آپ کے سوا ہمارا ہے کون۔

(۲۶/ ربیع الاوّل ۱۴۱۸ھ مطابق یکم اگست ۱۹۹۷ء بروز جمعہ ساڑھے بارہ بجے دوپہر)

اَلْاِمَامُ الْعَادِلُ کی عجیب الہامی شرح

ارشاد فرمایا کہ حدیثِ پاک میں ہے **سَبْعَةٌ یُّظِلُّھُمُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّہٗ** سات قسم کے لوگ ایسے ہیں جن کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے عرش کا سایہ نصیب فرمائیں گے جس دن سوائے اس کے کوئی اور سایہ نہ ہوگا۔ ان میں پہلا شخص ہے **اَلْاِمَامُ الْعَادِلُ**[۱۰۲] آپ کہیں گے کہ اس حصے کو تو ہم حاصل نہیں کر سکتے کیوں کہ امامِ عادل کے معنیٰ ہیں سلطان، بادشاہ اور امیر المؤمنین۔ ہم لوگ کیسے بادشاہ بن سکتے ہیں لہٰذا علامہ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ اور ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ شرّاحِ حدیث نے ایک ایسا نکتہ بتایا کہ ہم سب کے سب اس صف میں شامل ہو سکتے ہیں اور گھر کا ہر بڑا شخص اپنے گھر کا امام ہے۔ **وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا**[۱۰۳] حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہاں متقیوں کی امامت مقصود نہیں ہے بلکہ یہ کہنا ہے کہ اے اللہ! ہم اپنے گھر کے امام تو ہیں ہی لیکن اگر میرے گھر والے نافرمان رہیں گے تو میں امام الفاسقین ہوں گا۔ تو ہر بڑا اپنے گھر میں عدل قائم کرے جو اپنے چھوٹوں پر، متبعین پر عدل قائم کرے گا اس کو بھی یہ فضیلت حاصل ہو جائے گی۔

---

[۱۰۲] صحیح البخاری: ۹۱/۱ (۶۶۴)، باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلٰوۃ، المکتبۃ المظھریۃ

[۱۰۳] الفرقان: ۷۴

اس حدیث کی شرح میں اللہ تعالیٰ نے ایک مضمون میرے قلب کو عطا فرمایا کہ ہر انسان کے پاس دو گز کی مملکت موجود ہے جس میں دار السلطنت بھی ہے اور صوبے بھی ہیں۔ دل دار السلطنت ہے، آنکھوں کا صوبہ ہے، کانوں کا صوبہ ہے، زبان کا صوبہ ہے لہٰذا جو سر سے پیر تک اپنی دو گز کی مملکت پر اللہ کی مرضی کے مطابق عدل قائم کردے یہ بھی امامِ عادل میں داخل ہو جائے گا، عدل کیا چیز ہے؟ عدل کو اس کے تضاد سے سمجھیے کیوں کہ اَلْاَشْیَاءُ تُعْرَفُ بِاَضْدَادِھَا ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے۔ دن کو پہچاننے کے لیے رات کی ضرورت ہے، ایمان کو پہچاننے کے لیے کفر ہے، گرمی کو پہچاننے کے لیے سردی کی ضرورت ہے، عدل کی پہچان ظلم سے ہوتی ہے۔ ہر وہ کام جو اللہ کی مرضی کے خلاف ہو ظلم ہے۔ جو اپنی نظروں کو نافرمانی سے نہیں بچاتا ہے یہ ظالم ہے عادل نہیں ہے۔ جو اپنے کانوں کو نافرمانی سے نہیں بچاتا یہ ظالم ہے عادل نہیں ہے۔ جو اپنی زبان سے نافرمانی کرتا ہے یہ ظالم ہے عادل نہیں ہے۔ لہٰذا اگر چاہتے ہو کہ امام عادل کا مقام مل جائے یعنی عرش کا سایہ تو اپنے جسم کی مملکت پر عدل قائم کردو۔ کانوں پر عدل قائم کرو یعنی کانوں پر ظلم نہ کرو، گانا نہ سنو۔ آنکھوں پر عدل قائم کرو یعنی نامحرموں کو، کسی کی بہو بیٹی اور لڑکوں کو نہ دیکھو۔ زبان پر عدل قائم کرو یعنی غیبت سے بچو، کسی کو ایذا نہ پہنچاؤ اسی طرح گالوں پر عدل قائم کرو، یعنی داڑھیوں کو نہ منڈاؤ اسی طرح ٹخنوں پر عدل قائم کرو یعنی پاجامہ اور لنگی ٹخنوں سے نیچے نہ لٹکاؤ، خواتین بھی عدل قائم کریں یعنی بغیر برقع کے گھروں سے نہ نکلیں۔

لہٰذا ہر شخص امام عادل ہو سکتا ہے۔ دو گز کی جو زمین ہمیں ملی ہے ہم اس کے امیر، امام اور بادشاہ ہیں، سوال ہوگا کہ آنکھوں کے صوبے میں بغاوت کیوں ہوئی، کیوں بدنظری کرتے تھے، کانوں کے صوبے میں بغاوت کیوں ہوئی، گالوں کے صوبے میں داڑھی منڈا کر کیوں تم نے بغاوت ہونے دی، تم نے اپنے قلب کے ہیڈ کوارٹر اور دار السلطنت سے اپنی قوتِ ارادیہ کی فوج سے ان صوبوں پر کیوں کرفیو نہیں لگایا لہٰذا جسم کی دو گز زمین کی مملکت پر جو شخص اللہ کی نافرمانی کرتا ہے، صوبوں کی بغاوت کو کنٹرول نہیں کرتا وہ امامِ عادل نہیں امامِ ظالم ہے اور جو شخص اس مملکت کو تابع فرمانِ

الٰہی کر دیتا ہے قیامت کے دن ان شاء اللہ اس کو امامِ عادل کا مقام حاصل ہوگا۔

امامِ عادل کی جو شرح اللہ نے میرے قلب کو عطا فرمائی، حدیثوں کی ساری شرحیں پڑھ لیجیے، محدثین سے پوچھ لیجیے، پھر اختر کی بات کو غور سے سنیے تو معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اختر کی زبان سے کیا کام لے رہا ہے وَلَا فَخْرَ یَا رَبِّیْ اے اللہ! کوئی فخر نہیں، آپ کی رحمت کی بھیک ہے، جب ہمارے طلباء یہ حدیث پڑھائیں گے اور اس تقریر کو پیش کریں گے تو ان شاء اللہ تعالیٰ علماء بھی وجد کریں گے کہ آج ہم پہلی دفعہ ایسی تقریر سن رہے ہیں۔

(شب ۲۸؍ربیع الاوّل ۱۴۱۸ھ مطابق ۲؍اگست ۱۹۹۷ء بعد مغرب حضرتِ والا نے اپنے کمرے میں یہ ملفوظ بیان فرمایا۔)

سکوتِ شیخ کے نافع ہونے کی مثال

ارشاد فرمایا کہ شیخ اگر خاموش بھی ہو تو بھی اس کے پاس بیٹھے رہو، یہ نہ سمجھو کہ وقت ضایع ہو رہا ہے، نفع نہیں ہو رہا ہے۔ شیخ خاموش بھی ہوگا تو بھی نفع ہوگا۔ اس کی ایک مثال اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی کہ ایئر کنڈیشن تقریر نہیں کر رہا ہے مگر ٹھنڈک مل رہی ہے۔ اپنے شیخ کے قلب کو ایئر کنڈیشن سمجھو خاص کر وہ مشائخ جو اپنے جسم کی کار میں حواسِ خمسہ کی کھڑکیوں پر تقویٰ کا شیشہ بھی چڑھا کر رکھتے ہیں اور قلب میں ذکر کا ایئر کنڈیشن بھی چل رہا ہے لہٰذا ان کے پاس بیٹھنے والوں کو کتنی ٹھنڈک، کتنا اطمینانِ قلب ملے گا۔ جس کار کے سب شیشے بند ہیں اس کار کے ایئر کنڈیشن میں کتنی ٹھنڈک ہوگی اور جس کار کے شیشے کھلے ہوں اس کے ایئر کنڈیشن میں ایسی ٹھنڈک نہیں ہو سکتی لہٰذا جو شخص تقویٰ سے نہ رہتا ہو، نگاہ کی حفاظت نہ کرتا ہو چاہے ذکر کرتا ہو تو اس کے پاس بیٹھنے سے ذکر کی پوری ٹھنڈک نہیں ملے گی کیوں کہ ذکر سے اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے اور نافرمانی سے اللہ کا غضب نازل ہوتا ہے۔ جہاں دو متضاد صفات کا ظہور ہو رہا ہے وہاں سوچ لو کہ کیا حال ہوگا، خود فیصلہ کرلو۔ نہ خود اس کے قلب کو ذکر کی پوری ٹھنڈک اور اطمینانِ کامل نصیب ہوگا نہ اس کے پاس بیٹھنے والوں کو نصیب

ہو گا۔ اور جو شیخ نظر کی حفاظت کرتا ہے، تقویٰ سے رہتا ہے، ہر گناہ سے بچتا ہے اس کے قلب کا ایئر کنڈیشن اتنا قوی ہو گا اور اس کے پاس بیٹھنے سے اطمینانِ کامل نصیب ہو گا چاہے وہ کوئی تقریر نہ کرے جس طرح ایئر کنڈیشن تقریر نہیں کرتا لیکن سب کو ٹھنڈک نصیب ہو جاتی ہے۔ لہٰذا شیخ کی خاموشی کو غیر مفید نہ سمجھنا چاہیے کیوں کہ جب ذکر اللہ میں ٹھنڈک اور اطمینانِ قلب کی خاصیت ہے اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰہِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ تو جو ذاکر ہے اس کے قلب میں یہ خاصیت نہ ہو گی؟ خصوصاً وہ شیخ کہ گناہ کی حرام لذتوں سے بچنے سے جس کے قلب میں صرف اللہ ہو، جس کے قلب میں صرف اللہ کے قرب کا عالم ہو اس کے قلب کے عالم کا کیا عالم ہو گا اس کو کوئی سمجھ بھی نہیں سکتا اور اس کا نفع متعدی اتنا قوی ہو گا کہ ایک عالم اس سے سیراب ہو گا۔

گناہوں کے مانعِ ترقی و قرب ہونے کی مثال

ارشاد فرمایا کہ بہت سے سالکین کولہو کے بیل کی طرح ہیں۔ کولہو کا بیل جہاں سے چلتا ہے وہیں پھر آکر رک جاتا ہے۔ چاہے ساری عمر چلتا رہے لیکن رہے گا وہیں کا وہیں۔ اسی طرح بعضے صوفیوں کو شیطان نے بے وقوف بنا رکھا ہے کہ اللہ اللہ بھی کرتے رہو اور گناہ بھی نہ چھوڑو، ہر حسین لڑکی اور لڑکے کو دیکھتے رہو، یہ ایسا سالک ہے جو چل تو رہا ہے لیکن رہے گا وہیں کا وہیں، اللہ تک نہیں پہنچے گا، اس لیے ہمت کر کے گناہ چھوڑ دو۔ مرنے کے بعد تو گناہ چھوٹ جائیں گے، کوئی مردہ بد نظری کر سکتا ہے؟ لیکن اس وقت کوئی اجر نہیں کیوں کہ اب تو وہ مجبور ہے، گناہ کر ہی نہیں سکتا لہٰذا مرنے کے بعد گناہ چھوٹنے پر کوئی ثواب نہیں۔ جیتے جی گناہ چھوڑ دو تو اللہ کے ولی ہو جاؤ۔ ایک آدمی مر گیا اب اس پر بمباری ہو رہی ہے، جسم کے پرخچے اُڑ گئے، تو کیا اس کو شہادت ملے گی؟ زندگی میں اگر اللہ کی راہ میں قتل ہو جاؤ اور خون بہہ جائے تب شہادت ملتی ہے۔ مُردوں کی شہادت قبول نہیں لہٰذا مرنے کا انتظار نہ کیجیے، جیتے جی اللہ پر فدا ہو جایئے گناہوں کو چھوڑ دیجیے پھر دیکھیے کہ قلب کو اللہ کے قرب کی کیا لذت حاصل ہوتی ہے۔ دنیا ہی میں جنّت کا مزہ آنے لگے گا۔

(۲؍ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ مطابق ۶؍اگست ۱۹۹۷ء)

فصل اور فراق اشتدادِ محبت کا ذریعہ ہے

حضرتِ والا کے ایک مُجاز ڈیرہ غازی خان سے تشریف لائے۔ حضرتِ والا نے ان کو مدینہ منورہ کی ایک خاص تصویر جو خاص کیمرا سے کھینچی گئی ہے اور حضرتِ والا کے کمرہ میں دیوار پر آویزاں ہے اور بلب سے روشن ہو جاتی ہے ان کو دکھائی اور فرمایا کہ یہ آسمان اور یہ سرخیاں سب مدینہ منورہ کی ہیں پھر اپنا یہ مصرع فرمایا کہ ؎

کراچی میں ہے آسمانِ مدینہ

ان بزرگ نے مدینہ منورہ کی تصویر دیکھ کر رقت آمیز آواز میں نہایت درد سے خواجہ صاحب کا یہ شعر پڑھا ؎

مدینہ جاؤں پھر آؤں مدینہ پھر جاؤں
تمام عمر اسی میں تمام ہو جائے

حضرتِ والا نے فرمایا کہ کسی نے خواجہ صاحب سے کہا کہ جاؤں آؤں اور پھر جاؤں کے بجائے وہیں کیوں نہ رہ جاؤں۔ فرمایا کہ نہیں جاؤں آؤں میں جو مزہ ہے وہ رہ جاؤں میں نہیں رہے گا۔ عشق ٹھنڈا پڑ جائے گا۔ محبوب سے ہر وقت ملاقات میں عشق ٹھنڈا پڑ جاتا ہے اور آنے جانے میں تڑپ باقی رہتی ہے کہ آہ! وقت ختم ہونے والا ہے اور جدائی میں پھر محبوب کی ملاقات کے لیے تڑپتا ہے اسی لیے رکوع سے فوراً سجدہ کا حکم نہیں دیا بلکہ رکوع کے بعد قیام سے کچھ فصل کر دیا تاکہ محبت اور تیز ہو جائے اور تڑپ کر سجدہ کرو۔ اسی طرح دونوں سجدوں کے درمیان بھی تھوڑا سا فصل کر دیا۔ وصل کی قدر فصل سے ہوتی ہے۔ فصل اور فراق محبت کو تیز کر دیتا ہے۔ حالتِ قبض جو سالکین کو پیش آتی ہے کہ عبادت میں مزہ نہیں آتا، دل بجھا بجھا سا رہتا ہے اللہ تعالیٰ سے دوری معلوم ہوتی ہے جس سے سالک تڑپ جاتا ہے اس کا بھی یہی راز ہے کہ اس طرح اللہ تعالیٰ اپنی محبت کو اور تیز کر دیتے ہیں۔ بزرگوں نے لکھا ہے کہ حالتِ قبض سے گھبرانا نہیں چاہیے اس سے بہت ترقی ہوتی ہے، بندے کا عجب و کبر ٹوٹ جاتا ہے اور دل شکستہ ہو جاتا ہے کہ میں کچھ

بھی نہیں ہوں اور اللہ تعالیٰ کا یہی پسند ہے کہ بندہ اپنے کو کچھ نہ سمجھے۔ اس کے بعد جب دوبارہ حالتِ بسط عطا ہوتی ہے تو قرب و حضوری کا کچھ اور ہی لطف ملتا ہے۔ یہ فصل برائے وصل ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ لذتِ قرب و وصل کے لیے فصل ضروری ہے۔

سلطان ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے آدھی رات کو سلطنت کیوں ترک کی؟

ارشاد فرمایا کہ سلطان ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے آدھی رات کو جب سلطنتِ بلخ چھوڑی ہے، مولانا رومی نے اس کا کیا عمدہ نقشہ کھینچا ہے۔ فرماتے ہیں ؎

شاہی و شہزادگی در باختہ
از پئے تو در غریبی ساختہ

اے اللہ! یہ سلطان شاہی و شہزادگی آپ کی محبت میں ہار گیا اور آپ کے لیے سلطنت کی عزت و جاہ چھوڑ کر فقیری اختیار کرلی۔ اور فرماتے ہیں ؎

نیم شب دلقے بپوشید و برفت
از میان مملکت بگریخت تفت

آدھی رات کو شاہی لباس اتار کر گدڑی پہن لی اور اپنی مملکت سے نکل گئے اور گدڑی کیوں پہنی؟ تاکہ کوئی پہچان نہ لے اور ترکِ سلطنت میں دشواری نہ ہو۔

اور آدھی رات کو سلطنت کا سودا کیوں کیا؟ کیوں کہ وہ قبولیت کا وقت ہے تاکہ سلطنتِ بلخ فدا کرنے کا میرا یہ سودا قبول ہو جائے ورنہ اگر قبول نہیں تو سلطنت بھی گئی اور اللہ بھی نہ ملا۔

پس جو لوگ دین کے کام میں لگے ہوئے ہیں اور دنیا کو ترک کر کے خانقاہوں میں آپڑے ہیں ان کو بھی ہر وقت یہ فکر رہے کہ ہمارا خانقاہ میں رہنا قبول بھی ہے یا نہیں۔ قبولیت کی امید بھی رکھیں اور ڈرتے بھی رہیں اور دعا بھی کریں کہ اے اللہ! آپ قبول فرمالیجیے اور جو اعمال اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے ہیں ہر وقت ان سے بچنے کی فکر کریں۔ گناہوں سے بچنے کی اگر توفیق حاصل ہے تو یہ علامت قبولیت کی ہے۔

تقویٰ محافظِ نورِ سنت ہے

ارشاد فرمایا کہ سنت کے اتباع سے نور پیدا ہوتا ہے اور تقویٰ اس نور کا محافظ ہے لہٰذا جو تقویٰ کا اہتمام نہیں کرتا انوارِ سنت کو ضایع کرتا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ جیسے ٹنکی پانی سے بھر لی لیکن ٹونٹیاں کھلی چھوڑ دیں تو سب پانی ضایع ہوجائے گا اسی طرح سنت کے اتباع سے قلب انوار سے بھر گیا لیکن اگر آنکھوں کی ٹونٹی کھلی چھوڑ دی، بد نظری کرلی، زبان کی ٹونٹی کھلی چھوڑ دی یعنی غیبت کرلی، جھوٹ بول دیا وغیرہ، کانوں کی ٹونٹی کھلی چھوڑدی یعنی گانا سن لیا وغیرہ اس نے اتباعِ سنت کے انوار کو ضایع کردیا۔ اس لیے انوارِ سنت کی حفاظت کے لیے گناہوں سے بچنا ضروری ہے۔

اللہ کی محبت کا رس

ارشاد فرمایا کہ اللہ کی محبت کا رس تقویٰ ہے۔ اگر تقویٰ حاصل نہیں تو اس نے اللہ کی محبت کا مزہ نہیں پایا۔ اگر اللہ کی محبت کا کامل مزہ لینا ہے تو گناہ سے بچو اور گناہ سے بچنے کا غم اٹھاؤ۔ اس غم کے صدقے میں اللہ اپنی محبت کا رس، اپنا دردِ محبت دیتا ہے اور زندگی کا مزہ آجاتا ہے۔ افسوس کہ بعض احباب کو ایک زمانہ گزر گیا ہے لیکن گناہ نہ چھوڑنے کی وجہ سے اللہ کی محبت کا وہ درد جو اولیاء اللہ کے سینوں میں ہوتا ہے وہ نہیں پاسکے۔ اگر انہوں نے ہمت سے کام نہیں لیا اور رو رو کر اللہ سے توفیق کی بھیک نہ مانگی تو خوف ہے کہ ایسے ہی دفن نہ ہوجائیں۔ جن صوفیا اور سالکین نے سو فیصد تقویٰ اختیار نہیں کیا، ننانوے گناہ چھوڑدیے لیکن ایک گناہ میں مبتلا رہے وہ اللہ کی محبت کے دردِ کامل کو نہ پاسکے۔ لہٰذا جو اللہ کی محبت کا پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہے تو اللہ کی نافرمانی سے پوری پوری احتیاط کرے۔ دیکھیے دنیا میں اگر آپ چاہتے ہیں کہ کسی شخص کی پوری پوری مہربانی و شفقت حاصل کرلیں تو اس کو پورا پورا راضی کرنا ضروری ہوگا یا نہیں؟ تو جو لوگ اللہ کا پورا پورا پیار اور رحمت چاہتے ہیں وہ اللہ کے غضب کے اعمال سے بالکلیہ دست بردار ہوجائیں اور ٹھان لیں کہ جان دے دیں گے لیکن اللہ کو ناراض نہیں کریں گے۔ اس ایمان پر اللہ کا فضل نہ ہوگا؟ اللہ دیکھتا ہے کہ میرے بندے نے جان کی

بازی لگادی تو اس کی جان میں کروڑوں جان عطا فرمادیتے ہیں اور وہ بندہ لطفِ حیات پاجاتا ہے۔ جس نے اپنی حیات کو خالقِ حیات پر فدا کیا وہ لطفِ حیات سے آشنا ہوا۔ دنیا ہی سے اس کی جنّت شروع ہوجاتی ہے۔

اللہ کے نام کی کشش

ارشاد فرمایا کہ اللہ کا نام ایسا پیارا ہے کہ سارے عالم کو جوڑ دیتا ہے۔ اللہ ہی کے نام سے سارا عالم قائم ہے اور قیامت نہیں آرہی ہے۔ جب کوئی اللہ کا نام لینے والا نہ رہے گا تو قیامت آجائے گی۔ معلوم ہوا کہ اللہ کے نام میں وہ کشش وہ جذب وہ گوند ہے جو سارے عالم کو قائم رکھے ہوئے ہے، زمین و آسمان کو قائم رکھے ہوئے ہے۔ یہی وجہ ہے مختلف قومیں، مختلف زبانیں، مختلف خاندان اور قبائل مختلف ملک اور مختلف صوبے اللہ کے نام پر جمع ہوجاتے ہیں، شیر و شکر ہوجاتے ہیں، رنگ و نسل، قوم و وطن کی تفریق سے بالاتر ہوکر مثل یک جان دو قالب ہوجاتے ہیں۔ دنیا میں اللہ کے نام کے علاوہ کوئی قوت ایسی نہیں ہے جو انسانوں کو ایک جگہ جمع کردے اور وہ ایک دوسرے پر فدا ہونے لگیں، صرف اللہ کا نام ایسا پیارا ہے جو دلوں کو آپس میں جوڑ دیتا ہے۔

اللہ والوں کی صحبت کی اہمیت

ارشاد فرمایا کہ حکیم الاُمت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صحبتِ اہلِ اللہ میں اللہ نے مردودیت اور سوئے خاتمہ سے حفاظت کا اثر رکھا ہے، جو ان سے محبت کرتا ہے محروم نہیں رہتا۔ اور اس کی دلیل جو اللہ نے میرے دل کو عطا فرمائی بخاری شریف کی یہ حدیث ہے کہ تین خصلتیں جس میں ہوں گی وہ حلاوتِ ایمان کو اپنے قلب میں پالے گا۔ ان میں سے ایک ہے **مَنْ اَحَبَّ عَبْدًا لَا یُحِبُّہٗ اِلَّا لِلّٰہِ**[۱۰۴] جو شخص کسی بندے سے صرف اللہ کے لیے محبت کرے اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں **وَقَدْ وَرَدَ اَنَّ حَلَاوَۃَ الْاِیْمَانِ اِذَا دَخَلَتْ قَلْبًا لَا تَخْرُجُ مِنْہُ**

---

[۱۰۴] صحیح البخاری: ۱/(۲۱)، باب من کرہ ان یعود فی الکفر الخ، المکتبۃ المظھریۃ

اَبَدًا فَفِيْهِ اِشَارَةٌ اِلٰى بَشَارَةِ حُسْنِ الْخَاتِمَةِ[۱۰۵] حلاوتِ ایمان جس قلب کو عطا ہوتی ہے پھر کبھی نہیں نکلتی اور اس میں حسنِ خاتمہ کی بشارت ہے۔ اور بخاری شریف کی ایک اور حدیث حضرت حکیم الامت کے اس قول کی دلیل ہے هُمُ الْجُلَسَاءُ لَا يَشْقٰى جَلِيْسُهُمْ[۱۰۶] یہ اللہ والے ایسے جلیس ہیں کہ ان کا ہم نشین شقی نہیں رہ سکتا۔ پس اہل اللہ کی صحبت بہت بڑی نعمت ہے۔ اگر ایمان کی سلامتی چاہتے ہو تو اللہ والوں سے دور مت رہو۔ حکیم الاُمت نے فرمایا کہ شیخ کی صحبت میں بیٹھنے کو اپنی تمام نفلی عبادات سے بہتر سمجھو کیوں کہ اس کی صحبت میں نفس کی اصلاح ہوتی ہے اور تقویٰ حاصل ہوتا ہے جس پر ولایتِ خاصہ موقوف ہے، اور اللہ والوں کو تو دیکھنے ہی سے اللہ یاد آجاتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اِذَا رُأُوْا ذُكِرَ اللهُ[۱۰۷] اللہ والا وہ ہے جس کو دیکھنے سے اللہ یاد آجائے، مولانا رومی کی قبر کو اللہ نور سے بھر دے کیا عمدہ بات فرمائی اور میں بچپن سے اسی لیے ان پر عاشق ہوں۔ فرماتے ہیں ؎

دیدنِ او دیدنِ خالق شد است

اللہ والوں کو دیکھنا اللہ کو دیکھنا ہے۔ جس شیشی میں دس ہزار روپے تولے کا عطر ہے اس عطر کی شیشی کو دیکھنا کیا عطر کو دیکھنا نہیں ہے ؟ پس جن کے قلب میں اللہ تعالیٰ کی تجلیات ہیں ان کو دیکھنا گویا اللہ تعالیٰ کو دیکھنا ہے، ان کے پاس بیٹھنا گویا اللہ تعالیٰ کے پاس بیٹھنا ہے۔ حدیثِ قدسی میں ارشاد ہے مَا وَسِعَنِيْ اَرْضِيْ وَلَا سَمَائِيْ وَوَسِعَنِيْ قَلْبُ عَبْدِيْ[۱۰۸] میں زمین و آسمان میں نہیں سمایا لیکن اپنے بندۂ خاص کے دل میں سما جاتا ہوں۔ اسی کو مولانا رومی حکایتاً عن الحق فرماتے ہیں ؎

در دِلِ مؤمن بگنجیدم چو ضیف

میں مؤمن کے دل میں مثل مہمان کے آجاتا ہوں (باعتبارِ تجلیاتِ خاصہ) لہٰذا اہل اللہ سے

---

۱۰۵ مرقاۃ المفاتیح: ۱/۴۸، کتاب الایمان، المکتبۃ الامدادیۃ، ملتان

۱۰۶ صحیح البخاری: ۲/۹۴۸ (۶۴۴۳)، باب فضل ذکر اللہ تعالیٰ، المکتبۃ المظہریۃ

۱۰۷ التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف: ۳۱۷، مؤلفہ حضرت التھانوی رحمہ اللہ

۱۰۸ التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف: ۸۹

ملاقات معیتِ حق ہے جیسا کہ دوسری حدیثِ قدسی میں بھی ارشاد ہے کہ اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ[۱۰۹] جو مجھے یاد کرتے ہیں میں ان کا ہم نشین ہوتا ہوں لہٰذا اہل اللہ کی ہم نشینی اللہ کی ہم نشینی ہے۔ اسی کو مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

ہر کہ خواہد ہمنشینی با خدا
گو نشیند با حضورِ اولیاء

جو شخص چاہے کہ وہ اللہ کے پاس بیٹھے اس سے کہہ دو کہ وہ اللہ کے اولیاء کے پاس بیٹھا کرے ؎

دیدنِ او دیدنِ خالق شد است
خدمتِ او خدمتِ حق کردن است

اللہ والوں کو دیکھنا گویا اللہ کو دیکھنا ہے اور اللہ والوں کی خدمت کرنا گویا اللہ کی خدمت کرنا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وہ چرواہا جو کہہ رہا تھا کہ اے اللہ! اگر آپ مجھے مل جاتے تو میں آپ کے پاؤں دباتا، آپ کو روغنی روٹی کھلاتا اور بکریوں کا دودھ پلاتا اگر اختر اس زمانے میں ہوتا تو اللہ کی رحمت اور توفیق سے میں اس چرواہے سے کہتا کہ اے ظالم! اللہ تو جسم سے پاک ہے۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پاؤں دبالے، ان کو بکریوں کا دودھ پلادے، ان کو روغنی روٹی کھلادے، ان کی خدمت کرلے تو گویا تو نے اللہ کی خدمت کرلی۔ اللہ تو جسم سے پاک ہے لہٰذا اللہ نے اپنے عاشقوں کو جسم دے کر پیدا کیا تاکہ میرے بندے جب میری یاد میں تڑپ جائیں تو میرے عاشقوں کو دیکھ کر ان کو تسلی ہو اور میرے عاشقوں کی خدمت کرکے ان کو محسوس ہو کہ گویا ہم نے اللہ تعالیٰ کی خدمت کرلی۔

(۳؍ ربیع الثانی ۱۴۱۸؁ھ مطابق ۸؍ اگست ۱۹۹۷؁ء بروز جمعہ بعد عصر)

اللہ کے نام پر مرنے جینے کا مزہ

ارشاد فرمایا کہ اللہ کے نام پر جینے میں جو مزہ آتا ہے اور اللہ کے نام

۱۰۹؎ شعب الایمان للبیہقی: ۲/۱۷۱(۶۷۰)، مکتبۃ الرشد

پر مرنے میں جو مزہ آتا ہے پوری کائنات میں ایسا مزہ کہیں نہیں ہے، نہ بادشاہوں کو نصیب، نہ مال داروں کو نصیب، نہ دنیائے رومانٹک کے لیلیٰ مجنوں کو نصیب، نہ بریانی پلاؤ والوں کو نصیب۔ دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ اللہ کی برابری اور ہمسری کرنے والا کوئی نہیں ہے لہٰذا اللہ کے نام کی برابری کرنے والا بھی کوئی نہیں ہو سکتا۔ اور جینے اور مرنے کی تفصیل کیا ہے؟ اللہ کے نام پر جینے کا مطلب ہے کہ جس بات سے اللہ خوش ہو، جو ان کا حکم ہو اس کو اللہ کے لیے بجالاؤ۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ جس وقت جو حکم ہو اس کی تعمیل کرو، جہاد کا حکم ہو جہاد کرو۔ یہ اللہ کے نام پر جینا ہو گیا۔ اور اللہ کے نام پر مرنا کیا ہے؟ جس بات سے اللہ ناراض ہو، جس چیز کو اللہ نے منع کر دیا، اس میں چاہے کتنا ہی مزہ شیطان دکھائے اور ساری دنیا اخبارات، ریڈیو اور ٹیلی ویژن سے اعلان کرے کہ اس ناچ گانے میں اور لڑکیوں اور ٹیڈیوں کے چکر میں بہت مزہ آرہا ہے تو اللہ کے نام پر مرنے کے یہ معنٰی ہیں کہ چاہے کتنا ہی دل چاہے اللہ کا حکم سمجھ کر وہ حرام مزہ نہ ہو اور دل کا خون کر لو۔ نظر بچاؤ، دل بچاؤ، جسم بچاؤ تو سمجھ لو کہ اللہ کے نام پر مر گئے، نظر سے حسینوں کو نہ دیکھو، دل میں ان کا خیال نہ لاؤ اور جسم سے حسینوں کے قریب نہ رہو۔ اگر آفس میں کسی لڑکی کو پی اے رکھ لیا اب لاکھ نظر نیچی کیے رہو شیطان گرمی پہنچادے گا۔ آپ بتائیے کہ اگر کہیں آگ جل رہی ہے اور ایک آدمی آنکھ بند کیے ہوئے آگ کو دیکھ نہیں رہا ہے تو آگ کی گرمی آئے گی یا نہیں؟ بس یہ حسین بھی آگ سے کم نہیں ہیں۔

تو اللہ کے نام پر جینے کا مزہ اور اللہ کے نام پر مرنے کا جو مزہ ہے پوری کائنات میں کہیں نہیں ہے دوستو! لیکن افسوس کہ دنیا تو امپورٹ ایکسپورٹ آفس بنی ہوئی ہے۔ رات کو منہ سے کھایا اور صبح کو لیٹرین میں نکال دیا۔ اللہ اس لیے نہیں کھلاتا کہ کھاتے رہو اور لیٹرین میں جمع کرتے رہو۔ اللہ نے روٹی اس لیے دی ہے کہ اس روٹی سے جو خون بنے اور اس خون سے آنکھوں میں قوتِ دیدنی، کانوں میں قوتِ شنیدنی، زبان میں قوتِ گفتنی، ہاتھوں میں قوتِ گرفتنی، پاؤں میں قوتِ رفتنی آئے، ان ساری قوتوں کو اللہ پر فدا کر دو۔ کان سے وہی سنو جس سے مالک خوش ہو، آنکھوں سے وہی دیکھو جس سے مالک

ناراض نہ ہو، دل میں گناہوں کا خیالی پلاؤ بھی نہ پکاؤ پھر دیکھو کہ اللہ کیا مزہ دے گا۔

میں بحیثیت مسلمان ایک کروڑ قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں آپ کو ایک بہت بڑی دعوت اور انتہائی لذت اور انتہائی مزے کی طرف بلا رہا ہوں یہاں تک کہ جو مزہ پیش کر رہا ہوں یہ خاص مزہ جنّت میں بھی نہیں پاؤ گے یعنی اللہ کی نافرمانی سے بچنے کا غم اٹھانے کا مزہ جنّت میں نہیں ہو گا کیوں کہ وہاں نافرمانی کے اسباب نہیں ہیں اور وہاں نفس نہیں رہے گا، وہاں کسی کو گناہ کا خیال بھی نہیں آئے گا لہٰذا اللہ کی نافرمانی سے بچنے کا مزہ، غمِ تقویٰ یعنی گناہ سے بچنے کا غم اٹھانے کا مزہ، نظر بچا کر دل میں حلاوتِ ایمانی پانے کا مزہ، کافروں کے ہاتھ سے ظاہری شہادت کا مزہ اور اللہ کے حکم کی تلوار سے اپنی بری خواہشات کی گردن کاٹنے کی باطنی شہادت کا مزہ یہ دنیا ہی میں ہے جنّت میں نہیں ہے۔ آج حسینوں سے نظر بچا کر جو لوگ غم اٹھا رہے ہیں، زخمِ حسرت کھا رہے ہیں، تمناؤں کا خون بہا رہے ہیں یہ لوگ قیامت کے دن شہیدوں کے ساتھ کھڑے ہوں گے۔ دیکھ لیجیے بیان القرآن میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔ ان کی شہادت کا نام شہادتِ معنویہ باطنیہ ہے یعنی اندر اندر ان کا خون ہوا ہے، دنیا نے ان کا خون نہیں دیکھا۔ کافر کی تلوار سے شہید ہونے والوں کا خون تو سب دیکھتے ہیں لیکن ان کے اندر کا خون صرف اللہ ہی دیکھتا ہے کہ میرا بندہ مجھ کو خوش کرنے کے لیے کس قدر غم اٹھا رہا ہے، اپنی آرزوؤں کا خون کر کے مجھ پر فدا ہو رہا ہے لہٰذا یہ بھی شہید ہے۔

کسی کے زندہ شہید ہیں ہم
نہیں یہ حسرت کہ سر نہیں ہے

جنّت کے مزے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھے، نہ کسی کان نے سنے، نہ کسی قلب پر اس کا گمان گزرا ہم ان کے بھکاری اور فقیر ہیں اور اللہ سے جنّت کا سوال کرتے ہیں لیکن اللہ کے نام پر مرنے کا، خونِ آرزو اور حلاوتِ ایمانی کا یہ خاص مزہ دونوں جہاں سے زیادہ دنیا ہی میں لوٹ لو لیکن جنّت میں ایک نعمت مستزاد ہے جس کی برابری نہ دنیا کا کوئی مزہ کر سکتا ہے نہ جنّت کا، اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کا دیدار۔ جس وقت جنّت میں اللہ تعالیٰ اپنا دیدار کرائیں

گے جنتیوں کو اتنا مزہ آئے گا کہ جنّت کی کوئی نعمت اس وقت یاد بھی نہیں آئے گی۔

صحنِ چمن کو اپنی بہاروں پہ ناز تھا
وہ آگئے تو ساری بہاروں پہ چھا گئے

(۱۸؍ ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ مطابق ۲۳؍ اگست ۱۹۹۷ء بروز ہفتہ مسجد اشرف سندھ بلوچ سوسائٹی گلستان جوہر بوقت ساڑھے سات بجے صبح)

استقامت علی الدین اور حسنِ خاتمہ کی دعا کے عجیب تفسیری لطائف

ارشاد فرمایا کہ ہر نہی اپنے منہی عنہ کے وجود پر دلالت کرتی ہے۔ رَبَّنَا لَاتُزِغْ قُلُوْبَنَا بتارہا ہے کہ قلب میں ازاغت و کجی کی استعداد موجود ہے اور استعداد بھی ایسی کہ ازاغت صرف گناہ زنا اور شراب تک محدود نہیں رہتی بلکہ عقیدہ تک خراب ہوجاتا ہے یہاں تک کہ نعوذ باللہ! نبوت اور مہدویت تک کا دعویٰ کرنے لگتا ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ یہ دعا سکھارہے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ ہونے دیجیے بَعْدَ اِذْهَدَيْتَنَا آپ کے جس کرم نے ہمیں ہدایت بخشی ہے اسی کرم سے آپ ہم کو عدمِ ازاغت بھی بخش دیجیے۔ عدمِ ازاغت کی درخواست میں طلبِ ہدایت کی درخواست موجود ہے اور عطائے ہدایت اور بقائے ہدایت اور ارتقائے ہدایت کی بھی درخواست ہے تاکہ ہمارا قلب ٹیڑھا نہ ہونے پائے اور دل میں کجی گناہوں سے آتی ہے خصوصاً اس زمانے میں بد نظری کے گناہ سے دل بالکل تباہ ہوجاتا ہے کیوں کہ بد نظری پر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بد دعا ہے کہ لَعَنَ اللّٰهُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَيْهِ[۱۱۰] تو نگاہ کی حفاظت نہ کرنے سے یہ شخص لعنت میں آگیا اور لعنت کے معنیٰ ہیں اَلْبُعْدُ عَنِ الرَّحْمَةِ جب رحمت سے دوری ہوئی تو اللہ تعالیٰ کی حفاظت ہٹ گئی اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ کا سایہ اس سے ہٹ گیا اور نفس امّارہ کے شر سے بچنے کے لیے سوائے سایۂ رحمتِ حق کے اور کوئی راستہ نہیں، لہٰذا سایۂ رحمت ہٹنے سے یہ شخص نفسِ امّارہ بالسوء کے بالکل حوالے ہوگیا۔ اب نفس اس سے جو گناہ کرادے وہ کم ہے کیوں کہ السوء میں لام

---

[۱۱۰] کنز العمال: ۳۳۸/۷، (۱۹۱۶۲)، فصل فی احکام الصلوٰۃ الخارجۃ، مؤسسۃ الرسالۃ

استغراق کا ہے۔ ابتدائے عالم سے قیامت تک گناہ کے جو اقسام وانواع ایجاد ہوں گے سب اس لام میں شامل ہیں۔ پس اس کے گناہوں کی تاریخ ایسی بھیانک ہو جائے گی جس کا وہ خود تصور نہیں کر سکتا تھا۔ لہٰذا اے اللہ! آپ کے جس کرم نے ہمیں ہدایت بخشی ہے اپنے کرم سے اس ہدایت کو باقی بھی رکھیے اور اس میں ترقی بھی عطا فرمائیے۔ عطائے کرم بھی فرمائیے، بقائے کرم بھی فرمائیے اور ارتقائے کرم بھی فرمائیے۔

وَهَبْ لَنَا اور ہمیں ہبہ کر دیجیے ۔ کون سا ہبہ ؟ جس میں ہمارا نفع ہو۔ لَنَا میں لام نفع کا ہے مِنْ لَّدُنْكَ اپنے پاس والی رحمت، اپنی خاص رحمت ہم کو ہبہ کر دیجیے، یہاں عام رحمت کا سوال نہیں کیا جارہا ہے کیوں کہ شروع میں عدمِ ازاغت کا سوال کیا گیا اس لیے یہاں وہ خاص رحمت مانگی جارہی ہے جو ازاغت اور کجی سے قلب کو محفوظ فرمادے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اَلْمُرَادُ بِهٰذِهِ الرَّحْمَةِ الْاِسْتِقَامَةُ عَلَى الدِّيْنِ وَحُسْنُ الْخَاتِمَةِ اور لفظ ہبہ سے کیوں مانگنا سکھایا گیا ؟ کیوں کہ استقامت علی الدین اور حسنِ خاتمہ وہ عظیم الشان نعمت ہے جس کی برکت سے جہنم سے نجات اور دائمی جنّت نصیب ہو گی۔ یہ ہماری محدود زندگی کے محدود اور ناقص مجاہدات وریاضات کا صلہ ہر گز نہیں ہو سکتی تھی اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو متنبہ فرمادیا کہ خبردار! میری اس رحمتِ خاصہ کو اپنے کسی عمل اور کسی مجاہدے اور کسی ریاضت کا بدلہ نہ سمجھنا کیوں کہ حسنِ خاتمہ میرا وہ عظیم الشان انعام اور وہ غیر محدود رحمت ہے جو دائماً دخولِ جنّت کا سبب ہے جس کا تم کوئی معاوضہ ادا نہیں کر سکتے کیوں کہ مثلاً اگر تم نے سو سال عبادت کی تو قانون اور ضابطے سے سو سال تک تمہیں جنّت میں رہنے کا جواز ہو سکتا تھا لیکن محدود عمل پر یہ غیر محدود انعام اور غیر فانی حیات کے ساتھ غیر فانی جنّت عطا ہونا یہ صرف میری عطا اور میرا کرم ہے اور اس کرم کا سبب محض کرم ہے لہٰذا میری یہ رحمتِ خاصہ اور انعامِ عظیم لینے کے لیے لفظ ہبہ سے درخواست کرو کیوں کہ ہبہ بدون معاوضہ ہوتا ہے اور ہبہ میں واہب اپنے غیر متناہی کرم سے جو چاہے عطا فرمادے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وَفِي اخْتِيَارِ صِيْغَةِ الْهِبَةِ اِيْمَاءٌ اَنَّ هٰذِهِ الرَّحْمَةَ اَيْ ذٰلِكَ التَّوْفِيْقَ لِلْاِسْتِقَامَةِ عَلَى الْحَقِّ تَفَضُّلٌ مَّحْضٌ بِدُوْنِ

شَائِبَةِ وُجُوْبٍ عَلَيْهِ تَعَالٰى شَأْنُهٗ[۱۱] اور صیغہ ہبہ اختیار فرما کر حق تعالیٰ نے یہ اشارہ فرمادیا کہ یہ رحمت جس سے مراد وہ توفیقِ خاص ہے جس سے بندوں کو دین پر استقامت نصیب ہوتی ہے اور جو سبب ہے حسنِ خاتمہ کا یہ محض حق تعالیٰ کا فضل عظیم ہے جس کو چاہتے ہیں عطا فرماتے ہیں اور آگے اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ[۱۲] معرضِ تعلیل میں ہے کہ تم کو ہم سے اس نعمتِ عظمیٰ کو ہبہ سے مانگنے کا کیا حق ہے اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ معنیٰ میں لِاَنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ کے ہے۔ہم آپ سے اس لیے مانگ رہے ہیں کیوں کہ آپ بہت بڑے داتا اور بہت بڑے بخشش کرنے والے ہیں۔

(۷؍ شعبان المعظم ۱۴۱۸؁ھ مطابق ۶؍ دسمبر ۱۹۹۷؁ء ہفتہ مسجد اشرف، گلشن اقبال کراچی)

غم کا عقلی و طبعی علاج

ایک صاحب کے والد کے انتقال پر تعزیت کے دوران ارشاد فرمایا کہ اِنَّا لِلّٰهِ غم کا عقلی علاج ہے کہ جو چیزیں ہمیں دی گئی ہیں ان کے ہم مالک نہیں ہیں، امین ہیں، بطورِ امانت کے وہ چیزیں ہمیں دی گئی ہیں لہٰذا مالک اگر اپنی چیز واپس لے لے تو اس کا حق ہے۔ امین کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اعتراض کرے کہ یہ چیز کیوں مجھ سے واپس لی جارہی ہے۔پس اِنَّا لِلّٰهِ ہمارے غم کا عقلی علاج ہے اور وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ طبعی غم کا علاج ہے کہ آج جو ہم سے جدا ہوئے ہیں ہمیشہ کے لیے جدا نہیں ہوئے، عارضی جدائی ہے۔ایک دن ہمیں بھی اللہ ہی کے پاس جانا ہے، وہاں ملاقات ہوگی اور پھر کبھی جدائی نہ ہوگی۔

تقویٰ کی تمرین

ارشاد فرمایا کہ روزے کا مقصد اللہ تعالیٰ نے لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ[۱۳] فرمایا ہے لہٰذا ماہِ رمضان تقویٰ کی تمرین اور مشق ہے کہ جس طرح تم نے رمضان میں ہماری محبت میں ترکِ حلال کا مظاہرہ کیا ہے، جو چیزیں حلال تھیں تم نے ایک مہینہ ان

---

[۱۱] روح المعانی: ۳/ ۹۰، اٰل عمرٰن (۸)، دار احیاء التراث، بیروت
[۱۲] اٰل عمرٰن: ۸
[۱۳] البقرۃ: ۱۸۳

کو ترک کر دیا لہٰذا رمضان کے بعد اسی طرح حرام سے بچنے کا مظاہرہ کرنا۔ میری محبت میں جب حلال چھوڑنے کی تم کو مشق ہو گئی۔ تو اب حرام چھوڑنا کیا مشکل ہے۔

(۶؍ رمضان المبارک ۱۴۱۸ھ مطابق ۵؍ جنوری ۱۹۹۸ء بروز دوشنبہ)

قلب پر نزولِ تجلیات

۱ ارشاد فرمایا کہ حواسِ خمسہ (قوتِ باصرہ، قوتِ شامّہ، قوتِ ذائقہ، قوتِ سامعہ، قوتِ لامسہ) کی راہوں سے جو لذات مستورَدات (در آمدات) ہوتی ہیں ان کا مخزن (اسٹاک ہاؤس، اسٹور روم اور گودام) قلب ہے۔ جو لوگ حرام لذتوں سے اپنے کو خوفِ خدا سے محفوظ رکھتے ہیں اور پانچوں راستوں پر تقویٰ کی پاسبانی رکھتے ہیں تاکہ قلب میں ایک اعشاریہ حرام لذت نہ آنے پائے ان کے قلوب پر تجلیاتِ الٰہیہ وافرہ متواترہ بازغہ نازل ہوتی ہیں۔ وافرہ میں کمیت کا بیان ہے، متواترہ میں صفتِ زمانیہ کا بیان ہے، بازغہ میں کیفیت بیان ہوئی ہے۔ جب اہتمامِ تقویٰ کا مجاہدہ مسلسل ہے تو ان کو نزولِ تجلیات کا تسلسل بھی نصیب ہوتا ہے؎

ان کے جلوؤں میں تسلسل کا سماں ہوتا ہے
خونِ ارماں سے جہاں آہ و فغاں ہوتا ہے

دل و نظر کی جسے آہ پاسبانی ہے
اسی کے قلب میں جلوؤں کی فراوانی ہے

ضرور اشکِ رواں کوئی کہانی ہے
بیان خونِ تمنا کی بے زبانی ہے

برعکس جو لوگ عبادت تو بہت کرتے ہیں لیکن عیناً قلباً و قالباً گناہوں سے نہیں بچتے ان کے قلوب تجلیاتِ خاصہ سے محروم رہتے ہیں بوجہ نحوستِ معاصی کے۔

انعاماتِ ربّانی

ملفوظات

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ

حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

عرضِ مرتّب

مرشدی ومولائی ومحبّی ومحبوبی عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم کے ملفوظات کا چوتھا مجموعہ موسوم بہ ''انعاماتِ ربّانی'' آج مؤرخہ ۲۱؍ذوالحجہ ۱۴۱۸؁ھ مطابق ۱۹؍اپریل ۱۹۹۸؁ء بروزِ اتوار طباعت کے لیے دیا جارہا ہے اللہ تعالیٰ شرفِ قبول عطا فرمائیں اور اُمتِ مسلمہ کے لیے قیامت تک مشعلِ راہ بنائیں، آمین۔

گزشتہ کئی برسوں سے رمضان المبارک میں ادائیگیٔ عمرہ کے لیے حرمین شریفین حاضری کا حضرتِ والا کا معمول ہے۔ اس سال بوجوہ عمرہ کا سفر ملتوی ہوا اس لیے مختلف ممالک میں حضرتِ والا سے تعلق رکھنے والے حضرات نے رمضان المبارک حضرتِ والا کی خدمت مبارک میں گزارنے کے لیے خانقاہ آنے کی اجازت طلب کی اور شعبان کے آخر ہی میں جنوبی افریقہ، انگلینڈ، امریکا، بنگلہ دیش اور ہندوستان سے متعدد علماء تشریف لائے اور ان کی درخواست پر اس سال حضرتِ والا نے ''مثنویٔ مولانا روم'' کا درس بھی دیا جو آخر شعبان سے آخر رمضان تک بعد نمازِ فجر جاری رہا۔ عجیب وغریب عاشقانہ، عالمانہ ایمان افروز اور روح کو وجد میں لانے والا درس تھا جس کو علیحدہ کتابی شکل میں شایع کرنے کا ارادہ ہے۔ موجودہ جلد میں بعض ملفوظات اس درس سے بھی مختص کیے گئے ہیں۔

اس کے بعد شوال میں حضرتِ والا کا سفر برما اور بنگلہ دیش کا ہوا، وہاں کے بھی چند ملفوظات اس میں شامل ہیں اور اس کے علاوہ مختلف اوقات کے ارشادات درج ہیں۔

غرض یہ مجموعہ قرآن وحدیث، شریعت وطریقت، تصوف واحسان وسلوک کے عجیب وغریب وہبی علوم اور الہامی مضامین کا خزانہ ہے جس کا لطف پڑھ کر عمل کرنے سے ہی تعلق رکھتا ہے۔

اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى وَرَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

جامع ومرتّب

احقر سید عشرت جمیل ملقب بہ میر عفا اللہ عنہ

کے از خدام

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی

۲۱/ذوالحجہ ۱۴۱۸؁ھ مطابق ۱۹/اپریل ۱۹۹۸؁ء بروز یک شنبہ

دیدۂ اشک باریدہ

لذّتِ قربِ ندامت گریۂ زاری میں ہے
قرب کیا جانے جو دیدۂ اشک باریدہ نہیں

جس کو استغفار کی توفیق حاصل ہوگئی
پھر نہیں جائز یہ کہنا کہ وہ بخشیدہ نہیں

اختؔر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

انعامات ربانی

(۷؍شعبان المعظم ۱۴۱۸ھ مطابق ۸؍دسمبر ۱۹۹۷ء بروز دوشنبہ ۹ بجے شب خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال ۲ کراچی۔ آج صبح جنوبی افریقہ سے حضرت مرشدی دامت برکاتہم کے ایک مجاز جو عالم بھی ہیں خانقاہ میں قیام کے لیے تشریف لائے۔ مندرجہ ذیل ملفوظ بعد عشاء بعض علماء سے ارشاد فرمایا۔)

دین کس سے سیکھیں

ارشاد فرمایا کہ ہم دین کس سے سیکھیں، کس سے اللہ کی محبت حاصل کریں، کس کو اللہ کے راستے کا راہ بر بنائیں اس کے کچھ اصول پیش کرتا ہوں:

۱) جس ڈاکٹر کے پاس کنجڑے قصائی سبزی فروش کا ہجوم ہو اور وہ لوگ اس کی تعریف کرتے ہوں کہ بہت بڑا ڈاکٹر ہے لیکن ڈاکٹر اس کے معتقد نہ ہوں تو سمجھ لو کہ یہ ڈاکٹر خطرناک ہے۔ اس ڈاکٹر سے علاج کراؤ جو دوسرے ڈاکٹروں کے نزدیک معتبر ہو۔ جس شیخ کے پاس عوام کی بھیڑ ہو اور علماء اس سے رجوع نہ ہوں تو اس کا اعتبار نہیں۔ وقت کے علماء جس کے قائل ہوں ایسے مربّی سے دین سیکھنا چاہیے کیوں کہ علماء اسی سے رجوع ہوتے ہیں جو علم کی روشنی میں سنت و شریعت کا پابند ہوتا ہے۔ جو علماء کے نزدیک معتبر نہیں وہ استفادے کے قابل نہیں۔

۲) جو دیسی آم لنگڑے آم بننے کی دعوت دے رہا ہو اور خود کسی لنگڑے آم کی قلم نہیں کھائی وہ دوسروں کو کیسے لنگڑا آم بنا سکتا ہے؟ خود مربّہ نہیں بنا اور مربّی بننے کا اعلان کر رہا ہے جو اس سے قلم کھائے گا وہ بھی ہرگز مربّہ نہیں بن سکتا۔ پہلے شاگرد بنتا ہے پھر استاد بنتا ہے۔ پہلے بیٹا بنتا ہے پھر باپ بنتا ہے۔ جو شخص یہ کہے کہ میرا کوئی باپ نہیں تو سمجھ لیجیے کہ اس کا نسب کیسا ہے۔ جدہ سے کچھ لوگ آئے اور مجھ سے پوچھا کہ فلاں صاحب درسِ قرآن دیتے ہیں اور پورے پاکستان میں ان کے درس

کی شہرت ہے کیا ہم ان سے تعلق کرلیں۔ میں نے کہا کہ ان کا کوئی بابا بھی ہے؟ کہا کہ بابا تو کوئی نہیں، کسی مربی سے ان کا تعلق نہیں۔ میں نے کہا کہ لَاتَاْخُذُوْہُ بَابًا مَنْ لَّا بَابَا لَہٗ اس جملہ سے وہ بہت محظوظ ہوئے اور کہا کہ آپ نے بہت بہترین اصول بتادیا۔ لہٰذا جس کا کوئی مربّی نہ ہو جس نے اپنا کسی کو شیخ اور بڑا نہیں بنایا وہ ہرگز اس قابل نہیں کہ دوسروں کی تربیت کرے۔ جب اپنی ہی اصلاح نہیں کرائی تو دوسروں کی اصلاح کیسے کرسکتا ہے۔

۳) جس مربّی کی تربیت وعلاج سے اکثریت شفایاب ہو، اکثر کی حالت اچھی ہو، کچھ گندے انڈے نکل جائیں تو مضایقہ نہیں لیکن اکثریت کی حالت سنت کے مطابق ہو تو سمجھ لو یہ مربّی صحیح ہے۔ اور اگر اس کے ستر فیصد مریض قبرستان آباد کریں تو اس سے دور بھاگو کہ ممکن ہے آپ بھی ان ستر فیصد میں شمار نہ ہوجائیں۔ جس کے اکثر مریدوں کی حالت سنت وشریعت کے مطابق نہ ہو وہ شیخِ کامل نہیں اس سے دور رہو۔

۴) سب سے اہم چیز صحبت ہے۔ جس نے اپنے شیخ کی زیادہ صحبت اٹھائی ہو چاہے علم کم ہو، بقدرِ ضرورت علم رکھتا ہو ایسا مربّی قابلِ اعتبار ہے۔ صحبت زیادہ اور علم بقدرِ ضرورت رکھتا ہو وہ صحیح راہ نمائی کرسکتا ہے، اور علم زیادہ لیکن صحبت کم اٹھائی ہو ایسا شخص راہ نمائی کا حق ادا نہیں کرسکتا۔ میرے مرشد حضرت شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ یک من علم را دہ من عقل باید۔ یعنی ایک من علم کے لیے دس من عقل چاہیے اور عقل میں سلامتی بدون اہل اللہ کی صحبت کے نہیں آتی ۔ غیر صحبت یافتہ یا جس نے صحبت کم اٹھائی وہ اپنے نفس کے مکر وکید کو قرآن وحدیث سے ثابت کرے گا۔ اپنے نفسانی غصے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غصے سے ملائے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی دین کے لیے غصہ آتا تھا، جب چندہ مانگے گا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملائے گا، اپنے ہر عمل کو سنت سے ثابت کرنے کی کوشش کرے گا اور اس کو اپنے نفس کے مکائد کا علم بھی نہ ہوگا۔ اس لیے میرا مشورہ ہے کہ اپنے مدرسے میں بھی ایسے استاد کو رکھو جو کسی شیخ سے تعلق رکھتا

ہو۔ اگر اس سے خطا بھی ہو گی تو شیخ اس کی اصلاح کر دے گا ورنہ جس کا کوئی شیخ نہیں وہ کسی کی بات کیوں مانے گا۔ ہر دوئی کا واقعہ ہے کہ ایک استاد نے میرے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم سے بغاوت کر دی اور حضرت کے مدرسے کے مقابلے میں دوسرا مدرسہ کھول لیا لیکن وہ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کا مرید تھا۔ حضرت ہر دوئی نے شیخ کو لکھا تو حضرت شیخ نے حکم دیا کہ فوراً ہر دوئی چھوڑ دو۔ کیوں کہ مرید تھا اس لیے اپنے شیخ کے ارشاد کی تعمیل کی اور فتنہ ختم ہو گیا۔

۵) عالمِ منزل ہونا اور ہے بالغِ منزل ہونا اور ہے۔ ایک شخص لیلیٰ کے راستے کا جغرافیہ پڑھا رہا ہے لیکن اس راستے پر چلا نہیں اور لیلیٰ سے ملا نہیں اور ایک شخص وہ ہے جس نے لیلیٰ کا راستہ طے کیا ہے اور لیلیٰ سے ملاقات کی ہے دونوں کے پڑھانے میں زمین آسمان کا فرق ہو گا۔ تو بعضے علماء اساتذہ ایسے ہیں جنہوں نے مولیٰ کا راستہ طے نہیں کیا، کسی اللہ والے سے تعلق کر کے صاحبِ نسبت نہیں ہوئے، مولیٰ تک نہیں پہنچے وہ قرآن و حدیث پڑھاتے ہیں لیکن ان کے درس میں جان نہیں ہوتی اور ایک وہ صاحبِ نسبت ہے کہ وہ جب درس دیتا ہے تو دلوں میں زلزلہ آتا ہے اور ہزاروں مولیٰ کے عاشق بن جاتے ہیں لہٰذا خالی عالمِ منزل مت دیکھو بالغِ منزل سے راستہ پوچھو۔

اگر طلب صحیح ہو تو بالغِ منزل شیخ، اللہ والا مربّی مل جاتا ہے جس کو صحیح راہ بر مل جائے سمجھ لو کہ اس پر اللہ کی رحمت ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو اپنا بنانا چاہتے ہیں۔ میرے شیخ حضرت شاہ عبد الغنی صاحب فرماتے تھے کہ اس زمانے میں جس کو سچا پیر مل جائے سمجھ لو اس پر اللہ تعالیٰ کا فضلِ عظیم ہے۔ اور بالغِ منزل ہونے کی علامت یہ ہے کہ وقت کے انصاف پسند علماء اور اللہ والے اس پر اعتماد رکھتے ہوں، اور جس پر اہل اللہ کا اعتماد نہ ہو وہ اللہ والا نہیں ہے اس سے دین مت سیکھو۔ ایک مثال سے سمجھو کہ ایک گلاس پانی ہے دس ڈاکٹر کہتے ہیں کہ یہ صحیح ہے لیکن ایک ڈاکٹر کہتا ہے کہ یہ مشکوک فیہ ہے، اس میں زہر ملا ہوا ہے اور ایک گلاس پانی ایسا ہے کہ تمام ڈاکٹروں کا اجماع ہے کہ یہ پانی صحیح ہے۔ تو مشکوک فیہ پانی کیوں پیتے ہو

لَا شَکَّ فِیْہِ پانی کیوں نہیں پیتے۔ جس کو جان پیاری ہے وہ ایسے گلاس کا پانی نہیں پیے گا جو ایک ڈاکٹر کے نزدیک مشکوک فیہ ہے۔ تو جس کو ایمان پیارا ہوگا وہ ایسے شخص سے دین نہیں سیکھے گا جو اہل اللہ اور علمائے حق کی نظر میں مشکوک ہے۔

انفرادی قیامت اور اجتماعی قیامت

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا نام پاک اتنا عظیم الشان ہے کہ ان کے نامِ پاک کے صدقے میں زمین وآسمان قائم ہیں، سورج اور چاند قائم ہیں، اللہ کا نام حیاتِ عالم ہے، حیاتِ کائنات ہے، پوری کائنات ان کے نام کے صدقے میں زندہ ہے۔ جب کوئی ان کا نام لینے والا نہ رہے گا تب قیامت آجائے گی۔ اس سے اندازہ کیجیے کہ جو شخص اللہ کو بھول جاتا ہے، اللہ کا نام نہیں لیتا وہ اپنے اوپر قیامت ڈھاتا ہے، وہ ظالم اپنے چاند اور سورج کو گرادیتا ہے، اپنے دل کے زمین وآسمان کو تباہ کردیتا ہے کیوں کہ حدیثِ پاک سے ثابت ہے کہ قیامت نہیں آئے گی جب تک کہ ایک بندہ بھی اللہ کا نام لینے والا ہوگا۔ تو معلوم ہوا کہ ایک دفعہ اللہ کہنے والا سارے عالم کی حیات ہے۔ اللہ کا نام پاک کیا ہے؟ حیاتِ کائنات ہے، حیاتِ عالم، حیاتِ ارض وسماء ہے، حیاتِ شمس وقمر ہے۔ حیاتِ شجر وحجر ہے، حیاتِ بحر وبرّ ہے، حیاتِ جن وبشر ہے، ان کے نام سے دنیا قائم ہے۔ جو ظالم ان کو بھول کر گناہ میں مبتلا ہوتا ہے وہ اپنے اوپر اپنے دل کے اندر قیامت ڈھاتا ہے اس کا دل تباہ ہوتا ہے، اس کے دل کے زمین وآسمان، سورج وچاند، سمندر وپہاڑ تباہ ہوجاتے ہیں۔ ہر انسان کا دل حاملِ کائنات ہوتا ہے، اللہ کی نافرمانی سے اس کی دنیا اجڑ جاتی ہے، اس کے دل پر ایک انفرادی قیامت آتی ہے۔ تو قیامت کی دو قسمیں ہوگئیں: ایک قیامت اجتماعی جو ایک دفعہ آئے گی اور ساری دنیا ختم ہوجائے گی اور دوسری قیامت انفرادی ہے کہ جو فرد اللہ کو بھول کر کسی گناہ میں مبتلا ہوجاتا ہے اس کے دل پر اسی وقت قیامت آجاتی ہے لہٰذا اللہ کے لیے اللہ کی نافرمانی نہ کیجیے، اللہ کے نام سے زندہ رہیے، اللہ کے نام پر مرتے رہیے۔ اللہ کے نام پر زندہ کیسے رہیں؟ جس بات سے اللہ تعالیٰ خوش ہوں وہ عمل کرتے رہیے تاکہ آپ زندہ رہیں۔ ان کو خوش کرنا جانِ

حیات ہے۔ اور اللہ کے نام پر مرنا کیا ہے ؟ جس بات سے ، جس خواہش سے اللہ تعالیٰ ناخوش ہوں ان بری خواہشوں کو مار دیجیے تو گویا آپ اللہ پر مر گئے۔ جس نے اپنی بری خواہش پر عمل نہیں کیا اور گناہ کے تقاضوں کو برداشت کر کے غم اٹھالیا، اپنا دل توڑ دیا لیکن اللہ تعالیٰ کا قانون نہیں توڑا، یہ گویا اللہ پر فدا ہو گیا، یہ اللہ کا باوفا بندہ ہے، اس نے رزق کا حق ادا کر دیا۔ جس کی روٹی کھائی اس کی گائی اور جس کی روٹی کھائی اس روٹی کی طاقت روٹی دینے والے کی نافرمانی میں نہ گنوائی۔ یہی وہ بندے ہیں جن کے قلوب انفرادی قیامت سے محفوظ ہیں اور ان ہی کے دم سے یہ زمین وآسمان قائم ہیں۔ جس دن ایک بندہ ایسا نہ رہے گا قیامت آجائے گی۔

اللہ کا دار السلطنت

ارشاد فرمایا کہ آج رات تین بجے اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک علمِ عظیم عطا فرمایا کہ جس نے گناہوں کو چھوڑ کر اور گناہ چھوڑنے کا غم اٹھا کر، اللہ والوں کی صحبت سے اور ذکر اللہ کی برکت سے اپنے قلب میں اپنے مولیٰ کو حاصل کر لیا اور صاحبِ نسبت، صاحبِ درد، صاحبِ ولایت اور صاحبِ مولیٰ ہو گیا جس پر ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی تجلیاتِ خاصہ کا نزول ہو رہا ہے تو ایسا قلب اللہ تعالیٰ کا دار السلطنت ہے، راجدھانی ہے، کیپٹل ہے۔ جہاں بادشاہ رہتا ہے اسے دار السلطنت کہا جاتا ہے تو جس کے دل میں وہ سلطان السلاطین اپنی تجلیاتِ خاصہ سے متجلّی ہو گا اس کا دل دار السلطنت نہ ہو گا؟ لہٰذا ہر ولی اللہ کا دل اللہ تعالیٰ کا دار السلطنت ہے۔

اور بادشاہ جہاں رہتا ہے اس کی حفاظت خود کرتا ہے، دارالسلطنت اور صدارتی محل کی حفاظت بذمۂ سلطانِ مملکت ہے۔ لہٰذا جس قلب میں اللہ ہو، جو قلب اللہ کا دار السلطنت ہو اس کی حفاظت خود اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، قلب کی بھی حفاظت فرماتے ہیں اور قالب کی بھی۔ چوں کہ قلب کی سواری قالب ہے تو جب سوار کی حفاظت فرمائیں گے تو سواری کی حفاظت لازم ہے۔ اور یہ حفاظت دو طرح سے ہوتی ہے اپنے اولیاء کے قلب کے تقویٰ کی حفاظت فرماتے ہیں گناہوں سے تکوینی حفاظت فرما کر

اور غموم اور ہموم سے دور رکھ کر، اور جسم کی حفاظت فرماتے ہیں مصائب و آلام و آفات سے۔

اور دنیوی بادشاہ تو کمزور ہیں اس لیے ان کی حفاظت یقینی نہیں، ان کے صدارتی محل میں کبھی بم رکھ دیا جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ جس قلب کی حفاظت کرتا ہے اس کو دنیا کی کوئی طاقت نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ اور دنیوی بادشاہوں کا دارالخلافہ تو ایک ہی جگہ ہوتا ہے لیکن اللہ کا ولی جہاں جاتا ہے اپنے مولیٰ کو ساتھ لیے ہوتا ہے اس لیے وہ چلتا پھرتا دار السلطنت ہے، چلتا پھرتا کیپٹل اور راجدھانی ہے، چلتا پھرتا اسلام آباد ہے، اس کی ہر جگہ حفاظت ہوگی کیوں کہ اس کا سلطان السلاطین ہر جگہ ہے۔ اور اس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے۔ یہ تصوف بلا دلیل نہیں ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَجَعَلۡنَا لَهٗ نُوۡرًا يَّمۡشِىۡ بِهٖ فِى النَّاسِ[۱۱۴] ہم اپنے عاشقوں کو ایسا نور دیتے ہیں کہ سارے عالم میں، ساری دنیائے انسانیت میں جہاں جاتے ہیں میرے نور کو لیے پھرتے ہیں يَمۡشِىۡ بِهٖ میرا عاشق چلتا ہے مگر مجھ کو لیے چلتا ہے، میرے نور کو لیے چلتا ہے۔ میرے مرشد شاہ عبد الغنی صاحب فرماتے تھے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ اللہ کا ہر ولی اللہ کے نور کو سارے عالم میں لیے پھرتا ہے۔ وہ خالی ملتزم کے لیے خاص نہیں ہوتا، خالی مساجد کے لیے خاص نہیں ہوتا وہ بازاروں میں، صدر میں اور کلفٹن پر بھی اللہ والا رہتا ہے۔ اس کو سارا عالم خرید نہیں سکتا۔ اللہ کا خریدا ہوا مال کون ظالم ہے جو خرید لے۔ وزیر اعظم کے ایک کتے کے پٹے پر لکھا ہو کہ یہ کتا وزیر اعظم کا ہے، ملک کے اندر کون ہے جو اس کو خرید سکے، اللہ تعالیٰ جس کو اپنا بناتا ہے سارا عالم اس کو خرید نہیں سکتا۔ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ وہ بندے ہیں جو میرے نور کو لیے پھرتے ہیں۔ میں جس کے ساتھ ہوں بھلا پھر میں اس کی حفاظت نہ کروں گا؟

اسی لیے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مَنِ اتَّقَى اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ سَارَ اٰمِنًا فِيْ بِلَادِهٖ[۱۱۵] جو تقویٰ سے رہتا ہے، اللہ سے ڈر کر رہتا ہے یعنی میرا

---

[۱۱۴] الانعام:۱۲۲

[۱۱۵] الجامع الصغیر للسیوطی:۵۰۶/۲(۸۲۹۸)، دارالکتب العلمیۃ، بیروت

دوست بن کر رہتا ہے، تقویٰ اختیار کر کے اپنی غلامی کے سر پر تاجِ ولایت رکھتا ہے وہ دنیا میں جہاں جائے گا امن سے رہے گا۔ یہ اہلِ تقویٰ کے لیے بشارت ہے کیوں کہ وہ اللہ کا دار السلطنت ہے اس لیے اولیاء اللہ کو معمولی مت سمجھو، ان کے مقام کو اہلِ بصیرت ہی جان سکتے ہیں کیوں کہ وہ اس ذات کے عاشق ہیں جس کا کوئی مثل ، کفو اور ہمسر نہیں۔ خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دنیاوی عاشقوں کی گلی تو ان کے معشوقوں کی کوئی گلی ہوتی ہے، کوئی ایک کوچہ ہوتا ہے لیکن اللہ کے عاشقوں کی گلی سارا عالم ہے، کیوں کہ سارا عالم اللہ کا ہے، سارے عالم میں اللہ ہے لہٰذا سارے عالم میں وہ اللہ کو ساتھ لیے ہوئے ہیں۔ فرماتے ہیں ؎

پھرتا ہوں دل میں یار کو مہماں کیے ہوئے
روئے زمیں کو کوچۂ جاناں کیے ہوئے

تو دوستو! کیا یہ نعمتِ عظمیٰ نہیں ہے کہ گناہوں کو چھوڑ کر، اہل اللہ کی صحبت میں رہ کر اللہ سے دل لگا کر اپنے قلب میں ہم اللہ تعالیٰ کو حاصل کر لیں، اللہ تعالیٰ کے قربِ خاص سے مشرف ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کی حفاظتِ خاصہ میں آجائیں۔ جس دن یہ نعمت حاصل ہو گئی میں واللہ کہتا ہوں کہ اس دن ہم ساری لیلاؤں سے مستغنی ہو جائیں گے۔ سورج اللہ کی ایک ادنیٰ مخلوق ہے، جب نکلتا ہے تو ستارے نظر نہیں آتے۔ جب دل میں وہ مولیٰ آئے گا جو خالقِ لیلیٰ ہے، خالقِ شمس و قمر ہے تو ان حسینوں کی چمک دمک ماند نہ پڑ جائے گی؟ بلکہ ان کی غلاظت اور گو مُوت نظر آئے گا اور یہ سب مردہ لاشیں معلوم ہوں گی۔

خواتین کی اہمیت پر ایک آیت سے عجیب استدلال

ارشاد فرمایا کہ خانقاہِ گلشن سے خانقاہِ گلستان جوہر کے لیے نکلتے وقت دروازے پر ایک مضمون اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی تجلّی کسی خاص جگہ کے لیے مخصوص نہیں جہاں چاہیں عطا فرما دیں۔ میرا شعر ہے کہ ؎

وہ مالک ہے جہاں چاہے تجلّی اپنی دکھلائے
نہیں مخصوص ہے اس کی تجلّی طورِ سینا سے

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیویوں کے لیے جو یہ سفارش نازل فرمائی کہ **وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ**[۱۱۶] ان کے ساتھ بھلائی اور خوش اخلاقی سے پیش آنا اگرچہ یہ کڑوی بات کریں گی کیوں کہ آدھی عقل کی ہیں لیکن ان کی کڑوی کڑوی باتوں کو برداشت کرنا اور ان کے ساتھ معاملہ بھلائی اور احسان کا رکھنا۔

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **اَلْمَرْأَةُ كَالضِّلَعِ** عورت مثل ٹیڑھی پسلی کے ہے **اِنْ اَقَمْتَهَا كَسَرْتَهَا** اگر سیدھا کرنا چاہو گے تو ٹوٹ جائے گی **وَاِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا اِسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَفِيْهَا عِوَجٌ**[۱۱۷] اور اگر اس ٹیڑھی پسلی سے فائدہ اٹھانا چاہو گے تو فائدہ اٹھالو گے اور اس کا ٹیڑھا پن رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کے سفارش فرمانے سے معلوم ہوا کہ اگر بیویاں اہم نہ ہوتیں تو اتنا بڑا مالک ان کی سفارش کیوں نازل فرماتا کیوں کہ دنیا میں بھی بڑا آدمی کسی اہم آدمی ہی کی سفارش کرتا ہے، اپنے پیاروں کی سفارش کرتا ہے، غیر پیارے کی سفارش نہیں کرتا، کیا کوئی وزیر اعظم کسی گورنر یا کمشنر سے کہہ سکتا ہے کہ بھنگی پاڑے کے فلاں بھنگی کا خیال رکھنا، اس سے خوش اخلاقی سے پیش آنا۔ جو اہم اور وی آئی پی شخصیت ہوتی ہے اسی کے لیے سفارش کرتا ہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں بیویاں نہایت اہم اور وی آئی پی ہیں اسی لیے **عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ** کی آیت نازل فرمادی کہ قیامت تک علی الاعلان میرے اس حکم کی تلاوت کی جائے گی۔ میرا نبی بھی تلاوت کرے گا، نبی کے صحابہ بھی تلاوت کریں گے، قیامت تک اولیاء اللہ اس حکم کی تلاوت کرتے رہیں گے۔ اس سفارش کو میں قرآنِ پاک کا جُز بنا رہا ہوں تاکہ میری بندیوں کی اہمیت سب کو معلوم ہوجائے۔ جنّت میں تو ان کی اہمیت ظاہر ہے کہ یہ حوروں سے زیادہ حسین کردی جائیں گی مگر دنیا میں بھی اللہ کی نظر میں ان کی شخصیت نہایت اہم اور وی آئی پی تھی جب ہی تو ان کے لیے سفارش نازل فرمائی کیوں کہ ان کے ہی پیٹ سے انبیاء پیدا ہوئے، ان ہی کے پیٹ سے اولیاء پیدا ہوئے اور قیامت تک پیدا ہوتے رہیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں کی فیکٹریاں اور کارخانے ہیں

---

[۱۱۶] النسآء:۱۹

[۱۱۷] صحیح البخاری:۲/۷۷۹،(۵۲۰۰)،باب المداراۃ مع النساء،المکتبۃ المظہریۃ

لٰہذا عورتوں کو حقارت سے مت دیکھو۔ ان کے ناز نخرے اور کڑوے پن کو برداشت کرو کہ کم عقل ہیں۔ اگر آپ کا ایک ہی بچہ ہو اور آپ کا بہت پیارا ہو لیکن کم عقل ہو تو بتایئے آپ اس کی خطاؤں کو معاف کریں گے یا نہیں بلکہ محلہ والوں سے بھی کہہ دیں گے کہ میرا بچہ کم عقل ہے اگر آپ کا کوئی نقصان کردے تو مجھ سے ڈبل پیسے لے لینا لیکن میرے بچے کو ہاتھ نہ لگانا تو اللہ تعالیٰ کا اپنی بندیوں کے لیے سفارش کرنا اپنی بندیوں سے اللہ تعالیٰ کی محبت کی دلیل ہے۔ لٰہذا بیوی کو دیکھو تو رحمت کی نگاہ سے دیکھو، محبت کی نگاہ سے دیکھو کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ عورتوں کو کیوں پیدا کیا؟ لِتَسۡکُنُوۡۤا اِلَیۡہَا تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو اور آگے مصدر نازل فرمایا مَّوَدَّۃً وَّ رَحۡمَۃً[118] اور مصدر مبالغہ کے لیے آتا ہے جیسے زَیۡدٌ عَدۡلٌ زید عدل ہے یعنی انتہائی عادل ہے مَوَدَّۃً وَّرَحۡمَۃً کے معنٰی ہوئے کہ یہ تمہارے لیے سراپا محبت اور سراپا رحمت ہیں، دنیا میں بھی رحمت ہیں کہ ان سے دو وقت کی روٹی ملتی ہے اور آخرت میں بھی رحمت ہیں کہ اگر ان کے پیٹ سے کوئی ولی اللہ پیدا ہو گیا تو تمہاری مغفرت کا سامان ہو گا۔ اس وقت قیامت کے دن ان بیویوں کی قدر معلوم ہو گی۔

(۲۱؍ شعبان المعظم ۱۴۱۸؁ھ مطابق ۲۲؍ دسمبر ۱۹۹۸؁ء بروز دوشنبہ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی بعد فجر۔ جنوبی افریقہ، بنگلہ دیش، ہندوستان اور انگلینڈ سے آنے والے بعض اکابر علماء موجود تھے۔)

اَلۡعَالَمُ مُتَغَیِّرٌ کی تقریر سے حادث کی بقاء باللہ کا منطقی اثبات

دورانِ درسِ مثنوی ارشاد فرمایا کہ اَلۡعَالَمُ مُتَغَیِّرٌ عالم کی ہر چیز میں تغیر ہو رہا ہے وَکُلُّ مُتَغَیِّرٍ حَادِثٌ ہر متغیر چیز حادث ہے فَالۡعَالَمُ حَادِثٌ پس عالم حادث ہے لٰہذا ہم بھی حادث ہیں کیوں کہ عالم کا جُز ہیں۔ جب پورا عالم حادث ہے تو ہم کس سے دل لگائیں، کس پر فدا ہوں، مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

---

[118] الروم: ۲۱

میں ان کے سوا کس پہ فدا ہوں یہ بتا دے
لا مجھ کو دکھا ان کی طرح کوئی اگر ہے

حادث پر جو حادث فدا ہو گا تو میزانیہ اور مجموعہ حادث ہی ہو گا۔ لہٰذا کیوں نہ ہم اس واجب الوجود مولیٰ پر فدا ہو جائیں کہ جہاں پہنچ کر حادث بھی باقی ہو جاتا ہے۔ پھر ہم مَا عِنْدَکُمْ یَنْفَدُ کیوں ہوں، مَا عِنْدَ اللہِ بَاقٍ کیوں نہ ہو جائیں۔ وہ ایسے باقی ہیں کہ جو حادث ان کے پاس پہنچ گیا وہ بھی باقی ہو گیا، لہٰذا اپنی جوانی کو اللہ پر فدا کر کے اپنی جوانی کو باقی کر لو، اپنے مال کو اللہ پر فدا کر کے مال کو باقی کر لو۔ اپنی جان ومال خواہشات وجوانی اللہ پر فدا کرو تاکہ مَا عِنْدَ اللہِ بَاقٍ ہو جاؤ۔ حادث پر فدا ہو گے تو مَا عِنْدَکُمْ یَنْفَدُ رہو گے۔ یَنْفَدُ کے دائرے سے اگر نکلنا ہے تو اللہ پر فدا ہونا سیکھو۔ اگر باقی باللہ ہونا چاہتے ہو تو فانی فی اللہ ہونا سیکھو۔ یہ منطقی تقریر ہے۔ منطق کی کتابوں میں جو اَلْعَالَمُ مُتَغَیِّرٌ پڑھا تھا الحمد للہ! آج وصول ہو گیا، لوگ حادث وقدیم کی اصطلاحات تک ہی رہتے ہیں لیکن ان سے معرفت کا سبق لینا یہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے بغیر ممکن نہیں۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ تَعَالٰی وَلَا فَخْرَ یَا رَبِّیْ

(۲۴؍ شعبان المعظم ۱۴۱۸ھ مطابق ۲۵؍ دسمبر ۱۹۹۸ء بروز جمعرات بعد نمازِ فجر خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، کراچی)

اِنَّ اللہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ کا عاشقانہ ترجمہ

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اِنَّ اللہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ مضارع سے نازل فرمایا اور مضارع میں دو زمانے ہوتے ہیں حال اور مستقبل۔ تو ترجمہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ ہم اپنے بندوں کی توبہ کو قبول فرماتے ہیں موجودہ حالت میں بھی اور اگر آیندہ بھی تم سے کوئی خطا ہو جائے گی تو ہم تمہاری توبہ قبول کر کے تمہیں معاف کر دیں گے اور صرف معاف ہی نہیں کریں گے محبوب بھی بنا لیں گے اور تمہیں اپنے دائرۂ محبوبیت سے خارج نہیں ہونے دیں گے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے حال اور مستقبل دونوں کے تحفظ کی ضمانت دے رہے ہیں کہ توبہ کی برکت سے حالاً

واستقبالاً ہم تم سے پیار کریں گے۔ ہم ایک دفعہ جس سے پیار کرتے ہیں ہمیشہ کے لیے پیار کرتے ہیں، ہم بے وفاؤں سے پیار ہی نہیں کرتے کیوں کہ ہمیں مستقبل کا بھی علم ہے کہ کون آیندہ ہم سے بے وفائی کرے گا اور کون باوفا رہے گا۔ ہم پیار اسی کو کرتے ہیں جو ہمیشہ باوفا رہتا ہے یا اگر کبھی بوجۂ بشریت کے اس کی وفاداری میں کوئی کمزوری بھی آئے گی اور اس سے کوئی خطا بھی ہو جائے گی تو وہ پھر توبہ کرکے باوفا ہو جائے گا، توبہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کے دائرۂ محبوبیت سے خارج نہیں ہوتا۔ اور یہ بات دنیا کی ہر محبت کے مشاہدات میں بھی موجود ہے جیسے بچہ ماں کی چھاتی پر پاخانہ پھر دیتا ہے تو کیا ماں اس کو دھو کر پھر پیار نہیں کرتی؟ اور کیا پھر وہ دوبارہ پاخانہ نہیں پھرتا؟ ماں کو یقین ہوتا ہے کہ یہ پھر پھرے گا مگر وہ اپنی شفقت سے نہیں پھرتی حالاں کہ یقین سے جانتی ہے کہ یہ ہگتا رہے گا مگر محبت کی وجہ سے عزم رکھتی ہے کہ میں دھوتی رہوں گی۔ تو کیا اللہ تعالیٰ کی محبت ماں کی محبت سے کم ہے۔ ماؤں کو محبت کرنا تو انہوں نے ہی سکھایا ہے۔ لہٰذا ہمیں حکم دے دیا اِسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّکُمۡ تم اپنے رب سے بخشش مانگتے رہو۔ کیوں؟ اِنَّہٗ کَانَ غَفَّارًا[۱۱۹] کیوں کہ تمہارا رب بہت بخشنے والا ہے، غَافِرٌ نہیں ہے غَفَّارٌ ہے کَثِیۡرُ الۡمَغۡفِرَۃِ ہے۔ یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ ہم سے خطائیں ہوں گی ورنہ معافی کا حکم کیوں دیتے۔ اگر ہم معصوم ہوتے تو اِسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّکُمۡ نازل نہ ہوتا۔ چوں کہ صدورِ خطا کا معاملہ یقینی تھا اس لیے استغفار کا حکم نازل ہوا۔ لہٰذا ماضی کے گناہوں سے معافی مانگو اور آیندہ کے لیے توبہ اور عزم مصمم کرو کہ آیندہ کبھی یہ گناہ نہ کروں گا۔ لاکھ بار خطائیں ہو جائیں لیکن جو توبہ کرتا رہتا ہے یہ علامت ہے کہ یہ بندہ حال میں بھی محبوب ہے اور مستقبل میں بھی اللہ کا محبوب رہے گا۔ جو مستقبل میں بے وفائی کرنے والے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ محبوب ہی نہیں بناتے لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جو مرتد ہوئے وہ پہلے ہی سے خدا کے مبغوض تھے اگرچہ حالتِ اسلام ظاہر کر رہے تھے لیکن اللہ کے علم میں تھا کہ وہ مرتد ہو جائیں گے لہٰذا وہ اللہ کے دائرۂ محبوبیت میں داخل ہی نہیں ہوئے

---

[۱۱۹] النوح:۱۰

تھے اس لیے خطاؤں سے مایوس نہ ہو۔ کوشش تو کرو، جان کی بازی لگادو کہ کوئی خطانہ ہو لیکن بربنائے بشریت اگر کبھی پھسل جاؤ تو فوراً توبہ کرکے ان کے دامنِ رحمت اور دامنِ محبوبیت میں آجاؤ اور اگر شیطان ڈرائے کہ آیندہ پھر یہی خطا کروگے تو کہہ دو کہ میں پھر توبہ کرلوں گا، ان کی چوکھٹ موجود ہے اور میرا سر موجود ہے، میری جھولی باقی ہے اور ان کا دستِ کرم باقی ہے۔ یہ میرا سر سلامت رہے جو ان کی چوکھٹ پر پڑا رہے اور میرا دستِ سوال سلامت رہے جس سے میری جھولی بھرتی رہے۔ کیا یہ الفاظ اور یہ زبان زمین کی زبان ہے، یہ آسمان سے عطا ہوتی ہے۔ میرا ایک شعر ہے۔

میرے پینے کو دوستو سن لو
آسمانوں سے مے اترتی ہے

خطا ہونا تو تعجب کی بات نہیں کیوں کہ انسان مجموعۂ خطا و نسیان ہے لیکن خطا کے بعد توبہ نہ کرنا اور خطا پر قائم رہنا یہ بات تعجب اور خسارے کی ہے لہٰذا فوراً توبہ کرو اور اگر شیطان ڈرائے کہ تم پھر یہی خطا کروگے تو اس سے کہہ دو کہ میں توبہ کررہا ہوں اور میرا توبہ توڑنے کا ارادہ نہیں ہے۔ اس کے باوجود اگر آیندہ توبہ ٹوٹ جائے گی تو پھر توبہ کروں گا، پھر رو رو کے ان کو منالوں گا۔ خوب سمجھ لیجیے کہ توبہ کی قبولیت کے لیے اتنا کافی ہے کہ توبہ کرتے وقت توبہ توڑنے کا ارادہ نہ ہو، عزمِ مصمم ہو کہ آیندہ ہرگز ہرگز یہ گناہ نہ کروں گا، بوقتِ توبہ ارادۂ شکستِ توبہ نہ ہو تو اس کی توبہ قبول ہے۔ جس کو یہ علم ہوگا شیطان اس کو مایوس نہیں کرسکتا۔

(۲۳؍ رمضان المبارک ۱۴۱۸؁ھ مطابق ۲؍ جنوری ۱۹۹۹؁ء بروز جمعہ بعد فجر خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال ۲ کراچی)

مولانا رومی کی محبتِ شیخ اور اس کی وجہ

ارشاد فرمایا کہ ہوائی جہاز ڈھائی گھنٹے میں جدہ پہنچ جاتا ہے اور ریل شاید ایک ماہ میں پہنچے۔ لہٰذا عبادات کی کثرت مت دیکھو۔ عارف کی دو رکعت غیر عارف کی لاکھ رکعت سے افضل ہے۔ اس لیے ہمارے بزرگوں نے فرمایا کہ اپنی کثرتِ عبادت

میں ہی مشغول مت رہو، کسی اللہ والے کے پاس جاکر بیٹھو تو تمہاری دو رکعت ایک لاکھ رکعت کے برابر ہوجائے گی کیوں کہ ان کی صحبت کی برکت سے تمہارے اندر دین کی سمجھ اور اللہ کی محبت اور معرفت پیدا ہوگی، اللہ والوں کی صحبت کا ایک عجیب انعام ہے یعنی محنت کم اور مزدوری زیادہ۔ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ کیا وجہ ہے کہ مولانا رومی اپنے شیخ شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر وجد کرتے ہیں۔ ایک ہی مصرع میں چار چار بار شیخ کا نام لیتے ہیں۔

من نہ جویم زیں سپس راہ اثیر

پیر جویم پیر جویم پیر پیر

حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر مولانا رومی ہزار سال عبادت کرتے تو وہ قربِ عظیم نصیب نہ ہوتا جو انہیں شمس الدین تبریزی کی چند دن کی صحبت سے نصیب ہوگیا یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے شیخ کے گرویدہ وعاشق ہیں اور ان کے نام سے مست ہوجاتے ہیں۔ آدمی جس سے پاتا ہے اس کی گاتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک بار حضرت شمس الدین تبریزی بغیر بتائے کہیں چلے گئے تو مولانا رومی بے قرار ہوگئے اور دیوانہ وار ان کی تلاش میں نکلے تو کسی نے کہا کہ ملکِ شام کی فلاں گلی میں، میں نے مولانا شمس الدین تبریزی کو دیکھا ہے تو ٹھنڈی آہ کھینچی اور فرمایا کہ آہ! جس شام میں میرا شمس رہتا ہے اس شام کی صبح کیسی ہوگی اور فرمایا۔

اِبْرِکِیْ یَا نَاقَتِیْ طَابَ الْاُمُوْرُ

اِنَّ تَبْرِیْزَ الَّنَا ذَاتَ الصُّدُوْرُ

اے اونٹنی! ٹھہر جا میرا تو کام بن گیا اور میرے نصیب جاگ اٹھے، شہر تبریز سینوں کے بھید والا شہر ہے۔ اللہ کی محبت کے اسرار اسی شہر کے صدقے میں میرے شیخ تبریزی کے سینۂ مبارک سے ملے ہیں۔

اِسْرِحِیْ یَا نَاقَتِیْ حَوْلَ الرِّیَاضِ

اِنَّ تَبْرِیْزًا لَّنَا نِعْمَ الْمَفَاضُ

اے میری اونٹنی! شہر تبریز کے باغوں کے ارگرد خوب چرلے۔ شہر تبریز ہمارے لیے بہت بڑے فیض کی جگہ ہے۔

ہر زماں از فوح روح انگیز جاں

از فراز عرش بر تبریزیاں

مولانا جوشِ محبت میں اہلِ شہر تبریز کے لیے دعا کرتے ہیں کہ یا اللہ! شہر تبریز والوں پر آسمان سے ہمہ وقت رحمتوں کی بارش فرما۔ مولانا اپنے پیر پر فدا ہو کر ہم سب لوگوں کو سبق دے گئے کہ شیخ سے کس طرح محبت کرنی چاہیے۔

اَلَآ اِنَّھُمْ ھُمُ السُّفَھَآءُ کے جملۂ مستقلّہ کا راز

ارشاد فرمایا کہ صحابہ کو برا کہنے والوں کو حماقت کی سند اللہ تعالیٰ نے دی ہے کہ یہ خالی احمق ہی نہیں مستقل احمق ہیں۔ ان کی حماقت مستقلہ ہے تاوقتیکہ توبہ نہ کریں اِنَّھُمْ ھُمُ السُّفَھَآءُ میں ایک ھُمْ اور نازل فرما کر دوسرا جملہ مستقلہ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ اَلَآ اِنَّھُمْ ھُمُ السُّفَھَآءُ یہ دوسرا ھُمْ پھر مبتدا نازل ہوا تاکہ مبتدا خبر بن کر ان کا استقلالِ حماقت قیامت تک ثابت رہے۔ انہوں نے ہمارے عاشقوں کو حقیر سمجھا تو یہ قیامت تک ہمیشہ کے لیے محروم ہیں اور ان کی حماقت پر جملۂ مستقلہ نازل فرمایا، یہ جو میں کہہ رہا ہوں یہ علامہ محمود نسفی نے بھی تفسیرِ خازن میں تحریر فرمایا ہے۔ میں نے تفسیر میں بعد میں دیکھا اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی میرے قلب کو یہ علم عطا فرمایا لیکن میں نے تصدیق کے لیے تفسیرِ خازن دیکھی تو یہی بات تھی، آگے ارشاد ہے وَلٰکِنْ لَّا یَعْلَمُوْنَ[۱۲۰] ان کی حماقت اور جہل مفرد نہیں، بسیط نہیں مرکب جہل ہے۔ جہلِ بسیط وہ ہے کہ جس کا احساس جاہل کو ہو کہ میں جاہل ہوں اور جہلِ مرکب وہ جہالت ہے کہ جاہل بھی ہو اور اپنے کو عالم سمجھتا ہو تو علامہ محمود نسفی فرماتے ہیں کہ یہ ایسے سَفِیْہٌ تھے کہ ان کو اپنی سفاہت کا علم ہی نہیں تھا، سفاہتِ مرکّبہ میں مبتلا تھے، ان کا جہل بسیط

۱۲۰؎ البقرۃ:۱۳

نہیں مرکب تھا۔ لَا یَعْلَمُوْنَ اسی لیے ہے۔ میرے قلب میں اللہ تعالیٰ نے یہ عطا فرمایا کہ جو لوگ صحابہ کو برا کہتے ہیں ان کو مولانا کہنا اس آیت سے جائز نہیں۔ جن کے علم پر اللہ کا لَا داخل ہو وہ عالم کیسے ہوسکتے ہیں، ان کی جہالت تو قیامت تک کے لیے مستند ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں لَا یَعْلَمُوْنَ یہ تو بے علم لوگ ہیں پھر ان کو مولانا لکھنا کیسے جائز ہوگا، میں نے حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ میں نے ایک کتاب لکھی ہے جس میں ایک ناقدِ صحابہ کے متعلق تمام علماء کے اقوال اور تحریرات نقل کی ہیں تو فرمایا کہ اس کو مولانا مت لکھنا صاحب لکھ دو کہ بین الاقوامی لفظ ہے۔ مسٹر کو بھی صاحب کہتے ہیں کہ صاحب سیٹ پر نہیں ہیں۔ صاحب آگئے، پتلون میں پیشاب بھرا ہوا ہے مگر صاحب بولا جارہا ہے۔ لہٰذا صاحب لکھنے میں کوئی عزت نہیں ہے۔

حدیث اَللّٰھُمَّ اَحۡیِنِیۡ مِسۡکِیۡنًا الخ کی شرح

ارشاد فرمایا کہ حدیثِ پاک میں ہے اَللّٰھُمَّ اَحۡیِنِیۡ مِسۡکِیۡنًا اے اللہ! ہمیں مسکین زندہ رکھیے وَاَمِتۡنِیۡ مِسۡکِیۡنًا اور مسکینیت میں موت دیجیے وَاحۡشُرۡنِیۡ فِیۡ زُمۡرَۃِ الۡمَسَاکِیۡنِ[۱۲۱] اور قیامت کے دن مسکینوں میں اُٹھائیے۔ اس دعا کو بمبئی کے ایک سیٹھ میرے پیر بھائی تین سال سے ڈر کے مارے نہیں پڑھ رہے تھے کہ میں مسکین ہوجاؤں گا تو زکوٰۃ کیسے نکالوں گا، مسجد مدرسے کی مدد کیسے کروں گا۔ میں نے کہا کہ یہ بڑے بڑے صحابہ جو امیر تھے جیسے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو یہ دعا وہ کیوں پڑھتے تھے۔ یہاں مسکین سے مراد وہ مسکین نہیں کہ تم مفلس ہوجاؤ اور تم پر زکوٰۃ فرض نہ رہے اور بھیک مانگنے لگو اور مستحقِ زکوٰۃ ہوجاؤ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین ہو کر کیسے اپنی امت کو زکوٰۃ کا مستحق بنانا پسند کرتے کہ پیالہ لے کر زکوٰۃ مانگو اس کے معنیٰ یہ نہیں ہیں بلکہ مسکین کے معنیٰ ہیں اَلۡمِسۡکِیۡنُ ھُوَ مِنَ الۡمَسۡکَنَۃِ وَالۡمُرَادُ

---

[۱۲۱] جامع الترمذی: ۲/۶۰، باب ما جاء ان فقراء المھاجرین یدخلون الجنۃ، ایج ایم سعید

بِالْمَسْکَنَۃِ هِیَ غَلَبَۃُ التَّوَاضُعِ عَلٰی وَجْهِ الْکَمَالِ[۱۲۲] مسکین مسکنت سے ہے اور مسکنت کہتے ہیں کہ کمال درجہ سے انسان اپنے آپ کو مٹادے اور دل میں بڑائی نہ رہے لہٰذا بادشاہت کے ساتھ مسکنت جمع ہوسکتی ہے۔ بادشاہ مسکین ہوسکتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سلطانِ دو جہاں ہو کر مسکین تھے۔ مطلب یہ ہے کہ غلبۂ تواضع رہنا چاہیے۔ مال ہو مگر مال کا احساس نہ ہو، علم ہو لیکن علم کا احساس نہ ہو، نیک بنو لیکن نیکی کا احساس نہ ہو کہ ہم نیک ہیں۔ صالح ہونا تو فرض ہے مگر احساسِ صالحیت نہ رہے کہ ہم نیک ہیں۔ حضرت حکیم الاُمت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک صاحب بہت دیندار ہیں مگر ایک کمی ہے کہ اپنے کو دیندار بھی سمجھتے ہیں۔ تو فرمایا کہ تزکیۂ نفس فرض ہے مگر اپنے کو مزکّٰی سمجھنا حرام ہے، فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ[۱۲۳] تزکیہ کی نسبت اپنی طرف کرنا حرام ہے۔

شکر اور کبر جمع ہونا محال ہے

ارشاد فرمایا کہ ایک صاحب نے مجھ سے کہا کہ بہت لوگ میرے مرید ہورہے ہیں کہیں میرے دل میں بڑائی نہ آجائے۔ میں نے کہا: جب بہت زیادہ مرید ہوں یا لوگ آپ کی تعریف کریں تو فوراً کہو اَللّٰھُمَّ لَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ کہ اے اللہ! تمام تعریفیں آپ کے لیے ہیں۔ شکر ہے آپ کا۔ ہم تو مٹی ہیں بس آپ کے کرم کے سورج کی شعاعیں پڑ گئیں جو یہ مٹی چمک رہی ہے۔ یہ آپ کا کمال ہے ہمارا کیا ہے۔ اگر مٹی چمکتی ہے سورج کی شعاعوں سے تو یہ مٹی کا کمال نہیں ہے یہ سورج کی شعاعوں کا کمال ہے۔ اگر مٹی کو ناز ہوجائے اور سورج اپنا رخ پھیر لے تب پتا چلے گا کہ مٹی میں کیا چمک ہے۔ لہٰذا تکبر کا بہترین علاج یہی ہے کہ جب کبھی کوئی تعریف کرے تو فوراً پڑھو اَللّٰھُمَّ لَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ شکر سے قرب ہوتا ہے اور تکبر سے دوری ہوتی ہے یعنی شکر سببِ قرب ہے اور کبر سببِ بُعد ہے اور سببِ قرب اور سببِ بُعد کا جمع ہونا محال ہے لہٰذا اللہ کا شکر کرتے ہی تکبر بھاگ جائے گا جیسا کہ ایک مچھر نے

---

[۱۲۲] مرقاۃ المفاتیح: ۹/۴۳۲، باب فضل الفقراء وما کان من عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

[۱۲۳] النجم: ۳۲

حضرت سلیمان علیہ السلام کی عدالت میں مقدمہ دائر کیا کہ جب اپنا پیٹ بھرنے کے لیے میں خون چوستا ہوں تو ہوا مجھے اڑا کر لے جاتی ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ عدالت میں مدعی اور مدعا علیہ دونوں کا موجود ہونا ضروری ہے لہٰذا تم مدعی ہو میں ابھی مدعا علیہ کو بلاتا ہوں اور ہوا کو حاضر ہونے کا حکم دیا۔ جب ہوا آئی تو یہ بھاگ گیا اور کہا کہ میں بھاگا نہیں ہوں بھگایا گیا ہوں کیوں کہ ہوا کے سامنے میں ٹھہر نہیں سکتا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہوا سے فرمایا کہ تو چلی جا۔ جب مچھر آیا تو آپ نے ڈانٹ کر فرمایا کہ جب مدعا علیہ آیا تو تم کیوں بھاگ گئے۔ اس نے کہا: یہی تو رونا ہے کہ جب ہوا آتی ہے تو میرا وجود نہیں رہتا اور میرا پیٹ نہیں بھرتا۔ میں خون چوسنے میں لگا ہوتا ہوں کہ ہوا آتی ہے اور مجھے بھگا دیتی ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعے کو بیان کرکے فرمایا کہ جب اللہ اپنی تجلیاتِ خاصہ سے تمہارے دل میں متجلّی ہو گا تو تمہارے اندھیرے خود ہی نہیں رہیں گے۔

می گریزد ضدہا از ضدہا
شب گریزد چوں برافروزد ضیا

جب آفتاب نکلتا ہے تو رات خود بھاگتی ہے اسے بھگانا نہیں پڑتا لہٰذا ظلمات کو بھگانے کی فکر نہ کرو آفتاب سے دوستی کرلو، اندھیرے خود بخود بھاگ جائیں گے۔ لہٰذا جب مخلوق تعریف کرے تو کہیے اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ اللہ تعالیٰ کے شکر سے اپنے اوپر سے نظر ہٹ جائے گی اور اللہ کی عطا پر ہو جائے گی جس سے اللہ کا قرب نصیب ہو گا اور قرب اور بُعد کا جمع ہونا محال ہے لہٰذا جب شکر پیدا ہو گیا تو تکبر خود بھاگ جائے گا۔ اس جواب سے وہ عالم بہت خوش ہوئے۔

تربیت یافتہ اور غیر تربیت یافتہ اہلِ علم کا فرق

ارشاد فرمایا کہ جو عالم پندارِ علم کی وجہ سے اللہ والوں سے مستغنی رہتا ہے، ان کی صحبت میں رہ کر اپنی اصلاح نہیں کراتا، اہل اللہ کے ناز نہیں اُٹھاتا تقویٰ کے مجاہدات سے نہیں گزرتا میرے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب فرماتے تھے کہ اس کی مثال

ایسی ہے جیسے کچا کباب کہ اس میں لونگ الائچی گرم مسالہ سب پڑا ہوا ہے لیکن تلا نہیں گیا، شکل تو اس کی کباب کی سی ہے لیکن اس میں خوشبو اور ذائقہ نہیں آئے گا جو اس کو کھائے گا تھو تھو کرے گا اور کہے گا کہ ؎

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرہ خوں بھی نہ نکلا

ہم تو سمجھتے تھے کہ مولویوں سے اللہ کی خوشبو ملتی ہے، توبہ توبہ یہاں تو الٹا ہی معاملہ ہے۔ اس کے علم اور عمل میں فاصلے ہوں گے۔ اور جو مولوی اللہ والوں کے سامنے اپنے نفس کو مٹادے، اپنی اصلاح کرالے وہ ایسا ہے جیسے تلا ہوا کباب کہ اس کی خوشبو سے کافر بھی کہتا ہے کہ بوئے کباب مارا مسلماں کرد، اس کباب کی خوشبو تو مجھے مسلمان کیے دے رہی ہے۔ جدھر سے کوئی اللہ والا گزرتا ہے تو کافر بھی کہتا ہے کہ کوئی اللہ والا جارہا ہے۔ ان ہی علماء کی خوشبو اڑی ہے، اُمت کو ان ہی علماء سے فیض ہوا ہے جنہوں نے اللہ والوں کی جوتیاں اٹھائی ہیں۔ تاریخ اس پر شاہد ہے اور ایک مثال اللہ تعالیٰ نے میرے دل کو عطا فرمائی کہ کہیں ایک خیمہ لگا ہوا ہے جس پر لکھا ہے خیمۂ لیلیٰ لیکن اندر جھانک کر دیکھا تو کتا بندھا ہوا ہے، بس یہی حال ہے ان غیر صحبت یافتہ غیر تربیت یافتہ لوگوں کا کہ اوپر تو لیبل مولوی کا لگا ہوا ہے لیکن مولیٰ دل میں ہے نہیں کیوں کہ مولیٰ والوں سے مولیٰ کی محبت اور یقین اور احسانی کیفیت حاصل نہیں کی تو جب ان خیموں میں جھانکتے ہیں تو کہتے ہیں یہاں خیمہ کے اندر تو قربانی کی کھال رکھی ہوئی ہے۔ امت حیران ہوتی ہے کہ ہم تو سمجھتے تھے کہ ان کے دل میں اللہ ہے لیکن ان کے اخلاق اور اعمال سے ظاہر ہوجاتا ہے کہ دل میں دنیا ہے۔ جن کو اہل اللہ کی خدمت میں جاتے ہوئے عار آتی ہے ان کو قربانی کی کھالوں کے لیے اور چندوں کے لیے مال داروں کی خوشامد کرتے ہوئے عار نہیں آتی، یہ اہل اللہ سے استغناء کا وبال ہے۔ میرے بیٹے مولانا مظہر صاحب کے پاس فون آیا کہ گائے کی کھال تیار رکھی ہوئی ہے، کوئی آدمی بھیج دیجیے تو مولانا مظہر نے کہا کہ کیا آپ آدمی نہیں ہیں جو آدمی مانگ رہے ہیں۔ یہ کہنے کے لیے بھی بڑا دل گردہ

چاہیے۔ یہ بزرگوں کی صحبت کا اثر ہے۔ ان کو حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم سے اجازت بھی حاصل ہے۔ یہ میرے بیٹے بھی ہیں شاگرد بھی ہیں اور مربّہ بھی ہیں۔ انہوں نے جامعہ اشرفیہ سے خط لکھا تھا کہ میں یہاں بڑے بڑے علماء کی تقریریں سن رہاہوں مگر آپ کی تقریر میں جو مزہ آتا تھا وہ یہاں مجھے نصیب نہیں ہے۔ یہ مناسبت کی بات ہے۔ مجھ سے انہیں بے انتہا مناسبت ہے۔ باپ بیٹے میں مناسبت ایک نعمتِ عظمیٰ ہے۔ اپنی تقریروں میں بھی یہ زیادہ تر میرے ہی مضامین بیان کرتے ہیں اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ اللہ تعالیٰ ان سے خوب دین کا کام لے اور قبول فرمائے اور میرے لیے صدقۂ جاریہ بنائے، آمین۔

(۶؍رمضان المبارک ۱۴۱۸؁ھ مطابق ۵؍جنوری ۱۹۹۹؁ء بروز دوشنبہ)

چوبیس گھنٹے کا عبادت گزار

ارشاد فرمایا کہ ذکر کا سب سے اونچا مقام یہ ہے کہ اپنے مالک کو ایک سانس اور ایک لمحہ کو ناراض نہ کرو۔ کوئی شخص چوبیس گھنٹے کمّاً و کیفاً زماناً و مکاناً کیسے ذکر کرسکتا ہے لیکن جو شخص تقویٰ سے رہتا ہے، گناہ سے بچتا ہے وہ چوبیس گھنٹے ذاکر ہے، اس سے بڑا اللہ کو یاد کرنے والا کوئی اور نہیں ہوسکتا۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اِتَّقِ الْمَحَارِمَ تَکُنْ اَعْبَدَ النَّاسِ[۱۲۴] حرام سے بچو تم سب سے بڑے عبادت گزار ہوجاؤ گے۔ ایک آدمی دس پارہ تلاوت کرتا ہے، بیس رکعات نفل پڑھتا ہے، ہر ماہ عمرہ کرتا ہے لیکن تقویٰ والے کو سب سے بڑا عبادت گزار کیوں فرمایا گیا؟ کیوں کہ عابد زیادہ سے زیادہ آٹھ گھنٹے عبادت کرلے گا، دس گھنٹے عبادت کرلے گا اس کے بعد دماغ ماؤف ہوجائے گا اور عبادت پر قادر نہ ہوسکے گا۔ عابد کو کبھی عبادتِ زمانیہ حاصل ہوتی ہے، کبھی عبادتِ مکانیہ حاصل ہوتی ہے، کسی زمانے میں عبادت کرے گا اور کسی زمانے میں نہیں کرپائے گا، کسی مکان میں عبادت کرے گا اور کسی میں نہیں کرپائے گا لہٰذا اس کا کوئی زمانہ عبادت سے معمور ہوگا، کوئی زمانہ خالی ہوگا، کوئی مکان

۱۲۴؎ جامع الترمذی: ۵۵۱/۴، باب من اتقی المحارم فھو اعبد الناس، مطبوعۃ مصر

عبادت والا ہو گا اور کوئی عبادت سے خالی ہو گا لیکن متقی یعنی گناہ نہ کرنے والا زماناً و مکاناً کماً و کیفاً چوبیس گھنٹے عبادت میں ہے، چوبیس گھنٹے ذاکر ہے کیوں کہ اللہ کو ناراض نہیں کر رہا ہے اس لیے اَعۡبَدَ النَّاسِ ہے اگرچہ کچھ نہیں کر رہا ہے، نہ نفل پڑھ رہا ہے نہ تلاوت کر رہا ہے نہ ذکر کر رہا ہے، خاموش بیٹھا ہے لیکن عبادت میں ہے کیوں کہ کوئی گناہ نہیں کر رہا ہے۔ سو رہا ہے تو بھی عبادت میں ہے، بیوی بچوں سے بات کر رہا ہے تو بھی عبادت میں ہے کیوں کہ کسی گناہ میں مبتلا نہیں ہے اس لیے اس کا ہر زمان اور ہر مکان نورِ تقویٰ سے مشرف ہے، لہٰذا متقی کو ذکرِ دوام اور عبادتِ دائمہ حاصل ہے۔ بتایئے اللہ کو ناراض نہ کرنا کیا عبادت نہیں ہے؟ یہی وہ عبادت ہے کہ بہ نصِ قطعی جس سے اللہ کی ولایت اور دوستی نصیب ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنۡ اَوۡلِیَآؤُہٗۤ اِلَّا الۡمُتَّقُوۡنَ صرف متقی بندے اللہ کے اولیاء ہیں۔ تقویٰ غلامی کے سر پر ولایت کا تاج رکھتا ہے۔ لیکن متقی کے معنٰی یہ نہیں ہیں کہ کبھی اس سے خطا ہی نہ ہوگی، احیاناً کبھی صدورِ خطا بھی ہو سکتا ہے لیکن وہ خطا پر قائم نہیں رہ سکتا اور گریہ وزاری اشکبار آہ وزاری سے پھر اللہ کی یاری حاصل کر لیتا ہے۔ یہ صاحبِ خطا بہ برکتِ استغفار و توبہ صاحبِ عطا ہو جاتا ہے۔ ایسا شخص بھی متقین کے زمرے میں شمار ہو گا۔ حضرت حکیم الاُمت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ متقی رہنا اتنا ہی آسان ہے جتنا باوضو رہنا۔ وضو ٹوٹ جائے تو دوبارہ وضو کر کے آدمی باوضو ہو جاتا ہے اسی طرح اگر کبھی تقویٰ ٹوٹ جائے تو پھر توبہ و استغفار کر لو آپ متقی کے متقی ہیں۔ خطا پر ندامت و آہ آپ کو دائرۂ تقویٰ سے خارج نہیں ہونے دے گی۔

ہے عبادت کا سہارا عابدوں کے واسطے
اور تکیہ زہد کا ہے زاہدوں کے واسطے
اور عصائے آہ مجھ بے دست و پا کے واسطے

تقویٰ کی بے مثل لذت

ارشاد فرمایا کہ اللہ نے اتنا مزہ تقویٰ میں رکھا ہے جو جنّت میں بھی نہیں ہے کیوں کہ وہاں نفسِ امارہ نہیں ہے لہٰذا نفسِ امارہ کے تقاضوں سے بچنے میں، گناہ

سے بچنے کا غم اٹھانے میں، نظر کی حفاظت میں جو مزہ ہے وہ اس دنیا ہی میں ملتا ہے جنّت میں نہیں ملے گا۔ جنّت دار العمل نہیں ہے دارالجزاء ہے، جنّت ثمرۂ تقویٰ تو ہے لیکن گناہ سے بچنے کی لذتِ تقویٰ اس دنیا ہی میں حاصل ہو سکتی ہے، گناہ سے بچنے کا غم اٹھانے کی لذت جنّت میں نہیں ملے گی۔ لٰہذا تقویٰ اختیار کیجیے چاہے کچھ ذکر نہ کیجیے میں اللہ کے بھروسے پر کہتا ہوں کہ مزے میں کسی سے کم نہ رہو گے بلکہ اہلِ مزہ آپ پر رشک کریں گے سلاطینِ کائنات کے تخت و تاج رشک کریں گے، نمکیاتِ لیلائے کائنات رشک کریں گے۔ زمین و آسمان رشک کریں گے، چاند اور سورج کی روشنی آپ کو لوڈشیڈنگ معلوم ہوگی۔ ولایت کی بنیاد اللہ تعالیٰ نے تقویٰ پر رکھی ہے ذکر و نوافل پر نہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ جو اللہ کا ولی ہو جاتا ہے وہ بغیر ان کو یاد کیے نہیں رہ سکتا لیکن بنیادِ ولایت تقویٰ ہے کَمَا قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: اِنْ اَوْلِیَآؤُہٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ تقویٰ ذکرِ منفی ہے جو ذکرِ مثبت (ذکرِ لسانی و اعمالِ نافلہ) سے بڑھ کر ہے۔

سب سے بڑی سنّت

ارشاد فرمایا کہ ایک سب سے اہم سنّت یہ ہے کہ کسی وقت اللہ کو ناراض نہ کیا جائے۔ تقویٰ سب سے بڑی سنّت ہے۔ یہی تقویٰ ہے جو ہماری غلامی کے سر پر اللہ کی ولایت کا تاج رکھتا ہے اور آسان بھی اتنا کہ کام نہ کرو اور مزدوری لے لو یعنی گناہ کے کام نہ کرو، نامحرموں کو نہ دیکھو، چوری نہ کرو، غیبت نہ کرو وغیرہ اور ثواب لے لو اور ثواب کیا ہماری دوستی لے لو۔ ہم تمہیں تقویٰ کی برکت سے اپنا دوست بنالیں گے۔

قیامت تک اولیاء اللہ پیدا ہوتے رہیں گے

ارشاد فرمایا کہ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ سے ثابت ہوتا ہے کہ قیامت تک اولیاء اللہ پیدا ہوتے رہیں گے جیسے کوئی باپ اپنے بچوں سے کہے کہ میرے بچّو! روزانہ آدھا کلو دودھ پیا کرو اور دودھ کا انتظام نہ کرے تو وہ ظالم ہوگا کہ نہیں اور اللہ تعالیٰ ظلم سے پاک ہے۔ جب وہ اپنے بندوں کو حکم دے رہے ہیں کہ اگر تم تقویٰ حاصل کرنا چاہتے ہو یعنی میرا ولی بننا چاہتے ہو تو میرے خاص بندوں کے ساتھ، متقین کے ساتھ رہ

پڑو تو متقین کو پیدا کرنا احساناً اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ اپنے اولیاء کے پاس بیٹھنے کا حکم دیں اور اولیاء پیدا نہ کریں یہ محال ہے۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ اب اولیاء اللہ نہیں رہے وہ آیت کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کا منکر ہے، وہ گویا اس کا قائل ہے کہ نعوذ باللہ! قرآن پاک کے اس جزء پر اب عمل نہیں ہو سکتا۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے جب کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کا حکم دیا تو اپنے کلام کی عظمتوں کا پاس رکھنا خود صاحبِ کلام کے ذمہ ہے، یہ محال ہے کہ اللہ اپنے کلام کی لاج نہ رکھے لہٰذا قیامت تک متقین پیدا ہوتے رہیں گے۔

عاشقوں کی قومیت

(۹؍رمضان المبارک ۱۴۱۸؁ھ مطابق ۸؍جنوری ۱۹۹۹؁ء بروز جمعرات بعد فجر ساڑھے چھ بجے خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال ۲ کراچی۔ جنوبی افریقہ، برطانیہ، امریکا، ہندوستان، بنگلہ دیش سے تشریف لانے والے علماء کے محضر میں درسِ مثنوی مولانا روم۔ اس سال شعبان کے آخری عشرے سے ان علماء کی درخواست پر حضرتِ والا روزانہ بعد فجر مثنوی کا درس دے رہے ہیں جو ان شاء اللہ تعالیٰ علیٰحدہ شایع ہو گا۔ ملفوظات کی اس جلد میں صرف چند ملفوظات اس درس سے مختص کیے گئے ہیں۔ جامع)

دوران درس مثنوی ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آیت یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ نازل کر کے بتادیا کہ میں اپنے عاشقوں سے محبت کرتا ہوں اور یہ مجھ سے محبت کرتے ہیں لیکن قَدَّمَ اللہُ تَعَالٰی مَحَبَّتَہٗ عَلٰی مَحَبَّۃِ عِبَادِہٖ لِیَعْلَمُوْا اَنَّھُمْ یُحِبُّوْنَ رَبَّھُمْ بِفَیْضَانِ مَحَبَّۃِ رَبِّھِمْ[۱۲۵] اللہ نے اپنی محبت کو اپنے بندوں کی محبت سے پہلے بیان کیا تاکہ میرے بندے جان لیں کہ ان کو جو محبت میرے ساتھ ہے یہ میری ہی محبت کا فیض ہے۔

محبت دونوں عالم میں یہی جا کر پکار آئی
جسے خود یار نے چاہا اسی کو یادِ یار آئی

۱۲۵؎ روح المعانی: ۶/۱۹۲، المائدۃ (۵۴) دار احیاء التراث، بیروت

یہ آیت مرتدین کے مقابلے میں نازل ہوئی کہ جو مرتد ہوئے یہ بے وفا تھے، ان کو مجھ سے محبت نہیں تھی، یہ اہلِ محبت نہیں تھے، اب ان کے مقابلے میں فَسَوۡفَ یَاۡتِی اللّٰہُ بِقَوۡمٍ نازل کررہاہوں کہ میں ایک قوم عاشقوں کی پیدا کروں گا جن سے میں محبت کروں گا اور جو مجھ سے محبت کریں گے۔ معلوم ہوا کہ عاشقوں کا وجود اللہ تعالیٰ کی طرف سے فَسَوۡفَ یَاۡتِی اللّٰہُ کا ظہور ہے اور یہ سلسلہ قیامت تک رہے گا چوں کہ اِتۡیَانٌ میں تو سَوۡفَ ہے لیکن اس کا تسلسل منقطع نہیں ہے لہٰذا آج بھی جو اللہ کی محبت میں مست ہو یا جو اپنے اللہ والے شیخ پر عاشق ہو تو سمجھ لو کہ یہ فَسَوۡفَ یَاۡتِی اللّٰہُ بِقَوۡمٍ کا ایک فرد ہے۔ کون سی قوم؟ یُحِبُّھُمۡ وَیُحِبُّوۡنَہٗ کی قوم۔ یہ ایک قوم ہے، اپنے عاشقوں کو اللہ نے ایک قوم قرار دیا ہے۔ لہٰذا ہم سب ایک قوم ہیں اگرچہ کوئی پنجابی کوئی بنگالی کوئی ہندوستانی کوئی فارسی کوئی عربی ہو، ہزاروں ملکوں کے ہوں، ہزاروں زبانوں کے ہوں مگر ہم مختلف اقوام نہیں ایک ہی قوم ہیں، معلوم ہوا قومیت ملکوں سے نہیں بنتی، معلوم ہوا کہ قومیت زبانوں سے نہیں بنتی، معلوم ہوا قومیت صوبوں سے نہیں بنتی، معلوم ہوا قومیت رنگ ونسل اَلۡوَانٌ اور اَلۡسِنَۃٌ (رنگوں اور زبانوں) سے نہیں بنتی، ملکوں، علاقوں، خاندان اور قبائل سے نہیں اللہ کے عشق سے قومیت بنتی ہے، عالَم میں جتنے اللہ کے عاشق ہیں سب ایک قوم ہیں، اگر ہر ملک اور ہر علاقے کے عاشقانِ خدا الگ الگ قومیں ہوتیں تو اللہ تعالیٰ فَسَوۡفَ یَاۡتِی اللّٰہُ بِاَقۡوَامٍ نازل فرماتے کہ ہم بہت سی اقوام پیدا کریں گے۔ لیکن فَسَوۡفَ یَاۡتِی اللّٰہُ بِقَوۡمٍ مفرد نازل کرکے بتادیا کہ سارے عالم کے عاشق ایک ہی قوم ہیں۔ جو بھی اللہ کا عاشق ہے وہ ہماری قوم میں داخل ہے اور جو ان کا عاشق نہیں وہ ہماری قوم سے نہیں اگرچہ ہمارے وطن کا ہو، اگرچہ ہمارا قریبی رشتہ دار ہو، ہمارا خون، ہماری زبان، ہمارا ملک، ہمارا صوبہ، ہمارا علاقہ ہماری قوم نہیں ہے، ہماری قوم اللہ کے عاشقین سے بنتی ہے۔ اس قومیت کے اجزائے ترکیبی دو ہیں: ایک یُحِبُّھُمۡ اور دوسرا یُحِبُّوۡنَہٗ یعنی جن سے اللہ محبت کرتا ہے اور جو اللہ سے محبت کرتے ہیں۔ یہ قوم وہ ہے جس کو خالقِ اقوام نازل فرمارہا ہے۔ امریکا برطانیہ اور دُنیا بھر کے کافر اس قوم کو کیا جانیں، ان کی قومیت تو رنگ ونسل ملک اور قوم اور زبانوں کے اختلاف کی بنیادوں پر بنتی ہے جس کا

نتیجہ بغض و نفرت و عداوت ہے۔ پیدا کرنے والا جانتا ہے کہ قومیت کیا چیز ہے۔ جس نے ہم سب کو پیدا کیا اس کی بتائی ہوئی قومیت معتبر ہے یا ان کافروں کی بنائی ہوئی؟ اس قوم کی امتیازی شان رنگ و نسل زبان اور ملک نہیں ہے اس کی امتیازی شان یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ ہے کہ یہ قوم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتے ہیں۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے پہلے یُحِبُّھُمْ فرمایا کہ اللہ ان سے محبت کرتا ہے مگر کیسے معلوم ہو کہ اللہ ان سے محبت کر رہا ہے؟ یُحِبُّھُمْ کی ضمیر ھُمْ کے افراد کو اب متعین نہیں کیا جا سکتا کیوں کہ نزولِ وحی بند ہو چکا، اب جبرئیل علیہ السلام نہیں آسکتے، نصِ قطعی سے تعین نہیں ہو سکتا کہ فلاں فلاں اشخاص سے اللہ کو محبت ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی محبت کے ادراک کا اب کون سا تھرمامیٹر ہے؟ کون سی دلیل ہے کیوں کہ اللہ کی محبت اپنے بندوں کے ساتھ مخفی ہے لیکن اللہ کے بندوں کی محبت اللہ کے ساتھ تو ظاہر ہے۔

عشقِ من پیدا و دلبرنا پدید

میرا عشق تو ظاہر ہے لیکن میرا محبوب پوشیدہ ہے۔ میرا عشق یعنی وضو کرنا، نماز پڑھنا، روزہ رکھنا، طواف کرنا، جہاد کرنا، سر کٹانا سب ظاہر ہے مگر محبوب پوشیدہ ہے۔

در دو عالم ایں چنیں دلبر کہ دید

دونوں عالم میں ایسا محبوب دکھاؤ کہ جس کو دیکھا بھی نہیں لیکن ایک ہی دن میں ستر شہید احد کے دامن میں لیٹے ہوئے ہیں۔ اسی طرح آج بھی بندوں کی محبت تو میرے ساتھ ظاہر ہو رہی ہے لیکن اے دنیا والو! یُحِبُّھُمْ کا علم تمہیں کیسے ہو گا، تم کیسے جانو گے کہ میں بھی ان سے محبت کرتا ہوں کیوں کہ نزولِ وحی بند ہو چکا لہٰذا آگے دلیل موجود ہے وَیُحِبُّوْنَہٗ جو لوگ مجھ سے محبت کر رہے ہیں تو سمجھ لو کہ میں بھی ان سے محبت کر رہا ہوں۔ جس پر یُحِبُّوْنَہٗ کے آثار دیکھو تو سمجھ لو کہ یہ میری ہی محبت کا فیضان ہے۔ یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ اللہ تعالیٰ نے مضارع سے نازل فرما کر بتا دیا کہ میرے عشّاق حال میں بھی میرے باوفا رہیں گے اور مستقبل میں بھی میرے باوفا رہیں گے۔ یہی آیت دلالت کرتی ہے کہ اہلِ محبت کی صحبت میں رہنا چاہیے تاکہ اللہ تعالیٰ کی دائمی وفاداری حاصل ہو جائے۔

اور اس آیت کا نزول سارے عالم کے عاشقوں میں رابطہ اور محبت میں اضافے کا ضامن ہے کیوں کہ جب ان کو معلوم ہو گا کہ ہم سب ایک قوم ہیں تو ہر قوم اپنی قوم کو محبوب رکھتی ہے۔ جن بچوں کو معلوم ہو کہ ہم ایک باپ کی اولاد ہیں ان میں آپس میں محبت ہوتی ہے اور جن کا تعلق باپ سے کمزور ہوتا ہے ان ہی کی آپس میں لڑائی ہوتی ہے جو اللہ کی محبت سے محروم ہیں وہی آپس میں لڑتے ہیں۔ اور اہلِ محبت چوں کہ سمجھتے ہیں کہ ہم ایک قوم ہیں، ایک جان ایک قالب ہیں اسی لیے ان کے قلب اور قالب پر اللہ کی محبت غالب ہے۔ ایک قوم ہونے کے احساس سے محبت میں خودبخود اضافہ ہو جاتا ہے۔ سارے عالم میں کسی ملک کسی علاقے کا کوئی اللہ والا پا جاتا ہے تو ہر اللہ والا اس کی محبت محسوس کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ کے عاشقوں میں کبھی لڑائی نہیں ہوتی۔ ایک عاشق دوسرے عاشق سے مل کر مست ہو جاتا ہے کیوں کہ یہ فَسَوۡفَ یَاۡتِی اللّٰہُ بِقَوۡمٍ کا فرد ہے۔

یوں تو ہوتی ہے رقابت لازماً عشّاق میں
عشقِ مولیٰ ہے مگر اس تہمتِ بد سے بری

بتائیے کیا یہ علوم اختر پر اللہ تعالیٰ کا فضلِ عظیم نہیں ہیں کہ قرآنِ پاک کی آیات سے تصوف کے مسائل کا استخراج و استنباط ہو رہا ہے اور آج زندگی میں پہلی بار یُحِبُّھُمۡ وَیُحِبُّوۡنَہٗ سے عاشقوں کا ایک قوم ہونا اللہ تعالیٰ نے قلب پر منکشف فرمایا اور میرا دل کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اختر کو اس علم میں خاص فرمایا، شاید ہی کسی کا ذہن اس طرف گیا ہو کہ اللہ کا ہر عاشق خواہ کسی ملک، کسی علاقے، کسی رنگ، کسی نسل کا ہو یہ سب ایک قوم میں داخل ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فَسَوۡفَ یَاۡتِی اللّٰہُ بِقَوۡمٍ نازل فرمایا بِاَقۡوَامٍ نازل نہیں فرمایا۔ قرآنِ پاک کے علوم غیر محدود ہیں۔ جب صاحبِ کلام غیر محدود ہے تو اس کے کلام کے لطائف اور خوبیاں کیسے محدود ہوں گی۔ غیر محدود ذات کی ہر صفت بھی غیر محدود ہوتی ہے اور یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہیے کہ یہ تفسیر نہیں بلکہ اسرار و لطائفِ قرآنیہ ہیں۔

اہلِ محبت کے محفوظ عن الارتداد ہونے کی دلیل

درس کے دوران ارشاد فرمایا کہ جتنے مرتد ہیں یہ بے وفا ہیں، محبت والے نہیں ہیں، وفاداری سے عاری ہیں، خشک ہیں۔ اس حقیقت کو حضرت خواجہ صاحب نے اپنے ایک شعر میں پیش کیا ہے۔

میں ہوں اور حشر تک اس در کی جبیں سائی ہے
سرِ زاہد نہیں یہ سر سرِ سودائی ہے

اگر قیامت تک ہمیں اللہ زندگی دے دے تو ہم اپنی پیشانی کو قیامت تک اللہ کی چوکھٹ پر رگڑتے رہیں گے، قیامت تک ہماری پیشانی اللہ کے در پر رہے گی۔ یہ زاہدِ خشک کا سر نہیں ہے کہ اس در کو چھوڑ کر بھاگ جائے یہ اللہ کے عاشقوں کا سر ہے۔

اگر اہلِ محبت بھی بے وفا ہوتے تو مرتدین کے مقابلے میں یہ آیت **يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ** نازل نہ ہوتی۔ یہ آیت نازل فرما کر اللہ تعالیٰ نے بتادیا کہ مرتدین جو بے وفاؤں کی کلی مشکک کے فردِ کامل ہیں یعنی جو بے وفائی کے انتہائی مقام پر پہنچ گئے ان کے مقابل میں وفاداری کی کلی مشکک کے فردِ کامل یعنی وفاداری کے انتہائی مقام پر پہنچنے والی قوم کو ہم پیدا کررہے ہیں جن کی شان **يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ** ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے محبت فرمائیں گے اور وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کریں گے، اسلام لانے کے بعد جو مرتد ہوگئے وہ انتہائی بے وفا، غدار اور شقی القلب تھے۔ لہٰذا انتہائی درجے کی بے وفا قوم کے مقابلہ میں انتہائی درجے کی وفادار قوم پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کے ذمہ فضلاً واحساناً لازم تھا ورنہ مقابلہ صحیح نہ ہوتا۔ دو من طاقت والے پہلوان کے مقابلے میں ڈیڑھ من طاقت والا پہلوان نہیں لایا جاتا بلکہ ڈھائی من کا لایا جاتا ہے۔ لہٰذا انتہائی بے وفا قوم کے مقابلے کے لیے انتہائی وفادار قوم اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ اہلِ محبت کبھی مُرتد نہیں ہوسکتے۔ اگر اہلِ محبت بھی بے وفا ہوتے تو لازم آتا کہ نعوذ باللہ! مرتد کا مقابلہ اللہ تعالیٰ نے مُرتد سے کیا ہے۔ یہ مقابلہ پھر مقابلہ کہاں رہتا۔ مقابلہ تو ضد سے ہوتا ہے لہٰذا اہلِ ارتداد کا مقابلہ اس آیت میں اہلِ وفا سے ہوا ہے جس سے معلوم ہوا

کہ یہ قوم جس کی صفت یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ ہے یہ اہلِ وفا ہے۔ اس قومیت کے عالَم میں جتنے افراد ہوں گے وہ کبھی مرتد نہیں ہوں گے، بے وفا نہیں ہوں گے، اللہ کا دروازہ نہ نہیں چھوڑیں گے اور نبی کو بھی نہیں چھوڑیں گے۔ جو مرتد ہوئے وہ پہلے نبی ہی سے بھاگے۔ جس نے نبی کو چھوڑ دیا اس نے اللہ کو چھوڑ دیا۔ اسی طرح اہلِ محبت اپنے مرشد کو چھوڑ کر نہیں بھاگتے، مرشد سے بھاگنے والے بھی بے وفا ہوتے ہیں۔ جن کے دل میں اللہ کی محبت نہیں ہوتی ان کے دل میں اہل اللہ کی محبت بھی نہیں ہوتی اور جس کے دل میں اہل اللہ کی محبت نہیں ہوتی اللہ تعالیٰ بھی اس سے محبت نہیں کرتے۔ اللہ کے پیاروں کے صدقے میں اللہ کی محبت نصیب ہوتی ہے۔ جو نبی پر ایمان نہیں لائے کیا اللہ نے ان سے محبت کی؟ کیا ابو جہل اور ابو لہب سے اللہ نے محبت کی؟ نبی پر ایمان نہ لانے سے اللہ کے غضب کے مورد ہوئے اور ان کی دنیا اور آخرت تباہ ہوگئی۔ اسی طرح جو نائبینِ رسول سے، اہل اللہ اور مشائخ سے محبت نہیں رکھتے اللہ کی محبت و عنایت سے محروم رہتے ہیں اور جو ان سے محبت کرتے ہیں ان کو اللہ کی محبت نصیب ہوجاتی ہے۔

اور اس میں حُسنِ خاتمہ کی بشارت بھی ہے کہ اہلِ محبت کا خاتمہ بھی ایمان پر ہوگا۔ جس سے اللہ محبت کرے اور جو اللہ سے محبت کرے گا بھلا اس کا خاتمہ خراب ہوگا؟

اس لیے حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے سالکین کو مشورہ دیا ہے کہ اہلِ محبت کی صحبت میں رہو تاکہ ان کی صحبت کی برکت سے تمہارے اندر بھی اللہ کی محبت آجائے اور اس کی تائید میں اَلتَّشَرُّفُ فِیْ اَحَادِیْثِ التَّصَوُّفِ میں یہ حدیث نقل فرمائی سَایِلُوا الْعُلَمَاءَ مسائل علماء سے پوچھتے رہو وَجَالِسُوا الْکُبَرَاءَ بڑے بوڑھوں کے پاس بیٹھا کرو کہ کوئی بات عقل اور تجربہ کی معلوم ہوجائے گی وَخَالِطُوا الْحُکَمَاءَ[۱۲۶] اور حکماء یعنی اہل اللہ اور اہلِ محبت کے پاس رہ پڑو۔

مثنوی کے ایک شعر کی شرح

دورانِ درس حضرتِ والا نے مثنوی کا یہ شعر پڑھا کہ ؎

۱۲۶؎ کنز العمال: ۷/۹، (۲۴۶۶۱)، باب فی الترغیب فیہا، مؤسسۃ الرسالۃ

تشنگاں گر آب جویند از جہاں
آب ہم جوید بہ عالم تشنگاں

فرمایا کہ اگر پیاسے لوگ دنیا میں پانی کو تلاش کرتے ہیں تو پانی بھی اپنے پیاسوں کو تلاش کرتا ہے۔ کیسا پیارا شعر ہے۔ اس سے کتنی محبت معلوم ہوتی ہے اور کیسی امید بندھ جاتی ہے کہ اگر ہم شیخ سے محبت کریں گے تو شیخ خود ہم کو تلاش کرے گا اور ہم سے محبت کرے گا۔ میں چند منٹ کو بھی کہیں جاتا تھا تو میرے شیخ پوچھتے تھے کہ حکیم اختر کہاں گئے۔ مجھے مزہ آتا تھا کہ بابا تلاش کر رہے ہیں۔ لوگ معشوق بننا چاہتے ہیں مولانا فرماتے ہیں کہ عاشق بن کر رہو۔

ترک کن معشوقی و کن عاشقی
اے گماں بردہ کہ خوب و فائقی

معشوقیت چھوڑ دو، عاشقی اختیار کرو ورنہ پیمائش دینی پڑے گی کہ گردن کتنی لمبی ہے، سینہ کتنا چوڑا ہے، ناک کی اٹھان کتنی ہے، آنکھیں کیسی ہیں اور عاشق بننے میں کوئی ناپ تول نہیں، عاشقوں کی کوئی پیمائش نہیں ہوتی۔ ایک کالا اور بدصورت بھی عاشق ہو سکتا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ معشوق نہ بنو اپنی خوبیوں اور کمالات پر نظر نہ کرو کہ میں بڑا متقی عابد اور پرہیز گار ہوں کہ تمہاری ہر خوبی میں فی نکل سکتی ہے، تم اللہ کی عظمت کے شایانِ شان بندگی کا حق ادا نہیں کرسکتے لہٰذا عاشق بن جاؤ کہ سراپا عیب ہوتے ہوئے بھی بندہ اللہ کا عاشق ہو سکتا ہے۔ عاشق کہہ سکتا ہے کہ اے اللہ! میرے اندر تو کوئی خوبی نہیں لیکن میں آپ سے محبت کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کو عجب وناز پسند نہیں شکستگی پسند ہے۔ لہٰذا عاشقوں پر ہر وقت فضل کی بارش ہو رہی ہے۔ دیکھو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ محبت حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے کی اور جب انہوں نے جنگِ احد میں خونِ مبارک صلی اللہ علیہ وسلم بہتے ہوئے دیکھا تو حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے تلوار نکالی اور کافروں کی طرف جھپٹے اور اعلان کیا کہ آج یا تو صدیق شہید ہو جائے گا یا ایک کافر کو نہیں چھوڑوں گا۔ مجھ سے خونِ نبوت نہیں دیکھا جاتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے جھپٹ کر ان کو پکڑ لیا اور فرمایا شِمْ سَیْفَكَ اے صدیق! اپنی تلوار کو میان میں رکھ لے لَاتُفْجِعْنَا بِنَفْسِكَ[۱۲۷] مجھے اپنی جدائی سے غمگین نہ کر۔ معلوم ہوا کہ صدیق کی زندگی شہداء سے افضل ہے اور پیغمبر صدیق کی حیات کا عاشق ہوتا ہے کیوں کہ صدیق کارِ نبوت کو انجام دیتا ہے۔ صدیقین کا درجہ شہداء سے زیادہ ہوتا ہے۔ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ آیت کی ترتیب بھی یہ بتارہی ہے۔

ترکِ سگریٹ نوشی کے متعلق ایک عجیب استدلال

ارشاد فرمایا کہ علامہ شامی ابنِ عابدین لکھتے ہیں فَاِنَّ سُنَّةَ السِّوَاكِ تُذَكِّرُ كَلِمَةَ الشَّهَادَةِ عِنْدَ الْمَوْتِ[۱۲۸] مسواک کی سنت میں خاصیت ہے کہ موت کے وقت کلمہ یاد دلادیتی ہے۔ اس کا راز ہے اتباعِ سنت اور اس سنت کی وجہ منہ کی صفائی ہے۔ چوں کہ آپ کو جبرئیل علیہ السلام سے گفتگو کرنی پڑتی تھی اس لیے آپ بہت زیادہ مسواک کرتے تھے۔ اور ہم سب کو بھی تو نماز میں اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضری نصیب ہے۔ تو جب مُنہ کی صفائی پر حُسنِ خاتمہ کی بشارت ہے تو مُنہ کی گندگی پر کہیں سوئے خاتمہ نہ ہوجائے۔ اس لیے بھی سگریٹ چھوڑ دینا چاہیے کیوں کہ اس سے مُنہ میں بدبو آجاتی ہے۔

(۱۳؍ رمضان المبارک ۱۴۱۸؁ مطابق ۱۲؍ جنوری ۱۹۹۹؁ء دوشنبہ بعد فجر چھ بجے خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال ۲ کراچی)

رَبِّ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ کی تشریح کی ایک دل نشین تمثیل

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آج ایک علمِ عظیم عطا فرمایا کہ جیسے ایک باپ کے کئی بچے ہیں۔ ان میں کچھ قوی ہیں کچھ کمزور ہیں، قوی نے کسی کمزور بھائی کے طمانچہ مار کر اس سے کوئی چیز چھین لی تو وہ کمزور چلّاتا ہے کہ ابّا ابّا! دیکھو یہ بھائی مجھے مار رہا

---

[۱۲۷] کنز العمال: ۶۵۸/۵ (۱۴۱۵۸)، کتاب الخلافۃ مع الامارۃ، مؤسسۃ الرسالۃ

[۱۲۸] رد المحتار علی الدر المختار: ۲۳۶/۱، کتاب الطھارۃ، سنن الوضوء، دار عالم الکتب، الریاض

ہے۔ یہ کیوں چلّاتا ہے؟ باپ کی شفقت کی وجہ سے۔ معلوم ہوا کہ باپ کی شفقت کا ایک رنگ یہ بھی ہے کہ بچے اس کو پکاریں۔ مغلوب بچے غالب بچوں کے مقابلے میں باپ کو پکاریں۔ میرے قلب کو اللہ نے آج یہ علم عطا فرمایا کہ ماں باپ کی شفقت پر ناز کرنے والو! جس طرح کمزور بچہ اپنے ابّا کو پکارتا ہے تم پر بھی کوئی ظلم کرے تو تم بھی اسی طرح مجھ کو پکارو کہ رَبِّ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ اے ہمارے پالنے والے! ہم کمزور پڑ گئے، مغلوب ہوگئے، یہ طاقت والے ہم پر غالب آگئے، ہم کو ستا رہے ہیں آپ انتقام لیجیے، ہماری فریاد رسی کیجیے، آپ بدلہ لیجیے ہم بدلہ لینے کے قابل نہیں ہیں۔ پھر جب اللہ بدلہ لیتا ہے تو کیسا لیتا ہے۔ حکیم الامت مجدد الملّت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صوفیا نے ہمیشہ صبر کیا ہے اور صبر کر کے اللہ تعالیٰ کو اپنے ساتھ لے لیا ہے اور مخلوق سے اللہ والوں نے انتقام نہیں لیا کیوں کہ انتقام میں کبھی زیادتی ہو جاتی ہے۔ مان لیجیے کہ کسی نے پچاس سینٹی گریڈ سے ایک طمانچہ مارا، کیا انتقام لینے والے کے پاس کوئی ایسا معیار ہے کہ وہ بھی پچاس سینٹی گریڈ سے ہی اس کے طمانچہ مارے۔ امکان ہے کہ زیادتی ہو جائے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ہم کو یہ راہ بتائی کہ وَاِنْ عَاقَبْتُمْ اگر تم بدلہ لینا چاہتے ہو فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ جتنا تم کو ستایا گیا ہے اتنا ہی تم بدلہ لے سکتے ہو لیکن بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ میں مشکلات ہیں۔ یہ راستہ مشکل ہے کہ بالکل اسی درجہ میں آپ بدلہ لیں، کچھ اعشاریہ بھی اگر زیادتی ہوگئی تو ظالم ہو جاؤ گے اس لیے اللہ تعالیٰ نے آگے فرمایا کہ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ[۱۲۹] اگر تم صبر اختیار کرو تو یہ خیر کا راستہ ہے۔

مدرسۃ البنات کے متعلق نہایت اہم ہدایات

ارشاد فرمایا کہ جو لوگ لڑکیوں کے مدرسے کھولتے ہیں کوشش کریں کہ دن کو پڑھائی ہو، رات کو لڑکیاں گھر چلی جائیں اور اگر دار الاقامہ بنانا ہی ہے تو اس کے اصول یہ ہیں:

۱) مہتمم اس کا انتظام اپنی محرم (بیوی، والدہ، سگی بہن، خالہ، پھوپھی وغیرہ) کے سپرد

۱۲۹؎ النحل: ۱۲۶

کرے اور وہ بھی برقعہ سے جائے اور ان کی دیکھ بھال کرے اور مہتمم اپنی محرم کے ذریعے لڑکیوں اور استانیوں کے تعلیمی کوائف حاصل کرے اور

۲) انتظامی غرض سے بھی لڑکیوں اور استانیوں سے براہِ راست خطاب نہ کرے، دیکھنا تو حرام ہے ہی ان سے پردہ سے بات کرنا بھی فتنے سے خالی نہیں ہے۔ جو بھی ہدایات، تنبیہات، انتظامی معاملات وغیرہ ہوں اپنی محرم کو لکھ کر دے دے کہ وہ جا کر ان کو سمجھا دے اور عمل کرائے۔ خود ان سے نہ بولے۔ عورتوں کی آواز میں کشش ہوتی ہے اسی لیے قرآنِ پاک میں حکم ہوا کہ اے نبی کی بیبیو! جب صحابہ کسی ضرورت سے مثلاً سودا وغیرہ لانے کے لیے تم سے کوئی بات کریں تو فَلَا تَخۡضَعۡنَ بِالۡقَوۡلِ[۱۳۰] تو تمہاری آواز میں تمہاری فطری نسوانی لچک نہ رہے بلکہ بہ تکلّف آواز بھاری کر کے بات کرو۔ اس آیت کا یہ مطلب نہیں کہ نعوذ باللہ! ازواجِ مطہرات نرم آواز میں گفتگو کرتی تھیں بلکہ یہ مطلب ہے کہ عورتوں کی آواز میں ایک فطری نسوانی لچک ہوتی ہے اس کو فرمایا کہ اپنی فطری آواز میں بات نہ کرو بلکہ بہ تکلّف آواز کو ذرا بھاری کر کے گفتگو کرو۔

۳) ایک لڑکیوں کے مدرسے میں، میں گیا اور چشم دید دیکھا کہ مہتمم صاحب سرمہ لگائے ہوئے اور پان کھائے ہوئے بالغ لڑکیوں کے کمرے میں جارہے ہیں اور پوچھ رہے ہیں کہ آپ لوگوں کو کوئی ضرورت تو نہیں ہے۔ میں نے کہا کہ آپ کمرے میں جا جا کر کیوں پوچھتے ہیں۔ کیا آپ کے لیے پردہ معاف ہو گیا ہے۔ بعد میں اس بستی کے لوگوں سے معلوم ہوا کہ مہتمم صاحب رات کو مدرسے ہی میں سوتے ہیں اور مدرسے میں جس عورت کو نائب مہتمم رکھا ہے اس کا کمرہ مہتمم صاحب کے کمرے سے ملا ہوا ہے اور بیچ میں ایک دروازہ ہے۔ اسی لیے میں کہتا ہوں کہ مخلوق کے نفع کی خاطر اپنے لیے دوزخ کا راستہ مت اختیار کرو۔ نہایت بین الاقوامی گدھا اور بے وقوف ہے وہ شخص جو دوسروں کو نفع پہنچانے کے لیے اپنے واسطے دوزخ کا راستہ

۱۳۰؎ الاحزاب:۳۲

بنارہا ہے۔ ایسے نفعِ متعدی پر لعنت بھیجو جس سے تمہارا نفعِ لازمی برباد ہو جائے۔

۴) اگر لڑکیوں کا مدرسہ کھولنا ہے تو نہایت تقویٰ سے رہنا پڑے گا۔ اپنی محرم یعنی بیوی، والدہ وغیرہ سے مدرسے کا انتظام کراؤ۔ عورتوں کا عورتوں ہی سے رابطہ رہے۔ خود بالکل الگ رہو اور اگر اتنی ہمت اور تقویٰ نہیں ہے تو مدرسہ بند کردو۔ دوسروں کو جنّتی بنانے کے لیے خود جہنم کا راستہ اختیار کرنا کہاں کی عقل مندی ہے کہ ہمارے ذریعے دوسرے تو جنّت میں پہنچ جائیں اور ہم نافرمانی سے جہنم میں چلے جائیں۔ نفعِ لازم مقدم ہے نفعِ متعدی سے۔ پہلے خود اللہ والے بنو، یہ فرض ہے، تقویٰ فرضِ عین ہے۔ اور مدرسے کھولنا فرضِ کفایہ ہے، عالم بننا، حافظ بننا سب فرضِ کفایہ ہے فرض عین نہیں ہے۔ آج مدرسوں میں فرضِ کفایہ کی فکر ہے کہ خوب مدرسے کھولو، خوب حافظ و عالم بناؤ لیکن یہ بتائیے مدرسہ کھولنے والوں کے ذمہ، اساتذہ اور طالب علموں کے ذمہ تقویٰ سیکھنا فرضِ عین ہے یا نہیں؟ لیکن اس راستے میں کیوں کہ مشکل نظر آتی ہے، نفس کو مارنا پڑتا ہے، حرام کو چھوڑنا پڑتا ہے اس لیے فرضِ عین کو چھوڑ دیا اور فرضِ کفایہ کے پیچھے بھاگے جارہے ہیں۔ اور جب تقویٰ نہیں تو حدود کی پابندی کیسے ہوگی۔ لٰہذا کہتا ہوں کہ اگر انتہائی تقویٰ، احتیاط اور خوفِ خدا کے ساتھ لڑکیوں کے مدرسے چلاسکتے ہو تو فبہا ورنہ ان مدرسوں کو بند کردو۔ مدرسے سے مقصود جنّت میں جانا ہے نہ کہ جہنم میں۔

(۱۴؍رمضان المبارک ۱۴۱۸؁ھ مطابق ۱۳؍جنوری ۱۹۹۹؁ء بروز منگل بعد فجر خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال ۲ کراچی)

مصیبت پر نزولِ لفظِ بشارت کی ایک لطیف حکمت

دورانِ درسِ مثنوی ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں **وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ** اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ صبر کرنے والوں کو بشارت دے دیجیے۔ معلوم ہوا کہ بشارت اچھی چیز کے لیے دی جاتی ہے۔ اگر مؤمن کے لیے مصیبت کوئی خراب چیز ہوتی تو اللہ میاں بشارت نہ دیتے۔ لفظ بشارت کا نزول بتارہا ہے کہ مؤمن کے لیے مصیبت

مصیبت نہیں ہے۔ بس تم اِنَّا لِلّٰہِ پڑھ لو اور صابرین کی صف میں شامل ہو جاؤ۔

یہ علومِ آسمانی، عطائے ربانی ہیں۔ میں نے کہیں دیکھا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بات دل میں ڈالی کہ بشارت بری چیز پر نہیں دی جاتی۔ معلوم ہوا مصیبت مؤمن کے لیے بری چیز نہیں ہے اور کیوں بری نہیں ہے؟ کیوں کہ مؤمن جب صبر کرتا ہے تو اس کے بدلے میں، میں اس کو مل جاتا ہوں اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ[۱۳۱] میری معیتِ خاصہ سے مشرف ہو جاتا ہے۔ غموں کے کنکر پتھر دے کر اگر میں اس کو مل جاؤں تو کیا یہ سستا سودا نہیں ہے؟

جمادے چند دادم جاں خریدم
بحمد اللہ عجب ارزاں خریدم

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ چند کنکر پتھر دے کر میں اس جانِ حیات کو پا گیا الحمد للہ کہ میں نے اللہ کو بہت سستا پایا۔ مصیبت پر صبر کے بدلے میں چند غموں کے بدلے میں دونوں جہاں کا مالک مل گیا۔ اگر جان دے کر بھی اللہ ملتا تو سستا سودا تھا ؎

متاعِ جانِ جاناں جان دینے پر بھی سستی ہے

اور مصیبت کیا چیز ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مصیبت کی تعریف بھی فرمادی کہ کُلُّ مَا یُؤْذِی الْمُؤْمِنَ فَھُوَ مُصِیْبَةٌ ہر وہ چیز جو مؤمن کو تکلیف دے وہ مصیبت ہے سبحان اللہ! کیسی جامع تعریف ہے۔ لہٰذا عِنْدَ لَدْغِ الشَّوْکَةِ وَعِنْدَ لَسْعِ الْبَعُوْضَةِ وَعِنْدَ انْقِطَاعِ الشَّسْعِ وَعِنْدَ انْطِفَاءِ السِّرَاجِ[۱۳۲] یعنی کانٹے کے چبھ جانے پر اور اور مچھر کے کاٹنے پر اور جوتے کا تسمہ ٹوٹ جانے پر اور چراغ گل ہو جانے پر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِنَّا لِلّٰہِ پڑھا ہے لہٰذا ان مواقع پر اِنَّا لِلّٰہِ پڑھنا سنت ہے۔

---

۱۳۱ البقرة: ۱۵۳

۱۳۲ روح المعانی: ۲/۲۳، البقرة (۱۵۶)، دار احیاء التراث، بیروت

صداقتِ احکامِ اسلام اور مبنی علی الرّحمۃ ہونے کے دلائلِ عجیبہ

غیبت زنا سے اشد کیوں ہے؟

ارشاد فرمایا کہ غیبت کا کتنا بڑا نقصان ہے کہ غیبت کرنے والا اپنی نیکیاں مفت میں اس کو دے دیتا ہے جس کی غیبت کی ہے اور اس کو خبر بھی نہیں کہ میرا کتنا بڑا نقصان ہوگیا۔ محنت کی کمائی مفت میں گنوائی۔ غیبت اسی لیے حرام ہے اور زنا سے بھی اشدّ ہے۔ صحابہ نے پوچھا کہ یارسول اللہ! غیبت زنا سے اشد کیوں ہے؟ فرمایا کہ زنا حق اللہ ہے، اللہ سے معافی مانگ لو معافی ہوجائے گی، جس سے زنا کیا ہے اس سے معافی مانگنا فرض نہیں ہے۔ لیکن غیبت حق العباد ہے، جب تک وہ بندہ معاف نہیں کرے گا معافی نہیں ہوگی۔

زنا کے حق اللہ ہونے کی حکمت

غیبت بندوں کا حق رکھا اور زنا کو خالی حق اللہ رکھا یہ اسلام کی صداقت کی بہت بڑی دلیل ہے۔ اگر یہودی اور عیسائی اس قانون کو بناتے تو کہتے کہ جس سے زنا کیا ہے اس سے بھی جاکر معافی مانگو۔ بتایئے معافی مانگنے میں کتنی ذلّت ہوتی کہ مثلاً جس سے زنا کیا ہے مان لو وہ کوئی معزز عورت ہے اب اس کے گھر کے سامنے لائن لگائے کھڑے ہیں کہ جوانی میں جو مجھ سے غلطی ہوئی تھی اس وقت میرے دل میں خدا کا خوف نہیں تھا اب دل میں خوف آگیا لہٰذا مجھے معاف کردو۔ اگر یہ حق العباد ہوتا تو بتایئے کتنی بے عزتی ہوتی۔ راز فاش ہوتا اور مخلوق میں رسوائی ہوتی۔ زنا کو حق اللہ قرار دے کر اللہ نے اپنے بندوں کی آبرو رکھی ہے۔ یہی دلیل ہے کہ اسلام اللہ کا دین ہے، بالکل سچا مذہب ہے۔

زنا کی سزا بھی عینِ رحمت ہے

اسی طرح بعض گمراہ، ملحد اور جاہل کہتے ہیں کہ زنا کی سزا بہت سخت ہے کہ سنگسار کردو یعنی پتھر مار مار کر ہلاک کردو اور مجمع بھی لگا ہو۔ حکم یہ ہے کہ ایک جماعت بھی دیکھے۔ میں کہتا ہوں کہ اسلام کا یہ قانون بھی عینِ رحمت ہے اور نہایت اہم ہے۔

سنگسار کا اگر ایک واقعہ بھی ہو گا تو سارا ملک زنا سے بچ جائے گا، پھر کسی کی ہمت اس کے ارتکاب کی نہیں ہو گی اور یہ بھی عینِ رحمت ہے کہ مخلوق اس گندے فعل سے بچ جائے جس کے نقصانات دنیا اور آخرت میں بے شمار ہیں۔

زنا کی گواہی کا قانون بھی رحمتِ حق کا مظہر ہے

اور زنا ثابت کرنے کو اللہ تعالیٰ نے کتنا مشکل کر دیا کہ چار گواہ ہوں اور اس طرح دیکھیں جیسے سلائی سُرمہ دانی میں جاتی ہے۔ کون ہے جو اتنے گواہوں کے سامنے یہ فعل کرے۔ اس کا ثبوت ملنا مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ قانون سخت بنا کر اپنے بندوں کی پردہ پوشی فرمائی تاکہ میرے بندوں کی آبروریزی نہ ہو۔ اگر بربنائے بشریت کبھی خطا ہو جائے تو دل سے نادم ہو کر مجھ سے معافی مانگ لیں، آئندہ کے لیے عزم علی التقویٰ کرلیں۔ ان کی معافی ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو رُسوا کرنا نہیں چاہتے۔ کیا یہ رحمت نہیں ہے؟

شانِ رحمتِ حق کی ایک اور دلیل

اور دیکھیے کیا رحمت ہے کہ اگر جج عدالت میں پوچھے کہ کیا تم نے زنا کیا ہے تو انکار کرنا اقرار کرنے سے افضل ہے۔ یہاں جھوٹ بولنے کو اللہ نے پسند کرلیا کہ اپنی جان بچالو، مجھے تم سے محبت ہے، ہم تمہاری جان لینا نہیں چاہتے۔ بس تنہائی میں معافی مانگ لو ہم معاف کر دیں گے۔ بتایئے کیا رحمت ہے اللہ تعالیٰ کی کہ یہاں جھوٹ بولنا سچ بولنے سے افضل ہے۔

روزے میں بھول کر کھانے کا حکم اور شانِ رحمتِ حق

اسی طرح روزے میں اگر کوئی بُڈھا آدمی بھول کر کھارہا ہے تو شریعت کا حکم ہے کہ اسے کھانے دو۔ اسے یاد بھی نہ دلاؤ کہ تمہارا روزہ ہے۔ بس اسے کھانے دو اور میری رحمت کا تماشا دیکھتے رہو کہ میری رحمت نے تم کو خاموش کر دیا کہ میرے بوڑھے بندے کو روزہ یاد بھی مت دلاؤ۔ اور اگر جوان بھول کر کھارہا ہو تو اسے یاد دلادو کہ تمہارا روزہ ہے۔ یہ سب قانون کیا رحمت نہیں ہے؟

غیبت کی حُرمت بندوں سے اللہ کی محبت کی دلیل ہے

اسی طرح غیبت کا حرام فرمانا بھی اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں کے ساتھ انتہائی محبت کی دلیل ہے۔ جس طرح باپ اپنے بیٹے کی کسی بری عادت یا کسی عیب کو پسند نہیں کرتا۔ خود اس کو ڈانٹ ڈپٹ کرتا ہے لیکن یہ پسند نہیں کرتا کہ اس کے دوسرے بھائی اس کے بیٹے کے عیب کو اِدھر اُدھر گاتے پھریں۔ اللہ تعالیٰ کو بھی یہ پسند نہیں کہ اس کے بندوں کے عیوب کا لوگ چرچا کرکے اس کے بندوں کو رُسوا کریں اس لیے غیبت کو حرام فرمادیا۔ اس قانون سے بھی اللہ کی اپنے بندوں کے ساتھ کس قدر محبت ظاہر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ علمِ عظیم میرے قلب کو عطا فرمایا۔ نہ میں نے کسی کتاب میں دیکھا، نہ کسی سے سُنا۔

غیبت کی معافی کا قانون بھی مبنی علی الرحمۃ ہے

اسی طرح جس کی غیبت کی ہے اگر اس کو اطلاع نہیں ہوئی تو اس سے معافی مانگنا ضروری نہیں۔ جس مجلس میں غیبت کی ہے ان لوگوں سے کہہ دو کہ فلاں وقت میں نے جو فلاں کی برائی کی تھی اس معاملے میں مجھ سے سخت نالائقی ہوئی، میں توبہ کرتا ہوں، ان میں بہت سی خوبیاں ہیں، بہت اچھے آدمی ہیں، یہ میری نالائقی اور کمینہ پن ہے کہ ان کی اچھائیوں کو نظر انداز کردیا جس پر میں سخت نادم ہوں۔ آؤ ہم سب مل کر ان کو کچھ ایصالِ ثواب کردیں اور تین دفعہ قل ھو اللہ شریف یا کلمۂ طیبہ وغیرہ پڑھ کر بخش دو۔ اب اس کے پاس جاکر معافی نہ مانگو کیوں کہ ابھی تو اس کو خبر نہیں۔ اب اگر اس سے کہوگے کہ میں نے فلاں وقت آپ کی غیبت کی تھی تو اب اس کو علم ہوگا اور تکلیف ہوگی اور قلب مکدّر ہوگا۔ لہٰذا جب تک اس کو خبر نہیں اس سے معافی مانگنا واجب نہیں، جن لوگوں سے غیبت کی ہے ان کے سامنے مذکورہ طریقے سے تلافی کرنا کافی ہے۔ ہاں! جب اس کو اطلاع ہوگئی تب معافی مانگنا واجب ہوگا۔ یہ حکیم الاُمت نے "الطرائف والظرائف" میں لکھا ہے اور میں نے خود پڑھا ہے۔ اس مسئلے کا اکثر علماء کو بھی علم نہیں اِلّا ماشاء اللہ۔

اللہ تعالیٰ کا یہ قانون بھی رحمت ہے کیوں کہ جس کو غیبت کی ابھی اطلاع نہیں ہوئی معافی مانگنے سے اس کو تکلیف ہوتی کہ بلاوجہ اس نے میری غیبت کی اور بشری تأثر کی وجہ سے غیبت کرنے والے سے اس کا قلب مکدّر ہوتا اور اس کی نگاہوں سے یہ گر جاتا۔ معافی کے مندرجہ بالا شرعی طریقے میں دونوں کی رعایت ہے۔ دین کے سب احکام بتاتے ہیں کہ یہ اللہ کا دین ہے کوئی انسان ایسے قانون نہیں بنا سکتا۔

تیمّم کے قانون میں بھی شانِ رحمت مضمر ہے

اسی طرح اگر ڈاکٹر کہتا ہے کہ آپ تیمّم کریں گے تو تین دن میں اچھے ہو جائیں گے اور اگر گرم پانی سے وضو کریں گے تو مرض بڑھے گا تو نہیں لیکن چار دن میں اچھے ہوں گے یعنی پانی سے وضو کرنے سے اشتدادِ مرض کا خطرہ تو نہیں ہے امتدادِ مرض کا خطرہ ہے یعنی مرض میں شدت تو نہیں ہوگی، لیکن شفا دیر سے ہوگی تو بھی تیمّم کو اللہ تعالیٰ نے جائز کر دیا۔ کیا ان سب احکام میں اللہ تعالیٰ کی شانِ رحمت نہیں ہے؟ دین کے تمام احکام سراسر رحمت ہیں۔

(۱۶؍رمضان المبارک ۱۴۱۸؁ھ مطابق ۱۵؍جنوری ۱۹۹۹؁ء جمعرات بعد فجر چھ بجے خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال ۲ کراچی)

سلوک کے منازلِ اربعہ

دورانِ درسِ مثنوی حضرتِ والا نے یہ شعر پڑھا۔

گر ز چاہے می کنی ہر روز خاک

عاقبت اندر رسی در آب پاک

فرمایا کہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر تم کسی کنویں سے روزانہ مٹی نکالتے رہو گے تو آہستہ آہستہ ایک دن پانی تک پہنچ جاؤ گے، ایک دن تم کو پاک وصاف پانی مل جائے گا۔ جب میں معارفِ مثنوی لکھ رہا تھا تو ایک دن خواب میں اللہ تعالیٰ نے مجھے اس شعر کی شرح عطا فرمائی۔ اس شعر میں پورا سلوک، پورا تصوف پوری فقیری ہے۔ جب

کنواں کھودا جاتا ہے تو سب سے پہلے سوکھی مٹی ملتی ہے، اس میں پانی کا نشان تک نہیں ہوتا لیکن اہلِ تجربہ پر یقین کرتے ہوئے وہ مایوس نہیں ہوتا، سوکھی مٹی نکالتا رہتا ہے۔ اس کے بعد جب مٹی میں تھوڑی تھوڑی نمی آتی ہے تو خوش ہوجاتا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ پانی کی منزل اب قریب آرہی ہے۔ پھر اس کے بعد ایک وقت آتا ہے کہ کیچڑ آنے لگتی ہے یعنی پچاس فیصد مٹی اور پچاس فیصد پانی اس وقت اہلِ تجربہ کہتے ہیں کہ ابھی اس پر قناعت نہ کرنا، ابھی اور کھدائی کرو، ابھی اور مجاہدہ و محنت کرو یہاں تک کہ پھر بالکل صاف پانی آجاتا ہے۔ یہ چار منازل ہوئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے میرے قلب کو یہ مضمون عطا فرمایا کہ سلوک میں بھی یہی چار راستے ہیں۔ شروع شروع میں سالک کو اللہ کا نام لینے میں کچھ مزہ نہیں آتا، خشک مٹی کی طرح بے کیفی ہوتی ہے لیکن مرشد کے ارشاد پر یقین کرتے ہوئے مجاہدہ کرکے بہ تکلّف وہ اللہ کا نام لیتا رہتا ہے۔ اس کے بعد ایک زمانہ آئے گا کہ اللہ کے دریائے قرب کی لذت کی تھوڑی تھوڑی نمی آنے لگے گی، اس وقت سالک خوش ہونے لگتا ہے کہ منزل قریب ہے۔ پھر ایک زمانہ آئے گا کہ آدھا پانی اور آدھی مٹی آنے لگتی ہے۔ یہ وہ منزل ہے کہ سالک مست ہوجاتا ہے اگرچہ اللہ کے قرب کا آب صاف ابھی نصیب نہیں ہوا، کیوں کہ اس کا نورِ طاعت ابھی ظلماتِ معاصی سے ممزوج ہے، کچھ اللہ کی اطاعت بھی کرتا ہے اور کچھ نفس کی بات بھی مانتا ہے۔ یہ کیچڑ والا زمانہ ہے۔ ابھی پانی اور مٹی مخلوط ہے، اللہ تعالیٰ کے قربِ خاص کا پاک جرعہ ابھی نہیں ملا لیکن یہ حالت بھی سالک کو مست کررہی ہے۔

جرعہ خاک آمیز چوں مجنوں کند
صاف گر باشد ندانم چوں کند

یہ مولانا رومی ہیں، بہت بڑے شخص ہیں، فرماتے ہیں کہ اے سالکینِ کرام! مٹی ملا ہوا گھونٹ تمہیں مست کررہا ہے تو جس دن تم صاف پانی پیوگے تو تمہارا کیا حال ہوگا۔ یعنی ابھی اپنی نیکیوں سے تم مست ہورہے ہو جب کہ تمہاری نیکیوں میں ابھی گناہوں کی آمیزش ہے، تمہارے دریائے قرب کے پانی میں ابھی گناہوں کی مٹی ملی ہوئی ہے، یہ

گھونٹ تو ابھی خاک آمیز ہے لیکن اس قربِ ناقص سے جب تم مست ہو رہے ہو تو جس دن تم گناہوں کی ہر حرام لذت سے پاک ہو جاؤ گے اور اللہ کے قرب کا پاک و صاف پانی پیو گے تو میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ تم پر کیا کیفیت طاری کرے گا۔ لہٰذا جرعۂ خاک آمیز (مٹی ملے ہوئے پانی کے گھونٹ) پر قناعت نہ کرو، مجاہدہ کرکے ہر نافرمانی کو چھوڑ دو تو اللہ کے دریائے قرب کا پاک پانی مل جائے گا اور پھر گناہوں کی حرام لذتیں نگاہوں سے گر جائیں گی۔ لیکن یہ باتیں خالی علوم کی نہیں ہیں اعمال کی ہیں۔ علوم کا مزہ جب ہے جب عمل ہو اور عمل کا مزہ جب ہے جب اخلاص ہو۔ لہٰذا ہم عمل شروع کردیں تو قلب کو یہ مزہ مل جائے گا جو اس شعر میں بیان ہوا اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی

نسبت مع اللہ کی علامات

ارشاد فرمایا کہ ہرن کی ناف میں جب مشک پیدا ہو جاتا ہے تو وہ پھر سوتا نہیں ہے، کھڑے کھڑے اُونگھ لیتا ہے۔ ہر وقت چوکنّا رہتا ہے کہ کہیں کوئی شکاری میرا مشک چھیننے تو نہیں آرہا ہے۔ اسی طرح جس کو اللہ تعالیٰ اپنا تعلق اور نسبت عطا فرماتے ہیں وہ ہر وقت چوکنّا رہتا ہے۔ کانوں کو گانوں سے بچاتا ہے، آنکھوں کو نمکینوں سے، حسینوں سے بچاتا ہے، زبان کو جھوٹ اور غیبت سے بچاتا ہے، ہر لمحۂ حیات کو چوکنّا رکھتا ہے کہ کوئی غلطی ایسی نہ ہو جائے کہ میرا مولیٰ ناراض ہو کر اپنے آفتابِ کرم کا رخ مجھ سے پھیر لے اور میرا نورِ نسبت چھن جائے۔ اور اگر کبھی اس سے خطا ہو جاتی ہے تو دل بے چین ہو جاتا ہے جیسے سورج ڈوبنے سے اندھیرا چھا جاتا ہے تو خالقِ سورج کے ناراض ہونے سے اگر وہ صاحبِ نسبت ہے تو اندھیروں کو محسوس کرلے گا اور فوراً تڑپ جائے گا۔ اگر نسبت حاصل نہیں، مُردہ دل ہے تو مُردے کو لاکھ جوتے لگاؤ وہ اُف نہیں کرتا۔ گناہوں سے پریشان نہ ہونا یہ دلیل ہے کہ اس کا دل مُردہ ہے۔ بتایئے آپ کسی زندہ آدمی کے سوئی چبھو دیں تو اس کو تکلیف ہوگی یا نہیں؟ اور مُردہ کو؟ پس جس ظالم کو نافرمانی سے کچھ نہیں ہوتا، ویسے ہی کھاتا ہے ویسے ہی چائے پیتا ہے، ویسے ہی ہنستا ہے، ذرا بھی غم اور پریشانی نہیں محسوس کرتا یہ دلیل ہے کہ اس ظالم کا دل مُردہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے عاشقوں کی دو علامتیں بیان فرمائیں۔ جن تین صحابہ سے خطا ہوگئی اور ان کو معلوم ہوگیا کہ اللہ و رسول ان سے ناراض ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اور دوسرے صحابہ نے پچاس دن تک ان سے بولنا چھوڑ دیا تو ان پر کیا گزری؟ ان کے غم کو اللہ تعالیٰ قرآنِ پاک میں نازل فرما رہے ہیں۔ اگر یہ خود بیان کرتے تو اہلِ دنیا یقین نہ کرتے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں کی رفعتِ شان دکھانے کے لیے قرآنِ پاک میں ان کے غم کی شہادت دے رہے ہیں۔ یہ غم وہ غم ہے جو قرآن پاک کا جُز بن رہا ہے، اللہ کے راستے کا غم اتنا قیمتی اور اتنا پیارا ہے کہ کلام اللہ کا جُز بن رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ضَاقَتۡ عَلَيۡهِمُ الۡاَرۡضُ بِمَا رَحُبَتۡ زمین باوجود اپنی وسعت کے ان پر تنگ ہوگئی وَضَاقَتۡ عَلَيۡهِمۡ اَنۡفُسُهُمۡ[۱۳۳] اور وہ اپنی جان سے بے زار ہوگئے۔ مؤمن کی یہی شان ہونی چاہیے کہ جب کوئی غلطی ہوجائے، کوئی خطا ہوجائے، کوئی بد نظری ہوجائے تو پوری دنیا اس کو تنگ معلوم ہو اور اپنی جان سے بے زار ہوجائے، زندگی موت معلوم ہو۔ ایک بہت بڑے بزرگ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

ترا ذکر ہے مری زندگی ترا بھولنا مری موت ہے

جس کو یہ بات حاصل نہیں تو سمجھ لو کہ اس کی نسبت مع اللہ کا چراغ انتہائی ضعیف ہے، اس کو بہت اللہ سے رونا چاہیے اور اللہ تعالیٰ سے تعلق قوی کرنے والے اسباب اختیار کرنے چاہئیں۔ جو کوشش کرتا ہے پا جاتا ہے۔ اللہ کے راستے میں ناکامی نہیں ہے۔

(۲۲؍ رمضان المبارک ۱۴۱۸ھ مطابق ۲۱؍ جنوری ۱۹۹۹ء بروز بدھ بعد فجر ساڑھے چھ بجے مسجد اشرف گلشن اقبال ۲ کراچی)

خوفِ شکستِ توبہ اور عزمِ شکستِ توبہ کا فرق

ارشاد فرمایا کہ جب انسان توبہ کرتا ہے کہ اے اللہ! اب میں اس غلطی کو دوبارہ نہیں کروں گا تو اس کا دل بھی اس کو ملامت کرتا ہے اور شیطان بھی اس

۱۳۳؎ التوبۃ:۱۱۸

کے کان میں کہتا ہے کہ تمہاری توبہ بارہا دیکھ چکا ہوں بارہا تم نے ارادہ کیا کہ کسی کی بہو بیٹی کو نہیں دیکھوں گا، بد نظری نہیں کروں گا لیکن تم نے ہر بار توبہ توڑی ہے، تمہاری توبہ زبانی ہے اور قبول نہیں کیوں کہ قبولیتِ توبہ کے لیے شرط یہ ہے کہ اَنْ یَّعْزِمَ عَزْمًا جَازِمًا اَنْ لَّا یَعُوْدَ اِلَیْھَا اَبَدًا[۱۳۴] ارادہ پکّا ہو کہ دوبارہ ہم اس خطا کو نہیں کریں گے اور بار بار توبہ کا ٹوٹنا تو پکے ارادے کے خلاف ہے۔ لہٰذا تم کیا توبہ کرتے ہو، بارہا میں تمہارا تماشا دیکھ چکا ہوں۔

یہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں

اس طرح شیطان مایوسی پیدا کرتا ہے کہ ہمارا عزمِ توبہ شاید قبول نہیں۔ اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے میرے قلب کو عطا فرمایا کہ گناہ نہ کرنے کا یہ پکّا ارادہ بھی قبول ہے بشرطیکہ اس ارادے کے وقت شکستِ ارادہ کا ارادہ نہ ہو یعنی توبہ کرتے وقت توبہ توڑنے کا ارادہ نہ ہو۔ جس آدمی کی توبہ بار بار ٹوٹتی رہتی ہے وہ جب اللہ سے کہتا ہے کہ اے اللہ! اب کبھی یہ گناہ نہ کروں گا تو اس کو اپنی توبہ کے ٹوٹنے کا خوف ہوتا ہے تو یہ خوفِ شکستِ توبہ ہے عزمِ شکستِ توبہ نہیں ہے۔ یعنی یہ توبہ ٹوٹنے کا خوف ہے توبہ توڑنے کا ارادہ نہیں ہے۔ توبہ ٹوٹنے کا خوف اور چیز ہے اور توبہ توڑنے کا ارادہ اور چیز ہے۔ توبہ کے ٹوٹنے کا خوفِ عزمِ توبہ کے خلاف نہیں ہے اور قبولیتِ توبہ میں حائل نہیں ہے، مانع نہیں ہے۔ بس توبہ کرتے وقت دل میں پکّا ارادہ ہو کہ اب کبھی یہ گناہ نہیں کروں گا اور توبہ کو نہیں توڑوں گا تو اس کی توبہ قبول ہے لیکن پھر بھی دل میں توبہ ٹوٹنے کا خوف آئے تو یہ خوف کچھ مضر نہیں بلکہ عینِ عبدیت، عینِ بندگی، عینِ اعترافِ قصور اور اپنی کمزوری کا اقرار ہے۔ اللہ بھی اس بندہ سے خوش ہو گا کہ میرا بندہ توبہ تو کر رہا ہے لیکن اپنے ضعفِ بشریت کی وجہ سے شکستِ توبہ سے ڈر بھی رہا ہے۔

دیکھ کے اپنے ضعف کو اور قصورِ بندگی
آہ و فغاں کا آسرا لیتی ہے جانِ ناتواں

۱۳۴؎ شرح مسلم للنووی: ۳۴۶/۲، باب بیان النقصان فی الایمان، دار احیاء التراث، بیروت

تیری ہزار رفعتیں تیری ہزار برتری
میری ہر اک شکست میں میرے ہر اک قصور میں

اور اس خوف کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ توبہ توڑنے کا ارادہ رکھتا ہے جب کہ اس کے دل میں پکّا ارادہ بھی ہے کہ میں آیندہ ہرگز یہ گناہ نہیں کروں گا۔ اس پکے ارادے کے مقابلے میں جب پکا ارادہ توبہ توڑنے کا ہوگا تب توبہ ٹوٹے گی۔ اگر وسوسہ آگیا تو بھی توبہ نہیں ٹوٹی کیوں کہ یقین کو یقین زائل کر سکتا ہے۔ وسوسہ اور وہم و گمان یقین کو نہیں زائل کر سکتا جیسے اگر کسی کو شبہ ہو جائے کہ میرا وضو ٹوٹ گیا تو جب تک یقین نہ ہو وضو نہیں ٹوٹتا۔ اتنا یقین ہو کہ وہ قسم کھالے کہ میرا وضو ٹوٹ گیا تب بے وضو ہوتا ہے۔ اسی طرح خوف و وسوسۂ شکستِ توبہ عزمِ شکستِ توبہ نہیں ہے۔

لہٰذا خوفِ شکستِ توبہ کا ہونا محمود اور عینِ بندگی ہے۔ کیوں کہ اس خوف میں اظہارِ عاجزی، اظہارِ کمزوری اور اظہارِ قصورِ بندگی ہے بلکہ جس کو یہ خوف نہ ہو وہ خطرے میں ہے۔ یہ خوف نہ ہونا دلیل ہے کہ اس کو اپنے دست و بازو پر بھروسہ ہے وہ اللہ سے مدد کا کیا طالب ہوگا، اور جس کو توبہ کے ٹوٹنے کا خوف ہے وہ اللہ سے استمداد کرے گا۔ یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِکَ[۱۳۵] یہ پڑھے گا اور اللہ سے کہے گا کہ اے اللہ! اپنے نفس سے مجھے ڈر معلوم ہوتا ہے کہ کہیں میرا نفس پھر توبہ نہ توڑ دے لہٰذا اس توبہ پر قائم رہنے کی آپ سے امداد مانگتا ہوں۔ اگر ہم اپنی استقامت میں اللہ تعالیٰ کی اعانت کے محتاج نہ ہوتے تو اِیَّاکَ نَعْبُدُ کے بعد وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ[۱۳۶] نازل نہ ہوتا۔ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ نازل فرما کر ہمیں بتادیا کہ تم اپنی ادائے بندگی میں میری عطائے خواجگی کے محتاج ہو، میری مدد اور اعانت کے محتاج ہو لہٰذا اِیَّاکَ نَعْبُدُ تو کہو کہ اے اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں لیکن فوراً وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ سے میری اعانت مانگو کیوں کہ بغیر میری مدد کے تم میری بندگی نہیں کر سکتے۔ پس جو شخص خوفِ شکستِ

۱۳۵؎ جامع الترمذی: ۳۶/۲، باب ما جاء ان القلوب بین اصبعی الرحمٰن، ایچ ایم سعید

۱۳۶؎ الفاتحۃ: ۴

توبہ رکھتا ہے یہ دلیل ہے کہ وہ اپنے دست وبازو پر بھروسہ نہیں رکھتا بلکہ اپنی استقامت کو اللہ تعالیٰ کی اعانت کا محتاج سمجھتا ہے۔ لہٰذا اس کو دو قرب حاصل ہیں خوفِ شکستِ توبہ کا قرب الگ اور عزم علی التقویٰ کا قرب الگ۔

کبھی طاعتوں کا سرور ہے کبھی اعترافِ قصور ہے
ہے ملک کو جس کی نہیں خبر وہ حضور میرا حضور ہے

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے **اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ الْمُفَتَّنَ التَّوَّابَ**[۱۳۷] اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہے اس بندے کو جو مؤمن ہے لیکن بار بار خطا میں مبتلا ہو جاتا ہے مگر **تَوَّابْ** بھی ہے، کثیر التوبہ ہے، بار بار توبہ کرتا ہے، توبہ میں انتہائی مبالغہ کرتا ہے، ندامت سے قلب وجگر اللہ کے حضور پیش کرتا ہے، سجدہ گاہ کو آنسوؤں سے تر کر دیتا ہے یہ بھی اللہ کا محبوب ہے، یہ بندۂ مومن مبتلائے فتنہ کثرتِ توبہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ کے دائرۂ محبوبیت سے خارج نہیں ہوتا۔ اگر کسی سے ایک کروڑ زنا ہو گیا، ایک کروڑ وی سی آر اور ننگی فلمیں دیکھ لیں، بے شمار بد نظری کر لی وہ بھی مایوس نہ ہو۔ ایک دفعہ دو رکعات توبہ پڑھ کر اشکبار آنکھوں سے تڑپتے ہوئے دل سے اللہ سے معافی مانگ لے اللہ تعالیٰ اسی وقت تمام گناہ معاف کر دیتے ہیں۔ پھر کبھی سوچو بھی مت کہ گناہوں کی تعداد کیا ہے۔ سمندر کا ایک قطرہ جو نسبت سمندر سے رکھتا ہے اللہ تعالیٰ کی غیر محدود شانِ غفّاریت کے سامنے ہمارے گناہوں کی اتنی بھی حقیقت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ہر شان غیر محدود اور بے شمار ہے اور ہمارے گناہوں کے شمارے محدود ہیں۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ **اَللّٰھُمَّ مَغْفِرَتُكَ اَوْسَعُ مِنْ ذُنُوْبِیْ**[۱۳۸] اے اللہ! آپ کی رحمت میرے گناہوں سے وسیع تر ہے۔

پوری تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ توبہ کرتے وقت توبہ توڑنے کا ارادہ نہ ہو، بس پکّا ارادہ ہو کہ آیندہ یہ گناہ نہ کروں گا تو وہ توبہ قبول ہے چاہے لاکھ خوف ہو کہ آیندہ

۱۳۷؎ مشکوۃ المصابیح: ۲۰۶/۱، باب الاستغفار والتوبۃ، المکتبۃ القدیمیۃ/ کنزالعمال: ۲۹۰/۴ (۱۰۱۸۶)، مؤسسۃ الرسالۃ

۱۳۸؎ شعب الایمان للبیہقی: ۳۳۱/۹، (۶۷۲۴)، معالجۃ کل ذنب بالتوبۃ، مکتبۃ الرشد

کہیں میری توبہ نہ ٹوٹ جائے چاہے وسوسہ بھی آئے کہ میری توبہ ٹوٹ جائے گی تو یہ خوف اور وسوسہ قبولیتِ توبہ کے لیے کچھ مضر نہیں۔ ہر گز مایوس نہ ہوں۔ اور اگر بالفرض ضعفِ بشریت سے آیندہ توبہ ٹوٹ بھی گئی تو پھر توبہ کرلے اور توبہ ٹوٹنے سے پہلی توبہ غیر مقبول نہیں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کریم ہیں جب ایک بار قبول فرمالیتے ہیں پھر اس کو غیر مقبول نہیں فرماتے۔ پس وہ توبہ قبول ہے۔ لہٰذا لاکھ بار خطا ہو لاکھ بار معافی مانگو، رو رو کر اللہ تعالیٰ کو منالو۔ وہ کریم مالک اپنے بندوں کی آہ وزاری کو ردّ نہیں فرماتا۔ اسی کو خواجہ صاحب فرماتے ہیں ؎

جو ناکام ہوتا رہے عمر بھر بھی
بہرحال کوشش تو عاشق نہ چھوڑے
یہ رشتہ محبت کا قائم ہی رکھے
جو سو بار ٹوٹے تو سو بار جوڑے

آخر میں ایک بات کہتا ہوں کہ ٹی بی کے زخم کی شفا کے لیے یہاں مری کی پہاڑیوں پر بھیجتے ہیں۔ کچھ جڑی بوٹیاں ہوتی ہیں جن کے ماحول میں ٹی بی کا زخم اچھا ہوجاتا ہے۔ بار بار توبہ ٹوٹنے کا جو زخم ہے اگر اہل اللہ کی صحبت میں کچھ عرصہ رہ لو تو اللہ کا یقین، اللہ کی محبت اور اللہ کا خوف دل میں آئے گا اور یہ زخم اچھا ہوجائے گا۔ جڑی بوٹیوں میں تو یہ اثر ہو کہ زخم اچھا ہوجائے اور اللہ والوں کی صحبت میں یہ اثر نہ ہو کہ غفلت کا، بار بار شکستِ توبہ کا زخم اچھا نہ ہو!

ایک تلافیٔ مافات

۲۳؍ رمضان المبارک ۱۴۱۸؁ھ مطابق ۲۲؍ جنوری ۱۹۹۹؁ء جمعرات بعد فجر لندن، امریکا اور بنگلہ دیش کے مہمان علماء کو حضرتِ والا نے اپنے حجرہ میں طلب فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ ایک نئی چیز کا آج علم عطا ہوا جس کے لیے میں نے آپ لوگوں کو بلایا ہے کہ جیسے آج رات شبِ قدر تھی اور ایک شخص نے رات کو دعائیں مانگیں لیکن کوئی خاص دعا مانگنا بھول گیا اور صبح صادق ہوگئی۔ صبح صادق کے بعد شبِ قدر ختم ہوجاتی ہے

تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے دل میں ایک نسخہ عطا فرمایا کہ دعا مانگو اور اللہ میاں سے یہ کہہ دو کہ اے اللہ! جس ملک میں اس وقت رات ہو اور وہاں شب قدر ہو تو میری اس دعا کو اے خدا! آپ اپنی رحمت سے وہاں پہنچا دیجیے اور اس ملک کی دعاؤں میں شمار فرما کر قبول فرمالیجیے۔

تجلیاتِ جذب کے زمان و مکان

فرمایا کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اِنَّ لِرَبِّکُمْ فِیْ اَیَّامِ دَھْرِکُمْ نَفَحَاتٍ فَتَعَرَّضُوْا لَہٗ لَعَلَّہٗ اَنْ یُّصِیْبَکُمْ نَفْحَۃٌ مِّنْھَا فَلَا تَشْقَوْنَ بَعْدَھَا اَبَدًا[۱۳۹] اے لوگو! تمہارے رب کی طرف سے تمہارے زمانے ہی کے دنوں میں نفحات آتے ہیں ان کو تم تلاش کرو اگر تم ان کو پاگئے تو اس کے بعد تم کبھی بدنصیب نہیں ہوگے۔ تمہاری شقاوتِ ازلی سعادتِ ابدی سے تبدیل ہو جائے گی یعنی دائمی خوش نصیبی نصیب ہو جائے گی۔

نفحات کے کیا معنیٰ ہیں؟ دیہاتی زبان میں اس کا ترجمہ ہے اللہ پاک کی رحمت کی ہواؤں کے جھونکے۔ اور شہری زبان میں اللہ تعالیٰ کی نسیمِ کرم اور بزبانِ محدثِ عظیم ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ میں نفحات کے معنیٰ ہیں جذبات یعنی اللہ کی جذب کرنے کی تجلیات اَللہُ یَجْتَبِیْۤ اِلَیْہِ مَنْ یَّشَآءُ[۱۴۰] یہاں وہ جذبات مراد ہیں۔ یہ حدیث اس آیت کی شرح ہے۔ اَلْاِجْتِبَاءُ مِنَ الْجَبْیِ وَالْجَبْیُ ھُوَ الْجَذْبُ، جَبْیٌ کے معنیٰ جذب کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی طرف کھینچ لیتا ہے، مقناطیس کا خالق ہے۔ جو اتنا زبردست مقناطیس پیدا کر سکتا ہے کہ زمین کا چوبیس ہزار میل کا گولا جس کے نیچے کوئی کالم نہیں فضاؤں میں معلّق ہے۔

ارض و سماء کیسے ہیں معلّق
کوئی ستوں ہے اور نہ کوئی تھم

---

[۱۳۹] کنز العمال: ۷/۶۹، (۲۱۳۲۴)، باب صلٰوۃ النوافل والفصل فی الترغیب فیھا، مؤسسۃ الرسالۃ

[۱۴۰] الشورٰی: ۱۳

سارا عالم ہے بے کالم

واہ رے میرے ربّ العالم

اسی طرح بے شمار عالم سیارات و نجوم اور ہزاروں شمس و قمر سب بلاستون فضاؤں میں معلّق ہیں اور اپنے راستوں میں تیر رہے ہیں تو اتنا زبردست مقناطیس پیدا کرنے والا جس کو کھینچے گا وہ کیسے بغیر کھنچے رہ سکتا ہے، بندے کو جذب کرنا ان کے لیے کیا مشکل ہے۔ تو نفحات کے معنیٰ ہیں جذبات یعنی کھینچنے کی مقناطیسی لہریں۔ اور حکیم الاُمت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے نفحات کا ترجمہ کیا ہے **اَلتَّجَلِّیَاتُ الْمُقَرِّبَاتُ** اللہ کی وہ تجلیات جو بندوں کو اللہ سے قریب کر دیتی ہیں۔ وہ تجلیات جو بندے پر پڑ جائیں تو وہ اللہ کا پیارا اور مقرّب ہو جاتا ہے۔ اب سوال یہ ہوتا ہے کہ ان تجلیات کا زمانہ تو معلوم ہو گیا لیکن مکان بھی تو معلوم ہو کہ ان تجلیات کو کہاں ڈھونڈیں، کدھر جائیں؟ اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے میرے قلب کو عطا فرمایا کہ ان کا مکان بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ **هُمُ الْجُلَسَاءُ لَا يَشْقٰى جَلِيْسُهُمْ**[۱۴۱] ہمارے پیارے اور خاص بندوں کی یعنی ہمارے اولیاء کی شان یہ ہے کہ جو ان کے پاس بیٹھ جاتا ہے، جو ان کا جلیس و ہم نشین ہوتا ہے کبھی شقی اور بدنصیب نہیں رہ سکتا۔ اپنے پیاروں کے صدقے میں ہم اس کی شقاوت کو سعادت سے بدل دیتے ہیں، شقی کو سعید کر دیتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ اہل اللہ کی صحبت اور مجالس ان تجلیات کا مکان ہیں۔ شقاوت کو دور کرنے کے لیے اور سعادتِ دائمی حاصل کرنے کے لیے اہل اللہ کی صحبت میں یہ ہوائیں ملتی ہیں جہاں یہ تجلیات نازل ہوتی ہیں۔

(۲۷؍ رمضان المبارک ۱۴۱۸؁ھ مطابق ۲۶؍ جنوری ۱۹۹۹؁ء دوشنبہ بعد فجر چھ بجے خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال ۲ کراچی)

گناہ سے بچنے کا بہترین علاج

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری اصلاح کے لیے دو ایسی آیتیں

---

[۱۴۱] صحیح البخاری: ۹۴۸/۲، (۶۴۴۳)، باب فضل ذکر اللہ تعالٰی، المکتبۃ المظھریۃ

نازل فرمائیں کہ اگر ان کا استحضار ہے تو آدمی کو گناہ کرنے کی ہمت نہ ہوگی، اس استحضار سے اللہ تعالیٰ کی ایسی عظمت وہیبت پیدا ہوجائے گی کہ گناہ کی طاقت تو رہے گی مگر اس طاقت کو استعمال کرنے کی طاقت نہ رہے گی ۔ پہلی آیت ہے وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ[۱۴۲] جہاں کہیں بھی تم ہو اللہ تمہارے ساتھ ہے۔ دنیا میں کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں اللہ تمہارے ساتھ نہ ہو۔ اب ایک اشکال یہ ہوسکتا تھا کہ ساتھ تو ہے لیکن ساتھ رہنے سے دیکھنا تو لازم نہیں آتا جیسے کوئی نابینا آپ کے ساتھ ہو مگر دیکھ نہیں رہا ہے کہ آپ کیا کررہے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت میں اس وہمِ باطل کی اصلاح فرمادی اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى[۱۴۳] کیا انسان نہیں جانتا کہ اللہ ہر وقت اس کو دیکھ رہا ہے۔ جو دوسروں کو آنکھیں عطا کرتا ہے وہ بھلا خود نابینا ہوگا ؎

جو کرتا ہے تو چھپ کے اہلِ جہاں سے
کوئی دیکھتا ہے تجھے آسماں سے

یہ میرا شعر ہے کہ جو لوگ چھپ کے گناہ کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم کو کوئی دیکھتا نہیں ہے وہ جان لیں کہ خدا ان کو دیکھ رہا ہے۔

چناں چہ ہمارے سید الطائفہ شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہر صوفی بلکہ ہر مؤمن کو چاہیے کہ تھوڑی دیر خواہ دو منٹ یا ایک منٹ یہ مراقبہ کرے کہ اللہ ہم کو دیکھ رہا ہے یہ چند منٹ کا مراقبہ چوبیس گھنٹے کام دے گا جیسے گھڑی میں چابی تو آپ آدھے منٹ میں لگادیتے ہیں مگر وہ چلتی ہے چوبیس گھنٹہ ۔ لہٰذا روزانہ چند منٹ آنکھ بند کرکے آپ اتنا سوچ لیں کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے تو یہ خیال چوبیس گھنٹے قائم رہے گا اور جب روزانہ کی مشق سے دل میں جم جائے گا تو پھر گناہ کرنے کی جرأت نہ ہوگی۔ نافرمانی اور گناہ چھوڑنے کا یہ بہترین علاج ہے جو خود اللہ تعالیٰ کا بتایا ہوا ہے۔

۱۴۲؎ الحدید:۴

۱۴۳؎ العلق:۱۴

اس کو سمجھانے کے لیے میں ایک مثال دیا کرتا ہوں کہ جنگل میں اچانک ایک خونخوار شیر سامنے آکر کھڑا ہو جائے اور اسی جنگل میں دنیا میں حُسن میں اوّل نمبر آنے والی لڑکی موجود ہو اور وہ آپ کو دعوت بھی دے رہی ہو کہ ایک نظر مجھے دیکھ لیجیے۔ اس وقت کیا کسی کی ہمت ہو گی کہ اس کو دیکھ لے۔ گناہ کی طاقت تو ہو گی لیکن اس طاقت کو استعمال کرنے کی طاقت نہ ہو گی۔ شیر اللہ تعالیٰ کی ایک ادنیٰ مخلوق ہے جب اس کی ہیبت کا یہ حال ہے تو جس کے دل میں یہ خیال جم جائے کہ خالقِ شیر مجھے دیکھ رہا ہے وہ کیسے گناہ کر سکتا ہے۔

کرشمۂ چشمِ سلطاں شناس

ارشاد فرمایا کہ مولانا رومی مثنوی میں ارشاد فرماتے ہیں کہ سلطان محمود غزنوی کے زمانے میں شہر میں چوریاں زیادہ ہونے لگیں تو چوروں کو پکڑنے کے لیے شاہ نے یہ تدبیر کی کہ شاہی لباس اتار کر چوروں کا سا پھٹا پرانا لباس پہن لیا اور شہر میں گشت کرنے لگے۔ ایک جگہ دیکھا کہ بہت سے چور اکٹھے بیٹھے ہیں۔ بادشاہ بھی وہاں جا کر بیٹھ گیا۔ چوروں نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ بادشاہ نے کہا کہ میں بھی تم ہی جیسا ایک آدمی ہوں۔ چوروں نے سمجھا کہ یہ بھی کوئی چور ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم لوگ ماہرینِ فن ہیں کوئی عام چور نہیں ہیں تم اپنا کوئی ہنر بتاؤ۔ اگر تمہارے اندر کوئی ہنر ہو گا تو تمہیں شریک کریں گے ورنہ نہیں۔ بادشاہ نے کہا کہ آپ لوگ کیوں گھبراتے ہیں، آپ لوگوں میں چوری کی جو صفت، ہنر اور فن ہے میرا ہنر اگر اس سے زیادہ پانا تو مجھے شریک کرنا ورنہ بھگا دینا۔ چوروں نے کہا کہ اچھا اپنا ہنر بتاؤ۔ بادشاہ نے کہا کہ میں بعد میں بتاؤں گا پہلے تم لوگ اپنا ہنر بیان کرو۔ ایک چور نے کہا کہ میرے اندر یہ فن ہے کہ میں اونچی سے اونچی دیوار پھاند کر مکان میں داخل ہو جاتا ہوں چاہے بادشاہ کا قلعہ ہی کیوں نہ ہو۔ دوسرے نے کہا کہ میری ناک میں یہ خاصیت ہے کہ جہاں خزانہ مدفون ہوتا ہے میں مٹی سونگھ کر بتا دیتا ہوں کہ یہاں خزانہ ہے جیسے مجنوں کو خبر نہیں تھی کہ لیلیٰ کی قبر کہاں ہے۔ قبرستان جا کر ہر قبر کو سونگھا، جب لیلیٰ کی قبر کی مٹی سونگھی تو بتا دیا کہ لیلیٰ یہاں ہے۔

ہمچو مجنوں بو کنم ہر خاک را
خاکِ لیلیٰ رابیا بم بے خطا

مولانا فرماتے ہیں کہ جو مولیٰ کے عاشق ہیں وہ بھی مثل مجنوں کے ہر مٹی کو سونگھتے ہیں اور جس خاک میں مولیٰ ہوتا ہے تو وہ سونگھ کر بتادیتے ہیں کہ اس کے قلب میں مولیٰ ہے۔ اللہ کے عاشقین اللہ والوں کے چہرے سے، ان کی آنکھوں سے، ان کی گفتگو سے پتا پاجاتے ہیں کہ یہ دل صاحبِ نسبت ہے۔

تیسرے چور نے کہا کہ میرے بازو میں ایسی طاقت ہے کہ چاہے کتنی ہی موٹی دیوار ہو میں گھر میں گھسنے کے لیے اس میں سوراخ کردیتا ہوں۔ چوتھے نے کہا کہ میں ماہرِ حساب ہوں، پی ایچ ڈی میتھمیٹکس (Mathametics) ہوں کتنا ہی بڑا خزانہ ہو چند سیکنڈ میں حساب لگا کر تقسیم کردیتا ہوں۔ پانچویں نے کہا کہ میرے کانوں میں ایسی خاصیت ہے کہ میں کتّے کی آواز سن کر بتادیتا ہوں کہ کتّا کیا کہہ رہا ہے۔ چھٹے نے کہا کہ میری آنکھوں میں یہ خاصیت ہے کہ جس کو اندھیری رات میں دیکھ لیتا ہوں دن میں اس کو پہچان لیتا ہوں۔ اب سب چوروں نے بادشاہ سے پوچھا کہ اے چور بھائی! تمہارے اندر کیا خاص بات ہے؟ شاہ محمود نے کہا کہ بھئی! میری داڑھی میں ایک خاصیت ہے کہ ؎

مجرماں را چوں بہ جلّاداں دہند
چوں بجنبد ریشِ من ایشاں رہند

جب مجرمین کو پھانسی کے لیے جلّادوں کے حوالہ کردیا جاتا ہے اس وقت اگر میری داڑھی ہل جاتی ہے تو مجرمین پھانسی کے پھندے سے چھوٹ جاتے ہیں۔ یہ سن کر چور مارے خوشی کے کہنے لگے کہ ؎

قوم گفتندش کہ قطب ماتوئی
روز محنت ہا خلاصِ ما توئی

آپ تو چوروں کے قطب ہیں۔ جب ہم کسی مصیبت میں پھنسیں گے تو آپ ہی کے ذریعے ہم کو خلاصی ملے گی۔ لہٰذا فیصلہ ہوا کہ آج بادشاہ کے یہاں چوری کی جائے کیوں

کہ آج سب اراکین نہایت پاور فل ہیں اور مصیبت سے چھڑانے والا داڑھی والا بھی ساتھ ہے لہٰذا سب بادشاہ کے محل کی طرف چل پڑے۔ راستے میں کتّا بھونکا تو کتے کی آواز پہچاننے والے نے کہا کہ کتّا کہہ رہا ہے کہ بادشاہ تمہارے ساتھ ہے۔ لیکن چور پھر بھی چوری کے ارادے سے کیوں باز نہ آئے ؟ بوجہ لالچ اور طمع کے کیوں کہ لالچ آنکھوں پر پردہ ڈال دیتا ہے، اور عقل وہوش کو اڑا دیتا ہے جس سے ہنر پوشیدہ ہوجاتا ہے، مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

صد حجاب از دل بسوئے دیدہ شد
چوں غرض آمد ہنر پوشیدہ شد

ہر گناہ اسی طرح ہوتا ہے کہ شہوت اور لالچ آنکھوں پر پردہ ڈال دیتا ہے پھر برے بھلے کی تمیز نہیں رہتی۔ جانتا ہے کہ یہ آنکھوں کا زنا ہے لیکن مغلوب ہو کر گناہ کرتا ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اسبابِ گناہ سے دوری کا حکم فرمایا تاکہ لالچ پیدا نہ ہو۔

لہٰذا بادشاہ کے یہاں چوری ہوئی۔ چوروں نے خزانہ لوٹ لیا اور جنگل میں بیٹھ کر ماہرِ حساب نے سب کا حصہ لگا کر چند منٹ میں تقسیم کر دیا۔ بادشاہ نے کہا: سب لوگ اپنا اپنا پتا لکھوا دیں تاکہ آیندہ جب چوری کرنا ہو تو ہم لوگ آسانی سے جمع ہو جائیں اس طرح بادشاہ نے سب کا پتا نوٹ کر لیا۔

اگلے دن بادشاہ نے عدالت لگائی اور پولیس والوں کو حکم دیا کہ سب کو پکڑ لاؤ۔ جب سب چور ہتھکڑیاں ڈال کر حاضر کیے گئے تو بادشاہ نے سب کو پھانسی کا حکم دے دیا اور کہا کہ اس مقدمے میں کسی گواہ کی ضرورت نہیں کیوں کہ سلطان خود وہاں موجود تھا۔ اسی طرح قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو کسی گواہی کی ضرورت نہیں کیوں کہ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ جب تم بدکاریاں کر رہے تھے تو میں تو تمہارے ساتھ موجود تھا لہٰذا اللہ تعالیٰ کو کسی گواہ کی حاجت نہیں۔ پھر قیامت کے دن جو اعضا کی گواہی، زمین کی گواہی، فرشتوں کی گواہی اور صحیفۂ اعمال کی گواہی پیش کی جائے گی وہ بندوں پر حجت تام کرنے کے لیے ہوگی۔

جب چھ کے چھ چور پھانسی کے تختے پر کھڑے ہوگئے تو وہ چور جس نے بادشاہ کو دیکھا تھا اس نے پہچان لیا کہ یہ وہی بادشاہ ہے جو رات کو ہمارے ساتھ تھا۔ وہ تختہ دار سے چلّایا کہ حضور! کچھ دیر کو ہماری جانوں کو امان دی جائے، میں آپ سے تنہائی میں کچھ بات کرنا چاہتا ہوں۔ بادشاہ نے کہا: ٹھیک ہے تھوڑی دیر کے لیے پھانسی کو موقوف کر دو اور اس کو میرے پاس بھیج دو۔ چور نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ ؎

ہر یکے خاصیتے خود را نمود

اے بادشاہ! ہم میں سے ہر ایک نے اپنا اپنا ہنر دکھا دیا لیکن ؎

ایں ہنر ہا جملہ بد بختی فزود

ہمارے سب کے سب ہُنر جن پر ہم کو ناز تھا انہوں نے ہماری بد بختی کو اور بڑھا دیا کہ آج ہم تختہ دار پر ہیں اے بادشاہ! میں نے آپ کو پہچان لیا ہے۔ آپ نے وعدہ فرمایا تھا کہ جب مجرموں کو تختۂ دار پر چڑھا دیا جاتا ہے اس وقت غایتِ کرم سے اگر میری داڑھی ہل جاتی ہے تو مجرمین پھانسی سے نجات پا جاتے ہیں لہٰذا اپنے ہنر کا ظہور فرمایئے تاکہ ہماری جان خلاصی پا جائے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ سلطان محمود نے کہا کہ تمہارے کمالاتِ ہنر نے تو تمہاری گردنوں کو مبتلا قہر کر دیا تھا لیکن یہ شخص جو سلطان کا عارف تھا اس کی چشمِ سلطاں شناس کے صدقے میں، میں تم سب کو رہا کرتا ہوں۔

اس قصے کو بیان فرما کر مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دنیا میں ہر شخص اپنے ہنر پر ناز کر رہا ہے، بڑے بڑے اہلِ ہنر اپنی بد مستیوں میں مست اور خدا سے غافل ہیں لیکن قیامت کے دن ان کے یہ ہنر کچھ کام نہ آئیں گے اور ان کو مبتلائے قہر وعذاب کر دیں گے لیکن ؎

جز مگر خاصیتِ آں خوش حواس

کہ بشب بود چشمِ او سلطاں شناس

جن لوگوں نے اس دنیا کے اندھیرے میں اللہ کو پہچان لیا، نگاہِ معرفت پیدا کر لی قیامت کے دن یہ خود بھی نجات پائیں گے اور ان کی سفارش گناہ گاروں کے حق میں قبول کی

جائے گی۔ تفسیر روح المعانی میں ہے کہ تین قسم کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ شفاعت کا حق دیں گے: نمبر (۱) پیغمبروں کو (۲) شہیدوں کو (۳) عالم با عمل کو۔

دنیا کے اندھیرے میں اگر اللہ کو پہچاننے کا ہنر سیکھ لیا تو پھر دوسرے ہنر سیکھنا کچھ مضر نہیں کیوں کہ پھر کوئی ہنر آپ کو اللہ سے غافل نہیں کر سکتا۔ ڈاکٹر اور انجینئر بننا منع نہیں ہے بشرطیکہ آپ اللہ سے غافل نہ ہوں جیسے کہ اس حکایت سے معلوم ہوا کہ چشمِ سلطاں شناس ہی کام آئی باقی ہنر تختۂ دار پر لے گئے لہٰذا اللہ سے ہم لوگ وہ آنکھیں مانگ لیں جو اس دنیا کے اندھیرے میں اللہ کو پہچاننے والی ہوں قیامت کے دن یہی باعثِ نجات ہوں گی۔ اور اللہ کو کس طرح پہچانو گے؟ اس کا طریقہ خود اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اَلرَّحۡمٰنُ فَسۡـَٔلۡ بِهٖ خَبِيۡرًا[۱۴۴] رحمٰن کو پہچاننے کے لیے ان بندوں کے پاس جاؤ جو باخبر ہیں۔ خَبِيۡرًا کی تفسیر کی گئی ہے اَلْمُرَادُ بِالْخَبِيْرِ اَلْعَارِفُوْنَ۔ خَبِيۡرًا سے مراد عارفین ہیں، یعنی باخبر لوگ وہ ہیں جو اللہ کو پہچاننے والے ہیں۔ ان کی صحبت کی برکت سے ہی اللہ کی معرفت نصیب ہوگی۔ ہمارے پردادا پیر حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے غلافِ کعبہ پکڑ کر یہ دعا مانگی تھی ؂

تو کر بے خبر ساری خبروں سے مجھ کو
الٰہی رہوں اک خبردار تیرا

کوئی تجھ سے کچھ کوئی کچھ مانگتا ہے
الٰہی میں تجھ سے طلب گار تیرا

اے اللہ! کعبہ میں تجھ سے کوئی فیکٹری مانگ رہا ہے، کوئی بادشاہت مانگ رہا ہے، کوئی وزارت مانگ رہا ہے مگر اے اللہ! امداد اللہ آپ سے آپ کو مانگ رہا ہے۔ مبارک ہیں وہ بندے جو اللہ سے اللہ کو مانگ رہے ہیں۔ ہم دنیا مانگنے سے منع نہیں کرتے لیکن اللہ کا سب سے پیارا بندہ وہ ہے جو کہتا ہے کہ اے اللہ! اگر آپ نہ ملے تو سب بے کار ہے۔

---

[۱۴۴] الفرقان:۵۹

(۲۹؍ رمضان المبارک ۱۴۱۸؁ھ مطابق ۲۸؍ جنوری ۱۹۹۹؁ء بعد نمازِ فجر خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی)

گناہوں کی دھوپ اور نیکیوں کا سایہ

ارشاد فرمایا کہ دھوپ اور سائے میں ایک ہی وقت میں بیٹھنے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے بہشتی زیور میں یہ حدیث ہے۔ اس سے ایک مضمون دل میں آیا کہ گناہ میں مبتلا ہونا دھوپ میں آنا ہے اور گناہ سے بچنا، تقویٰ سے رہنا سایۂ رحمت میں رہنا ہے۔ تو دھوپ اور سائے میں اکٹھے مت رہو گناہ بالکل چھوڑ دو اور بالکل نیک بن جاؤ۔ نیکیوں کے ساتھ گناہوں کو جمع مت کرو کیوں کہ نیکیوں سے رحمت کا ٹرک آگیا اور گناہوں سے غضب کا ٹرک آگیا۔ دونوں ایک دوسرے کو راستہ نہیں دے رہے ہیں تو تمہارا کام کیسے بنے گا لہٰذا پورے نیک بن جاؤ تاکہ ہر وقت سایۂ رحمت میں رہو۔ تھوڑا سا گناہوں کی دھوپ میں رہنا اور تھوڑا سا نیکیوں کے سائے میں رہنا ضرر سے خالی نہیں۔ محبوب کو تھوڑا سا خوش کرنا اور تھوڑا سا ناراض کرنا یہ تو محبت کا حق نہیں ہے۔ محبت کا حق یہ ہے کہ محبوب کو کبھی ناراض نہ کیا جائے۔ اگر ہم اپنے اوپر غم اُٹھالیں لیکن اللہ تعالیٰ کو ناخوش نہ کریں تو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی خوشی پائیں گے جس کی مثال عالم میں کہیں نہیں ملے گی۔ بادشاہوں کو اس خوشی کا ذائقہ نہیں ملا جو اپنے مالک کو خوش کرنے سے اللہ والوں کے دل کو اللہ نے عطا فرمایا۔ اور یہ بھی ان کا کرم ہے کہ اپنی خوشی پر بندوں کی خوشی کو مقدم فرماتے ہیں اِرْجِعِیْۤ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً اے نفس! لوٹ آ اپنے رب کے پاس تو مجھ سے خوش میں تجھ سے خوش۔ اور بندوں کی خوشی کو مقدم کرنے میں بھی رحمت کی ایک جھلک ہے جس کو میں ایک مثال سے سمجھاتا ہوں جیسے ابّا اپنے بچے کو لڈو دیتا ہے تو کہتا ہے: لے لڈّو خوش ہو جا، خوشی منا اور میں بھی تجھ سے خوش ہوں۔ تو ہماری خوشی کو مقدم کر کے اللہ تعالیٰ نے اپنی شفقت کی جھلک دکھائی ہے اور ہماری خوشی کو اس لیے بھی مقدم کیا کہ وہ ہماری طرف سے خوشیوں سے بے نیاز ہیں، اور اس پر اللہ تعالیٰ نے مجھے دعا کا ایک مضمون عطا فرمایا جس پر میرے بعض

احباب کو وجد آگیا کہ اے اللہ! ہم سے تو تقویٰ کا، آپ سے محبت ووفاداری کا حق ادا نہ ہو سکا ہم اپنی نالائقیوں سے اپنی بشری کمزوریوں سے آپ کو خوش نہیں کر سکے لیکن آپ اپنی رحمت سے ہمیں خوش کر دیجیے کہ ہم بندے ہیں، آپ تو اللہ ہیں، مالک ہیں، بہت بڑے مالک ہیں، آپ ہماری خوشیوں سے بے نیاز ہیں، ہماری طرف سے خوشی حاصل کرنے کی آپ کو کوئی ضرورت نہیں کیوں کہ آپ صمد ہیں اور صمد کی تفسیر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اَلْمُسْتَغْنِیْ عَنْ کُلِّ اَحَدٍ وَالْمُحْتَاجُ اِلَیْہِ کُلُّ اَحَدٍ[۱۴۵] جو سارے عالم سے بے نیاز اور سارا عالم جس کا محتاج ہو۔ پس آپ ہماری طرف کی خوشیوں سے بے نیاز ہیں اور ہم آپ کی طرف سے خوشیوں کے محتاج ہیں۔ ہم تو اتنے کمزور ہیں کہ اگر کوئی شدید غم آجائے تو ہمارا ہارٹ فیل ہو جائے۔ پس اے اللہ! ہماری نالائقیوں کو نہ دیکھیے، اپنی رحمت سے ہمیں خوش کر دیجیے۔

(شب ۲ر شوال المکرم ۱۴۱۸ھ مطابق ۳۰ر جنوری ۱۹۹۹ء جمعہ بعد عشاء نو بجے شب در حجرۂ حضرتِ والا خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی)

بیداری کی مناسبت معتبر ہے خواب کی نہیں

ارشاد فرمایا کہ اگر خواب میں دیکھے کہ میں فلاں شخص سے بیعت ہو رہا ہوں تو یہ غیبی تائید تو ہو سکتی ہے لیکن خواب کو بنیاد نہیں بنانا چاہیے۔ خواب کو بنیاد بنانا بنیادی غلطی ہے۔ بیداری میں دیکھو کہ اس شیخ سے مناسبت ہے یا نہیں۔ بیداری میں اگر مناسبت ہے تو نفع ہو گا اور اگر بیداری میں مناسبت نہیں تو محض خواب کی بنیاد پر تعلق قائم نہیں کرنا چاہیے۔ حکیم الاُمت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خوابوں کی بنیاد پر بیعت ہونا ریت پر مکان بنانا ہے۔ اس کی دو مثالیں اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائیں: ۱) اگر کوئی خواب میں دیکھے کہ فلاں لڑکی سے اس کی شادی ہو رہی ہے اور لڑکی نہایت حسین ہے لیکن بیداری میں جب اس کو دیکھا تو وہ نہایت بد صورت، چیچک رو اور بد ہیئت نظر آئی تو

---

[۱۴۵] روح المعانی: ۳۰/۲۷۴، الاخلاص (۲)، دار احیاء التراث، بیروت

کیا یہ شخص خواب کی وجہ سے اس سے شادی کرے گا؟ اور دوسری مثال یہ ہے کہ خواب میں دیکھے کہ محمد علی کلے کا خون اس کے چڑھایا جارہا ہے لیکن بیداری میں خون کا گروپ اس کے خون سے نہیں ملتا اور ڈاکٹر کہتے ہیں کہ اگر محمد علی کلے کا خون تم نے چڑھوالیا تو سخت نقصان پہنچے گا بلکہ ہلاکت کا خطرہ ہے تو کیا یہ شخص محض خواب دیکھنے کی وجہ سے محمد علی کلے کا خون چڑھوائے گا؟ لہٰذا بیداری کی مناسبت کا اعتبار ہے خواب کا اعتبار نہیں۔ اگر خواب دیکھنے کے باوجود بیداری میں کسی شیخ سے مناسبت محسوس نہیں ہوتی تو اس سے ہرگز نفع نہیں ہوگا۔ لہٰذا شہرت نہ دیکھو مناسبت دیکھو۔ نفع کا مدار مناسبت پر ہے۔ مناسبت نہ ہو تو عمر بھر اگر ساتھ رہوگے تو کچھ حاصل نہ ہوگا۔ میرا شعر ہے ؎

آنکھ سے آنکھ ملی دل سے مگر دل نہ ملا
عمر بھر ناؤ پہ بیٹھے مگر ساحل نہ ملا

میں جس دن حضرت شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہونے جارہا تھا تو اسی رات کو خواب دیکھا کہ میں حکیم الاُمت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک دوسرے خلیفہ سے بیعت ہورہا ہوں لیکن چوں کہ حضرت حکیم الامت کے ارشاد فرمودہ اصول سامنے تھے اس لیے خواب کی وجہ سے مجھے وسوسہ بھی نہیں آیا کہ میں ان سے بیعت ہو جاؤں کیوں کہ بیداری میں مجھے ان سے مناسبت نہیں تھی۔ جس کو دیکھ کر اس کی محبت معلوم ہو، اس کے حرکات و سکنات اچھے معلوم ہوں، اس کی صحبت سے اللہ کی محبت میں اضافہ ہو تا جائے یہ علامات ہیں روحانی مناسبت کی، اور مناسبت کا تو ایک ہی نظر میں اندازہ ہو جاتا ہے۔ مولانا رومی نے ایک ہی نظر حضرت شمس الدین تبریزی کو دیکھا اور دیکھتے ہی گھائل ہو گئے، مائل ہو گئے، قائل ہو گئے۔

صحبت کی اہمیت کی ایک عجیب دلیل

ارشاد فرمایا کہ اگر ایک کروڑ امام ابو حنیفہ اور ایک کروڑ امام بخاری اور ایک کروڑ امام ابنِ حجر عسقلانی جیسے حافظ الحدیث محدثین جنہیں ایک ایک لاکھ احادیث مع اسناد کے یاد تھیں، بیٹھے ہوں اور وہیں اونٹ چرانے والا ایک ادنیٰ صحابی بیٹھا ہو

جسے صرف ایک نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نصیب ہوئی ہو تو یہ ائمۂ حدیث اور ائمۂ فقہ اس صحابی کی خاکِ پا کے برابر نہیں ہوسکتے کیوں کہ صحابی کو صحبتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاصل ہے۔ جس سے یہ ائمہ محروم ہیں۔ اگر صحبت اہم نہ ہوتی تو کتاب اللہ کی تلاوت سے اور کلامِ رسول اللہ کے مطالعے سے ہر مؤمن صحابی ہو جاتا، کتاب اللہ اور حدیثِ رسول اللہ تو آج بھی موجود ہے لیکن کیا آج کوئی صحابی ہو سکتا ہے؟ اگر صحبت کوئی چیز نہیں تو کتاب اللہ کی تلاوت سے کوئی صحابی بن کر دکھائے۔ معلوم ہوا کہ کتاب اللہ اور حدیثِ رسول اللہ سے صحابی نہیں ہوتا۔ نگاہِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابی ہوتا ہے۔ نگاہِ نبوت صحابہ ساز ہوتی ہے۔ ایک کروڑ پاور کا بلب جس نے دیکھ لیا اس کا نور دیکھنے والے کے ذرہ ذرہ میں سما جائے گا۔ جس نے ایک کروڑ پاور کا وہ بلب نہیں دیکھا اس کو وہ نور کیسے حاصل ہو سکتا ہے۔ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم جیسا قوی النور اب قیامت تک کوئی نہیں پیدا ہوگا اس لیے اب قیامت تک کوئی صحابی نہیں ہو سکتا۔

دنیوی حُسن سے عاشقانِ حق کے استغنا کی وجہ مع تمثیل

ارشاد فرمایا کہ ہماری زمین کو اللہ تعالیٰ نے ایک چاند عطا فرمایا جس سے اوقاتِ ماہ و سال کا علم ہوتا ہے۔ سائنس دان کہتے ہیں کہ بعض سیاروں کو دو چاند اور بعض کو چار چار چاند اللہ نے دیے ہیں۔ ایک سیارہ عطارد ہے اس میں ایک چاند بھی نہیں کیوں کہ وہ سورج سے اتنا قریب ہے کہ ہر وقت سورج کے نور سے روشن رہتا ہے۔ اسی پر میں کہتا ہوں کہ جو بندے اللہ سے قریب ہوگئے، صاحبِ نسبت ہوگئے جو چوبیس گھنٹے اللہ کے نور میں ہیں ان کو چاندوں کی ضرورت نہیں۔ ان کے قلب میں اتنا قوی نور ہوتا ہے کہ وہ حُسن کے چاندوں سے مستغنی ہو جاتے ہیں۔

عظمتِ شانِ حق کا ایک ادنیٰ مظہر

ارشاد فرمایا کہ میرے ایک سائنس دان دوست نے بتایا کہ آسمان پر جو کہکشاں نظر آتی ہے یہ اربوں کی تعداد میں سورج ہیں جو ہمارے اس سورج سے ہزاروں گنا زیادہ بڑے اور زیادہ گرم اور روشن ہیں لیکن فاصلہ اتنا ہے کہ یہ چمکتے

ہوئے ذرّات سے نظر آرہے ہیں۔ ساڑھے نو کروڑ میل پر تو اس دنیا کا سورج ہے جو اتنا بڑا نظر آتا ہے تو اندازہ لگائیے کہ کہکشاں کے سورج کتنے فاصلے پر ہوں گے جو چھوٹے چھوٹے تارے سے نظر آرہے ہیں اور ان کے علاوہ بے شمار سیارے فضا میں تیر رہے ہیں اس سے اللہ تعالیٰ کی عظمت کا اندازہ لگاؤ کہ وہ خلاّقِ عظیم کیسی عظمت اور کیسی شان والا ہے، کتنی بڑی کائنات اس نے پیدا کی ہے لہٰذا جب سجدہ کرو تو ذرا سوچو کہ کتنے بڑے مالک کے سامنے میرا سر ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک دعا کی تشریح

ارشاد فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی تحنیک کی یعنی جب یہ پیدا ہوئے تو آپ نے کھجور چبا کر ان کو چٹائی اور پھر یہ دعا دی کہ اَللّٰھُمَّ فَقِّھْهُ فِی الدِّیْنِ وَحَبِّبْهُ اِلَی النَّاسِ[۱۴۶] اے اللہ! اس کو دین کا فقیہ بنا اور لوگوں میں اس کو محبوب کر دے۔ دعا کے ان دونوں جملوں میں کیا ربط ہے یہ اللہ تعالیٰ نے میرے قلب کو عطا فرمایا کہ اگر کوئی فقیہ ہو، دین کا علم رکھتا ہو لیکن لوگوں میں محبوب نہ ہو تو کوئی اس سے دین نہیں سیکھے گا۔ اگر لوگوں میں تو محبوب ہے لیکن فقیہ نہیں، علمِ دین نہیں رکھتا تو بدعت پھیلائے گا کیوں کہ علم نہ ہونے سے الٹے سیدھے مسائل بتائے گا اور محبوب ہونے کی وجہ سے لوگ اس کو قبول کریں گے اور اس طرح بدعت پھیل جائے گی۔ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ دعا کیسی جامع ہے۔ لہٰذا ہم لوگ اپنے لیے بھی اس کو مانگا کریں کہ اَللّٰھُمَّ فَقِّھْنَا فِی الدِّیْنِ وَحَبِّبْنَا اِلَی النَّاسِ۔

(شب ۳؍ شوال المکرم ۱۴۱۸ھ مطابق ۳۱؍ جنوری ۱۹۹۹ء بروز ہفتہ بعد عشاء ۹ بجے در حجرہ حضرتِ والا دامت برکاتہم گلشن اقبال نمبر ۲ کراچی)

اہلِ سایۂ عرش کا حساب نہیں ہوگا

ارشاد فرمایا کہ حدیثِ پاک میں ہے کہ سات قسم کے لوگ ایسے

---

[۱۴۶] شعب الایمان للبیہقی: باب فی فضل العقل، مکتبۃ الرشد

ہوں گے جن کو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز عرش کا سایہ عطا فرمائیں گے جس دن سایۂ عرش کے علاوہ کوئی اور سایہ نہیں ہو گا۔ سوال یہ ہوتا ہے کہ کیا اُن لوگوں کا بھی حساب ہو گا ؟ جواب یہ ہے کہ سایہ عرش عطا ہونا بہت بڑا اکرام اور بہت بڑا اعزاز ہے۔ یہ اعزاز عطا ہونا خود دلیل ہے کہ اُن سے حساب نہیں لیا جائے گا۔ حساب اُن سے لیا جائے گا جن کو یہ سایہ نصیب نہیں ہو گا۔ جہاں سایہ ہے وہاں حساب نہیں اور جہاں حساب ہے وہاں سایہ نہیں۔

(۲۳؍شوال المکرم ۱۴۱۸؁ھ مطابق یکم فروری ۱۹۹۹؁ء اتوار بعد فجر چھ بج کر ۴۵ منٹ خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی)

دنیا میں بھی سایۂ رحمتِ حق

ارشاد فرمایا کہ جن کو قیامت کے دن سایۂ عرشِ الٰہی مقدر ہے، جن کی قسمت میں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن عرشِ الٰہی کا سایہ لکھے گا ان کو دنیا میں بھی اپنی رحمت کا سایہ عطا کرے گا۔ جس بیٹے سے ابا خوش ہوتا ہے وہ اگر مال دار ہے تو پردیس میں بھی اس کو اچھا خرچہ بھیجتا ہے، اچھا کھانا، اچھے کپڑے اور اچھے مکان کا انتظام کرتا ہے تاکہ میرا بیٹا آرام سے رہے۔ رب تعالیٰ شانہٗ جس بندے سے خوش ہو جاتے ہیں اس کو دنیا کے پردیس میں بھی آرام سے رکھتے ہیں اور چٹائیوں اور بوریوں پر لطفِ سلطنت عطا فرماتے ہیں۔

خدا کی یاد میں بیٹھے جو سب سے بے غرض ہو کر
تو اپنا بوریا بھی پھر ہمیں تختِ سلیماں تھا

اور اس کے دل میں ہر وقت ایک غیر فانی بہار رہتی ہے۔ میرا ایک شعر سنیے۔

زندگی پُر بہار ہوتی ہے
جب خدا پر نثار ہوتی ہے

کیوں ؟ جب زندگی کا مالک خوش ہو گا تو زندگی پر زندگی برسادے گا اور جب زندگی کا خالق ناراض ہوتا ہے تو ایسی زندگی پر موت برساتا ہے۔ ایسا شخص اسبابِ راحت میں،

پھولوں میں اور بہاروں میں، ڈالروں اور پونڈوں میں پوں پوں چلّاتا رہتا ہے، مصائب میں گھرا رہتا ہے۔ بال بچوں کی بغاوت، بیوی کی نافرمانی، ہر کام میں پریشانی غرض ہر طرف بلاؤں کا ہجوم ہوتا ہے۔ جس سے خدا ناراض ہوتا ہے ؎

نگاہِ اقربا بدلی مزاجِ دوستاں بدلا
نظر اک ان کی کیا بدلی کہ سارا ہی جہاں بدلا

جسم کو تابعِ فرمانِ الٰہی کرنے والا بھی سلطانِ عادل ہے

ارشاد فرمایا کہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن عرش کا سایہ عطا فرمائیں گے ان میں پہلا شخص ہے امامِ عادل۔ جس کی ایک شرح اللہ تعالیٰ نے میرے قلب کو عطا فرمائی جو آپ کتابوں میں نہیں پائیں گے اور وہ یہ کہ ہر مؤمن اپنے جسم کی مملکت کا بادشاہ ہے اور جسم میں مختلف صوبے ہیں، آنکھ کا صوبہ الگ ہے، ناک کا صوبہ الگ ہے، کان کا صوبہ الگ ہے، ہاتھ پیر کے صوبے الگ ہیں۔ جو شخص اپنے دل میں اللہ والوں کی صحبت سے اتنا قوی ایمان حاصل کرلے کہ اس کے قلب کی حکومت اس کے جسم کے سارے صوبوں پر ہو اور جسم کے کسی صوبے میں اللہ کی مرضی کے خلاف بغاوت نہ ہونے دے، ایک نافرمانی نہ کرنے دے، آنکھ کو کنٹرول میں رکھے، کسی نامحرم کو، کسی کی بہو بیٹی کو نہ دیکھنے دے، کانوں کو گانا اور غیبت نہ سننے دے، زبان کو حرام بوسے غیبت اور حرام بریانی سے محفوظ رکھے اور اگر کبھی غلطی ہوجائے تو رو رو کر اپنے مالکِ حقیقی کو راضی کرلے اور اپنے جسم کی مملکت میں شریعت کے مطابق عدل قائم کردے تو یہ بھی اپنے جسم کی دو گز کی مملکت کا امامِ عادل ہے۔ اس کو بھی ان شاء اللہ عرش کا سایہ نصیب ہوگا۔

جو لیڈرانِ قوم کہتے ہیں کہ ہم ملک میں اسلامی نظام لائیں گے اور ان کے دو گز کے جسم پر اسلام نظر نہیں آتا تو ان سے کیا امید رکھی جائے کہ جس دو گز زمین پر تمہیں اس وقت حکومت حاصل ہے اس میں تو تم نے اسلام نافذ نہیں کیا تو ملک میں تم کیا نافذ کروگے۔ جو سلطنت تمہیں ملی ہوئی ہے تمہارے جسم پر، تمہاری آنکھوں پر، تمہارے گالوں پر، تمہارے بالوں پر، تمہارے گھر کے اندر اسلام نہیں ہے ایسے لوگ

اگر لیڈر بن کر اسٹیج پر کہیں کہ ہم ملک میں اسلام لائیں گے تو بھلا ان سے کیا توقع کی جاسکتی ہے۔ ملک کی زمین پر اسلام وہی نافذ کر سکتا ہے جو پہلے اپنے جسم کی زمین پر اسلام کی حکومت قائم کر دے۔

جوانی کے قائم ودائم رکھنے کا طریقہ

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قرآنِ پاک میں ارشاد فرماتے ہیں کہ مَا عِنۡدَکُمۡ یَنۡفَدُ تمہارے پاس جتنی نعمتیں ہیں اگر تم نے اپنے عیش میں استعمال کیا اور ان کو خدا پر فدا نہیں کیا یعنی خدا کی مرضی کے مطابق ان کو استعمال نہیں کیا تو وہ سب فنا ہو جائیں گی وَمَا عِنۡدَ اللہِ بَاقٍ[۱۴۷] اور جو کچھ تم نے اللہ پر فدا کیا، جو میرے پاس بھیج دیا تو کیوں کہ میں ہمیشہ رہنے والا ہوں تو تمہارا فنا ہونے والا مال بھی ہمیشہ رہے گا، جو کچھ میرے پاس بھیج دو گے ہمیشہ کے لیے باقی ہو جائے گا۔ اگر تم نے اپنی جوانی مجھ پر فدا کی ہے تو میں تمہاری جوانی بھی ہمیشہ قائم رکھوں گا۔ وہ ایسے باقی ہیں کہ ان کے خزانے میں جو چیز پہنچ جائے وہ ہمیشہ کے لیے باقی ہو جاتی ہے۔ لہٰذا جو چاہے کہ اس کی جوانی قائم ودائم رہے وہ جوانی کو اللہ پر فدا کر دے یعنی حرام لذتوں میں، حرام نظروں میں، حرام بوسوں میں ضایع نہ کرے، تمام آرزوؤں کا خون کر دے تو سمجھ لو اس نے اپنی جوانی اللہ پر فدا کر دی۔ اس کی جوانی، اس کے دل کی بہار ہمیشہ قائم رہے گی وہاں خزاں ہے ہی نہیں۔ اس کے بال سفید ہوں گے لیکن اس کے دل کی مستی وجولانی کے عالم کا کیا عالم ہو گا سارا عالم اس کے ادراک سے قاصر ہو گا۔ اس عالم کو صرف اس کا دل ہی محسوس کرے گا۔ اہل اللہ کی اسی شان کو میں نے ان اشعار میں بیان کیا ہے ؎

عناصر مضمحل پیری سے اہل اللہ کے بھی ہیں
مگر چہرے سے ان کے پھر بھی تابانی نہیں جاتی
اُٹھا جاتا نہیں ہے بے سہارے پھر بھی یہ کیا ہے
کہ ان کے قلب سے مستی و جولانی نہیں جاتی

---

[۱۴۷] النحل: ۹۶

کہوں میں کس طرح سے شان ان اللہ والوں کی
لباسِ فقر میں بھی شانِ سلطانی نہیں جاتی

لہٰذا دردِ دل سے کہتا ہوں کہ اے جوانو! جن پر جوانی چڑھ رہی ہے، جن کی جوانی کا آغاز ہو رہا ہے اپنی جوانیوں کو اللہ پر فدا کر دو، اور اختر جو آپ سے خطاب کر رہا ہے یہ اٹھارہ سال کی عمر میں شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت ہوا تھا اور حضرت سے پہلی ہی ملاقات میں چالیس دن حضرت کے در پر رہ پڑا اور پھر سولہ سال دن رات حضرت کی خدمت کی توفیق اللہ نے عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ جوانی دینے کا مزہ معلوم ہے اس لیے جوانوں سے کہتا ہوں کہ جو تم کو اللہ کے نام پر جوانی فدا کرنے کی ترغیب دے رہا ہے یہ بھی اللہ کے کرم سے جوانی اللہ کو دے چکا ہے۔ یہ نہ سوچنا کہ یہ بڈھا ہمیں پھنسا رہا ہے۔ یہ بڈھا جوانی اللہ کے نام پر فدا کر کے اور اس کا مزہ لوٹ کر اب بتا رہا ہے کہ جو جوان اللہ پر فدا ہوتا ہے اس کی جوانی کائنات میں بے مثل ہے کیوں کہ وہ اللہ کی بے مثل ذات پر فدا ہوا ہے، اور ٹیڈیوں پر مرنے والوں کو کچھ حاصل نہیں۔ ان کو کفِ افسوس ہی ملتے ہوئے پایا کیوں کہ ؎

جن کا نقشہ تھا کل جوانی کا
ہے لقب آج نانا نانی کا

کیسا دیکھا تھا ہوگئے کیسے
کیا بھروسہ ہے اس جوانی کا

کمر جھک کے مثل کمانی ہوئی
کوئی نانا ہوا کوئی نانی ہوئی

ان کے بالوں پہ غالب سفیدی ہوئی
کوئی دادا ہوا کوئی دادی ہوئی

مکان کی محبت مکین سے محبتِ اشد کی دلیل ہے

ارشاد فرمایا کہ جن لوگوں کو سایۂ عرش عطا ہوگا ان میں سے ایک رَجُلٌ قَلْبُہٗ مُعَلَّقٌ بِالْمَسَاجِدِ[۱۴۸] وہ جس کا دل مسجد میں لٹکا رہے۔ نماز پڑھ کر آگیا اور مارکیٹ میں دوکان کے اندر بیٹھا ہے اور دل لگا ہوا ہے کہ کب دوسری اذان ہو اور اللہ کے گھر چلوں۔ اس کی شرح اللہ والوں نے یہ کی ہے کہ جس کا دل مسجد میں لٹکا ہوا ہے یعنی جس کو اللہ کے گھر سے اتنا پیار ہے تو اس کو خود اللہ سے کتنا پیار ہوگا۔ ایک تاجر نے کہا: یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم دوکان میں ہوں اور دل مسجد میں ہو تو حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ ایسے ہی ممکن ہے جیسے اس وقت ہے کہ تم مسجد میں ہوتے ہو اور دل دوکان میں ہوتا ہے۔ ابھی دوکان اور تجارت کی محبت غالب ہے تو جسم مسجد میں ہوتا ہے اور دل دوکان میں لٹکا رہتا ہے، جب اللہ کی محبت غالب ہو جائے گی تو جسم دوکان میں ہوگا اور دل مسجد میں ہوگا۔ جس کی محبت غالب ہو جاتی ہے پھر اسی کی یاد غالب ہو جاتی ہے۔ پھر دل میں بھی اللہ کا دھیان رہے گا اور زبان سے بھی بات بات میں اللہ کا نام لوگے۔ تاجر کو مال بھیجنا ہے تو کہوگے کہ ان شاء اللہ کل بھیج دوں گا، کوئی خوشی آئی تو کہوگے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اے اللہ! آپ کا احسان ہے شکر ہے، کبھی سبحان اللہ کبھی ماشاء اللہ بات بات میں ان کا نام لوگے کیوں کہ۔

ان سے ملنے کو بہانہ چاہیے

اور نماز کے لیے پانچ وقت اللہ تعالیٰ کا مسجد میں بلانا یہ بھی اللہ کی رحمت ہے۔ کسی کی ماں کہے: بیٹا! مجھے دن میں پانچ بار اپنا چہرہ دکھا جایا کرو۔ تو بیٹا کہتا ہے کہ میری ماں مجھ سے بہت پیار کرتی ہے تو کیا یہ اللہ تعالیٰ کا پیار نہیں ہے کہ پانچوں وقت ہمیں بلاتے ہیں اور حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃْ سے اعلان کراتے ہیں جس کا عاشقانہ ترجمہ یہ کرتا ہوں کہ اے میرے غلامو! جلدی جلدی وضو کرکے تیار ہو جاؤ، مولائے کریم اپنے غلاموں کو یاد

---

[۱۴۸] صحیح البخاری: ۹۱/۱ (۶۶۴)، باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلٰوۃ، المکتبۃ المظھریۃ

فرمارہے ہیں۔ اور جو ظالم اذان سن کر بھی مسجد کی طرف نہ جائے تو سمجھ لو کہ وہ کتنا محروم ہے کہ اتنا بڑا مالک بلارہاہے پھر بھی نہیں جاتا۔ یہ جس دنیا سے لپٹا ہوا ہے اور جس کی محبت میں یہ مسجد نہیں جارہاہے وہ دنیا ایک دن اس کو لات مار کر قبر میں دھکیل دے گی اس دن پتا چلے گا کہ جس پر ہم مر رہے تھے وہ کام نہ آئی۔ اگر اللہ پر مرتے تو وہ اللہ زمین کے نیچے بھی ساتھ دیتا ہے، قیامت کے دن بھی ساتھ دے گا، جنّت میں بھی ساتھ دے گا۔ ایسے مالک کو خوش نہ کرنا اس سے بڑھ کر نادانی اور بے وفائی اور احسان فراموشی کیا ہو سکتی ہے۔

اللہ کی نافرمانی کرنا خلافِ شرافت ہے

ارشاد فرمایا کہ اللہ کی ہر نافرمانی سے بچو۔ ان کی نافرمانی کرنا غیرتِ بندگی کے بھی خلاف ہے۔ اللہ کی نافرمانی سے دل میں حرام مستیاں لانا، حرام خوشیوں سے مست ہونا یہ انتہائی محرومی، بے غیرتی کمینگی ہے، خلافِ شرافت ہے کہ جس کی روٹی کھا کر ہم جان بنائیں اس روٹی سے پیدا شدہ طاقت کو اسی اللہ کی مرضی کے خلاف غلط کاموں میں لگائیں۔ بتایئے کہ اگر خدا دس دن ہمیں کھانا نہ دے تو کیا حال ہو گا۔ کیا کوئی مستی سوجھے گی، عورتوں کو دیکھنے کا دل چاہے گا، وی سی آر اور سینما کو دل چاہے گا یا روٹی روٹی چلاؤ گے لہٰذا اللہ کے کرم سے ہم لوگ غلط فائدہ نہ اٹھائیں، یہ بے غیرتی اور کمینہ پن ہے اور شرافتِ بندگی کے خلاف ہے۔ اللہ والے فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ دوزخ بھی نہ پیدا کرتا تو بھی اللہ کے شریف اور عاشق بندے اللہ کو ناراض نہ کرتے کیوں کہ اللہ کے احسانات اتنے ہیں کہ شرافتِ بندگی کا تقاضا ہے کہ ایسے کریم مالک کو ناراض نہ کرے۔ شرافت بھی تو کوئی چیز ہے۔ کوئی شریف اپنے محسن کو ناراض نہیں کر سکتا لہٰذا اللہ کی ناراضگی کے خوف سے اللہ کی نافرمانی چھوڑ دینی چاہیے کہ میرا مالک اس خوشی سے خوش نہیں ہے، لہٰذا جس خوشی سے وہ خوش نہ ہوں اس خوشی کو خوشی خوشی آگ لگادو۔

خوشی کو آگ لگادی خوشی خوشی ہم نے

(۳؍ شوال المکرم ۱۴۱۸ھ مطابق یکم فروری ۱۹۹۹ء اتوار بعد فجر چھ بج کر ۴۵ منٹ خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی)

نیک گمان کا فائدہ اور بد گمانی کا نقصان

ارشاد فرمایا کہ جہاں تک ہو سکے مسلمان کے بارے میں نیک گمان رکھو۔ کسی کے بارے میں بد گمانی نہ کرو ورنہ تمہارا دل خراب ہو جائے گا۔ دل ایک ظرف ہے اگر اس میں نیک گمان آیا تو یہ اچھا ہو جائے گا اور اگر برا گمان آیا تو برتن میں جب بری چیز آئے گی تو برتن بھی برا ہو جائے گا۔ میرے شیخ حضرت شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ قیامت کے دن نیک گمان پر بلا دلیل ثواب ملے گا اور برے گمان پر دلیل کا مقدمہ چلے گا کہ فلاں بندے کے متعلق جو تم نے بد گمانی کی تھی اس کی دلیل پیش کرو۔ حضرت فرماتے تھے کہ بے وقوف ہے وہ شخص جو بد گمانی کر کے مقدمہ میں اپنی گردن پھنساتا ہے اور نیک گمان کر کے مفت میں ثواب نہیں لیتا۔

فیل اور کفیل

دورانِ گفتگو مزاحاً ارشاد فرمایا کہ سعودی عرب میں اقامہ کے لیے ایک کفیل بنانا پڑتا ہے۔ میں نے وہاں کے بعض دوستوں سے کہا کہ کفیل میں کاف تمثیلیہ ہے یعنی مثل فیل، کفیل مثل ہاتھی کے مضبوط اور تگڑا ہو۔ ورنہ جو کفیل خود کفیل نہیں وہ کفیلِ دیگراں کیا ہو گا۔

خود اپنے حُسن ہی سے وہ بے ہوش ہو گئے

ارشاد فرمایا کہ حدیث میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب پہلی بار حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا تو آپ بے ہوش ہو گئے۔ اس پر اشکال ہوتا ہے کہ جس کی عظمتِ نبوت کی یہ شان ہو کہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر اور آپ تمام نبیوں کے سردار ہیں اور شبِ معراج حضرت جبرئیل علیہ السلام کی مجال نہ تھی کہ سدرۃ المنتہٰی سے وہ ایک بال برابر آگے بڑھ جاتے لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم

سے عرض کیا کہ اب اگر ایک بال برابر میں آگے بڑھوں گا تو جل جاؤں گا۔ دونوں جہاں میں صرف آپ ہی کا یہ مقام ہے کہ اب صرف آپ ہی آگے جاسکتے ہیں۔ لہٰذا آپ کا بے ہوش ہونا افضل کا غیر افضل کے سامنے بے ہوش ہونا لازم آتا ہے۔ اس اشکال کا قطب العالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے جو جواب دیا ہے وہ قابلِ وجد ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرتِ والا گنگوہی کتنے بڑے عاشق رسول تھے۔ فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرئیل علیہ السلام کی عظمتوں کی وجہ سے بے ہوش نہیں ہوئے تھے بلکہ کفارِ مکہ کے گندے آئینوں میں آپ کو اپنے مقاماتِ نبوت اور عظمتِ شانِ نبوت نظر نہیں آتی تھی اور جبرئیل علیہ السلام کو جب دیکھا تو ان کے شفاف ملکوتی آئینے میں آپ کو اپنی عظمتِ نبوت کا انکشاف ہوا لہٰذا آپ اپنی نبوت کی عظمتوں سے، اپنی نبوت کے جمال و کمال کے انکشاف سے بے ہوش ہوگئے۔

غش کھا کے گر گئے تھے وہ آئینہ دیکھ کر
خود اپنے حُسن ہی سے وہ بے ہوش ہوگئے

صحبت یافتہ اور فیض یافتہ

ارشاد فرمایا کہ جس بادشاہ کو اپنی بادشاہت کا علم نہ ہو وہ بادشاہ نہیں ہے۔ جس ڈپٹی کمشنر کو معلوم نہ ہو کہ میں اس حلقے کا ڈپٹی کمشنر ہوں وہ ڈپٹی کمشنر بھی نہیں ہے۔ ایسے ہی جس پیغمبر کو اپنی نبوت کا علم نہ ہو وہ نبی نہیں ہوسکتا۔ سب سے پہلے نبی کو اپنی نبوت پر ایمان لانا فرض ہوتا ہے۔ کوئی نبی دنیا میں ایسا نہیں گزرا جس نے کہا ہو کہ مجھے نہیں معلوم کہ میں نبی ہوں یا نہیں بلکہ ہر نبی نے اپنی نبوت کا بانگِ دہل اعلان فرمایا جس طرح خاتم النبیین سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ حنین میں فرمایا کہ اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ[۱۴۹] اور قیامت تک کے لیے اعلان فرمادیا اَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ[۱۵۰] کہ میں خاتم النبیین ہوں اب میرے بعد قیامت

۱۴۹؎ صحیح البخاری: ۱/۴۰۱، (۲۸۷۷)، باب من قاد دابۃ غیرہ فی الحرب، المکتبۃ المظہریۃ
۱۵۰؎ جامع الترمذی: ۲/۴۵، باب لا تقوم الساعۃ حتی یخرج کذابون، ایچ ایم سعید

تک کوئی نبی نہیں آئے گا۔ لہٰذا اب قیامت تک جو نبی ہونے کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا کذاب اور دجال ہے۔ انبیاء کو تو وحی سے اپنی نبوت کا یقینی علم ہو جاتا ہے لیکن اولیاء اللہ کو بھی حالات و قرائن سے معلوم ہو جاتا ہے کہ میرے قلب میں وہ مولیٰ اپنی تجلّیٔ خاصہ سے متجلّی ہو گیا، ولایتِ خاصہ عطا ہو گئی، جس کو اپنے قلب میں اس مولیٰ کا قربِ خاص محسوس نہ ہو وہ ولی نہیں، اس کا دل خالی ہے۔ ناممکن ہے کہ دریا میں پانی ہو اور اس کو محسوس نہ ہو کہ میرے اندر پانی ہے۔ اگر دریا خاک اڑا رہا ہے یہ دلیل ہے کہ اس دریا میں پانی نہیں ہے چاہے وہ لاکھ دعویٰ کرے کہ میں لبالب بھرا ہوا ہوں اور سینہ تان کر بہہ رہا ہوں لیکن اس کا خاک آمیز ماحول بتائے گا کہ یہ پانی سے محروم ہے، یہ ڈینگ ہانک رہا ہے اور لاف زنی کر رہا ہے جب دریا لبالب بہتا ہے تو بہت دور تک اس کی ٹھنڈک فضاؤں میں داخل ہو جاتی ہے۔ کئی میل دور سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اس طرف دریا ہے کیوں کہ ادھر سے جو ہوا آتی ہے وہ پانی سے لگ کر آتی ہے۔ پانی کی صحبت یافتہ ہوا اور ٹھنڈی نہ ہو! جو ہوا ٹھنڈی نہ ہو تو دلیل ہے کہ یہ پانی کی صحبت یافتہ نہیں ہے۔ اگر صحیح معنوں میں صحبت یافتہ ہوتی اور پانی کی ٹھنڈک کو صحیح معنوں میں جذب کیا ہوتا تو ضرور ٹھنڈی ہوتی۔ صحبت یافتہ کے معنیٰ خالی صحبت یافتہ نہیں بلکہ فیض یافتہ صحبت ہے۔ اس لیے خالی یہ نہ دیکھیے کہ یہ شخص شیخ کے ساتھ رہتا ہے بلکہ یہ دیکھیے کہ اس کے اندر شیخ کا فیض کتنا آیا ورنہ وہ صحبت یافتہ تو ہے فیض یافتہ نہیں کیوں کہ اِهْدِ نَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کا بَدَلُ الْكُلِّ مِنَ الْكُلِّ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ[151] ہے یعنی انعام والے بندوں کا راستہ پکڑو تب صراطِ مستقیم پاؤ گے اور انعام والے بندے کون ہیں؟ ان کو دوسری آیت میں بیان فرمایا اُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا[152] پس اگر انعام والے بندوں کے ساتھ رہنے کے باوجود کوئی ان کی صفات کا حامل نہیں تو کہا جائے گا کہ یہ فیض یافتہ صحبت منعم علیہم نہیں ہے، اس کے حسن رفاقت میں کوئی کمی

۱۵۱ روح المعانی: ۱/۹۳، الفاتحۃ (۷)، دار إحیاء التراث، بیروت
۱۵۲ النسآء: ۶۹

ہے۔ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا سے معلوم ہوا کہ صرف رفاقت کافی نہیں حسنِ رفاقت مطلوب ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے حُسنِ رفاقت میں کوئی کمی ہے اور وہ کمی کیا ہے؟ مثلاً شیخ کے ارشادات پر عمل نہ کرنا۔ بے برکتی کا سبب بے عملی اور بے فکری ہے۔ شیخ نے مشورہ دیا کہ غصہ نہ کرنا مخلوقِ خدا پر رحمت و شفقت کرنا تو شیخ کی بات کو مان لو اور زندگی بھر غصہ کو قریب نہ آنے دو۔ اگر شیخ کے مشوروں پر عمل کی توفیق نہیں تو وہ فیض یافتۂ صحبت نہیں ہے خواہ وہ لاکھ دعویٰ کرے کہ مجھے فیضِ صحبت حاصل ہے لیکن اگر تمہارے قلب میں نسبت مع اللہ کا دریا بہہ رہا ہے تو مغلوبیتِ نفس کی خاک کیوں اڑ رہی ہے؟ یہ غصے سے تمہارا مغلوب ہو جانا دلیل ہے کہ دل اللہ کے تعلقِ خاص سے محروم ہے کیوں کہ اللہ کی محبت کی لازمی علامت تواضع اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ[153] کہ یہ لوگ مؤمنین کے لیے بچھے جاتے ہیں، تواضع سے پیش آتے ہیں۔ جس شاخ میں پھل آجاتا ہے وہ جھک جاتی ہے اور یہ تمہارا اکڑ کے چلنا اور ہر کسی سے لڑنا اور ہر وقت طبیعت سے شکست کھا کر گر پڑنا دلیل ہے کہ تمہارے اندر اللہ کی محبت کی کمی ہے اور شیخ کا فیضِ صحبت تمہیں نہیں ملا اور ملا تو بہت ہی کم ملا۔

شیخ کے فیض کے جذب کی صلاحیت دو چیزوں سے ملتی ہے: نمبر ۱) ذکر اللہ پر مداومت نمبر ۲) تقویٰ پر استقامت۔ ذکر اللہ سے حیاتِ ایمانی ملتی ہے اور فیض زندوں کو پہنچتا ہے مردہ آدمی کو فیض کیا پہنچے گا۔ حدیثِ پاک میں ہے کہ ذاکر مثل زندہ کے ہے اور غیر ذاکر کی مثال مردہ کی سی ہے۔ ملّا علی قاری فرماتے ہیں فَاِنَّ مُدَاوَمَةَ ذِكْرِ الْحَيِّ الَّذِىْ لَايَمُوْتُ تُوْرِثُ الْحَيَاةَ الْحَقِيْقِيَّةَ الَّتِىْ لَا فَنَاءَ لَهَا[154] ذکر پر مداومت مورث ہے حیاتِ حقیقی کی جس کو کبھی فنا نہیں۔ جو ذکر نہیں کرتا وہ مثل مردہ کے ہے اور جذبِ فیضِ شیخ سے محروم رہتا ہے۔ صحبت یافتہ ہونے کے باوجود جن کو فیض نہیں ملا اس کے دو سبب ہیں: نمبر ۱) اللہ کو یاد نہ کرنا (۲) تقویٰ سے نہ رہنا یعنی گناہ سے نہ بچنا۔ ہر شخص کو صحبت کا فیض بقدرِ مجاہدہ کے ہوتا ہے۔ اگر تِل کو گلاب کے پھولوں میں

---

۱۵۳ المآئدة: ۵۴

۱۵۴ مرقاة المفاتيح: ۱۳۸/۵، باب ذكر الله عزوجل، دار الكتب العلمية، بيروت

بسایا ہوا ہے مگر وہ تِل مجاہدے سے نہیں گزرا، رگڑ رگڑ کے اس کی موٹی کھال یعنی بھوسی نہیں چھڑائی گئی تو ایسا تِل پھولوں کا صحبت یافتہ ہو گا فیض یافتہ نہیں ہو گا۔ اس کی موٹی موٹی کھال کے پردوں کی وجہ سے پھول کی خوشبو اس میں نفوذ نہیں کرے گی۔ اور اسی کو اگر رگڑ رگڑ کر اس کی بھوسی چھڑا دی جائے یہاں تک کہ ہلکا سا ایک غلاف رہ جائے جس میں سے تیل نظر آتا ہے کہ اگر سوئی چبھو دو تو تیل باہر آجائے اتنا مجاہدہ کرا کے اب گلاب کے پھولوں میں اگر اس تِل کو بسا دو گے تو اب گلاب کا فیض پہنچے گا اور گلاب کی خوشبو تِل کے تیل میں نفوذ کر جائے گی۔ معلوم ہوا کہ اگر صحبت یافتہ ہے لیکن مجاہدہ کر کے دل سے غفلت کے پردوں کو نہیں ہٹاتا، گناہ سے بچنے کا غم نہیں اٹھاتا تو شیخ کا فیض اس کے دل میں نفوذ نہیں کرے گا۔ صحبت یافتہ ہونا اور ہے فیض یافتہ ہونا اور ہے۔

لٰہذا ذکر پر مداومت اور تقویٰ پر استقامت یعنی نظر کی حفاظت اور اللہ کے راستے کا غم اٹھانے سے، گناہوں سے بچنے کا غم اُٹھانے سے جذبِ فیضِ مرشد کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے ورنہ قیامت تک شیخ کے ساتھ رہو گے تو زماناً صحبت یافتہ ہونے کے باوجود فیض یافتہ نہ ہو گے۔ صحبت کا کچھ نہ کچھ فائدہ تو ضرور ہو گا لیکن نامکمل فائدہ ہو گا۔ اگر مکمل فائدہ اور شیخ کا فیضِ کامل چاہتے ہو تو دل کے پردوں کو مٹاؤ، اللہ کے راستے کا غم اُٹھاؤ اور شیخ کا بتایا ہوا ذکر کرتے رہو ان شاء اللہ جذبِ فیضِ شیخ کی صلاحیت پیدا ہو جائے گی اور شیخ کے رنگ میں رنگ جاؤ گے۔

(شب ۴؍ شوال المکرم ۱۴۱۸ھ مطابق یکم فروری ۱۹۹۹ء اتوار بعد مغرب چھ بج کر ۴۵ منٹ در حجرۂ حضرتِ والا دامت برکاتہم)

متلاشیانِ رضائے حق پر انعاماتِ الٰہیہ

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے عاشقوں کا ایک حال بیان فرمایا اور اس کی خبر دی کہ یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡہَہٗ [۱۵۵] اور مضارع سے بیان فرمایا جس میں حال اور استقبال دو زمانہ ہوتا ہے کہ میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان سے میرے صحابہ کا

[۱۵۵] الکھف: ۲۸

مقام یہ ہے کہ حالاً واستقبالاً یہ میرے مرید اور میں ان کا مراد ہوں یعنی موجودہ حالت میں بھی کوئی لمحہ ان پر ایسا نہیں گزرتا کہ میں ان کے دل میں مراد نہ رہوں اور کسی لمحہ ان کا دل مجھ سے غافل ہوجائے اور آیندہ کے لیے بھی ان کو خوش خبری دے رہا ہوں کہ آیندہ بھی کوئی لمحۂ حیات ان پر ایسا نہیں گزرے گا جس میں میں ان کا مراد نہ رہوں گا، اس میں صحابہ کے ذکرِ دائمی کا ثبوت ہے کہ ہر وقت ان کے دل میں اللہ ہے اور ان کی زندگی کی کوئی سانس ایسی نہیں جس میں کوئی غیر اللہ کوئی لیلیٰ یا دنیا مراد ہوجائے۔ اسی لیے ان کے استقبال کا آفتاب بھی روشن ہے کہ ان کا خاتمہ بھی ایمان پر ہوگا کیوں کہ ہر مضارع حال اور استقبال کا حامل، ضامن اور کفیل ہوتا ہے اس لیے اَرَادُوْا وَجْهَهٗ نازل نہیں فرمایا یُرِيْدُوْنَ نازل فرمایا تاکہ معلوم ہوجائے کہ حالاً واستقبالاً میں ان کا مراد رہوں گا۔ حال تو ان کا درست ہے ہی مستقبل بھی ان کا تابناک رہے گا کیوں کہ آخری سانس تک یہ میری رضا کو تلاش کرنے والے اور اپنے قلب میں مجھے مراد بنانے والے ہیں لٰہذا ان کو حسنِ خاتمہ نصیب ہوگا۔ یہ خبر اللہ تعالیٰ نے دی ہے جس میں صحابہ کی استقامت علی الدین اور حسنِ خاتمہ کی بشارت موجود ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے اپنے عاشقوں کی، اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خبر کیوں نازل کی، حکم کیوں نہیں دیا کہ مجھے اپنا مراد بناؤ تو اللہ تعالیٰ نے یہ بتادیا کہ میں اپنے عاشقوں کو حکم نہیں دیتا ہوں۔ یُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ان کا حال بن جاتا ہے اس کی خبر دے رہا ہوں کہ جو میرے عاشق ہیں، جنہوں نے اپنے دل میں مجھ کو پالیا ان کی شان خود بخود یہ ہوجاتی ہے کہ ان کو کوئی غیر اللہ، کوئی لیلیٰ نظر ہی نہیں آتی، میں ہی ان کے قلب میں حالاً واستقبالاً مراد رہتا ہوں۔ اور صحابہ کا حال بصورتِ خبر اس لیے بھی نازل کیا تاکہ قیامت تک آنے والے میرے عاشقوں کو راستہ مل جائے، ان کی راہ نمائی ہوجائے کہ اپنا کوئی لمحۂ حیات، اپنی زندگی کی کوئی سانس ایسی نہ گزارنا جس میں، میں تمہارا مراد نہ رہوں یعنی تمہارے دائرۂ ارادت سے میں ایک لمحہ بھی الگ نہ رہوں اور ہر وقت تم اپنے قلب میں مجھے حالاً واستقبالاً مراد رکھو۔

لٰہذا سمجھ لیجیے جو شخص ایک لمحے کے لیے بد نظری کرتا ہے، ایک لمحے کے لیے

کسی حسین لڑکی یا لڑکے کو دیکھتا ہے اسی لمحے وہ **یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡهَهٗ** کے دائرے سے نکل جاتا ہے۔ اس وقت وہ مریدِ لیلیٰ ہوتا ہے، مریدِ مولیٰ نہیں رہتا کیوں کہ جو مریدِ مولیٰ ہوتا ہے وہ مریدِ لیلیٰ ہو ہی نہیں سکتا اور یہ مرنے والی لاش کو دیکھ رہا ہے۔ جو شخص مولیٰ کو چھوڑ کر مرنے والی لاشوں کو دیکھتا ہے یہ مستقبل سے بے خبر ہوتا ہے اور ہر وہ شخص جو مستقبل سے بے خبر ہوتا ہے اسی کو بے عقل اور بے وقوف کہا جاتا ہے۔ حماقت اور بے عقلی کی بین الاقوامی تعریف یہ ہے کہ مستقبل اور انجام بینی سے بے خبری۔ بتائیے جس لڑکے یا لڑکی کے حُسن کو دیکھ کر یہ مست ہو رہا ہے اس پر بڑھاپا آئے گا یا نہیں، یا اس کو موت آسکتی ہے یا نہیں یا اس کا حُسن جوانی ہی میں زائل ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اس وقت سوائے پچھتانے اور ہاتھ ملنے کے کیا ملے گا۔

پس **یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡهَهٗ** میں اللہ تعالیٰ نے اپنے عاشقوں کا حال اور استقبال بیان فرمادیا۔ لہٰذا اس زمانے میں بھی جو **یُرِیۡدُوۡنَ** رہے گا یعنی اللہ تعالیٰ کو دل میں ہر وقت مراد بنائے گا اور غیر اللہ سے دل نہ لگائے گا اس کو بھی استقامت علی الدین اور حُسنِ خاتمہ نصیب ہوگا کیوں کہ صحابہ میں یہ شان کیسے آئی؟ **یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡهَهٗ** سے آئی اور **یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡهَهٗ** کی شان ان میں کیسے پیدا ہوئی؟ صحبتِ نبوت کے فیضان سے۔ اسی کی مشق کے لیے شیخ کی صحبت میں رہنا پڑتا ہے۔ سفر و حضر میں اس کے ساتھ ایک زمانہ لگانا پڑتا ہے جیسے بچہ ایک زمانہ ماں کا دودھ پیتا ہے تب تگڑا ہوتا ہے۔

(۱۱/ شوال المکرم ۱۴۱۸ھ مطابق ۹/ فروری ۱۹۹۹ء بروز دوشنبہ بعد فجر چھ بج کر ۴۵ منٹ خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی)

شرح حدیث اَللّٰهُمَّ اِنِّیۡۤ اَعُوۡذُبِكَ مِنۡ جَهۡدِ الۡبَلَاۤءِ الخ

ارشاد فرمایا کہ حدیثِ پاک کی یہ دعا **اَللّٰهُمَّ اِنِّیۡۤ اَعُوۡذُبِكَ مِنۡ جَهۡدِ الۡبَلَاۤءِ وَدَرۡكِ الشَّقَاۤءِ وَسُوۡءِ الۡقَضَاۤءِ وَشَمَاتَةِ الۡاَعۡدَاۤءِ**[۱۵۶] روزانہ مانگنے کا معمول بنالیں۔ اس کی برکت سے ان شاء اللہ تعالیٰ سخت مصیبت سے، شقاوت وبد بختی

[۱۵۶] صحیح البخاری: ۹۳۹/۲، (۶۳۸۱)، باب التعوذ من جهد البلاء، المکتبة المظهرية

سے، سوئے قضا سے اور دشمنوں کے طعن و تشنیع سے حفاظت رہے گی۔

جَهْدِ الْبَلَاءِ کے جیم پر ضمہ اور فتحہ دونوں پڑھنا جائز ہے لیکن فتحہ کو ترجیح ہے کیوں کہ فتحہ اخف الحرکات ہے۔ یہ مرجح بھی بیان ہو گیا۔

جَهْدِ الْبَلَاءِ کی محدثین نے دو شرح کی ہے: ایک معنیٰ ہیں ایسی سخت بلا اور مصیبت جس سے آدمی موت کی تمنا کرنے لگے۔ ایک مریض کا واقعہ میرا خود اپنا چشم دید ہے کہ دمہ کی وجہ سے اس کی سانس اندر نہیں جارہی تھی۔ اور وہ کہہ رہا تھا کہ مجھے موت کا انجکشن لگادو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسی بیماری اور مصیبت سے محفوظ فرمائے آمین۔

اور دوسری شرح عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی ہے کہ **قِلَّةُ الْمَالِ وَكَثْرَةُ الْعِيَالِ**[۱۵۷] یعنی مال کم ہو اور اولاد زیادہ ہو۔ مال کی کمی کی وجہ سے ان کی پرورش اور کھانے پینے میں سخت پریشانی ہوتی ہے یہ بھی **جَهْدِ الْبَلَاءِ** ہے جس سے پناہ مانگی گئی۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اموال کو اولاد پر مقدم فرمایا **اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝۱۰ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۝۱۱ وَّ يُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ الخ**[۱۵۸] اپنے رب سے معافی چاہو وہ بہت بخشنے والا ہے۔ آسمان سے تم پر پانی برسائے گا اور استغفار کی برکت سے تمہارا مال اور تمہاری اولاد کو بڑھادے گا، اموال کو مقدم فرمایا تاکہ بندے گھبرا نہ جائیں کہ اولاد زیادہ ہوئی تو کہاں سے کھلاؤں گا۔

وَدَرْكِ الشَّقَاءِ شین پر زبر ہے جس کے معنیٰ بدبختی اور بدنصیبی کے ہیں اس وقت تو ہم چین و آرام سے ہیں لیکن پناہ چاہتے ہیں کہ آیندہ کوئی بدبختی ہم کو پکڑ لے لہٰذا اے اللہ! ہمارے مستقبل کو شقاوت و بدنصیبی سے تحفظ عطا فرما۔ اور گناہوں کو شقاوت و بدنصیبی میں بڑا دخل ہے گناہوں سے شقاوت پیدا ہوتی ہے اس کی دلیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا ہے **اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِيْ بِتَرْكِ الْمَعَاصِيْ** اے اللہ! مجھ

۱۵۷؎ مرقاۃ المفاتیح: ۵/۳۶۵-۳۶۶، باب الاستعاذۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۱۵۸؎ نوح: ۱۰، ۱۱

پر وہ رحمت نازل فرما کہ جس سے میں گناہوں کو چھوڑ دوں وَلَا تُشْقِنِیْ بِمَعْصِیَتِكَ[۱۵۹] اور مجھے میرے گناہوں کی وجہ سے بدبخت نہ ہونے دیجیے، معلوم ہوا کہ گناہوں میں شقاوت اور بد بختی کی خاصیت ہے۔ اس لیے گناہوں کو جلد چھوڑ دینا چاہیے ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ گناہوں کی نحوست سے شقاوت مقدّر ہو جائے۔ اس دعا میں دَرْكِ الشَّقَاءِ سے پناہ مانگی گئی تا کہ ہمارا مستقبل شقاوت سے محفوظ ہو جائے۔

وَسُوْءِ الْقَضَاءِ میں ماضی کی بد نصیبی سے پناہ مانگی جارہی ہے کہ اگر ماضی میں آپ نے میری تقدیر میں کوئی شقاوت اور سوئے قضا لکھ دی ہو تو اس کو حسنِ قضا سے تبدیل فرما دیجیے۔ جو فیصلے میرے حق میں برے ہیں ان کو اچھے فیصلوں سے تبدیل فرما دیجیے۔ یہاں سُوْء کی نسبت قاضی کی طرف نہیں مقضی کی طرف ہے اللہ کا کوئی فیصلہ سُوْء ہو ہی نہیں سکتا لیکن جس کے خلاف وہ فیصلہ ہے اس کے حق میں برا ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کا ہر کام حکمت سے خالی نہیں، اسی کو مولانا فرماتے ہیں ؎

کفر ہم نسبت بہ خالق حکمت است

اگر قضا اور فیصلے کی تبدیلی اللہ کو منظور نہ ہوتی اور سوئے قضا کا حُسنِ قضا سے مبدّل ہونا محال ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا نہ سکھاتے۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ قضائے الٰہی کو تبدیل کرنا محال ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ بندوں کے لیے محال ہے اللہ تعالیٰ کے لیے کچھ مشکل نہیں۔ وہ حاکمِ مطلق ہیں جب چاہیں اپنے فیصلے کو تبدیل فرما سکتے ہیں۔ اسی کو مولانا رومی عاشقانہ انداز میں مانگتے ہیں کہ اے اللہ! اگر میری قسمت میں کوئی سوئے قضا آپ نے لکھ دی ہو تو اس سوئے قضا کو حسنِ قضا سے تبدیل فرما دیجیے کیوں کہ قضا آپ کی محکوم ہے آپ پر حاکم نہیں ہو سکتی، آپ کا فیصلہ آپ پر حکومت نہیں کر سکتا، آپ کے فیصلوں کو آپ پر بالا دستی حاصل نہیں بلکہ آپ کو اپنے فیصلوں پر بالا دستی حاصل ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ فرمایا کہ میں قیامت کے دن کا مالک ہوں۔ قیامت کے دن میری حیثیت قاضی اور جج کی نہیں ہو گی قاضی اور جج تو

---

[۱۵۹] جامع الترمذی: ۲/۱۹۷، (۳۵۷۰)، باب فی دعاء الحفظ، ایچ ایم سعید

قانونِ مملکت کا پابند ہوتا ہے۔ قانون کے خلاف وہ کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا۔ کہہ دیتا ہے کہ صاحب! کیا کریں قانونی مجبوری ہے لیکن مجھے کوئی قانونی مجبوری نہیں ہو سکتی کیوں کہ میں قیامت کے دن کا مالک ہوں قاضی اور جج کی طرح قانون کا پابند نہ ہوں گا۔ جس کو چاہوں گا اپنے شاہی رحم سے بخش دوں گا اسی لیے اللہ تعالیٰ نے عرشِ اعظم کے سامنے یہ عبارت لکھوائی ہوئی ہے کہ سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ عَلٰی غَضَبِیْ[۱۶۰] میری رحمت اور غضب کی دوڑ میں میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی۔ موضح القرآن کے مصنف حضرت شاہ عبد القادر محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یہ عبارت از قبیل مراحمِ خسروانہ ہے یعنی بطور شاہی رحم کے ہے۔ دنیا میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ سپریم کورٹ سے جب کوئی مجرم ہار جاتا ہے تو اخباروں میں آجاتا ہے کہ مجرم نے شاہ سے رحم کی اپیل کر دی۔ لہٰذا جو گناہ گار جہنم کا مستحق ہو گا اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں گے اپنے شاہی رحم سے ، اپنے مراحمِ خسروانہ سے بخش دیں گے ۔ یہ بات تفسیر موضح القرآن میں ہے اور یہ تفسیر چودہ سال میں لکھی گئی اور جس پتھر پر شاہ صاحب کہنی سے ٹیک لگا کر لکھا کرتے تھے اس پتھر پر نشان پڑ گیا تھا۔ یہ بات میرے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب نے مجھے بتائی۔ لہٰذا ہم اسی دنیا میں یہ دعا مانگ لیں کیوں کہ آخرت دار الجزاء ہے وہاں کوئی نہیں مانگ سکتا، وہاں کوئی عمل نہیں کر سکتا۔ یہ دنیا دار العمل ہے لہٰذا ہم یہاں پہلے ہی اللہ تعالیٰ سے رحم کی اپیل کر دیں کہ اے اللہ! ہمیں قیامت کے دن اپنے مراحمِ خسروانہ سے بخش دیجیے۔

وَشَمَاتَةِ الْاَعْدَاءِ اور دشمنوں کی طعنہ زنی سے پناہ مانگنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سکھا رہے ہیں۔ مثلاً جو شخص امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا ہو اور کسی مصیبت میں مبتلا ہو جائے تو دشمن طعنہ دیتے ہیں کہ دیکھیے ہمیں کہا کرتے تھے اب خود کیسی مصیبت میں گرفتار ہیں لہٰذا شَمَاتَةِ الْاَعْدَاءِ سے پناہ مانگو کہ اے اللہ! دشمنوں کو ہم پر طعنہ زنی کا موقع نہ دے۔

---

[۱۶۰] صحیح البخاری: ۲/۱۱۲۷ (۷۰۳۶)، باب قولہ بل ھو قراٰن مجید، المکتبۃ المظھریۃ

اور دوسری دعا ہے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِكَ وَتَحَوُّلِ عَافِیَتِكَ وَ فُجَاءَةِ نِقْمَتِكَ وَجَمِیْعِ سَخَطِكَ[۱۶۱]، جَمِیْعِ سَخَطِكَ کا ترجمہ دلالتِ التزامی سے یہ ہے کہ اے اللہ! ہمیں ہر گناہ سے بچا جو سبب ہے آپ کی ناراضگی کا۔

بد نظری سے بچنے کا ایک انوکھا طریقہ

ارشاد فرمایا کہ جب کوئی حسین شکل سامنے آجائے اور شدید تقاضا دیکھنے کا ہو تو نظر کو سختی سے بچا کر نفس سے کہیے کہ تجھے تو یہ شکل اچھی لگ رہی ہے مگر میرے اللہ نے اس کو دیکھنا حرام فرمایا ہے اس لیے تیرا فیصلہ غلط آرہا ہے تو غلط دیکھتی ہے، میرا اللہ جو اس کا خالق ہے وہ خبیر و بصیر ہے وہ منع فرمارہا ہے لہٰذا اس میں کوئی خوبی اور حُسن ہو ہی نہیں سکتا۔ میرا نفس تو کمینہ ہے لہٰذا اس کی آرزو اور تقاضا اور فیصلہ صحیح نہیں ہو سکتا میرے اللہ کا حکم یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ صحیح ہے، خیر ہی خیر اور رحمت ہی رحمت ہے لہٰذا میں اپنے نفس کی ہر گز نہیں مانوں گا کیوں کہ اس کی ماننے میں خسارہ ہی خسارہ ہے، اس کی بات ماننے سے جوتے پڑتے ہیں۔ اے اللہ! آپ نے یَغُضُّوْا کا حکم دے کر ہمیں ذلّت و رسوائی سے بچایا ہے۔

اور ناظر اور منظور دونوں پر لعنت برستی ہے کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا ہے لَعَنَ اللہُ النَّاظِرَ وَ الْمَنْظُوْرَ اِلَیْهِ[۱۶۲] لہٰذا جو بد نظری کر رہا ہے اس کو بھی نہ دیکھو کیوں کہ وہ حالتِ لعنت میں ہے اور موردِ لعنت کو دیکھنا دیکھنے والے کے لیے بھی موجبِ لعنت ہو سکتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عذاب کی بستی سے گزرے تو سر مبارک پر اور آنکھوں پر رومال ڈال لیا اور صحابہ سے فرمایا کہ اس بستی سے جلدی سے نگاہ نیچی کر کے گزر جاؤ، اس کو دیکھو بھی نہیں کیوں کہ یہاں اللہ کی لعنت و عذاب نازل ہوا ہے۔

---

۱۶۱ صحیح مسلم: ۳۵۲/۲، باب اکثر اهل الجنة الفُقراء، ایچ ایم سعید

۱۶۲ کنزالعمال: ۳۳۸/۷، (۱۹۱۶۲)، فصل فی احکام الصلٰوة الخارجة، مؤسسة الرسالة

حکمِ استغفار کی ایک عاشقانہ تمثیل

(۱۸؍ شوال المکرم ۱۴۱۸؁ھ مطابق ۱۶؍ فروری ۱۹۹۹؁ء دوشنبہ بہ مقام رنگون (برما) دوپہر ساڑھے بارہ بجے حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ مُجاز صحبت حضرت مفتی محمود صاحب سے ملاقات کے بعد واپس ہوتے ہوئے کار میں حضرتِ والا نے مندرجہ ذیل ملفوظات ارشاد فرمائے)۔

ارشاد فرمایا کہ نجات کا کوئی راستہ نہیں ہے سوائے اس کے کہ اپنی زندگی کی ہر سانس کو مجرمانہ سمجھتے ہوئے معترفانہ، مستغفرانہ، نادمانہ، تائبانہ، ناجیانہ اور فائزانہ بنالو ان شاء اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی نجات ہوجائے گی۔ ایک شخص مٹھائی کی دوکان پر ہو اور شوگر کی بیماری ہو اور مٹھائی کا شوقین بھی ہو تو کس قدر عظیم خطرے میں ہے کہ پرہیز میں کوتاہی کر بیٹھے۔ اس زمانے میں چاروں طرف حُسن کی مٹھائیاں بکھری ہوئی ہیں، نیم عریاں لڑکیاں ہر طرف پھر رہی ہیں لہٰذا کوشش کرو، ہمت کرو، جان لڑادو کہ ان کو ہرگز نہ دیکھیں گے لیکن جو کچھ چُوک ہوجائے تو اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر معافی مانگو۔ بھوکی چڑیا ہے اور چاروں طرف دانے بکھرے ہوئے ہیں تو مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

صد ہزاراں دام و دانہ است اے خدا
ما چو مرغانِ حریص بے نوا

ایک لاکھ دانے اور جال لگے ہوئے ہیں اور ہم حریص اور لالچی چڑیوں کی طرح ہیں جنہیں بھوک بھی لگی ہوئی ہے۔ نفس تو لذتِ گناہ کا شوقین ہوتا ہے اس لیے کوشش کرو، جان لڑادو، غم اٹھاؤ پھر بھی اگر خطا ہوجائے تو اللہ سے معافی مانگو کہ اے اللہ! ہم آپ سے شرمندہ ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کو معاف کرنا نہ ہوتا تو اِسْتَغْفِرُوْا کا حکم ہی نہ دیتے۔ جب ابّا بچے سے کہے کہ معافی مانگ تو سمجھ لو ابّا معاف کرنا چاہتا ہے۔ اِسْتَغْفِرُوْا کا حکم بتاتا ہے کہ ربّا ہم کو معافی دینا چاہتے ہیں۔ پھر ماں سکھاتی ہے کہ ہاتھ جوڑ کر ایسے معافی مانگو۔ اسی طرح اللہ والے سکھاتے ہیں کہ ربّا سے کس طرح معافی مانگو۔ لاکھ عریانی ہے لیکن بار بار نظر بچانے سے حلوۂ ایمانی کی بھی تو فراوانی ہے۔ جو بار بار اپنا دل توڑے گا

اور اللہ کے قانون کا احترام کرے گا تو اس کے قلب پر تجلیاتِ پیہم کا نزول ہو گا۔

میر میرے دلِ شکستہ میں
جام و مینا کی ہے فراوانی

تقویٰ گناہ سے بچنے کے غم اٹھانے کا نام ہے

ارشاد فرمایا کہ دل چاہے کہ حسینوں کو خوب دیکھوں اور ان سے خوب باتیں کروں لیکن لاکھ دل چاہے، دل کے چاہنے پر عمل نہ کرکے غم اٹھالے، زخمِ حسرت کھالے، خونِ تمنا کرلے اسی کا نام تقویٰ ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ تقویٰ اس کا نام ہے کہ دل میں خیال بھی نہ آئے گناہ کا۔ یہ تقویٰ کیسے ہو سکتا ہے کیوں کہ تقویٰ نام ہے کَفُّ النَّفْسِ عَنِ الْھَوٰی کا۔ جب تمہارے اندر ھَوٰی ہی نہیں تو کس چیز کو روکو گے۔ دل میں لاکھ تقاضا ہو کہ اس حسین کو دیکھوں اس سے باتیں کروں وغیرہ لیکن خدا کے خوف سے دل کے تقاضوں پر عمل نہیں کرتا اس کا نام تقویٰ ہے۔ اگر حُسن کو دل ہی نہ چاہے گا تو اسے کیا خاک تقویٰ حاصل ہو گا۔ مجاہدہ ہی اس کا کیا ہو گا۔ حُسن کی طرف جب میلان اور تقاضا ہی نہیں ہے تو اس تقاضے کو روکنے کا یہ غم ہی کیا اُٹھائے گا، یہ تو خشک آدمی ہے۔ اس کے اندر عشق و محبت ہی نہیں ہے۔ یہ اللہ کا راستہ کیا طے کرے گا۔ دل چاہے لاکھ تقاضا ہو پھر بھی ایک حُسن کو نہ دیکھے پھر مزہ ہے۔ یہ اللہ کے راستے کی لذت پالے گا۔ جس کو حُسن کی طرف دیکھنے کا خیال بھی نہ آئے وہ یا نابالغ ہے یا مخنث ہے لہٰذا حسن کی طرف شدید میلان ہو، شدید تقاضا ہو، شدید خواہش ہو، دل چاہے کہ ایک حسین کو بھی نہ چھوڑوں لیکن دل کے چاہنے پر عمل نہ کرکے غم اُٹھانا، زخمِ حسرت کھانا، خونِ تمنا پینا اس کا نام تقویٰ ہے۔ تقویٰ اس کا نام نہیں ہے کہ گناہ کو دل ہی نہ چاہے۔ اگر ایسا ہوتا تو فرشتوں کو متقی کہا جاتا لیکن فرشتے معصوم ہیں، ان کو متقی کہنا جائز نہیں کیوں کہ ان کے اندر گناہوں کے تقاضے نہیں ہیں۔ وہ تو نورانی مخلوق ہیں۔ اولیاء اللہ فرشتوں سے تقویٰ کی وجہ سے ہی بازی لے گئے کہ باوجود تقاضائے گناہ کے یہ گناہوں سے بچتے ہیں اور اگر کبھی خطا ہو جاتی ہے تو ندامت و گریہ وزاری و اشکباری سے یہ اللہ

سے قریب ہو جاتے ہیں۔ فرشتوں کو صرف قربِ عبادت حاصل ہے لیکن اولیاء اللہ کو قربِ عبادت بھی حاصل ہے اور قربِ ندامت بھی حاصل ہے۔ اسی کو حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

کبھی طاعتوں کا سرور ہے کبھی اعترافِ قصور ہے
ہے ملک کو جس کی نہیں خبر وہ حضور میرا حضور ہے

لہٰذا میں کہتا ہوں کہ جن کے دل میں گناہوں کے شدید تقاضے ہیں وہ ہرگز مایوس نہ ہوں بلکہ خوش ہو جائیں کہ ان کو اللہ نے ایسا تیز راکٹ دیا ہے جس سے وہ اللہ کی طرف بہت جلد اُڑ جائیں گے۔ جس کا دل چاہے حسینوں کو پیار کرنے کو، اس کے باوجود بے چارہ صبر کرتا ہے۔ اسی صبر اور زخمِ حسرت سے وہ اللہ والا بن جاتا ہے ؎

زخمِ حسرت ہزار کھائے ہیں
تب کہیں جا کے ان کو پائے ہیں

ان حسینوں سے دل بچانے میں
ہم نے غم بھی بڑے اٹھائے ہیں

عاشقوں کی اصلاح کے لیے اللہ تعالیٰ مجھے نئی نئی تعبیرات اور نئے نئے عنوانات عطا فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں اور قیامت تک امت مجھے فراموش نہ کرے اور راہِ محبت کی راہ نمائی حاصل کرتی رہے، جس کو اللہ تعالیٰ میرے لیے صدقۂ جاریہ بنا دیں۔

شب ۱۹؍ شوال المکرم ۱۴۱۸؁ھ مطابق ۱۶؍ فروری ۱۹۹۹؁ء دوشنبہ بر مکان حاجی سلیم صاحب (میزبان) محلہ کالا بستی (Mugala Townyint Township) رنگون، برما بعد طعامِ عشاء مفتی نور محمد صاحب برمی اور دیگر علماء بھی موجود تھے)

لاش اور لاس

۱ ارشاد فرمایا کہ لاش پر مرنے والے لاس (Loss) میں آجاتے ہیں۔ ان کی بڑی ش چھوٹی س سے تبدیل ہو جاتی ہے، جب بڑھاپے سے اس کے کالے بال سفید

ہو جاتے ہیں اور سفید چوٹی بوڑھے گدھے کی دم معلوم ہوتی ہے اور جن رس بھری آنکھوں پر مرے تھے ان سے کیچڑ بہنے لگتا ہے اور جن ہونٹوں پر وہ میر کا یہ شعر پڑھتے تھے ؎

نازکی اس کے لب کی کیا کہیے

پنکھڑی اِک گلاب کی سی ہے

جب لقوہ سے اسی معشوق کا منہ ٹیڑھا ہو گیا اور گلاب کی پنکھڑی لوہے کی ہتھکڑی معلوم ہونے لگی اس وقت ان کی چال میں لڑکھڑی پڑ جاتی ہے پھر وہ اس گدھے کی طرح بھاگتے ہیں حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ، فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ[۱۶۳] جو شیر سے بھاگتا ہے۔ اس وقت پچھتاتے ہیں کہ آہ! ہم کس پر مرے تھے۔ لاش پر مرنے کا لاس تب ان کو معلوم ہوتا ہے۔ اسی پر میرا شعر ہے ؎

شکل بگڑی تو بھاگ نکلے دوست

جن کو پہلے غزل سنائے ہیں

اللہ تعالیٰ نے ان فانی لاشوں پر مرنے کے لیے یہ دل نہیں بنایا، یہ دل مندر نہیں ہے اللہ کا گھر ہے۔ لَا اِلٰہَ سے ان فانی بتوں کو نکالو پھر جس کا گھر ہے وہ اس میں آجائے گا ؎

نکالو یاد حسینوں کی دل سے اے مجذوب

خدا کا گھر پئے عشق بتاں نہیں ہوتا

قربِ حق کی لذتِ غیر محدود کا الفاظ و لغت احاطہ نہیں کرسکتے

ارشاد فرمایا کہ اللہ کے نام کی غیر محدود عظمتوں کو اور غیر محدود لذتوں کو ہماری محدود لغت کیسے بیان کر سکتی ہے۔ لغت کچھ دیر تو ساتھ دیتی ہے اس کے بعد الفاظ ہاتھ جوڑ لیتے ہیں کہ اس کے آگے بیان سے ہم قاصر ہیں جس طرح سدرۃ المنتہیٰ پر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا تھا کہ اس کے بعد اگر ایک بال برابر بھی آگے جاؤں گا تو جل جاؤں گا۔ جب یہ مقام آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور اللہ کے نام کی

---

[۱۶۳] المدثر: ۵۰،۵۱

عظمت اور اللہ کے نام کی لذت کو الفاظ و لغت بیان کرنے سے قاصر اور مجبور ہو جاتے ہیں اس وقت اختر آہ وزاری اشکباری اور گریہ وزاری کرنے لگتا ہے کہ اے اللہ! الفاظ تو قاصر ہو گئے آپ اپنے نام کی لذت و حلاوت ہمارے دلوں میں ڈال دیجیے پھر کسی الفاظ و لغت کی ضرورت نہ ہو گی قلب و جاں اس لذت کا ادراک کریں گے جیسے کسی دیہاتی نے کبھی شامی کباب نہ کھایا ہو اس کے منہ میں کوئی کباب رکھ دے تو کباب کی لذت کو پا جائے گا اگرچہ بیان نہ کر سکے۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم نے تو مدرسوں میں اللہ کی محبت کی فہرست پڑھی تھی لیکن کھانے کو ملی حاجی صاحب کے پاس، حاجی صاحب اصطلاحی عالم نہیں تھے، وہ اللہ کی محبت کی مٹھائیوں کے نام نہ جانتے تھے لیکن قربِ الٰہی کی تمام مٹھائیاں کھائے ہوئے تھے۔ ان کی صحبت میں جا کر حضرت حکیم الاُمت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی، مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی، مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہم جیسے بڑے بڑے علماء کو اللہ کے قرب اور اللہ کے نام کی مٹھائی کی لذت ملی۔ حضرت حکیم الاُمت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علمائے ظاہر مدرسوں میں صرف فہرست پڑھتے ہیں لیکن جب تک کسی اللہ والے صاحبِ نسبت بزرگ کی خدمت میں نہیں جائیں گے اس وقت تک اللہ کے نام کی حلاوت اور مٹھائی کھانے کو نہیں مل سکتی۔ بدون صحبتِ اہل اللہ علم کی لذت کا ادراک ناممکن ہے۔

سایۂ مرشد نعمتِ عظمیٰ ہے

ارشاد فرمایا کہ میرے شیخ حضرتِ والا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم جب کراچی سے ہردوئی واپس تشریف لے جانے لگے اس وقت میں نے حضرتِ والا کو یہ شعر سنایا۔

شیخ رخصت ہوا گلے مل کے
شامیانے اجڑ گئے دل کے

حضرتِ والا خوش ہو گئے اور احقر کو تنہائی میں بلا کر ایک نعمت دے کر چلے گئے جو میں نہیں بتاؤں گا۔ (احقر راقم الحروف نے عرض کیا کہ اگر حضرتِ والا بتا دیں گے تو ہم

لوگوں کو فائدہ پہنچ جائے گا تو فرمایا کہ) حضرتِ والا نے میرے اسفار پر پابندی لگادی تھی وہ بحال فرمادی اور پابندی لگانا بھی شیخ کی شفقت ہے۔ حضرتِ والا نے دیکھا کہ میرے خلیفہ کو ساری دنیا میں بلایا جارہا ہے ایسا نہ ہو کہ اس کے دل میں عُجب و کبر پیدا ہو جائے۔ شیخ کی شفقت یہ گوارا نہیں کرتی کہ میرا مرید ہلاک ہو جائے اسی لیے کبھی ڈانٹ ڈپٹ کرتا ہے اور کبھی تحریر و تقریر پر پابندی لگادیتا ہے۔ لیکن یہ شعر سن کر حضرتِ والا کو یقین ہو گیا کہ جو شیخ کا عاشق ہوتا ہے اس کو اللہ ضایع نہیں کرتا۔ ضایع وہی لوگ ہوئے جن کے سر پر کوئی بڑا نہیں تھا۔ جس کار پر کسی کا پاؤں نہ ہو یعنی کار کا کوئی ڈرائیور نہ ہو وہ جہاں تک سیدھا راستہ ہوگا جائے گی لیکن جہاں موڑ آئے گا وہیں ٹکرا جائے گی۔ جن کی گردن پر کسی شیخ کا پاؤں نہیں تھا وہ کچھ دور تک تو صحیح چلے لیکن کہیں جاہ کے اور کہیں باہ کے موڑ پر تصادم کر بیٹھے اور پاش پاش ہو گئے، خود بھی تباہ ہوئے اور جو ان کے ساتھ تھے وہ بھی تباہ ہوئے۔ جاہ اور باہ کے موڑوں پر شیخ ہی مرید کو سنبھالتا ہے۔

شب ۲۱/ شوال المکرم ۱۴۱۸؁ھ مطابق ۱۸/ فروری ۱۹۹۹؁ء بروز بدھ سورتی مسجد رنگون بعد مغرب سات بجے (اسی مسجد میں ۱۹۲۰؁ء میں حکیم الاُمت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور وعظ "ملتِ ابراہیم" ہوا تھا۔)

آغوشِ رحمتِ الٰہیہ کی ایک دل سوز تمثیل

وعظ کے آخر میں حضرتِ والا نے یوں دعا فرمائی کہ اے اللہ! اگر ہم اپنی نادانی سے، اپنی نالائقی سے، اپنے کمینہ پن سے آپ کے نہ بننا چاہیں تو بھی آپ ہمیں دوڑا کر اپنی آغوشِ رحمت میں لے لیجیے جیسے ماں چھوٹے بچے سے کہتی ہے کہ آجا میری گود میں تو بچہ ہنستا ہوا بھاگتا ہے اور سمجھتا ہے کہ میں ماں کی گرفت میں نہیں آسکتا اور ماں بھی اس کے پیچھے ہنستی ہوئی بھاگتی ہے اور دوڑا کر اس کو گود میں لے کر پیار کرلیتی ہے۔ اے اللہ! ہم بھی مثل بچوں کے نادان ہیں۔ ہم گناہوں کے چکروں میں فانی لاشوں کے پیچھے آپ سے دور بھاگے جارہے ہیں۔ اے اللہ! اپنی رحمت کو دوڑا کر ہم کو گود میں لے لے اپنی رحمت کی گود میں لے لے، اپنی رحمت کی گود میں لے لے۔ ہم سب کو سو فیصد ولی اللہ بنادے۔

یہاں ایک بندہ بھی ایسا نہ رہے جو آپ کا ولی نہ بنے۔ اے اللہ! سب کے لیے فیصلہ فرمادے اور اے اللہ! میرے جو احباب یہاں موجود نہیں ہیں، حاضرین کے علاوہ جملہ احباب غائبین کو بھی سارے عالم میں جہاں بھی ہیں سب کو جذب فرما کر اپنا بنالے اور پوری امتِ مسلمہ پر رحم فرمادے بلکہ امتِ دعوت اہلِ کفر کو بھی ایمان کی دولت سے اور اپنی دوستی سے نوازش فرمادے۔ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَی النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ، آمین۔

۲۱/ شوال المکرم ۱۴۱۸ھ مطابق ۱۹/ فروری ۱۹۹۹ء صبح ساڑھے آٹھ بجے پروفیسر علی خلیفہ حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے یعقوب صاحب کے دفتر میں۔

جاندار کی تصویر کی حرمت کے عجیب وغریب اسرار

ارشاد فرمایا کہ گھر یا دفتر میں کوئی تصویر نہ ہونی چاہیے کیوں کہ رحمت کے فرشتے اس گھر میں نہیں آتے جہاں تصویر ہوتی ہے۔ تصویر کو حرام کر کے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں اور بندیوں کی آبرو رکھی ہے۔ مثلاً اگر نانی کی ایک تصویر سولہ سال کی عمر کی لگی ہوئی ہے تو غیر آدمی بھی نانی کو تو عزت سے سلام کرے گا لیکن تصویر کو دیکھ کر دل میں گندے خیال لائے گا کہ کاش! یہ مل جاتی۔ اللہ کا احسان ہے کہ تصویر کو حرام فرمادیا تا کہ اس کے بندوں اور بندیوں کے بارے میں لوگ بُرے خیال نہ لائیں۔

اور تصویر کی حرمت کا ایک راز اللہ تعالیٰ نے یہ دل میں ڈالا کہ تصاویر تاریخ زندگی کی دستاویز بنتی ہیں، پس اگر کوئی فسق وفجور میں مبتلا ہے اور حالتِ گناہ کی تصاویر اتار لی گئیں پھر مستقبل میں اللہ کی توفیق سے یہی شخص توبہ کر کے ولی اللہ اور شیخِ وقت ہو گیا اس وقت اگر کوئی حاسد اس کی ماضی کی تصاویر پیش کر دے تو اس میں مؤمن کی کس قدر ذلّت ورسوائی ہوتی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے تصویر کو حرام فرمادیا تا کہ گناہوں کی دستاویز نہ بن سکے اور اس طرح اپنے بندوں کی آبرو کو تحفظ بخشا۔

ہنسی مزاح کے متعلق علومِ نافعہ

ارشاد فرمایا کہ حدیثِ پاک میں کثرتِ ضحک سے دل مردہ ہونے کی جو وعید وارد ہوئی ہے اس سے مراد وہ ہنسی ہے جو غفلت کے ساتھ ہو۔ یہ بات ملّا علی قاری نے مرقاۃ میں حدیث **اِنَّ کَثْرَۃَ الضِّحْکِ تُمِیْتُ الْقَلْبَ**[۱۶۴] کی شرح میں لکھی ہے۔ جو لوگ شرح نہیں دیکھتے وہ مطلق ہنسی کو بُرا سمجھتے ہیں، اگر حدیثِ پاک کے یہ معنٰی ہوتے جو یہ متقشف لوگ سمجھتے ہیں تو ہنسنا ثابت ہی نہ ہوتا حالاں کہ حدیثوں میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنا ہنسے **حَتّٰی بَدَتْ نَوَاجِذُہٗ**[۱۶۵] کہ آپ کی داڑھیں کھل گئیں اور صحابۂ کرام بھی ہنسا کرتے تھے **کَانُوْا یَضْحَکُوْنَ وَلٰکِنَّ الْاِیْمَانَ فِیْ قُلُوْبِہِمْ کَانَ اَعْظَمَ مِنَ الْجَبَلِ**[۱۶۶] صحابۂ کرام خوب ہنستے تھے لیکن ایمان ان کے دلوں میں پہاڑوں سے بھی زیادہ تھا۔

حضرت مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ مفتی اعظم پاکستان نے بتایا کہ ایک بار خواجہ صاحب نے ہم لوگوں کو خوب ہنسایا پھر ہم لوگوں سے دریافت فرمایا کہ بتاؤ اس وقت ہنسی کی حالت میں کس کس کا دل اللہ سے غافل تھا۔ حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ ہم لوگ خاموش رہے تو خواجہ صاحب نے فرمایا کہ الحمد للہ! میرا دل اس وقت بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغول تھا پھر یہ شعر پڑھا ؎

ہنسی بھی ہے گو لبوں پہ ہر دم اور آنکھ بھی میری تر نہیں ہے
مگر جو دل رو رہا ہے پیہم کسی کو اس کی خبر نہیں ہے

اور ایک مثال اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالی کہ کسی باپ کے بہت سے بچے ہوں جو باپ کے نہایت فرماں بردار ہوں اور باپ ان سے خوش ہو وہ جب آپس میں ہنستے ہیں تو باپ خوش ہوتا ہے کہ میرے بچے کیسے ہنس رہے ہیں اور نافرمان بچے جن سے باپ

---

۱۶۴ جامع الترمذی:۲/۵۶،ابواب الزھد،ایچ ایم سعید

۱۶۵ صحیح البخاری:۲/۸۹۹،(۶۱۱۴)،باب التبسم والضحك،المکتبۃ المظھریۃ

۱۶۶ مرقاۃ المفاتیح:۹/۶،(۴۷۴۹)،باب الضحك،دار الکتب العلمیۃ،بیروت

ناخوش ہے وہ جب ہنستے ہیں تو باپ کو غصہ آتا ہے کہ مجھے ناخوش کیا ہوا ہے اور نالائق ہنس بھی رہے ہیں۔ جن بندوں نے اللہ کو راضی کیا ہوا ہے اور جو اللہ کو ناخوش نہیں کرتے ، اپنی آرزوؤں کو توڑ دیتے ہیں لیکن اللہ کے قانون کو نہیں توڑتے ان کے ہنسنے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں اور جو غافل اور نافرمان ہیں ان کی ہنسی بھی اللہ کو ناپسند ہے دونوں کے ہنسنے میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ اسی پر میرا شعر ہے ؎

غافل کی ہنسی اور ہے ذاکر کی ہنسی اور

اور میرا دوسرا شعر ہے ؎

دل ہے خنداں جگر میں ترا دردو غم
تیرے عاشق کو لوگوں نے سمجھا ہے کم

حضرت حکیم الاُمت مجدد الملت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو لوگ زیادہ سنجیدہ ہوتے ہیں اکثر متکبر ہوتے ہیں اور فرمایا کہ ہنستا بولتا آدمی اچھا ہے اس میں تکبر نہیں ہوتا۔ میں بھی بچپن سے خاموش طبع ، فکر مند جو ہر وقت کچھ سوچتا رہتا ہو ایسے لوگوں سے دور بھاگتا تھا۔ مجھے بھی خوش طبع اور ہنسنے بولنے والے لوگوں سے مناسبت ہوتی ہے۔ زیادہ خاموش اور سنجیدہ قسم کے لوگوں سے وحشت ہوتی ہے۔ ایک شخص خوب ہنستا بولتا رہتا ہے لیکن جب کوئی حسین شکل سامنے آتی ہے نابینا بن جاتا ہے آنکھ بند کرلیتا ہے۔ نظر اٹھا کر نہیں دیکھتا ؎

جب آگئے وہ سامنے نا بینا بن گئے
جب ہٹ گئے وہ سامنے سے بینا بن گئے

ایک گناہ نہیں کرتا بتائیے یہ شخص اچھا ہے یا وہ جو بالکل خاموش آنکھیں بند کیے باخدا بنا ہوا ہے لیکن جیسے ہی کوئی کشتی نظر آئی ناخدا بن گیا اور سوار ہو گیا یعنی بد نگاہی کرنے لگا۔ اکثر وہ لوگ جو سنجیدہ اور مقدّس بنتے ہیں کسی سے بات نہیں کرتے تجربہ ہے کہ یہی لوگ ہیں جن کے بارے میں اکبر الٰہ آبادی نے کہا تھا کہ ؎

خلافِ شرع شیخ تھوکتا بھی نہیں
اندھیرے اجالے مگر چوکتا بھی نہیں

میں کہتا ہوں کہ اس زمانے میں اپنے اللہ والے دوستوں میں رہو۔ ان سے خوب ہنسو بولو بس نافرمانی کے قریب بھی نہ جاؤ۔ جب کوئی حسین شکل سامنے آئے اب ہمت سے کام لو، نفس کے گھوڑے کی لگام کس دو کہ نالائق! تجھے ہرگز نہیں دیکھنے دوں گا۔ اللہ والے دوستوں میں دن خوب عیش سے گزر جائیں گے اور نافرمانی سے بچ جاؤ گے ورنہ اگر لوگوں سے بھاگ کر خلوت اختیار کی تو یہ وہ زمانہ ہے کہ شیطان پہنچ جائے گا۔ اگر کچھ نہ کرسکا تو تنہائی میں پرانے گناہوں کی ریل چلا کر دل کو تباہ کردے گا۔ پُرانے گناہوں کو یاد دلائے گا یا نئے گناہوں کی اسکیم بنائے گا۔ لہٰذا اس زمانے میں زیادہ تنہائی میں رہنا سخت خطرناک ہے، اللہ والے دوستوں میں رہنے میں ہی فائدہ ہے کیوں کہ خلوۃ مع الرحمٰن مفید ہے خلوۃ مع الشیطان نہیں۔

۲۳ر شوال المکرم ۱۴۱۸؁ھ مطابق ۲۱ر فروری ۱۹۹۹؁ء بروز ہفتہ بعد فجر سات بجے مسجد رونق اسلام رنگون (برما)

صحبتِ اہل اللہ کی ضرورت کی دلیل

ارشاد فرمایا کہ حدیثِ پاک میں ہے کہ قیامت کے دن ایک شہید کو بلایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ پوچھیں گے کہ کس لیے شہید ہوا؟ کہے گا کہ اے اللہ! آپ کے لیے میں نے جان دے دی۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تو جھوٹ کہتا ہے تو اس لیے شہید ہوا تاکہ کہا جائے کہ تو بڑا بہادر ہے۔ حکم ہوگا کہ اس کو جہنم میں ڈال دو۔ اسی طرح ایک قاری کو بلایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ پوچھیں گے کہ تم قاری کس لیے بنے؟ کہے گا کہ اے اللہ! آپ کے لیے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تو جھوٹ بولتا ہے۔ تونے قراءت اس لیے کی تاکہ کہا جائے، کہ تو بہت بڑا قاری ہے۔ اس کو بھی جہنم میں ڈالنے کا حکم ہوگا۔ پھر ایک سخی کو بلایا جائے گا اللہ تعالیٰ اس سے پوچھیں گے کہ مال کس لیے خرچ کیا؟ کہے گا کہ اے اللہ! آپ کے لیے، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: جھوٹ کہتا ہے تونے اس لیے

خرچ کیا تا کہ کہا جائے کہ تو بہت بڑا سخی ہے۔ اس کو بھی جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ معلوم ہوا کہ دکھاوا اتنا خطرناک مرض ہے کہ ایک شہید کی شہادت قبول نہیں ہوئی، ایک قاری کی قراءت قبول نہیں ہوئی، ایک سخی کی سخاوت قبول نہیں ہوئی۔ جان بھی گئی، مال بھی گیا، قراءت سیکھنے کی محنت بھی گئی اور جنّت بھی نہ ملی۔ لہٰذا دل کو ٹٹولنا چاہیے کہ ہم کس لیے عمل کر رہے ہیں اور اس مرض کے علاج کی فکر کرنی چاہیے۔

ریا سے حفاظت کا اور اخلاص کے حاصل کرنے کا کیا طریقہ ہے۔ حضرت مفتی شفیع صاحب مفتی اعظم پاکستان نے اپنے شیخ و مرشد حضرت حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے اس شعر کے متعلق پوچھا کہ حضرت! شاعر نے جو یہ کہا ہے کہ ایک منٹ کی صحبتِ اہل اللہ سو سال کی اخلاص والی عبادت سے بہتر ہے تو کیا یہ مبالغہ نہیں ہے۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مفتی صاحب! یہ مبالغہ نہیں ہے بلکہ شاعر نے کم بیان کیا ہے کہ بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا۔ شاعر کو یوں کہنا چاہیے تھا۔

یک زمانہ صحبتے با اولیاء
بہتر از لکھ سالہ طاعت بے ریا

اللہ والوں کی صحبت ایک لاکھ سال کی اخلاص والی عبادت سے افضل ہے اور اس کی وجہ حضرت نے ملفوظات حُسن العزیز میں بیان فرمائی کہ شیطان نے ہزاروں سال عبادت کی لیکن مردود ہونے سے نہ بچ سکا لیکن اللہ والوں کا صحبت یافتہ مردود نہیں ہوتا، گناہ کا اس سے صدور تو ہو سکتا ہے لیکن دائرۂ اسلام سے خروج نہیں ہو سکتا۔ ایمان ان شاء اللہ! اس کا سلامت رہے گا، حُسنِ خاتمہ نصیب ہو گا اور اللہ والوں کا صحبت یافتہ گناہوں پر قائم بھی نہیں رہ سکتا، توفیقِ توبہ ان کی برکت سے نصیب ہو جاتی ہے۔ تو فرمایا کہ صحبتِ اہل اللہ میں جب یہ اثر ہے کہ وہ دائرۂ اسلام سے خروج سے حفاظت کی ضامن ہے تو پھر وہ اس عبادت سے کیوں افضل نہ ہو گی جس میں یہ اثر نہ ہو۔

حضرت حکیم الاُمت نے اس کی کوئی دلیل نقل نہیں فرمائی لیکن اللہ تعالیٰ

نے ایک حدیث مجھے یاد دلائی جو حضرت حکیم الامت کے ارشاد کی دلیل ہے۔ بخاری شریف کی حدیث ہے مَنْ اَحَبَّ عَبْدًا لَا يُحِبُّهٗ اِلَّا لِلّٰهِ[۱۶۷] جو شخص کسی بندے سے صرف اللہ کے لیے محبت کرے تو اس کو حلاوتِ ایمانی نصیب ہوگی اور ملا علی قاری فرماتے ہیں وَقَدْ وَرَدَ اَنَّ حَلَاوَةَ الْاِيْمَانِ اِذَا دَخَلَتْ قَلْبًا لَا تَخْرُجُ مِنْهُ اَبَدًا فَفِيْهِ اِشَارَةٌ اِلٰى بَشَارَةِ حُسْنِ الْخَاتِمَةِ[۱۶۸] یعنی حلاوتِ ایمانی جس قلب کو عطا ہوتی ہے پھر کبھی اس دل سے نہیں نکلتی اور جب ایمان کبھی دل سے نکلے گا ہی نہیں تو اس میں حُسنِ خاتمہ کی بشارت موجود ہے۔ اور دوسری دلیل بھی بخاری شریف کی ہے هُمُ الْجُلَسَاءُ لَا يَشْقٰى جَلِيْسُهُمْ[۱۶۹] یہ اللہ والے ایسے ہم نشین ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا شقی اور بدبخت نہیں رہ سکتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو ایک دعا تعلیم فرمائی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ تم یہ دعا پڑھ لیا کرو تو تم دکھاوے کے مرض سے نجات پاجاؤ گے مِنْ قَلِيْلِهٖ وَكَثِيْرِهٖ وَصَغِيْرِهٖ وَكَبِيْرِهٖ چاہے تھوڑی ریا ہو یا زیادہ ہو، چھوٹا دکھاوا یا بڑا دکھاوا ہو ہر قسم کے دکھاوے اور ریا سے نجات پاجاؤ گے، وہ دعا یہ ہے اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ اَنْ اُشْرِكَ بِكَ وَاَنَا اَعْلَمُ اے اللہ! میں پناہ چاہتا ہوں کہ آیندہ تیرے ساتھ دکھاوا اور شرک کروں اور مجھے اس کی خبر بھی ہو لیکن ماضی میں جو کچھ ہوچکا وَاَسْتَغْفِرُكَ لِمَا لَا اَعْلَمُ[۱۷۰] اے اللہ! اس سے بھی میں معافی چاہتا ہوں کہ دکھاوا ہوگیا اور مجھے پتا بھی نہ چلا۔ لہٰذا اَعُوْذُبِكَ سے پاکی مل گئی اور اَسْتَغْفِرُكَ سے معافی مل گئی تو پاکی بھی ملی اور معافی بھی ملی اور کیا چاہیے یعنی بندہ ریا سے پاک کردیا گیا اور جو کچھ دکھاوا ماضی میں ہوچکا اس کی معافی مل گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ دعا سکھائی اس میں ریا، دکھاوا اور شرکِ خفی سے پاکی بھی ہے اور معافی بھی ہے۔

---

۱۶۷ صحیح البخاری: ۷/۱ (۲۱)، باب من کرہ ان یعود فی الکفر الخ، المکتبۃ المظھریۃ

۱۶۸ مرقاۃ المفاتیح: ۴۰/۱، کتاب الایمان، المکتبۃ الامدادیۃ، ملتان

۱۶۹ صحیح البخاری: ۹۴۸/۲، (۶۴۴۳)، باب فضل ذکر اللہ تعالٰی، المکتبۃ المظھریۃ

۱۷۰ کنز العمال: ۸۱۶/۳، (۸۸۴۸)، مؤسسۃ الرسالۃ

لیکن اگر کوئی دعا کرتا رہے کہ اے اللہ! مجھے اولاد دے دے اور شادی نہ کرے تو کیا اس کو اولاد ملے گی؟ ایسے ہی ریا سے بچنے کی یہ دعا جب قبول ہوگی جب اللہ والوں کی صحبت میں رہو۔ قطب العالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ والوں کی صحبت میں رہنا سو برس کی اخلاص کی عبادت سے افضل ہے، پھر ہنس کر فرمایا کہ مگر ایک منٹ کی اخلاص کی عبادت نصیب نہیں ہوگی جب تک اللہ والوں کی صحبت میں نہیں جاؤ گے۔ اخلاص ملتا ہی ہے اللہ والوں کی صحبت سے۔

اب اگر کوئی یہ اشکال کرے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو صرف دعا سکھائی، صحبتِ اہل اللہ کی قید تو نہیں لگائی تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ جن کو یہ دعا سکھائی جارہی تھی وہ بھی تو صحبت یافتہ تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ جن کو صحبتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاصل تھی ان کو یہ دعا بتائی گئی، معلوم ہوا کہ اللہ والوں کی صحبت بھی حاصل رہے اور یہ دعا بھی رہے تو پھر ان شاء اللہ! کام بن جائے گا۔

(۲۵/ شوال المکرم ۱۴۱۸؁ھ مطابق ۲۳/ فروری ۱۹۹۹؁ء دوشنبہ بعد فجر چھ بج کر ۴۵ منٹ خانقاہ شرافت گنج، ڈھاکہ بنگلہ دیش)

دنیا کا مزہ بھی اللہ والوں ہی کو حاصل ہے

ارشاد فرمایا کہ حضرت حکیم الاُمت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو اللہ والا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی دنیا کو بھی لذیذ کر دیتے ہیں، اس کو اللہ کی نعمتوں میں، روٹی میں، کپڑے میں، بیوی بچوں میں، اپنی تجارت میں زیادہ مزہ ملتا ہے کیوں کہ نعمت دینے والے سے اس کا رابطہ اور تعلق صحیح اور قوی ہوگیا اور جو اللہ سے دور ہے وہ دنیا تو پا جائے گا لیکن دنیا کا مزہ نہیں پائے گا کیوں کہ جس نے دنیا بنائی ہے اس سے یہ دور ہے۔ جس نے کوئی مکان بنایا لیکن مکان میں رہنے والے کو مالکِ مکان سے کوئی تعلق اور محبت نہ ہو تو بتایئے اس کے مکان میں مزہ آئے گا؟ مالکِ مکان سے اگر خوب محبت ہو پھر اس کا مہمان بنے تو مزہ آتا ہے اور

جس سے محبت نہیں ہوتی اس کے مکان میں بھی مزہ نہیں آتا۔ پس جس کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہوتی ہے اس کو اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی دنیا میں بھی مزہ ملتا ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ سے محبت نہیں ہوتی تو اللہ کی بنائی ہوئی دنیا میں وہ مزہ نہیں پاتا چاہے اس کو اللہ تعالیٰ دنیا کثرت سے دے دے لہٰذا جو لوگ اللہ کی محبت نہیں سیکھتے ان کی زمین، ان کے کاروبار ان کے شاندار مکان سے ان کو وہ مزہ نہیں ملتا جو اللہ والوں کو ملتا ہے۔ اللہ والوں کو اللہ کی بنائی ہوئی ہر چیز میں مزہ ہے، دنیا میں بھی ان کو مزہ ہے، جنّت میں بھی مزہ ہے۔

(۲۸؍ شوال المکرم ۱۴۱۸؁ھ مطابق ۲۶؍ فروری ۱۹۹۹؁ء جمعرات ساڑھے آٹھ بجے صبح خانقاہ شرافت گنج، ڈھاکہ، بنگلہ دیش)

محبتِ شیخ علیٰ سبیل خلّت مطلوب ہے

ارشاد فرمایا کہ پیر کی کتنی محبت ہونی چاہیے اس مضمون کے متعلق ایک بہت بڑا راز اللہ تعالیٰ نے میرے قلب پر مکشوف فرمایا اور وہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِهٖ فَلْیَنْظُرْ اَحَدُکُمْ مَّنْ یُّخَالِلُ[۱۷۱] انسان اپنے خلیل اور گہرے دوست کے دین پر خود بخود ہو جاتا ہے تو اگر شیخ سے اتنی محبت ہو جائے کہ وہ ہمارے قلب میں خلیل ہو جائے تو اس کی تمام ادائیں ہمارے اندر خود بخود آجائیں گی اور جب تک یہ ادائیں اس کے اندر نہیں آرہی ہیں تو صحبتِ شیخ اس کے لیے نفعِ کامل کا ذریعہ نہیں بن رہی ہے بوجہ اس کی نالائقی اور عدمِ اتباع کے۔ شیخِ کامل کی صحبت سے نفعِ کامل حاصل کرنے کے لیے تفسیر روح المعانی کا ایک جملہ ہے کہ خَالِطُوْهُمْ لِتَکُوْنُوْا مِثْلَهُمْ[۱۷۲] اتنا ساتھ رہو کہ تم بھی اپنے شیخ کی طرح ہو جاؤ، وہی دردِ دل، وہی آہ و فغاں، وہی غضِّ بصر، وہی تقویٰ تمہارے اندر بھی منتقل ہو جائے۔ اس حدیث کی رو سے کہ اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِهٖ اگر شیخ تمہارا خلیل ہوتا اور علیٰ سبیلِ خلّت تم کو شیخ کی محبت نصیب ہوتی تو شیخ کی راہ میں اور تمہاری راہ میں فرق نہ ہوتا۔ معلوم ہوا کہ تمہاری

---

۱۷۱ سنن ابی داؤد: ۳۰۸/۲، (۴۸۳۵)، باب من یؤمر ان یجالس، ایچ ایم سعید

۱۷۲ روح المعانی: ۵۶/۱۱، التوبۃ (۱۱۹)، دار احیاء التراث، بیروت

رفاقت میں حُسن نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِیْقًا[۱۷۳] یہ خالی جملۂ خبریہ نہیں ہے اس میں جملۂ انشائیہ پوشیدہ ہے۔ یہ بہت اچھے رفیق ہیں اس خبر میں یہ انشاء موجود ہے کہ ان کے ساتھ حسین رفاقت اختیار کرو۔ جب تک شیخ کے راستے میں اور مرید کے راستے میں فرق ہے تو اللہ تعالیٰ سے شیخ کی محبت علیٰ سبیل خلّت مانگو کہ اے اللہ! شیخ کو میرے قلب میں اتنا محبوب کردے کہ وہ میرا خلیل ہوجائے اور میں عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِہٖ ہوجاؤں۔ پس جب شیخ کی محبت خلّت کے درجے میں پہنچ جائے گی تو اس کے مشورے پر اتباعِ کامل کی توفیق ہوگی اور پھر خود بخود شیخ کے تمام اخلاق آپ کے اندر منتقل ہوجائیں گے۔ یہ شرح اللہ تعالیٰ نے ابھی میرے دل کو عطا فرمائی۔

(۴؍ ذوالقعدہ ۱۴۱۸ھ مطابق ۴؍ مارچ ۱۹۹۹ء بدھ صبح سوا سات بجے خانقاہ شرافت گنج)

محبت علیٰ سبیل خلّت کی مزید تشریح

ارشاد فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِہٖ اس حدیث میں شیخ کی محبت کی تعلیم ہے اور بخاری شریف کی حدیث ہے مَنْ اَحَبَّ عَبْدًا لَا یُحِبُّہٗ اِلَّا لِلّٰہِ[۱۷۴] اس میں بھی شیخ کی محبت کی تعلیم ہے کیوں کہ شیخ سے محبت اللہ ہی کے لیے ہوتی ہے کیوں کہ اس کے ساتھ کوئی رشتہ داری نہیں، وطنی علاقائی، زبانی و تجارتی تعلق بھی نہیں ہے۔ اپنے شیخ کی محبت کا ایک انعام یہ بھی ہے جو بخاری کی اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس کو ایمان کی مٹھاس ملے گی اور اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا اور اس کو اللہ کی محبت بھی ملے گی اور اعمالِ صالحہ کی محبت بھی ملے گی۔ اس لیے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اللہ کی محبت مانگی تو اس کے ساتھ اللہ کے عاشقوں کی محبت بھی مانگی اور اعمال کی محبت بھی مانگی اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّكَ وَحُبَّ عَمَلٍ یُّبَلِّغُنِیْ حُبَّكَ[۱۷۵] اللہ کی محبت اور اعمال کی محبت

---

[۱۷۳] النسآء: ۶۹

[۱۷۴] صحیح البخاری: ۱/۷، باب من کرہ ان یعود فی الکفر الخ، المکتبۃ المظھریۃ

[۱۷۵] جامع الترمذی: ۲/۱۸۷، باب من ابواب جامع الدعوات، ایچ ایم سعید

کے بیچ میں اللہ کے عاشقوں کی محبت مانگ کر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتادیا کہ جس کو شیخ کی محبت مل جاتی ہے اس کو اللہ کی محبت بھی مل جاتی ہے اور اعمال کی توفیق بھی ہو جاتی ہے اور حدیث اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِہٖ سے معلوم ہوا کہ ہر آدمی اپنے خلیل (گہرے دوست) کے دین پر خود بخود ہو جاتا ہے لہٰذا جس کو اپنے شیخ کی محبت کم ہو گی علیٰ سبیل خلت نہیں ہو گی اس کے اندر شیخ کا دین، شیخ کا اخلاق، شیخ کا تعلق مع اللہ پورا منتقل نہیں ہو گا۔ خلیل کے معنیٰ ہیں گہرا دوست۔ دوستی اتنی گہری ہو کہ دل کے اندر داخل ہو جائے۔ اس حدیث کی شرح مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں فرمائی کہ؎

مہر پا کاں درمیان جاں نشاں

شیخ کی محبت کو، اللہ والوں کی محبت کو اپنی جان کے اندر رکھ لو، عقل میں نہیں۔ عقلی محبت کافی نہیں ہے، دماغ میں بھی نہیں، قلب میں بھی نہیں صرف دل کی محبت بھی کافی نہیں ہے اور آگے بڑھو، دل کے درمیان کی محبت سے بھی آگے بڑھو درمیان جان لے آؤ۔ روح کے اندر لے آؤ جان کے اوپر اوپر والی محبت بھی کافی نہیں، یہ مولانا رومی کی بلاغت ہے۔ فرماتے ہیں کہ شیخ کی محبت کو جان کے اوپر ہی نہ رکھو جان کے درمیان میں لے آؤ اور؎

دل مدہ الابمہر دل خوشاں

اور دل کسی کو مت دو لیکن جن کے دل اچھے ہو گئے ہیں ان کو دل دو اور دل کب اچھا ہوتا ہے؟ دل تو ایک ظرف ہے۔ برتن ہے، برتن کب اچھا ہو گا؟ جب اس میں اچھی چیز رکھو گے۔ اللہ کی محبت سے بڑھ کر کون سی چیز اچھی ہو سکتی ہے۔ بس جن کے دل اللہ کی محبت سے اچھے ہو گئے ان کو اپنا دل دے دو۔

تو اللہ والا بننے کے لیے اپنے شیخ کی محبت کو اللہ سے مانگو کہ یا اللہ! ہمارا شیخ ہمارا خلیل ہو جائے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِہٖ اگر تمہارا شیخ سچا اللہ والا تمہارا خلیل ہو جائے گا اور تم اس کے خلیل ہو جاؤ گے تو سارا دین آسان ہو جائے گا، یہاں تک کہ شیخ کے علوم، یہاں تک کہ شیخ کے ارشادت، یہاں تک کہ شیخ کا دردِ دل، شیخ کی طرزِ گفتگو یہاں تک کہ شیخ کا طرزِ رفتار، یہاں تک کہ شیخ کا طرزِ گفتار

یعنی شیخ کے جینے کے سارے قرینے مرید میں منتقل ہوجاتے ہیں۔ لہٰذا اگر کسی شیخ کے ہزاروں مرید ہیں تو جس مرید میں شیخ کی محبت غالب ہوگی اس سے شیخ کا سارا علم مل جائے گا، شیخ کا سارا دردِ دل مل جائے گا۔ اور اس کے پاس بیٹھنا شیخ کے پاس بیٹھنا ہوجائے گا۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صدیقِ اکبر کے لیے فرماتے ہیں کہ میں نے سب کے احسانات کا بدلہ دے دیا لیکن صدیق کا ہم سے بدلہ ادا نہیں ہوسکا۔ اللہ ہی اس کا بدلہ ان کو دے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ شیخ پر اس طرح فدا ہونا چاہیے کہ اس کے دل پر تمہاری محبت ووفاداری کا نقش بیٹھ جائے۔

(۹/ ذوقعدہ ۱۴۱۸ھ مطابق ۹/ مارچ ۱۹۹۹ء دوشنبہ صبح ساڑھے گیارہ بجے حجرۂ حضرتِ والا خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، کراچی)

رازِ قلبِ شکستہ

ارشاد فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ حُسن کو پیدا نہ فرماتے اور ہمارے اندر حسینوں کا عشق اور حُسن کی طرف کشش اور میلان نہ رکھتے اور غضِ بصر کا حکم دے کر ہمارے دل کو توڑنے کا سامان نہ فرماتے تو ہماری عباداتِ مثبتہ کے انوار قلب کی ظاہری سطح پر اوپر اوپر رہتے باطن قلب میں داخل نہ ہوتے۔ لیکن حکم دے دیا کہ نظر بچاؤ تاکہ میرے بندے شدید تقاضے اور شدید میلان کے باوجود حسینوں سے نظر بچا کر جب زخم حسرت کھائیں اور خونِ آرزو پئیں اور میرے راستے کا غم اٹھائیں تو ان کو نظر بچانے کا ثواب الگ ملے اور میرے قانون یَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِهِمۡ کو نہ توڑنے کا، میرے حکم غضِ بصر کے احترام کا ثواب الگ ملے اور اس غم سے جب ان کا دل پارہ پارہ ہوجائے تو ان کی عباداتِ مثبتہ یعنی ذکر وتلاوت وتہجد ونوافل اور حج وعمرہ کے انوار قلب کی ظاہری سطح سے قلب کے اندر داخل ہوجائیں۔ حفاظتِ نظر کا حکم اللہ تعالیٰ کا کرم عظیم ہے کہ نظر بچانے کے غم سے ہمارا دل توڑ کر اپنی تجلیاتِ قرب کو ہمارے قلب کے اندر داخل کرنا چاہتے ہیں ورنہ عباداتِ مثبتہ کے انوار قلب کے اوپر اوپر رہتے باطن ان انوار کے نفوذ سے محروم رہ جاتا جیسا کہ مولانا رومی فرماتے ہیں۔

بر برون کہہ چوزد نور صمد
پارہ شد تا در درونش ہم زند

طور پہاڑ کی ظاہری سطح پر جب تجلیٔ صمدیت نازل ہوئی تو عام مفسرین نے فرمایا کہ طور اس تجلی کو برداشت نہ کرسکا اور ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا لیکن مولانا رومی فرماتے ہیں کہ ایک نکتہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل کو عطا فرمایا کہ طور اللہ کا عاشق تھا جب تجلی کو اپنی ظاہری سطح پر دیکھا تو ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا تاکہ اللہ کی وہ تجلی میرے اندر آجائے گویا اس نے بزبانِ حال کہا کہ ؎

آجا میری آنکھوں میں سما جا میرے دل میں

مولانا رومی کے فیض سے اللہ تعالیٰ نے میرے دل پر یہ راز منکشف فرمایا کہ حفاظتِ نظر کا حکم اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی رحمت ہے کہ نظر بچانے سے دل شکستہ ہوتا ہے اور جب دل شکستہ ہوتا ہے تو عباداتِ مثبتہ ذکر و تلاوت و نوافل وغیرہ کے انوار قلب کی ظاہری سطح سے باطن قلب میں داخل ہوجاتے ہیں اور پورا باطن تجلیاتِ قربِ الٰہیہ سے معمور ہوجاتا ہے لہٰذا عباداتِ مثبتہ جس قدر اہم ہیں کہ ان سے انوار پیدا ہوتے ہیں اس سے زیادہ نظر بچانے کی، حسینوں سے بچنے کا غم اٹھانے کی عبادتِ منفیہ اہم ہے جس سے قلب شکستہ ہوتا ہے اور وہ انوار محفوظ ہوجاتے ہیں جیسے کسی کے پاس بہت سا مال ہے لیکن تجوری میں تالا لگا ہوا ہے تو وہ مال تجوری میں داخل نہیں کرسکتا۔ ہاں جب کوئی کنجی لگا کر تجوری کھول دے تو مال تجوری کے اندر محفوظ کردیتا ہے اس طرح نظر بچانے کا غم، گناہ سے بچنے کا غم اٹھانا وہ کنجی ہے جس سے دل کی تجوری کھل جاتی ہے اور انوارِ مثبتہ محفوظ ہوجاتے ہیں۔ ہر انسان کی فطرت ہے کہ اپنی کمائی کو محفوظ کرتا ہے، تجوری میں تالا لگاتا ہے جس کے قلب میں حلاوتِ ایمانی کی دولت آگئی اب وہ آنکھوں کا تالا مضبوط لگائے گا تاکہ حسن کے چور آنکھوں کے راستے سے کہیں میری دولت کو چرا نہ لیں۔ جس گھر میں مال ہوتا ہے اس کے دروازے میں تالا مضبوط لگاتے ہیں اور جس گھر میں مال نہیں ہوتا وہ بے فکری سے اور لاپروائی سے دروازہ کھلا چھوڑ کر سوتا ہے۔ پس جس قلب میں

حلاوتِ ایمانی کی، نسبت مع اللہ کی عظیم دولت ہوتی ہے وہی آنکھوں پر حفاظت کا مضبوط تالا لگاتا ہے، نظر کی حفاظت کرتا ہے۔ اور جس کو دیکھو کہ نگاہ کی حفاظت نہیں کرتا یہ دلیل ہے کہ اس کا قلب نسبت مع اللہ کی دولت سے خالی ہے۔

قبیل عشاء ۱۲/ ذوقعدہ ۱۴۱۸؁ھ مطابق ۱۱/ مارچ ۱۹۹۹؁ء بدھ در حجرۂ حضرتِ والا

غضِ بصر کا حکم عینِ فطرتِ انسانی کے مطابق ہے

ارشاد فرمایا کہ کوئی باغیرت انسان پسند نہیں کرتا کہ دوسرا اس کی ماں بیٹی کو دیکھے۔ اگر معلوم ہوجائے کہ میری ماں بہن کو کوئی بُری نظر سے دیکھ رہا ہے تو ہر غیرت مند انسان کا خون کھول جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **یَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِہِمۡ** اے ایمان والو! اپنی نگاہوں کی حفاظت کرو۔ تم جس کو دیکھو گے وہ کسی کی ماں، کسی کی بیٹی کسی کی بہن ہوگی، جس طرح تمہارا خون کھولتا ہے دوسرے کا خون بھی اسی طرح کھولے گا لہٰذا نظر بچانے کا قانون تو ہم نے تمہاری عین فطرت کے مطابق نازل کیا ہے۔ پس جو غضِ بصر کے حکم کو ظلم سمجھتا ہے وہ خود ظالم ہے۔

عطائے ولایت کی علامت

ارشاد فرمایا کہ گناہوں سے بچنے کی توفیق ہوجانا مترادف عطائے ولایت کے ہے۔

بیٹیاں نعمتِ عظمیٰ ہیں

ارشاد فرمایا کہ جس کے گھر بیٹیاں پیدا ہوں وہ ہرگز دل چھوٹا نہ کرے بلکہ خوش ہوجائے اوران کو نعمت سمجھے کیوں کہ ان کی پرورش پر جنّت کا وعدہ ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے تین لڑکیاں ہوئیں اس نے ان کی پرورش کی دین سکھایا تو اس کے لیے جنّت واجب ہوگئی۔ کسی نے عرض کیا کہ اگر کسی نے دو بیٹیوں کی پرورش کی تو؟ فرمایا: اس کے لیے بھی جنّت ہے۔ کسی نے عرض کیا کہ اگر کسی کے ایک ہی لڑکی ہے؟ آپ نے اس کو بھی جنّت کی بشارت دی۔ اگر یہ نعمت نہ

ہوتیں تو ان پر جنّت کا وعدہ نہ ہوتا۔ جنّت نعمت پر ملتی ہے نہ کہ لعنت پر۔ وہ ظالم ہے جو بیٹیوں کو نعمت نہیں سمجھتا ہے لہٰذا بیٹی پیدا ہونے کی خبر سن کر جس کے چہرے پر غم آجائے تو یہ علامتِ کافرانہ ہے، یعنی کافروں جیسا شعار ہے کیوں کہ کافر بیٹیوں کی خبر سن کر غمگین ہو جاتے تھے لہٰذا مسکراؤ اور شکر ادا کرو کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس عورت کے پیٹ سے پہلی مرتبہ بیٹی پیدا ہو وہ مبارک عورت ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں بیٹیوں کو لعنت سمجھتے تھے کہ داماد ڈھونڈنا پڑے گا اس لیے زندہ دفن کر دیتے تھے۔ کیا شقی القلب اور جانوروں سے بھی بدتر تھے۔ اسی کو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **وَ اِذَا الۡمَوۡءٗدَۃُ سُئِلَتۡ ، بِاَیِّ ذَنۡۢبٍ قُتِلَتۡ** [۱۷۶] جب زندہ دفن کی جانے والی سے پوچھا جائے گا کہ تجھے کس جرم میں قتل کیا گیا۔ ان ہی بیٹیوں سے تو اولیاء اللہ پیدا ہوتے ہیں۔ مولانا جلال الدین رومی خوارزم شاہ کی بیٹی سے پیدا ہوئے۔ شاہ خوارزم کا نام بیٹے سے نہیں روشن ہوا بیٹی کی برکت سے آج شاہ خوارزم کا نام لوگ جانتے ہیں بیٹی کے پیٹ سے اتنا بڑا ولی اللہ پیدا ہوا کہ سارے عالم میں غلغلہ مچ گیا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو دونوں عالم میں اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ پیارے ہیں ان کا نسب آپ کی بیٹی سے چلا۔ اگر نعوذ باللہ! بیٹیاں مبارک نہ ہوتیں تو اللہ تعالیٰ اپنے پیارے نبی کا سلسلہ بیٹیوں سے نہ چلاتا لہٰذا بیٹیوں کو ہرگز حقیر اور کم نہ سمجھو۔ بیٹیاں بیٹے (داماد) لاتی ہیں اور بیٹے بیٹیاں لاتے ہیں بعض وقت ایسا لائق داماد مل گیا جو بیٹوں سے بھی زیادہ خدمت گزار نکلا۔ البتہ بیٹے کے لیے دعا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اس نیت سے بیٹا مانگو کہ یا اللہ! مجھے بیٹا عطا فرما دیجیے۔ میں اسے حافظ و عالم بناؤں گا تاکہ وہ دین کا کام کرے، ہمارے دینی اداروں کو چلائے اور ہمارے لیے صدقۂ جاریہ ہو۔

غلامِ نفس کی ذلت و خرابی

ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے کہ ؎

۱۷۶؎ التکویر: ۸،۹

عشق جس کا امام ہوتا ہے
اس کا اونچا مقام ہوتا ہے

لیکن یہ عشق اللہ کے عاشقوں سے ملتا ہے خشک زاہدوں سے نہیں ملے گا۔ اب میرا شعر سنیے کہ ؎

نفس جس کا امام ہوتا ہے
اس کا نیچا مقام ہوتا ہے

یعنی نفس کی خواہش کو جس نے امام بنایا وہ نیچا ہو گیا ذلیل ہو گیا، نفس کی خواہش پر عمل کرنے کی وجہ سے اور اس شعر کے دوسرے معنیٰ یہ ہیں کہ جو نفس کی خواہش کو امام بناتا ہے پھر وہ معشوقوں کا نیچا مقام تلاش کرتا ہے اور بول و براز کے مقامات میں پڑا ہوا نظر آتا ہے اور جو نیچا کام کرتا ہے اس کا نیچا مقام نہ ہو گا؟ وہ نیچا اور ذلیل نہ ہو گا؟ اس لیے اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ جس نے حسینوں کا فرسٹ فلور یعنی ان کا چہرہ اور آنکھیں اور کالے بال وغیرہ دیکھنے کو حرام کر دیا تاکہ فرسٹ فلور کے حُسن سے پاگل ہو کر ہم کہیں گراؤنڈ فلور کی گٹر لائنوں میں نہ گر پڑیں اور ہماری تقدس مآبی پیشاب اور پاخانے کے مقامات میں گر کر خرابی سے تبدیل نہ ہو جائے۔

۱۴ ذوقعدہ ۱۴۱۸ھ مطابق ۱۴ مارچ ۱۹۹۹ء ہفتہ

دلیلِ توحید

ارشاد فرمایا کہ مسلمانوں کا آپس میں محبت سے رہنا اس میں دلیلِ توحید ہے۔ جن بچوں کا باپ ایک ہوتا ہے ان میں آپس میں محبت ہوتی ہے اور سوتیلوں میں لڑائی جھگڑا اور فساد رہتا ہے۔ مسلمانوں کا اللہ ایک ہے اس لیے ان میں آپس میں محبت ہونا اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی دلیل ہے۔

التحیات کے متعلق علومِ عجیبہ

بعد فجر حضرتِ والا حسب معمول چہل قدمی کے لیے سندھ بلوچ سوسائٹی

تشریف لے جاتے ہیں۔ سیر کے بعد خانقاہ میں اشراق پڑھنے کے بعد ارشاد فرمایا کہ قعدہ میں اَلتَّحِیَّاتُ کے جواب میں اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ ہے۔ قولی عبادت کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے قولاً سلام فرمایا جو مفرد ہے اور وَالصَّلَوَاتُ کے جواب میں وَرَحْمَةُ اللہِ فرمایا اور یہ بھی مفرد ہے۔ قولی عبادت اور بدنی عبادت کا جواب مفرد نازل ہوا لیکن وَالطَّیِّبَاتُ (مالی عبادت) کے جواب میں وَبَرَکَاتُهٗ جمع نازل فرمایا۔ معلوم ہوا کہ عشق کا اصل امتحان مالی عبادت ہے ورنہ آدمی کہتا ہے؎

گر جاں طلبی مضایقہ نیست
ور زر طلبی سخن دریں ست

کیوں کہ مال خرچ کرنے میں بہت مجاہدہ اور دل گھٹتا ہے کہ اتنا روپیہ بیوی بچوں کی ضروریات پر خرچ کرتا یا اپنے اوپر ہی خرچ کرتا یا فلاں فلاں کام نکل جاتے وغیرہ وغیرہ کیوں کہ مالی عبادت میں مجاہدہ زیادہ تھا اس لیے وَالطَّیِّبَاتُ کے جواب میں بَرَکَتُهٗ مفرد نازل نہیں فرمایا بَرَکَاتُهٗ جمع نازل فرمایا کہ اس کے بدلے میں تمہارے مال پر ہم برکات نازل کردیں گے۔ فیضانِ رحمتِ الٰہیہ سے تمہارا مال اور بڑھ جائے گا۔

ارشاد فرمایا کہ نماز میں جو پڑھا جاتا ہے اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ یہ براہِ راست سلام نہیں ہے بلکہ یہ سلام فرشتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچاتے ہیں۔ جیسے خط میں السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ صیغہ حاضر لکھا جاتا ہے اگرچہ مخاطب وہاں موجود نہیں لیکن السلام علیکم سے خطاب کرنا شرع نے جائز قرار دیا کہ ڈاکیہ خط لے جائے گا۔

نسبت مع اللہ کے عظیم الشان آثار

ارشاد فرمایا کہ اہل اللہ کی مصاحبت اور ذکر اللہ کی مداومت اور گناہوں سے محافظت اور اسبابِ گناہ سے مباعدت اور سنت پر مواظبت کی برکت سے جب اللہ تعالیٰ اپنی تجلیاتِ خاصہ سے جس قلب میں متجلی ہوتے ہیں تو ایسے شخص کی نگاہوں میں چاند وسورج کی روشنیاں پھیکی (لوڈشیڈنگ) ہو جاتی ہیں۔ مجانینِ عالم کے

جنونِ عشق کے تمام فنون بے قدر ہوجاتے ہیں اور لیلائے کائنات کے نمکیات ہیچ ہوجاتے ہیں اور ان کے اسفل کے بول و براز کے مرکز کی حقیقت سے پردے اُٹھ جاتے ہیں۔ سلاطینِ عالم کے تخت و تاج نیلام ہوتے ہوئے نظر آتے ہیں اور پاپڑ سموسے اور کباب بریانیوں کے ذائقے اس منعمِ حقیقی کی لذتِ قرب کے سامنے بے قدر ہوجاتے ہیں۔

عشقِ مجاز کا سگنل

ارشاد فرمایا کہ اگر آغوشِ محبت میں کوئی حسین کسی کو مست کررہا ہو اور اچانک اسے دست آجائے تو اس کے عشق کا سگنل ڈاؤن ہوجاتا ہے۔

نفس جس کا امام ہوتا ہے
اس کا نیچا مقام ہوتا ہے

(۱۷/ ذوقعدہ ۱۴۱۸؁ھ مطابق ۱۶/ مارچ ۱۹۹۹؁ء دوشنبہ بعد مغرب بوقت سات بج کر چالیس منٹ مسجدِ اشرف گلشن اقبال کراچی)

ماضی کے گناہوں پر استغفار تقویٰ کا جز ہے

ارشاد فرمایا کہ ماضی کے گناہوں سے توبہ کرنا بھی تقویٰ کا ایک جز ہے چوں کہ اپنی دوستی کی بنیاد اللہ تعالیٰ نے تقویٰ پر رکھی ہے اور دوستی جب ہی ہوسکتی ہے کہ اپنے دوست کے حقوق میں ماضی میں جو نالائقیاں کی ہیں ان کی بھی تلافی کرے۔ آپ خود بتائیے کہ اگر آپ دنیا میں کسی سے دوستی کرنا چاہتے ہیں اور ماضی میں آپ نے اس کی نافرمانیاں کی ہیں تو اگر آپ اس سے خالی یہ کہیں کہ آئندہ میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا اور ماضی پر ندامت کا اظہار نہ کریں تو کیا وہ آپ کو دوست بنالے گا جب تک آپ یہ نہ کہیں گے کہ پہلے جو میں نالائقیاں کرچکا ہوں ان سے میں ندامت کے ساتھ معافی چاہتا ہوں اس وقت تک وہ آپ کو دوستوں کی فہرست میں شامل نہیں کرے گا لہٰذا ماضی میں جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کی ہیں ان پر نادم ہونا بھی جزءِ تقویٰ ہے اور عہدِ ماضی کی نالائقیوں کی تلافی توبہ و استغفار اور چشمِ اشکبار ہے لہٰذا جو اپنے ماضی کو

روشن کرلے توبہ واستغفار سے، حال کو روشن کرلے اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری اور اجتناب عن المعاصی سے اور مستقبل کو روشن کرلے عزم علی التقویٰ سے یہ بھی متقی اور اللہ تعالیٰ کا ولی ہے۔

اللہ کے اللہ ہونے کی دلیل

ارشاد فرمایا کہ ندامت کے ان آنسوؤں کی قدر جو اللہ تعالیٰ نے فرمائی اللہ کے علاوہ کون ایسی قدر کرسکتا ہے کہ ان کو یہ قیمت عطا فرمائی کہ جہاں جہاں یہ آنسو لگ جائیں گے جہنم کی آگ وہاں حرام ہوجائے گی اور اللہ تعالیٰ ان آنسوؤں کو شہیدوں کے خون کے برابر وزن کرتا ہے۔

کہ برابر می کند شاہِ مجید
اشک را در وزن با خونِ شہید

اللہ تعالیٰ مولانا رومی کی قبر کو نور سے بھر دے فرماتے ہیں کہ ندامت کے آنسو شہید کے خون کے برابر کیوں ہیں؟ کیوں کہ ندامت کے یہ آنسو پانی نہیں ہیں یہ جگر کا خون ہے جو اللہ کے خوف سے پانی ہوگیا ہے اور حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ **لَاَنِیْنُ الْمُذْنِبِیْنَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ زَجَلِ الْمُسَبِّحِیْنَ**[۲۷۷] اللہ کے نادم اشکبار گناہ گار بندے جب آنسو بہاتے ہیں اور گڑگڑا کر معافی مانگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ساری کائنات کے سبحان اللہ سبحان اللہ کہنے والے ملائکہ کے سبحان اللہ سے اور اولیاء اللہ اور ابدال اور اقطاب اور غوث کے سبحان اللہ سے مجھے اپنے گناہ گار بندوں کے یہ آنسو، ان کا یہ رونا اور گڑگڑانا اور آہ و نالہ کرنا زیادہ محبوب ہے۔ یہی دلیل ہے کہ اللہ اللہ ہے جو مخلوق کی تعریف و حمد و ثنا سے بے نیاز ہے۔ اگر دنیا کے کسی بادشاہ کو استقبالیہ دیا جارہا ہو اور اس کی تعریفیں بیان ہورہی ہوں تو اس وقت وہ پسند نہیں کرتا کہ کوئی غریب مصیبت زدہ وہاں رونا شروع کردے۔ کہے گا کہ اس کو یہاں سے نکالو، یہ رونے کا موقع نہیں ہے، اس

---

۲۷۷ کشف الخفاء ومزیل الالباس: ۲۹۸، رقم (۸۰۵)، فی باب حرف الھمزۃ مع النون/ روح المعانی ۳۰/۱۹۶، القدر (۴)، دار احیاء التراث، بیروت

وقت میری عظمتیں بیان ہو رہی ہیں۔ اس سے کہہ دو کہ اس وقت میرے رنگ میں بھنگ نہ ڈالے لیکن اللہ تعالیٰ مخلوق کی تعریف سے بے نیاز ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی عظمتیں مخلوق کے ہاتھ میں نہیں ہیں۔ اگر سارا عالم ولی اللہ ہو جائے ایک کافر بھی نہ رہے اور ساری دنیا کے کافر بادشاہ ایمان لا کر ولی اللہ ہو جائیں اور راتوں کو ہمیشہ سجدہ میں گر کر سبحان ربی الاعلیٰ کہتے رہیں تو اللہ تعالیٰ کی عظمتوں میں ایک ذرہ اضافہ نہیں ہو گا، کیوں کہ اضافہ ہونے سے لازم آتا کہ قبل تعریفِ مخلوق نعوذ باللہ! عظمت میں اتنی کمی تھی جو مخلوق کی حمد و ثنا سے پوری ہوئی پس اللہ تعالیٰ کی عظمت میں ایک ذرہ کمی ہونا محال ہے لہٰذا اللہ کی ذات مخلوق کی تعریف سے بے نیاز ہے اور اگر سارا عالم کافر ہو جائے ایک بھی مسلمان نہ رہے اور سارے کفار اللہ تعالیٰ کی عظمتوں کے خلاف بکواس کر رہے ہوں تو اللہ تعالیٰ کی عظمت کو ایک ذرّہ نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی ایک ادنیٰ مخلوق سورج ہے جو زمین سے ساڑھے نو کروڑ میل پر ہے۔ کوئی اس سورج کی طرف منہ کر کے تھوک کر دیکھے اگر تھوکنے والے کے منہ پر تھوک نہ پڑے تو کہنا۔ ایک ادنیٰ سی مخلوق کا یہ حال ہے کہ کوئی اس کو نقصان نہیں پہنچا سکتا تو اللہ تعالیٰ کی عظمتِ شان تو غیر محدود ہے، احاطے سے باہر ہے اس کو بھلا کون ایک ذرّہ نقصان پہنچا سکتا ہے۔

بندوں کو جلد معاف فرمانے کا راز

ارشاد فرمایا کہ استغفار و توبہ آہ و زاری اشکباری اتنی بڑی نعمت ہے کہ زمین و آسمان نے کسی ایسے بندے کو نہیں دیکھا جس نے اشکبار آنکھوں سے معافی مانگی ہو اور خدا نے اس کو معاف نہ کیا ہو۔ وہ خود ہمیں معاف کرنا چاہتے ہیں اس لیے حکم دے رہے ہیں اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اپنے رب سے معافی مانگو اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا وہ بہت بخشنے والا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ہم جو دوسروں کو معاف کرنے میں دیر کرتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ دوسروں کی خطاؤں سے ہمیں نقصان پہنچتا ہے۔ کسی نے ہماری گھڑی توڑ دی، گلاس توڑ دیا، مال چرا لیا، تو ہمارا نقصان ہوا لیکن ہمارے گناہوں سے اللہ تعالیٰ کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا اس لیے وہ ہمیں جلد معاف کر دیتے ہیں۔ یہ ہے راز بندوں کو جلد معاف

کر دینے کا۔ گناہوں سے ہم ہی کو نقصان پہنچتا ہے۔ ہمارے ہی اخلاق خراب ہوتے ہیں ہمارا ہی دل بے چین ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کو ایک ذرہ نقصان نہیں پہنچتا اسی لیے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی **يَا مَنْ لَّا تَضُرُّهُ الذُّنُوْبُ** اے وہ ذات جس کو ہمارے گناہوں سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا **وَلَا تَنْقُصُهُ الْمَغْفِرَةُ** اور معاف کر دینے سے جس کے خزانۂ مغفرت میں کوئی کمی نہیں آتی **فَاغْفِرْ لِيْ مَا لَا يَضُرُّكَ** پس میرے ان گناہوں کو معاف فرما دیجیے جو آپ کے لیے کچھ مضر نہیں **وَهَبْ لِيْ مَا لَا يَنْقُصُكَ**[۱۷۸] اور مجھے وہ مغفرت عطا فرما دیجیے جس کی آپ کے خزانے میں کوئی کمی نہیں۔

کرم بالائے کرم

ارشاد فرمایا کہ جس طرح جملہ اعضائے بدن اللہ تعالیٰ کی امانت ہیں دل بھی اللہ کی امانت ہے اور جس طرح تمام اعضاء کو تکلیف پہنچانا حرام ہے اسی طرح بد نظری کر کے حسینوں کو دیکھ دیکھ کر دل کو دُکھانا، تڑپانا، جلانا، ستانا اور پریشان کرنا بھی حرام ہے کیوں کہ حسینوں کے دیکھنے سے ان کا حُسن اپنی طرف کش کرتا ہے اور خوفِ خدا کش کرتا ہے اس کشمکش سے دل کی صحت خراب ہو جاتی ہے۔ انجائنا ہو جاتا ہے اور صحت کو نقصان پہنچانا جائز نہیں ہے۔ حفاظتِ نظر کا حکم دے کر اللہ تعالیٰ نے ہمارے دل کو اس تکلیف اور پریشانی اور بے چینی سے بچا لیا جو بد نظری سے ہوتی اور سکون و چین عطا فرمایا اور یہی انعام کافی تھا لیکن ان کے کرم نے نظر کی حفاظت پر ایک انعام مستزاد حلاوتِ ایمانی کا عطا فرمایا **مَنْ تَرَكَهَا مَخَافَتِيْ اَبْدَلْتُهُ اِيْمَانًا يَّجِدُ حَلَاوَتَهُ فِيْ قَلْبِهٖ**[۱۷۹] جس کی لذت کے سامنے سلطنتِ ہفت اقلیم کی لذت بھی ہیچ ہے، نظر بچانے پر سکون و چین کا انعام اور اس پر حلاوتِ ایمانی کا مستزاد انعام کرم بالائے کرم ہے کہ حلاوتِ ایمانی کی صورت میں اللہ کی تجلّی دل میں آگئی جس کی لذت

---

۱۷۸ شعب الایمان للبیہقی: ۴۶۵/۵ (۷۳۰۵)، ھذا دعاء ابی بکر الساسی، فصل فی قراءۃ القرآن بالتفخیم، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۱۷۹ کنز العمال: ۳۲۸/۵ (۱۳۰۶۸) فرع فی مقدمات الزنا والخلوۃ بالاجنبیۃ، مؤسسۃ الرسالۃ / المستدرک للحاکم: ۳۴۹/۴ (۷۸۷۵)

کے ذائقے کے آگے سورج اور چاند کی روشنی پھیکی ہو جاتی ہے۔ لیلائے کائنات کے نمکیات جھڑتے ہوئے نظر آتے ہیں، مجانین عالم کی عشق بازیوں کے ہنگامے بے قدر ہو جاتے ہیں اور سلاطین عالم کے تخت و تاج نیلام ہوتے ہوئے نظر آتے ہیں اور بریانی و کباب کی لذت اس منعمِ حقیقی کی لذتِ قرب کے سامنے ہیچ ہو جاتی ہے اور مزید بر آں یہ کہ یہ نعمت اتنی بڑی ہے کہ جس پر حُسنِ خاتمہ موعود ہے۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں وَقَدْ وَرَدَ اَنَّ حَلَاوَةَ الْاِیْمَانِ اِذَا دَخَلَتْ قَلْبًا لَا تَخْرُجُ مِنْهُ اَبَدًا فَفِیْهِ اِشَارَةٌ اِلٰی بَشَارَةِ حُسْنِ الْخَاتِمَةِ[۱۸۰]

بربادِ محبت کو نہ برباد کریں گے

ارشاد فرمایا کہ ایک دن موت آنی ہے اور مرنے کے بعد گناہ چھوٹیں گے یا نہیں؟ مرنے کے بعد گناہ چھوٹتے ہیں چھوڑے نہیں جاتے، گناہ چھوڑنے پر اجر ہے، مرنے کے بعد گناہ چھوٹنے پر کوئی اجر نہیں۔ اگر زندگی میں جیتے جی گناہ چھوڑ دو تو ولی اللہ ہو جاؤ اور مرنے کے بعد گناہ چھوڑنا تو کافر کا نصیبہ ہے۔ اولیاء اللہ کا نصیبہ یہ ہے کہ جیتے جی وہ اللہ پر فدا ہوتے رہتے ہیں، ہر لمحۂ حیات مالک پر فدا کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے زندگی میں ہم سب کو گناہ چھوڑنے کا ایک موقع عطا فرمایا ہے، یہ موقع جنّت میں بھی نہیں پاؤ گے۔ جنت میں حسینوں سے نگاہ بچا کر حلاوتِ ایمانی نہیں عطا ہو گی کیوں کہ جنّت دار الجزاء ہے وہاں عمل نہیں ہے۔ عمل کا موقع دنیا ہی میں ہے۔ اللہ پر فدا ہونے کا بہترین موقع یہی ہے۔

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت
سرِ دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

یہ دشمنوں کا نصیب نہیں یہ ہم مسلمانوں کا، اولیاء اللہ کا نصیبہ ہے کہ ہم نظر بچا کر غم اٹھالیں اور اللہ کے حکم کی تلوار سے شہید ہو جائیں۔ واللہ میں قسم کھا کر کہتا ہوں جن کو مجھ سے محبت ہے وہ میری قسم پر اعتماد کریں کہ جو اللہ کے لیے غم اٹھائے گا اللہ ارحم

---

[۱۸۰] مرقاۃ المفاتیح: ۱/۴۷، کتاب الایمان، المکتبۃ الامدادیۃ، ملتان

الراحمین ہے وہ اس کے غم زدہ دل کا ضرور پیار لے گا اور اللہ کا پیار ایسا ہو گا جو بے مثل ہو گا، بے مثل ہو گا، بے مثل ہو گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اللہ کی رحمت، اللہ کی محبت، اللہ کے کرم اور اللہ کے پیار میں جو مزہ ہے اس کے مقابلے میں دونوں جہاں میں کوئی مزہ نہیں سوائے دیدارِ الٰہی کے جو جنّت میں نصیب ہو گا، ایسے دل کو اللہ تعالیٰ پیار کرلیتا ہے جو ان کے لیے غم اٹھاتا ہے۔ کوئی بیٹا اگر اپنے باپ کی محبت میں لہولہان ہو جائے تو کیا باپ اس بیٹے کو گود میں اٹھا کر پیار نہیں لے گا؟ جو بندہ اللہ کی محبت میں اپنے دل کو لہولہان کرلے گا، اللہ کو راضی کرنے کے لیے اس کے دل کا مشرق و مغرب شمال و جنوب خونِ تمنا سے سرخ ہو جائے گا کیا اللہ ایسے دل کو پیار نہیں کرے گا؟ ابا کا پیار مخلوق ہو کر کہیں ربّا کے پیار سے زیادہ ہو سکتا ہے؟ ارے ابّا اس پیار اور اس کرم کو کیا جانے جو ربا کو اپنے بندوں سے ہے۔ جو بندہ اللہ کی محبت میں اپنی حرام خوشیوں کا خون کرکے اپنے دل کو برباد کرے گا کیا اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین اس کو مزید برباد کریں گے؟ اس کے دلِ غم زدہ زخم خوردہ اور حسرت زدہ کو اللہ تعالیٰ ایسی بے مثل خوشیوں سے آباد کریں گے کہ اہلِ عیش و عشرت ان کا خواب بھی نہیں دیکھ سکتے۔ اسی کو حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں؎

بربادِ محبت کو نہ برباد کریں گے
میرے دلِ ناشاد کو وہ شاد کریں گے

حلال نعمت میں اشتغال کے حدود

ارشاد فرمایا کہ اس زمانے میں حرام سے بچو، حلال نعمت مستثنیٰ ہے مگر حلال نعمت سے بھی اتنا دل لگانا کہ جس سے نعمت دینے والے کے حق میں کمی آجائے جائز نہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں **کَانَ یُحَدِّثُنَا وَکُنَّا نُحَدِّثُہٗ** حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے گفتگو کرتے تھے اور ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرتے تھے **اِذَا سَمِعَ الْاَذَانَ کَاَنَّہٗ لَمْ یَعْرِفْنَا وَلَمْ نَعْرِفْہُ**[۱۸۱] جہاں اذان

۱۸۱ المغنی عن حمل الاسفار: ۱/۱۰۵،(۳۹۹)،مکتبۃ دار طبریۃ

کی آواز آئی تو جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں پہچانتے بھی نہیں تھے۔ یہ ہے حلال نعمت کی سنت کہ حلال نعمت سے بھی اتنا دل نہ لگاؤ کہ نعمت دینے والے کی عبادت میں خلل پیدا ہوجائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت سے حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھی ایسا قوی ایمان عطا ہوا کہ فرماتی ہیں **وَلَمْ نَعْرِفْهُ** ہمیں بھی ایسا لگتا تھا کہ اللہ کی عظمت کے سامنے گویا ہم بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں پہچانتے تھے۔

حدیث کَلِّمِیْنِیْ یَا حُمَیْرَاءُ کی عجیب تشریح

ارشاد فرمایا کہ تہجد کی نماز میں ایک ایک رکعت میں پانچ پانچ پارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تلاوت فرماتے تھے کہ آپ کے قدم مبارک سوج جاتے تھے اس کے بعد فجر کی اذان سے کچھ پہلے آپ حضرت عائشہ صدیقہ سے گفتگو فرماتے تھے **کَلِّمِیْنِیْ یَا حُمَیْرَاءُ**[۱۸۲] اے عائشہ! مجھ سے کچھ باتیں کرو۔ یہ گفتگو کس لیے تھی؟ آہ! اللہ والوں نے اس راز کو سمجھا۔ قطب العالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ گفتگو عام گفتگو نہیں تھی جو عام میاں بیوی کرتے ہیں بلکہ تہجد کی نماز میں ایک ایک رکعت میں کئی کئی پارے تلاوت کرنے کی وجہ سے آپ کی روحِ مبارک عرشِ اعظم کا طواف کرتی تھی لہٰذا فجر کی نماز کی امامت کے لیے روحِ مبارک کو عرشِ اعظم سے مدینہ شریف کی زمین پر لانے کے لیے آپ گفتگو فرماتے تھے تاکہ آپ کی روحِ مبارک آہستہ آہستہ مسجدِ نبوی میں امامت کے قابل ہوجائے۔ یہ تھا اس گفتگو کا راز۔

سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے مخصوص اوقاتِ قرب

لہٰذا ایک مرتبہ تہجد میں کئی کئی پارے تلاوت کرنے کے بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ مبارک حق تعالیٰ کے قربِ عظیم سے مشرف تھی اس حالت میں حضرت عائشہ صدیقہ پہنچ گئیں اور عرض کیا: یارسول اللہ! فرمایا: **مَنْ اَنْتِ**؟ تم کون ہو؟ عرض کیا: **اَنَا عَائِشَةُ** میں عائشہ ہوں۔ فرمایا: **مَنْ عَائِشَةُ** عائشہ کون؟ عرض کیا:

۱۸۲؎ غرائب القرآن: ۲/۴۰۲، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

بِنْتُ اَبِیْ بَکْرٍ ابو بکر کی بیٹی۔ فرمایا: مَنْ اَبُوْبَکْرٍ کون ابو بکر؟ عرض کیا: اِبْنُ اَبِیْ قُحَافَۃَ میرے دادا ابو قحافہ کے بیٹے۔ فرمایا: مَنْ اَبُوْ قُحَافَۃَ ابو قحافہ کون ہے میں نہیں جانتا۔ حضرت عائشہ صدیقہ خوفزدہ ہوکر واپس ہوگئیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس مقامِ عروج سے جب آپ کی روحِ مبارک کو اُمت کی خدمت کے لیے نزول بخشا تاکہ زمین والوں کو پیغامِ نبوت پہنچایا جائے تو حضرت عائشہ صدیقہ نے سب واقعہ سنایا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے عائشہ: لِیْ مَعَ اللهِ وَقْتٌ[۱۸۳] میرے اور میرے اللہ کے درمیان کچھ خاص اوقات ہوتے ہیں جہاں کوئی فرشتہ بھی پر نہیں مار سکتا۔ میں اس وقت اللہ کے قرب کے اس مقام پر تھا جہاں جبرئیل علیہ السلام بھی نہیں جاسکتے۔ اس مقامِ قرب کو اللہ کے ایک ولی نے اس طرح تعبیر کیا ہے۔

نمودِ جلوۂ بے رنگ سے ہوش اس قدر گم ہیں
کہ پہچانی ہوئی صورت بھی پہچانی نہیں جاتی

یہ حدیث بالکل صحیح ہے۔ محدثِ عظیم ملّا علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں اس کی توثیق کی ہے۔

(احقر راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ حضرت مرشدی عارف باللہ مولانا شاہ محمد اختر صاحب دامت برکاتہم فداہ ابی اومی نے اس واقعہ کو معارف مثنوی کے آخر میں اپنی فارسی مثنوی میں نظم فرمایا ہے جس کا ایک ایک شعر الہامی ہے۔ قارئین کی نشاطِ طبع کے لیے ان میں سے صرف چار شعر مع ترجمہ پیش کرتا ہوں۔

مصطفیٰ فرمود بشنو عائشہ
روح ما ز فلاک باشد فائقہ

۱۸۳؎ قال الملا علی القاری فی الأسرار المرفوعة ۲۹۱/۱(۳۹۲)، المکتب الاسلامی، حدیث: لی مع الله وقت لایسع فیه ملك مقرب ولا نبی مرسل یذکره الصوفیة کثیرا وهو رسالة فی القشیری لکن بلفظ: لی وقت لایسعنی فیه غیر ربی، قلت: ویؤخذ منه أنه أراد بالملك المقرب جبریل وبالنبی المرسل نفسه الجلیل وفیه ایماء الی مقام الاستغراق باللقاء المعبر عنه بالسکر والمحو والفناء، وقال فی المصنوع: ۱۵۱(۲۵۹)، مکتبة المطبوعات الاسلامیة حدیث: لی مع الله وقت لایسعنی فیه ملك مقرب ولا نبی مرسل من کلام بعض الصوفیة ولیس بحدیث

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے عائشہ! سنو! اس وقت میری روح ہفت افلاک سے آگے غایتِ قربِ خداوندی سے مشرف تھی۔

آں تجلی آں زماں حق می نمود
اندریں تن شمۂ ہوشے نبود

اس وقت میری روح ایسی قوی تجلّی کا مشاہدہ کررہی تھی کہ میرے عناصرِ بدن ہوش وحواس کو قابو میں نہ رکھ سکے۔

دید جانم آں تجلی آں زماں
جبرئیلے را تحمل نیست زاں

میری روح وہ تجلیاتِ خداوندی دیکھ رہی تھی کہ جس کا تحمل جبرئیل علیہ السلام بھی نہیں کرسکتے۔

جانِ ماچوں لذت حق راچشید
عقل ما در عائشہ شدنا رسید

میری روح اس وقت تجلیاتِ قرب کی ایسی لذت چکھ رہی تھی کہ میرے عقل وہوش عائشہ کو پہچاننے سے قاصر ہوگئے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقاماتِ قرب کا کیا کہنا ہے کہ آپ تو سید الانبیاء ہیں اس امّت کے غلاموں میں یہ شان ہے کہ میرے مرشد شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کئی کئی گھنٹے عبادت کرتے تھے، ایک بار میرے پیر بھائی ماسٹر عین الحق صاحب حضرتِ والا کی خدمت میں ایک ضروری کاغذ پر دستخط کرانے کے لیے حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت! اس کاغذ پر دستخط کردیجیے۔ حضرت رات کے تین بجے کے اٹھے ہوئے، تہجد کی بارہ رکعات اور سجدہ میں دیر تک رونا پھر بارہ تسبیحات پھر فجر کی نماز کے بعد تلاوت، مناجاتِ مقبول قصیدہ بردہ شریف اور اللہ کے نام میں مست، میرے شیخ کی عبادت عاشقانہ عبادت تھی زاہدانہ عبادت نہیں تھی، آہ وفغاں کے ساتھ عبادت کرتے تھے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے کئی وقت کا بھوکا کباب بریانی کھارہا ہے اور ہر دس بیس آیت کے بعد اللہ کا نعرہ اس زور سے مارتے تھے کہ مسجد ہل جاتی تھی۔

حضرت نے آنکھ بند کر کے بہت سوچا کہ میرا کیا نام ہے۔ جب یاد نہیں آیا تو ان ہی سے پوچھا کہ میرا کیا نام ہے؟ پوربی زبان کا یہ شعر حضرت کی اس حالت کا ترجمان تھا؎

یس من مور لبد گئے توں ہیں
سمرن نام بسر گئے موں ہیں

اے خدا! میرا دل آپ سے ایسا چپک گیا کہ اے میرے محبوب! مجھے اپنا نام بھی یاد نہیں آرہا ہے۔ اپنا ہی نام پوچھنے پر ماسٹر عین الحق صاحب کو ہنسی آگئی، حضرت نے ڈانٹ کر فرمایا کہ بتاتے کیوں نہیں ہو۔ تب انہوں نے کہا کہ حضرت! آپ کا نام عبد الغنی ہے حضرت نے دستخط کیے اور یہ ڈر کے مارے وہاں سے بھاگ گئے۔

اللہ تعالیٰ کا احسان و کرم ہے کہ اختر کو سترہ سال تک ایسے شیخ کی صحبت وخدمت عطا فرمائی جس کو بارہ مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی اور ایک مرتبہ ایسی زیارت نصیب ہوئی کہ مجھ سے فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک آنکھوں کے لال لال ڈورے بھی خواب میں دیکھے اور خواب ہی میں پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! صلی اللہ علیہ وسلم کیا عبد الغنی نے آپ کو خوب دیکھ لیا۔ ارشاد ہوا کہ ہاں عبد الغنی! تم نے اپنے اللہ کے رسول کو آج خوب دیکھ لیا۔ حضرت کو دیکھنے ہی سے لگتا تھا کہ یہ شخص اپنے وقت کا شمس الدین تبریزی ہے؎

یاد ایامے کہ در مے خانہ منزل داشتم
جام مے در دست وجاناں در مقابل داشتم

وہ دن یاد آتے ہیں کہ شیخ کے اس مے خانہ محبت میں اختر بھی مقیم تھا، اللہ کی محبت کا پیالہ ہاتھ میں اور میرا شیخ میرے سامنے ہوتا تھا۔

گناہ سے نفس کو مزہ اور روح کو تکلیف ہوتی ہے

ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی کہے کہ بدنظری کرنے میں، حسینوں کو دیکھنے میں ہمیں تو مزہ آتا ہے یہ ظالم جھوٹ بولتا ہے۔ اس کے نفس دشمن کو مزہ آتا ہے روح کو اس وقت بھی تکلیف ہوتی ہے۔ نفس کو مزہ آتا ہے روح معذب ہوتی ہے، دل

تڑپتا ہے۔ جس وقت وہ بد نظری کر رہا ہے اگر اس کی نبض کسی ڈاکٹر کو دکھاؤ اور نبض کی رفتار معمول کی رفتار سے تیز نہ ہو جائے تو کہنا کہ میں کیا کہہ رہا تھا۔ دل کی رفتار بڑھ جاتی ہے، کشمکش اور پریشانی بڑھ جاتی ہے بعضوں کا ہارٹ فیل ہو گیا۔ دل کے امراض بڑھنے کی ایک وجہ اس زمانے میں عریانی اور بے پردگی بھی ہے۔ بتائیے کسی مکان میں ہلکا سا زلزلہ آئے تو اس مکان کی دیواریں کمزور ہو جائیں گی یا نہیں؟ بنیاد ہل جائے گی یا نہیں؟ کثرتِ عریانی وبے پردگی میں نظر کی حفاظت نہ کرنے سے دل پر ایک ہلکا سا زلزلہ آتا ہے جس کی وجہ سے دل کے تار تار ڈھیلے ہو جاتے ہیں جس سے دل کو نقصان پہنچتا ہے اور اگر اچانک نظر پڑ جائے تو فوراً ہٹالو لیکن یہ اچانک نظر جو معاف ہے اس سے بھی دل کو جو جھٹکا لگے گا اور جو نقصان پہنچے گا اس پر اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ حلاوتِ ایمانی کے سرکاری میٹیریل سے اس کی تعمیر کریں گے۔

ترے ہاتھ سے زیرِ تعمیر ہوں میں
مبارک مجھے میری ویرانیاں ہیں

۱۷؍ ذوقعدہ ۱۴۱۸؁ھ مطابق ۱۷؍ مارچ ۱۹۹۹؁ء منگل خانقاہ امدادیہ اشرفیہ سندھ بلوچ سوسائٹی بعد نمازِ فجر سیر کے بعد حجرۂ خانقاہ میں

حسرتِ حُسنِ نامعلوم اور غمِ حُسنِ معلوم

ارشاد فرمایا کہ حسینوں سے نظر بچانے سے غم تو ہوتا ہے لیکن وہ غم نامعلوم غم ہوگا کیوں کہ اس نے دیکھا نہیں تو اس کو معلوم ہی نہیں کہ حُسن کیسا تھا، اس کی آنکھیں کیسی تھیں، ناک کیسی تھی، نوک پلک کیسے تھے تو نہ دیکھنے سے ایک ہلکی سی حسرت آئے گی اور وہ حسرتِ حُسنِ نامعلوم ہوگی جو بہت معمولی سا غم ہوگا اور اگر نظر ڈال دی تو غمِ حُسن معلوم ہوگا۔ یہ اس حسرتِ حُسنِ نامعلوم سے اشد ہوگا۔ حسرت حُسن نامعلوم ہلکا غم ہے کیوں کہ جب دیکھا ہی نہیں تو ہم کو معلوم ہی نہیں کہ کیسی شکل تھی۔ یہ معمولی سا غم تھوڑی دیر میں زائل ہو جائے گا اور اگر دیکھ لیا تو علم ہوگا کہ یہ تو بہت حسین ہے لہٰذا دیکھنے سے جو غم ہوگا وہ غمِ حُسنِ معلوم ہوگا جو حسرتِ حُسنِ نامعلوم

سے زیادہ قوی زیادہ مضطر اور زیادہ بے چین کرنے والا ہو گا اس سے دل مصیبت میں پڑ جائے گا۔ لہٰذا کیا یہ اللہ تعالیٰ کا احسان نہیں ہے کہ غضِ بصر کا حکم دے کر اللہ تعالیٰ نے حسرتِ حُسنِ نامعلوم دیا اور شدتِ غمِ حُسنِ معلوم سے بچالیا، ہلکا سا غم دیا اور بڑے غم سے بچالیا۔ یہ بتائیے کہ ایک طرف ایک مچھر آپ کو کاٹنے آرہا ہے اور دوسری طرف حسین سانپ کاٹنے آرہا ہے تو کس کا کاٹنا آپ پسند کریں گے۔ ظاہر ہے کہ مچھر کا۔ لہٰذا حسینوں کو دیکھنا یہ سانپ سے ڈسوانا ہے اور نظر بچانے کی حسرت یہ مچھر کا کاٹنا ہے۔

اس کے علاوہ حسینوں سے نظر بچانے کی حسرتِ حُسنِ نامعلوم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت برستی ہے، قلب کو حلاوتِ ایمانی عطا ہوتی ہے، دل کو اللہ تعالیٰ کے پیار کی لذتِ غیر محدود کا ادراک ہوتا ہے اور حسینوں کو دیکھنے کے غمِ حُسنِ معلوم پر اللہ کی لعنت برستی ہے کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لَعَنَ اللّٰهُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَيْهِ[۱۸۴] دونوں غموں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ دونوں کا عالم الگ الگ ہے۔ ایک عالمِ رحمت میں ہے ایک عالمِ لعنت میں ہے گویا ایک جنّت میں ہے ایک دوزخ میں ہے۔

گناہ سے بچنے کا ایک آسان اور لذیذ طریقہ

ارشاد فرمایا کہ گناہ سے بچنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ اللہ والوں کے پاس خصوصاً اپنے شیخ کے پاس بیٹھے رہو، اس کے پاس رہ پڑو۔ مولانا رومی فرماتے ہیں۔

ہیں برادر کشتی بابا نشیں

اے بھائیو! کسی اللہ والے کی کشتی میں سوار ہو جاؤ۔ اس کی کشتی میں آپ کو چلنا نہیں پڑے گا، کشتی چل رہی ہے آپ کا راستہ بغیر چلے طے ہو جائے گا، بغیر چلے آپ منزل پر پہنچ جائیں گے۔ جو سالک اپنے شیخ سے چپکے رہتے ہیں گناہ سے محفوظ رہتے ہیں کیوں کہ وہاں اسبابِ گناہ نہیں۔ اس لیے شیخ کی صحبت میں آسانی سے اللہ تک پہنچ جاتے ہیں کیوں کہ ولایت موقوف ہے گناہ نہ کرنے پر اور شیخ کی صحبت میں گناہوں سے حفاظت

---

[۱۸۴] کنز العمال: ۳۳۸/۷، (۱۹۱۶۲)، فصل فی احکام الصلوٰۃ الخارجۃ، مؤسسۃ الرسالۃ

رہتی ہے لہٰذا آدمی جلد اللہ والا ہو جاتا ہے۔ اور شیخ کی مجلس میں مزہ بھی اتنا آتا ہے، اللہ کا قرب ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گناہ چھوڑنا آسان ہی نہیں لذیذ ہو جاتا ہے۔

ہر چیز کا آغاز مستقبل کا غماز

ارشاد فرمایا کہ نیم کا پودا ابھی چھوٹا سا ہے لیکن اس کے پتہ میں نیم کی کڑواہٹ ہوگی، املی کا پودا ابھی چھوٹا سا ہے، درخت نہیں بنا لیکن اس کا پتا توڑ کر چکھئے تو املی کا کچھ ذائقہ اس میں ہوگا۔ معلوم ہوا کہ ہر چیز کا آغاز اپنے مستقبل کا غماز ہوتا ہے۔ چوں کہ عشق مجازی کا انجام پیشاب پاخانہ کے گندے مقامات ہیں اس کی ابتداء بد نظری ہے لہٰذا ابتدائے نظر ہی سے قلب میں غلاظت اور گندگی لگ جاتی ہے کیوں کہ مجاز کا ابتدائیہ اس کے انتہائیہ کا اثر رکھتا ہے۔ لہٰذا اس کی ابتدا ہی میں قلب میں غلاظت اور گندگی اضطراب اور بے چینی کا احساس ہونے لگتا ہے۔ میرا شعر ہے ؎

عشق بتاں کی منزلیں ختم ہیں سب گناہ پر
جس کی ہو انتہا غلط کیسے صحیح ہو ابتدا

اس کے برعکس بیس سال پہلے کی تلاوت کا نور ذکر اللہ کا نور آج بھی باقی ہے اور ہمیشہ باقی رہے گا۔ نام لیتے ہی دل میں جو سکون، جو نور جو اطمینان پیدا ہوا وہ روح میں ہمیشہ باقی رہتا ہے۔

لذّتِ محدود کا وِقایہ

ارشاد فرمایا کہ رات میرے دل میں اللہ تعالیٰ نے یہ مضمون عطا فرمایا کہ نفس کو حلال نعمتوں میں اور نامِ مولیٰ کی لذّتِ غیر محدود میں اتنا مشغول رکھو کہ لیلیٰ کی لذتِ محدود کی طرف اس کو توجہ نہ ہو۔ جب نفس مولیٰ کی لذتِ غیر محدود پا جائے گا تو لیلیٰ کی لذّتِ محدود اس کی نگاہوں میں خود بے قدر اور ہیچ ہو جائے گی۔

ولایت تابعِ نبوت ہے

رات ایک صاحب جن کا تعلق اب حضرتِ والا سے ہو گیا وہ اپنے ساتھ اپنے

سابقہ پیر کو لائے جو راہِ سنت سے دور یعنی جعلی پیر ہیں ان کے سامنے دورانِ گفتگو ارشاد فرمایا کہ ولایت تابعِ نبوت ہے، تابعِ سنت ہے لہٰذا جس کو دیکھو کہ نبی کے طریقے کے خلاف چل رہا ہے اگر ہوا میں اڑ رہا ہے تو وہ ولی نہیں شیطان ہے۔ شریعت و سنت ڈھانچہ ہے، اسٹر کچر ہے۔ طریقت رنگ و روغن اور ڈسٹمپر ہے، شریعت سونا ہے طریقت سہاگہ ہے لہٰذا جب ڈھانچہ اور عمارت ہی نہیں تو فنشنگ اور رنگ و روغن کس پر لگاؤ گے، سونا ہی نہیں تو سہاگہ کس کام کا۔ لہٰذا شریعت اور طریقت میں کوئی فرق نہیں، شریعت اور طریقت ایک ہی چیز ہے جو کہے کہ شریعت اور ہے طریقت اور ہے وہ ہر گز ولی اللہ نہیں ہو سکتا بلکہ شیطان و ملحد و زندیق ہے۔ اعمالِ شریعت کو محبت کے ساتھ ادا کرنا اس کا نام طریقت و تصوف ہے لیکن عشق کو بھی دائرۂ سنت کا پابند ہونا ضروری ہے۔ جو عشق دائرۂ سنت کا پابند ہے مقبول ہے اور جو دائرۂ سنت سے خارج ہو گیا وہ عشق بھی مردود ہے چاہے لاکھ مخلص ہو، مثلاً ایک شخص کمرہ بند کر کے مخلوق سے چھپ کر نہایت اخلاص کے ساتھ اللہ کی رضا کے لیے نمازِ عصر کے بعد نفل پڑھ رہا ہے، یہ مخلص تو ہے مقبول نہیں کیوں کہ اس کا اخلاص دائرۂ سنت سے خارج ہو گیا کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کے بعد نوافل پڑھنے کو منع فرمایا ہے لہٰذا اس کا اخلاص اور عشق مردود ہے، غیر مقبول ہے۔ معلوم ہوا کہ دائرۂ سنت میں رہنا اخلاص سے بھی اونچا مقام ہے۔

۱۹/ ذوقعدہ ۱۴۱۸؁ھ مطابق ۱۹/ مارچ ۱۹۹۹؁ء بروز جمعرات
خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی

شہادت کا راز

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں **وَلَوۡ اَنَّ مَا فِی الۡاَرۡضِ مِنۡ شَجَرَۃٍ اَقۡلَامٌ وَّ الۡبَحۡرُ یَمُدُّہٗ مِنۡۢ بَعۡدِہٖ سَبۡعَۃُ اَبۡحُرٍ مَّا نَفِدَتۡ کَلِمٰتُ اللّٰہِ**[۱۸۵] اگر ساری دنیا کے درخت قلم بن جاتے اور ساری دنیا کے سمندر اور اس سمندر جیسے سات اور سمندر روشنائی بن جاتے تو میری عظمت اور میری صفات کو لکھنے کے لیے ناکافی

[۱۸۵] لقمان:۲۷

ہو جاتے لہٰذا جب سارے عالم کے قلم اور سات سمندروں کی روشنائی اللہ تعالیٰ کی عظمتوں کے لکھنے کے لیے ناکافی ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے ایک طبقہ شہدا کا پیدا فرمایا جس کے خونِ شہادت سے اللہ تعالیٰ نے اپنی عظمتوں کی اور اپنی محبت کی تاریخ لکھوادی اور ان کو اس کام کے لیے انتخاب فرمایا لِیَتَّخِذَ مِنۡکُمۡ شُھَدَآءَ کافروں کی کیا مجال تھی کہ وہ کسی مومن کا خون بہاسکتے اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت اور عظمت کی شہادت کے لیے ان کو منتخب فرمایا تاکہ منعم علیہم نبیین، صدیقین اور صالحین کے ساتھ شہدا کا ایک گروہ بھی روئے زمین پر موجود رہے ورنہ کفار قرآنِ پاک کی صداقت پر اعتراض کرتے کہ منعم علیہم میں شہدا کے مصادیق کہاں ہیں۔ لہٰذا ایک طبقہ پیدا فرمایا کہ تم لوگ مجھ پر اپنی جانوں کو فدا کردو اور اپنے خون سے میری محبت کی تاریخ لکھ دو۔

اب اگر کوئی کہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پر بندوں کی جان فدا کرنے کا حکم کیوں دیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو خدا ہم کو زندگی عطا کرسکتا ہے وہی خدا شہادت کا حکم دے کر ہماری زندگی کو اپنے اوپر فدا کرنے کا بھی حق رکھتا ہے۔ جو ہم کو عدم سے وجود میں لاتا ہے وہ اگر کہہ دے کہ اپنی زندگی کو مجھ پر فدا کردو تو اس میں تم کو کیا اشکال ہے۔ جب ہم تم کو زندگی دینے پر قادر ہیں اور ہم تم کو زندگی عطا کرتے ہیں تو ہمیں تمہاری زندگی لینے کا حق حاصل ہے، جب ہم تم کو حیات دے سکتے ہیں تو تمہاری حیات اپنے اوپر فدا کرنے کا حکم بھی دے سکتے ہیں۔ ہماری عطائے حیات ہمارے ہی لیے فدائے حیات ہے۔ ہماری طرف سے عطائے حیات کے بعد فدائے حیات کا حکم ظلم نہیں ہے، ہمارا حق ہے کہ ہم تم کو زندگی دیں اور پھر حکم دے دیں کہ اپنی زندگی کو مجھ پر فدا کرو تاکہ منعم علیہم کا یہ طبقۂ شہدا قیامت تک زندہ رہے۔ اگر شہادت کا باب بند ہوتا تو قرآنِ پاک کی اس آیت مِنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیۡقِیۡنَ وَ الشُّھَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیۡنَ [۱۸۶] میں شہداء کے مصادیق کہاں ملتے لہٰذا قیامت تک جہاد ہوتا رہے گا اور شہید ہوتے رہیں گے، جس نے زندگی دی ہے شہدا اسی پر اپنی زندگی فدا کرتے رہیں گے۔

۱۸۶؎ النسآء:۶۹

بیویوں سے حُسنِ سلوک کا ایک عنوانِ جدید

ارشاد فرمایا کہ رات جنوبی افریقہ سے ایک میاں بیوی کا فون آیا کہ ہم دونوں میں شدید اختلاف ہے۔ بیوی نے کہا کہ جب میرا شوہر گھر آتا ہے تو میں بجائے خوشی کے خوف سے کانپنے لگتی ہوں کہ جیسے کوئی جلّاد آرہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے میری زبان سے ایسا مضمون بیان کرادیا جس سے دونوں شیر و شکر ہوگئے، میں نے اس کے شوہر سے کہا کہ اپنی بیوی سے محبت کرو اور عشقِ لیلیٰ سے نورِ عشقِ مولیٰ حاصل کرو کیوں کہ اللہ کا حکم ہے کہ اپنی بیویوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ۔ یہ معروف بہت بڑا معروف ہے۔ اس میں بیویوں کی خطاؤں کو معاف کرنا بھی داخل ہے، ان کے ٹیڑھے پن کو تسلیم کرتے ہوئے ان سے گزارا کرنا بھی اسی میں داخل ہے کیوں کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی گویا تفسیر فرمائی کہ اَلْمَرْأَةُ کَالضِّلَعِ عورت مثل ٹیڑھی پسلی کے ہے اِنْ اَقَمْتَهَا کَسَرْتَهَا اگر پسلی کو سیدھا کرنا چاہو گے تو ٹوٹ جائے گی اِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا اِسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَفِيْهَا عِوَجٌ[۱۸۷] اور اگر اس سے گزارا کرنا چاہو گے تو ٹیڑھی پسلی سے گزارا ہو رہا ہے یا نہیں، کوئی ہسپتال میں داخل ہو کر اپنی پسلی سیدھی نہیں کراتا لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ عورت کے ٹیڑھے پن کی، ٹیڑھی بات کی اصلاح کی کوشش مت کرو۔ ایسے ہی گزارا کرلو اور بیوی کو لیلیٰ سمجھو اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بیویوں سے تم کو تین نعمتیں ملیں گی لِتَسْكُنُوْا اِلَيْهَا تم کو اس سے سکون ملے گا اور مَوَدَّةً یعنی محبت ملے گی وَرَحْمَةً[۱۸۸] اور رحمت ملے گی۔ یہ تین نعمتیں تم پاؤ گے۔

ایک صاحب نے مجھ سے کہا کہ میری بیٹی کے مزاج میں غصہ بہت ہے آپ اس کے لیے دعا کر دیجیے ورنہ جب بیاہ کے جائے گی تو شوہر کے جوتے کھائے گی، میں نے کہا کہ دیکھو باپ کو کتنی فکر ہے۔ اللہ تعالیٰ کو بھی اپنی بندیوں کا کتنا خیال ہے۔ جب

۱۸۷؎ صحیح البخاری: ۲/۷۷۹ (۵۲۰۰) باب المداراۃ مع النساء، المکتبۃ المظہریۃ

۱۸۸؎ الروم: ۲۱

ہی تو یہ آیت نازل کی کہ وَعَاشِرُوۡهُنَّ بِالۡمَعۡرُوۡفِ [۱۸۹] یہ صرف تمہاری بیبیاں نہیں ہیں ہماری بندیاں بھی ہیں۔ اپنی لیلیٰ سے محبت کرنا تو عین تمہاری فطرت ہے لیکن مولیٰ کا کرم دیکھو کہ تم عشقِ لیلیٰ کرو ہم اس کو عشقِ مولیٰ تسلیم کریں گے، کیوں کہ تم نے ہمارے حکم وَعَاشِرُوۡهُنَّ بِالۡمَعۡرُوۡفِ پر عمل کیا اور اپنی بیوی کو بھلائی سے رکھا تو یہ کتنا بڑا کرم ہے کہ وہ مولیٰ عشقِ لیلیٰ کو عشقِ مولیٰ تسلیم کررہا ہے کتنا کریم مولیٰ ہے لہٰذا اپنی بیویوں سے محبت کرکے ان کی خطاؤں کو معاف کرکے ان کی ٹیڑھی ٹیڑھی باتوں کو سن کرکے ان کے ناز اٹھالو تو گویا آپ نے عشقِ لیلیٰ سے عشقِ مولیٰ حاصل کرلیا کیوں کہ بیوی کے ساتھ محبت سے پیش آئے تو بیوی بھی خوش ہوئی اور اللہ بھی خوش ہوگیا لہٰذا کتنا بڑا انعام ہے کہ عشقِ لیلیٰ بھی ملا اور عشقِ مولیٰ بھی ملا۔

حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ کا جواب اسلام کی حقانیت کی دلیل

ارشاد فرمایا کہ اگر اسلام سچا مذہب نہ ہوتا، انسان کا بنایا ہوا زمینی مذہب ہوتا تو جب مؤذن حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ کہتا کہ آؤ نماز کی طرف تو یہ سکھاتا کہ لبیک میں حاضر ہورہا ہوں، عقل سے قیاس کرتا کہ جب کوئی بڑا پکارتا ہے تو غلام کہتا ہے حاضر جناب، مگر یہ عقل کا مذہب نہیں ہے یہ آسمانی مذہب ہے اس لیے اللہ نے حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ کے جواب میں لبیک نہیں سکھایا کیوں کہ اللہ تعالیٰ ہماری کمزوریوں سے واقف ہیں۔ فرماتے ہیں خُلِقَ الۡاِنۡسَانُ ضَعِیۡفًا [۱۹۰] تم کمزور ہو تم جس ماحول میں پھنسے ہو خواہ تجارت کررہے ہو یا بیوی سے بات کررہے ہو یا دوستوں سے گفتگو کررہے ہو تو تم اس ماحول کو بغیر میری مدد کے نہیں چھوڑ سکتے کیوں کہ میرے پاس آنے کے لیے تمہیں دو کام کرنے پڑیں گے: غیر اللہ کا کام چھوڑنا اور اللہ کے حکم کی طرف آنا یہ دو کام ہیں لیکن نہ تم غیر اللہ کو چھوڑ سکتے ہو اور نہ میری اطاعت کے کام کی طرف آسکتے ہو مگر میری مدد سے اس لیے حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ کے جواب میں کہو لَا حَوۡلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ یعنی نہیں

۱۸۹؎ النسآء:۱۹

۱۹۰؎ النسآء:۲۸

ہے ہم میں طاقت گناہ چھوڑنے کی، غیر اللہ کو چھوڑنے کی مگر اے اللہ! صرف آپ کی حفاظت سے اور نہیں ہے طاقت نیک کام کرنے کی مگر اے اللہ! صرف آپ کی مدد سے۔ یہی دلیل ہے کہ اسلام سچا مذہب ہے، اللہ کا دین ہے۔ یہ خود ساختہ، عقل ساختہ، انسان ساختہ دین نہیں ہے۔ اگر صرف عقل کی غلامی سے اس کا تعلق ہوتا تو موزوں کے اوپر مسح فرض نہ ہوتا موزوں کے نیچے پاؤں کے تلووں کی طرف فرض ہوتا تاکہ جو کچھ مٹی وغیرہ لگی ہے وہ ہٹ جائے لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا مذہب ہے، بعض قانون اللہ نے ایسے بنادیے تاکہ بندے عقل کے غلام نہ رہیں میرے غلام رہیں۔

۲۶/ ذوالقعدہ ۱۴۱۸؁ھ مطابق ۲۶/ مارچ ۱۹۹۹؁ء بروز جمعرات بعد فجر ۷ بجے در حجرۂ حضرتِ والا دامت برکاتہم خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، کراچی

حلاوتِ ایمانی کا بے مثل مزہ

ارشاد فرمایا کہ نظر بچانے پر حلاوتِ ایمانی اعتقادی تو ہر شخص کو عطا ہوتی ہے۔ جو نظر بچاتا ہے اعتقاداً سمجھتا ہے کہ میرے دل کو حلاوتِ ایمانی عطا ہوئی لیکن بعض کو اللہ تعالیٰ حلاوتِ ایمانی وجدانی، ذوقی، حالی، حسّی عطا فرماتے ہیں، حلاوتِ ایمانی کی لذتِ بے مثل کو ان کا قلب محسوس کرتا ہے کیوں کہ اللہ کی ذات بے مثل ہے۔ اس کا کوئی ہمسر اور برابری کرنے والا نہیں تو ان کے نام کی حلاوت بھی بے مثل ہے۔ جو اللہ کے لیے غم اُٹھاتا ہے دل پر زخمِ حسرت کھاتا ہے، حلاوتِ ایمانی کی لذتِ بے مثل اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو عطا فرماتے ہیں۔ نظر بچانے میں وہ مزہ ہے۔ وہ مزہ ہے، وہ مزہ ہے جس کی کوئی مثل نہیں۔ جو اللہ ان حسینوں کو حُسن دے سکتا ہے تو خود ان کے نام میں کتنا مزہ ہوگا اور ان کی راہ میں غم اُٹھانے میں کتنا مزہ ہوگا۔ جو ہمیشہ یہ غم اُٹھاتا رہتا ہے، ایک لمحے کو بھی اپنے مالک کو ناراض نہیں کرتا، اپنے دل کا خون کرتا رہتا ہے، نظر بچا بچا کر اپنے دل کو توڑتا رہتا ہے لیکن اللہ کے قانون کو نہیں توڑتا تو اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین ہیں۔ دیکھتے ہیں کہ کب تک میرا بندہ غم اٹھائے گا لہٰذا اس کے مجاہدہ کو لذیذ کر دیتے ہیں، اسے مجاہدے میں مزہ آنے لگتا ہے کہ کب میں نظر بچاؤں اور کب

مجھے حلاوتِ ایمانی عطا ہو، پس اس کے قلب کو اللہ تعالیٰ ایمان کی مٹھاس کی بے مثل لذت عطا کر دیتے ہیں کہ میرا بندہ خوگر ضرب کاری ہو گیا تو اسے لطفِ یاری عطا فرماتے ہیں، اس کا قلب حلاوتِ ایمانی کی ایسی لذت پاتا ہے جو بادشاہوں نے خواب میں بھی نہیں دیکھی، مجانینِ عالم کی عشق بازیاں اور لیلائے کائنات کے نمکیات کی فتنہ سازیاں اس لذت کے سامنے بے قدر اور ہیچ ہو جاتی ہیں، چاند سورج کی روشنیاں بے نور اور لوڈ شیڈنگ معلوم ہوتی ہیں اور پاپڑ سموسے کباب اور بریانیاں اس حلاوتِ قرب کے سامنے بے مزہ اور بے قدر معلوم ہوتی ہیں۔

اور یہ حلاوتِ ایمانی ذوقیہ، حالیہ، وجدانیہ، حسّیہ اللہ کے فضل پر موقوف ہے ہمارے کسی مجاہدے کا ثمرہ نہیں ہو سکتی، کیوں کہ ہمارے مجاہدات ناقص اور یہ حلاوتِ ایمانی عطائے ربانی ہے جو ہمارے اعمالِ ناقصہ کا بدلہ نہیں ہو سکتی۔

۲۷/ ذوقعدہ ۱۴۱۸؁ھ مطابق ۲۷/ مارچ ۱۹۹۹؁ء بروز جمعہ ۷ بجے صبح در حجرۂ حضرتِ والا دامت برکاتہم خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، کراچی

معیتِ الٰہیہ کی لذتِ بے مثل کی وجہ

ارشاد فرمایا کہ جس کے دل میں اللہ اپنی تجلیاتِ خاصہ کے ساتھ متجلی ہوتا ہے دونوں عالم کے مزوں سے بڑھ کر بے مثل مزہ وہ دل میں پاتا ہے۔ تمام عالم کے سلاطین کے تخت و تاج کا نشہ بھی اس دل میں آتا ہے کیوں کہ سلاطین عالم کے تخت و تاج اللہ ہی کی بھیک ہیں، جس دل میں اللہ تجلی فرماتا ہے سارے عالم کی لیلاؤں کے نمک اور حُسن کا نشہ بھی ساتھ لاتا ہے اور سارے عالم کے کباب بریانی اور جملہ نعمائے کائنات کا مزہ بھی ساتھ لاتا ہے اور سورج اور چاند کی روشنی ان تجلیاتِ خاصہ کے سامنے ماند پڑ جاتی ہے۔ جنّت کی حوروں کا مزہ یہیں سے شروع ہو جاتا ہے۔ اللہ حوروں کا خالق ہے۔ تو جب اللہ دل میں تجلی فرماتا ہے تو اس کو حوروں سے زیادہ مزہ دنیا ہی میں ملنے لگتا ہے کیوں کہ حوریں حادث ہیں۔ حادث کے معنیٰ ہیں جو پہلے نہیں تھا پھر موجود ہوا۔ لہٰذا جنّت کی اور جنّت کی حوروں کی اور جنّت کی تمام نعمتوں کی شان ابداً تو ہے ازلاً

نہیں ہے یعنی اللہ کے پیدا کرنے سے اب موجود تو ہیں اور اللہ کی مشیت سے ہمیشہ موجود بھی رہیں گی لیکن ازلاً نہیں تھیں یعنی ہمیشہ سے موجود نہیں تھیں معدوم تھیں، ان کا وجود ہی نہیں تھا پھر اللہ نے پیدا کیا اور موجود ہوئیں اور اللہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا، اللہ کا نور واجب الوجود اور قدیم ہے ازلاً ابداً ہے لہٰذا ازلاً ابداً کی شان خالی ابداً والوں میں کیسے آسکتی ہے جب کہ ان کی ابدیت بھی اللہ تعالیٰ کی مشیت کی ممنون ہے لہٰذا اللہ کی ذات لَا مِثْلَ لَهٗ ہے وہ جس دل میں متجلّی ہوتا ہے اس دل کا مزہ بھی لَا مِثْلَ لَهٗ ہوتا ہے، بے مثل لذت، بے مثل مزہ، بے مثل خوشی وہ دل پاتا ہے۔

نیکوں کی اقلیت اور نافرمانوں کی اکثریت کی تمثیل

ارشاد فرمایا کہ اچھی چیزیں ہمیشہ کم ہوتی ہیں، دیکھیے سورج روشنی میں سب سے اعلیٰ ہے لیکن ایک ہی ہے اور ایک ہی پورے عالم کے لیے کافی ہے لہٰذا نیک بندوں کی تعداد اگر کم بھی ہو تو گھبرانا نہیں چاہیے کیوں کہ نیک تو ہیں، یہ تھوڑے سے ہزاروں سے قیمتی ہیں اور بُرے لوگوں کی اکثریت ہے تو اکثریت کو نہ دیکھیے۔ یہ دیکھیے کہ اکثریت میں ہیں کون۔ یہ بتائیے کہ ایک تولہ عطر عود کی ایک شیشی رکھی ہوئی ہے اور گو کے دس کنستر رکھے ہوئے ہیں تو بتائیے کہ گو کے کنستروں کی یہ اکثریت بہتر ہے یا عود کی اقلیت۔ گو کے کنستروں کی اکثریت کا عطر کی شیشی کی اقلیت سے اگر کوئی الیکشن کرائے تو کیا پاخانے کی عطر پر برتری ثابت ہو سکتی ہے۔ ایک کروڑ ستارے کیا الیکشن میں سورج کے مقابلے میں آسکتے ہیں، سورج کہے گا کہ جب میں نکلوں گا تو ستارے ووٹ دینے کے قابل ہی نہ رہیں گے، وہ ایسے غائب ہوں گے کہ نظر ہی نہ آئیں گے۔ ایسے ہی شیر کا الیکشن بکریوں بندروں لومڑیوں اور گدھوں کی اکثریت سے نہیں کرایا جاسکتا۔ شیر کہے گا کہ جب میں چلتا ہوں تو سب کی ہوا اکھڑ جاتی ہے اور یہ ایسے بھاگتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ جیسے زمین ان پر تنگ ہوگئی ہو۔ اسی طرح ایک لاکھ کانٹے رکھے ہوئے ہیں اور اس میں ایک پھول ہے گلاب کا، بتائیے پھول افضل ہے یا کانٹوں کی اکثریت، لہٰذا عطر عود کو اور گلاب کے پھول کو کبھی نہیں سوچنا چاہیے کہ ہم تعداد اور

مقدار میں کم ہیں بلکہ شُکر کرنا چاہیے کہ ہم کو عود اور گلاب بنایا نیکوں کی اقلیت میں بنایا، گو کے کنستروں کی طرح کافروں اور نافرمانوں اور بدمعاشوں کی اکثریت میں نہیں بنایا۔

۲۹/ ذوالقعدہ ۱۴۱۸ھ مطابق ۲۹/ مارچ ۱۹۹۹ء بروز اتوار در حجرۂ حضرتِ والا دامت برکاتہم ڈیڑھ بجے دوپہر قبل ظہر

صاحبِ حیات اور حیات سازِ عالم

ارشاد فرمایا کہ اللہ والے اللہ کا نام لیتے ہیں اور ہر لمحہ اللہ کو راضی رکھتے ہیں اور ایک لمحہ اللہ کو ناراض نہیں کرتے جس کی برکت سے ان کے اوپر بے شمار حیات برستی ہے۔ ہر لمحہ ان کو ایک نئی جان عطا ہوتی ہے اور بے شمار حیات وہ اپنے اندر رکھتے ہیں اور ایسی حیات ان کو عطا ہوتی ہے کہ وہ خود ہی صاحبِ حیات نہیں ہوتے ایک عالم کو حیات دیتے ہیں۔ جو بھی ان کے پاس آتا ہے زندہ ہو جاتا ہے، حیاتِ ایمانی پا جاتا ہے اور ان کی حیات سے عالم کی حیات قائم ہے کیوں کہ جس دن کوئی اللہ کا نام لینے والا نہ ہو گا قیامت آجائے گی۔ اس لیے اللہ والے صاحبِ حیات بھی ہیں اور حیات سازِ عالم بھی ہیں۔

بس وہی اختر ہے اصلی خانقاہ

آج صبح حضرتِ والا کئی دن کے بعد خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ سندھ بلوچ سوسائٹی تشریف لے گئے اور ارشاد فرمایا کہ آج کل عام تصور جہلا کا یہ ہے کہ خانقاہ میں قبر ہوتی ہے اس لیے میں نے خانقاہ کے دروازے کے اوپر ہی لکھوا دیا ہے کہ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ برائے اصلاح اخلاق برائے تزکیۂ نفس تاکہ لوگ سمجھ لیں کہ یہ وہ خانقاہ نہیں ہے جہاں قبریں ہوتی ہیں اور قبروں میں مُردوں کو دفن کیا جاتا ہے بلکہ یہ وہ خانقاہ ہے کہ جن کے دل قبریں ہیں ان مُردہ دلوں کو زندہ کیا جاتا ہے۔ خانقاہ حلوہ پوری اور پلاؤ بریانی کھانے کا نام نہیں ہے۔ خانقاہ وہ نہیں ہے جہاں جمعرات کے دن بکرے کی بوٹیوں پر لڑائی ہوتی ہے۔ پھر خانقاہ کس چیز کا نام ہے؟ اصلی خانقاہ وہ ہے جہاں دل اللہ کی محبت میں تڑپ رہے ہوں، جہاں حسینوں سے نظریں بچا کر، زخمِ حسرت کھا کر، خونِ آرزو پی کر، گناہوں سے بچنے کا غم اُٹھا کر کوئی اللہ کی محبت میں آہ کر رہا ہو، ہر لمحہ جن کا دل اللہ پر

فدا ہو رہا ہو وہ اصلی خانقاہ ہے۔ اسی پر میرا شعر ہے؂

اہلِ دل کے دل سے نکلے آہ آہ
بس وہی اختر ہے اصلی خانقاہ

قبر میں ساتھ جانے والی سلطنت

ظہر سے قبل کچھ مل مالکان جو حضرتِ والا سے تعلق رکھتے ہیں خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت ارشاد فرمایا کہ سارے عالم کے مزے موت کی غشی میں گم ہو جاتے ہیں، آکسیجن چڑھی ہوتی ہے پھر کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ میرے پاس کتنی فیکٹریاں، کتنے کارخانے ہیں، روح ہوتی ہے نظر نہیں آتی۔ ڈاکٹروں کا بورڈ کہتا ہے کہ سیٹھ صاحب ابھی زندہ ہیں لیکن آنکھوں سے کچھ نظر نہیں آتا کہ کہاں ہیں وہ لیلائیں جن سے دل بہلاتا تھا۔ پاپڑ سموسے کباب بریانی کا مزہ اس وقت کوئی لے سکتا ہے؟ مکان، قالین، موبائل اور ایئر کنڈیشن کے لطف کا اس وقت کوئی احساس ہو سکتا ہے؟ زندہ ہوتے ہوئے زندگی کی تمام نعمتوں سے بے حس پڑا ہوا ہے۔ لہٰذا جب دنیا زندگی ہی میں ہمارا ساتھ چھوڑ دیتی ہے تو کیوں مرتے ہو ایسی دنیا پر۔ اس لیے اللہ تعالیٰ پر مرنا سیکھو تو زندگی میں بھی ساری نعمتیں ہوں گی اور اللہ کی محبت کی سلطنت قبر میں بھی ساتھ لے جاؤ گے اور قیامت کے دن جب اللہ پوچھے گا کہ میرے لیے کیا لائے؟ تب وہ بندہ جو دنیا میں اور دنیا کی نعمتوں میں اللہ کا ہو کر رہا کہے گا کہ اے اللہ! میں آپ کے لیے آپ کو لایا ہوں۔ زندگی بھر ہم آپ پر مرتے رہے اور آپ کے لیے غم اُٹھاتے رہے، اہلِ دنیائے کفر اور اہلِ دنیائے فسق اپنی حرام تمناؤں سے گلچھرے اُڑاتے رہے اور ہم آپ ہی کے گلستان سے دل لگاتے رہے لہٰذا آپ کو حاصل کرنے کے لیے جس دریائے خون سے گزرا ہوں وہ دریائے خونِ حسرت اور دریائے خونِ تمنا لایا ہوں۔ پیسہ تھا، حسین تھے، طاقت تھی، پیسے سے لیلاؤں کو خرید سکتا تھا مگر میں آپ کا مجنوں تھا، لیلاؤں کا مجنوں نہیں تھا، میں وہ قیس نہیں تھا جو لیلاؤں پر پاگل ہوتا ہے۔ میں آپ کا دیوانہ تھا، آپ کے دیوانوں میں رہتا تھا جن کی برکت سے لیلاؤں سے بچنے کا غم اُٹھانا اور دریائے خون سے

گزرنا بھی لذیذ ہو گیا، اس دریائے خون سے میرے قلب کے سارے آفاق سرخ ہو گئے تھے۔ آپ آسمانِ دنیا کے اُفقِ مشرق کو ایک آفتاب دیتے ہیں لیکن میرے قلب کے چاروں اُفق خونِ تمنا سے سرخ کر کے آپ نے تو بے شمار آفتابِ قرب عطا فرمائے۔

یہ تڑپ تڑپ کے جینا
لہو آرزو کا پینا
یہی میرا جام و مینا
یہی میرا طورِ سینا
میری وادیوں کا منظر
ذرا دیکھنا سنبھل کر

اعمال کی قیمت

ارشاد فرمایا کہ ایک شخص نے چوڑیوں کے جھولے پر لاٹھی مار کر پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ چوڑی والے نے کہا کہ کیا بتاؤں کہ کیا ہے بس، ایک دفعہ اور اسی طرح پوچھ لیجیے تو یہ کچھ بھی نہیں ہے۔ آدھی چوڑیاں تو ایک ہی لاٹھی سے ٹوٹ چکی ہیں۔ ایسے ہی ہمارے اعمال نازک ہیں، ان کی کوئی حیثیت نہیں۔ اگر اللہ قبول کر لے تو سونا چاندی ہے ورنہ کچھ بھی نہیں۔ اعمال کی قیمت جب ہے کہ قبول ہو جائیں اس لیے نیکی کر کے اکڑنا نہیں چاہیے، ڈرتے رہنا چاہیے کہ نہ معلوم قبول بھی ہے یا نہیں اور قبولیت کے لیے دعا بھی کرنا چاہیے۔

عاشقوں کا ذوق

حضرتِ والا کے ایک محب کا فون آیا جن کو آج صبح حضرتِ والا نے بلایا تھا لیکن وہ کسی وجہ سے نہ آسکے۔ وہ فون پر بار بار معافی مانگ رہے تھے، حضرتِ والا نے فرمایا کہ آپ جو محبت سے بار بار معذرت کر رہے ہیں عاشقوں کا ذوق یہی ہوتا ہے کہ معذرت پر معذرت پیش کرتے ہیں مگر سیری نہیں ہوتی۔ ان کا دل چاہتا ہے کہ معذرت کرتے

کرتے اتنا اپنے کو مٹادوں کہ جیتے جی زمین میں گڑ جاؤں جیسا کہ ایک عاشقِ صادق کہتا ہے؎

مری کھل کر سیہ کاری تو دیکھو
اور ان کی شانِ ستاری تو دیکھو

گڑا جاتا ہوں جیتے جی زمیں میں
گناہوں کی گراں باری تو دیکھو

کرے بیعت حفیظ اشرف علی سے
بایں غفلت یہ ہوشیاری تو دیکھو

یہ ذوقِ عاشقی ہے۔ عاشق محبوب کی ایک ذرا سی تکلیف کے خیال سے تڑپ جاتا ہے، ندامت سے گڑ جاتا ہے۔

دین کا کام عظمتِ دین اور عزتِ نفس کے ساتھ کرنا چاہیے

ارشاد فرمایا کہ مولانا محمد گاردی صاحب جو عالم بھی ہیں حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ بھی ہیں اور بہت بڑے تاجر بھی ہیں اس فقیر سے محبت رکھتے ہیں اور محبت ہی کی وجہ سے جنوبی افریقہ سے میرے ساتھ کراچی آئے۔ سندھ بلوچ سوسائٹی کی مسجد اور خانقاہ دیکھ کر انہوں نے کہا کہ تقریباً دس سال سے آپ جنوبی افریقہ آرہے ہیں، ہر بار آپ سے ملاقات ہوئی کسی سفر میں، کسی مسجد میں، کسی جلسے میں آپ نے اشارہ بھی نہیں کیا کہ اتنا بڑا دین کا کام یہاں ہو رہا ہے، اتنے ادارے یہاں قائم ہیں، میں نے مزاحاً کہا کہ اشارہ تو نہیں کیا لیکن اب تو **مُشَارٌ اِلَیْہ** آپ کی گود میں رکھ دیا، اس جملے سے وہ بہت محظوظ ہوئے۔

ان کو بہت تعجب تھا۔ میں نے کہا کہ مجھے میرے بزرگوں کی تعلیم ہے کہ اتنا کام کرو جو عظمتِ دین اور عزتِ نفس کے ساتھ ہو۔ دیکھیے اسی خاموشی کے ساتھ کام تو ہو رہا ہے۔ آپ بتائیے کہ کوئی کتنے ہی درد بھرے دل کے ساتھ تقریر کرے لیکن

تقریر کے بعد چندے کا اور پیسے کا نام لے لے تو تقریر کا سارا اثر ختم ہو جائے گا۔ جو عظمتِ دین کو قائم رکھے گا مالک کا کرم ان شاء اللہ تعالیٰ! اس کو محروم نہیں کرے گا۔ اس کے لیے غیب سے اسباب پیدا ہوں گے۔

ایک زمانے میں، میں بہت مقروض ہو گیا، مدرسے کی پانچ منزلہ عمارت کی تعمیر کی وجہ سے جو مسجد کے دائیں طرف ہے جہاں اب دین کی تعلیم ہو رہی ہے۔ بس ایک دن ایک ملک سے فون آیا کہ یہاں ایک تاجر ہیں، اللہ والے آدمی ہیں وہ کچھ رقم آپ کے مدرسے میں دینا چاہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ کب بھیجیں، اور کتنا بھیجیں میں نے کہا کہ وہ خود براہِ راست مجھ سے بات کریں۔ پھر ان کا خود فون آیا کہ میں ایک مہینے سے کوشش کر رہا ہوں لیکن درمیان والے صاحب جو آپ سے تعلق بھی رکھتے ہیں وہ بھول جاتے ہیں۔ ۳۵ لاکھ کا قرضہ ہو گیا تھا خالی اسی شخص نے بھیج دیا اور وہ میرے مرید بھی نہیں ہیں اور میں نے ان سے کہا بھی نہیں اور کسی سے کہلوایا بھی نہیں۔ انہوں نے کہا کہ ایک مہینے سے عالمِ غیب سے بار بار میرے دل میں تقاضا ہو رہا ہے کہ میں آپ کے مدرسے میں کچھ رقم پیش کروں۔ لہٰذا اللہ کے کرم کا اختر جتنا بھی شکر ادا کرے کم ہے کہ بغیر اشارہ کنایہ بے منت مخلوق انتظام فرما دیا۔

بے سوالی بھی نہ خالی جائے گی
دل کی بات آنکھوں سے پالی جائے گی

کیا نظر مجھ پر نہ ڈالی جائے گی
کیا مری فریاد خالی جائے گی

میں نے اپنی اولاد کے لیے ابھی تک کوئی مکان بھی نہیں بنایا اور الحمد للہ! مجھے اس کا کوئی غم بھی نہیں ہے۔ اپنا ناظم آباد کا مکان بیچ کر میں یہاں گلشن میں آگیا، ایک کتب خانہ کر لیا جو ذریعۂ اشاعتِ دین ہے، اور اللہ کے کرم سے عظمتِ دین اور عزتِ نفس کے ساتھ کام ہو رہا ہے۔ برطانیہ، امریکا، باربڈوز، ری یونین، جنوبی افریقہ اور بنگلہ دیش برسوں سے سفر ہو رہا ہے، کوئی شخص نہیں کہہ سکتا کہ میں نے کبھی مدرسے مسجد کا نام لیا

ہو۔ یہ میرے بزرگوں کا صدقہ ہے جن کی اختر نے جوتیاں اٹھائی ہیں۔

آج سے بیس سال پہلے جب یہ خانقاہ بن رہی تھی تو نواب قیصر صاحب آئے۔ نواب صاحب کہنے کو تو نواب ہیں لیکن بزرگوں کی صحبت نے ان کو بالکل مٹادیا۔ نام کے نواب ہیں حقیقت میں اب بالکل فقیر اور درویش ہیں۔ پوچھا کہ خانقاہ کی تعمیر کا تخمینہ کیا ہے۔ میں نے کہا کہ ٹھیکہ دار نے چھ لاکھ بتائے ہیں۔ کہنے لگے کہ یہ تو کچھ بھی نہیں ہے۔ شیخ دوبئی میرا دوست ہے۔ میری کوٹھی کے پاس اس کی کوٹھی ہے۔ میں اس سے کہہ دوں گا وہ چھ لاکھ امید ہے دے دے گا۔ میں نے کہا: ٹھیک ہے۔ اگلے دن ان کا فون آیا کہ شیخ دوبئی روپیہ دینے کو تیار ہو گیا ہے۔ میں نے کہا: آپ لے لیجیے کہنے لگے کہ نہیں آپ کو آنا پڑے گا اور رقم وصول کر کے رجسٹر پر دستخط کرنے ہوں گے۔ میں نے کہا کہ میں ہر گز نہیں آسکتا۔ اگر میں نے وہاں جا کر یہ رقم لے لی تو خانقاہ تو بن جائے گی لیکن خانقاہ کی روح نکل جائے گی اور اس خانقاہ کی پیشانی پر ہمیشہ کے لیے یہ کلنک کا ٹیکہ لگ جائے گا کہ اس کا بانی ایک بادشاہ کے دروازے پر پیسہ وصول کرنے آیا تھا بِئْسَ الْفَقِیْرُ عَلٰی بَابِ الْاَمِیْرِ کی رسوائی سے میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔ نواب صاحب حیرت میں پڑ گئے اور اتنے متأثر ہوئے کہ ان کے منہ سے نکل گیا کہ آپ تو ہمارے بزرگوں کی یادگار ہیں اور کہنے لگے کہ آج اگر میں اس رقم کے متعلق اشارہ کر دوں تو میرے گھر پر چندہ لینے والوں کی لائن لگ جائے لیکن آپ انکار کر رہے ہیں۔ میں نے کہا کہ یہ میرا کمال نہیں ہے میرے بزرگوں کی کرامت ہے جن کی میں نے ساری عمر جوتیاں اٹھائی ہیں۔

اس واقعے کی جب میں نے اپنے مرشد حضرتِ والا ہردوئی دامت برکاتہم کو اطلاع دی تو حضرت نے تحریر فرمایا کہ بہت اچھا کیا۔ تعمیرِ فقیری تعمیرِ شاہی سے بہتر ہے۔

شکور کے معنٰی

مجلس میں ایک صاحب تھے جن کے نام میں لفظ شکور شامل ہے۔ ان کی

رعایت سے فرمایا کہ شکور اسمائے حسنیٰ سے ہے۔ اور شکور کے معنیٰ ہیں اَلَّذِیْ یُعْطِیْ اَجْرَ الْجَزِیْلِ عَلَی الْعَمَلِ الْقَلِیْلِ[۱۹۱] جو تھوڑے سے عمل کے بدلے میں اجرِ عظیم عطا فرمادے۔ ایک خار کے بدلے میں گلستاں دے دے جیسے نظر بچانے میں ایک ذرا سا غم ہوتا ہے اس غم کے کانٹے کے بدلے میں وہ شکور حلاوتِ ایمانی کا گلستاں دیتا ہے۔

حضرتِ والا کی خوش مزاجی

جنوبی افریقہ سے ایک مہمان جو عالم اور مفتی بھی ہیں ایئرپورٹ سے پہنچے۔ حضرتِ والا کے صاحبزادے حضرت مولانا مظہر صاحب نے فرمایا کہ ان کا اچار کا بہت بڑا کاروبار ہے اور پورے افریقہ میں ان کا اچار مشہور ہے۔ حضرتِ والا نے مزاحاً فرمایا کہ پھر تو وہاں کوئی بھی لاچار نہ ہوگا۔ رعایتِ لفظی سے بات میں بات اور مزاح پیدا کرنے کا حضرتِ والا کو اللہ تعالیٰ نے ایک خاص ملکہ عطا فرمایا ہے جو حضرتِ والا کی خوش مزاجی و خوش طبعی کی دلیل ہے جس کی برکت سے لوگ بہت جلد حضرتِ والا سے مانوس ہوجاتے ہیں۔

۱۳/ ذوالحجہ ۱۴۱۸ھ مطابق ۱۱/ اپریل ۱۹۹۹ء بروز ہفتہ خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال

دینی خادموں کی تسلّیٔ قلب کے لیے عظیم الشان مضمون

ارشاد فرمایا کہ اگر سکونِ قلب، جمعیتِ قلب اور اطمینانِ قلب سے دین کی خدمت مطلوب ہوتی تو اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں کے لیے دشمن نہ پیدا کرتے اور قرآنِ پاک میں یہ آیت نازل نہ فرماتے وَ کَذٰلِکَ جَعَلۡنَا لِکُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا[۱۹۲] جتنے میرے نبی دنیا میں آئے ان میں سے ہر ایک کے لیے میں نے ایک دشمن بنایا اور اس میں کوئی استثنا بھی نہیں ہے کہ فلاں نبی کے لیے بنایا اور فلاں کے لیے نہیں بنایا اور اس جعلِ تکوینی کی نسبت بھی اپنی طرف فرمارہے ہیں کہ جَعَلۡنَا ہم نے بنایا، یہ نہیں کہ کوئی اتفاقی دشمن پیدا ہوگیا۔ اسی کو خواجہ صاحب فرماتے ہیں؎

---

[۱۹۱] مرقاۃ المفاتیح: ۵/۸۵ کتاب اسماء اللہ تعالیٰ، المکتبۃ الامدادیۃ، ملتان

[۱۹۲] الفرقان: ۳۱

بھلا ان کا منہ تھا مرے منہ کو آتے
یہ دشمن ان ہی کے ابھارے ہوئے ہیں

تیرہ سال مکہ مکرمہ میں آپ کو کس قدر ستایا گیا۔ اونٹ کی اوجھڑی سجدے میں کافروں نے آپ کی گردن مبارک پر رکھ دی اور کافر اتنا ہنسے کہ ہنستے ہنستے ایک دوسرے کے اوپر گر گئے۔ طائف کے بازار میں آپ کو پتھر مارے گئے، گالیاں دی گئیں، پاگل، مجنون اور جادوگر کہا گیا یہاں تک کہ مکہ شریف سے آپ کو ہجرت کرنا پڑی لیکن مدینہ شریف میں بھی کیسے کیسے غم آپ نے برداشت کیے اور وہاں بھی کفار نے آپ کو سکون کا سانس نہ لینے دیا یہاں تک کہ غم اُٹھاتے اور مجاہدہ فرماتے آپ بوڑھے ہو گئے تو بوڑھے پیغمبر پر اللہ تعالیٰ کو کتنا رحم آیا ہو گا لیکن اس کے باوجود مدینہ پاک میں آپ کے لیے سکونِ قلب سے دین کا کام کرنے کا انتظام نہیں کیا گیا۔ آئے دن جہاد ہوتا رہا۔ روایت میں ہے کہ آپ جہاد سے واپس تشریف لاتے تھے اور اسلحہ اُتار کر زمین پر رکھنے نہ پاتے تھے کہ دوسرے جہاد کی خبر آجاتی تھی۔ ساری زندگی جہاد میں رہنا کتنا بڑا مجاہدہ اور کتنی بڑی تشویش ہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے پیاروں کے لیے یہی پسند ہے کہ ہمیشہ مجاہدہ میں رہو اور مشاہدہ میں رہو۔ جتنا زبردست مجاہدہ ہو گا اتنا ہی زبردست مشاہدہ ہو گا۔

معلوم ہوا کہ دشمنوں کا وجود اللہ تعالیٰ نے تکویناً جب پیغمبروں کے لیے مفید بنایا اور تشویشِ قلب اور بے سکونی کے ساتھ دین کی خدمت جب پیغمبروں کے لیے مقدر فرمائی تو اولیاء اللہ کو غم اور تشویش اور دشمنوں کی مخالفت کیوں نہ پیش آئے گی کیوں کہ ولایت تابعِ نبوت ہوتی ہے۔ جو جتنا زیادہ تابعِ نبوت ہو گا اتنی ہی زیادہ اس کی ولایت قوی ہو گی۔ اعلیٰ درجے کا ولی وہی ہے جو اعلیٰ درجے کا متبعِ نبوت ہو۔ پیغمبروں کو جو مراحل و منازل پیش آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی تربیت کے جتنے انواع و اقسام و اطوار پیغمبروں کے لیے ہیں کمًّا و کیفاً ان کا کچھ حصہ اولیاء اللہ کو بھی دیا جاتا ہے البتہ وہ بلا و مصیبت انبیاء کے درجہ کی نہیں ہوتی، کم درجہ کی ہوتی ہے کیوں کہ اتنی بڑی بلا اولیاء اللہ برداشت نہیں کر سکتے مگر کچھ مشابہت تو ہوتی ہے لہٰذا دشمن کے وجود سے گھبرانا

نہیں چاہیے اور یہ سمجھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے نبیوں والا انعام ہم جیسے گناہ گاروں کو بھی عطا فرمادیا۔ چوں کہ یہ بھی نبیوں والا سرکاری کام کر رہا ہے، اللہ تعالیٰ کی محبت کو پھیلا رہا ہے تو جو نبیوں سے جتنا زیادہ قریب تر ہوگا اتنے ہی زیادہ اس کو نبیوں جیسے حالات پیش آئیں گے، سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اَشَدُّ النَّاسِ بَلَاءً الْاَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَلُ[۱۹۳] اور آپ نے فرمایا کہ اللہ نے جتنی بلائیں مجھے دیں کسی پیغمبر کو اتنی بلائیں نہیں دی گئیں۔ معلوم ہوا کہ ؎

جن کے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے

اورایک جدید مضمون اللہ تعالیٰ نے ابھی میرے قلب کو عطا فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعۂ وحی بتادیا تھا کہ فلاں فلاں جو مسجدِ نبوی میں آپ کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں صورتاً صحابی نظر آتے ہیں مگر یہ صحابی نہیں ہیں منافقین ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ مدینہ شریف میں سب میرے عاشق نہیں ہیں۔ میرے جاں نثاروں، وفاداروں اور سچے عاشقوں کے درمیان بدترین دشمن بھی چھپے ہوئے ہیں جو ہماری مصیبت پر خوش ہوتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قلبِ مبارک کس قدر مشوش ہوا ہوگا لیکن آپ کی دینی مصلحت اور کمالِ فراستِ نبوت نے ان کو برداشت فرمایا۔ لہٰذا صرف عاشقوں میں رہنے کا ذوق خلافِ ذوقِ نبوت ہے اور ذوقِ تربیتِ الٰہیہ کے بھی خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہیں اگر چاہتے تو عزرائیل علیہ السلام کو بھیج کر سارے منافقین کی روح قبض کرلیتے کہ میرا پیغمبر ان نالائقوں کی وجہ سے تشویش میں ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے تشویش کو قائم رکھا۔ معلوم ہوا کہ تشویش میں رکھنا بھی ایک تکوینی راز ہے اور اس سے پیغمبروں کی ترقیٔ درجات مقصود ہوتی ہے ۔ اللہ نبیوں کو دشمن اس لیے نہیں دیتا کہ نعوذ باللہ! وہ عجب و کبر سے محفوظ رہیں کیوں کہ پیغمبر معصوم ہوتے ہیں ان میں عجب و کبر پیدا ہی نہیں ہو سکتا۔ انبیاء سے گناہ کا صدور محال ہے لہٰذا وَجَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا کا مقصد انبیاء علیہم السلام کے ہر لمحۂ

[۱۹۳] جامع الترمذی: ۲/۶۵، باب فی الصبر علی البلاء، ایچ ایم سعید

حیات کو اپنے قرب کی عظیم الشان تجلیات سَاعَةً فَسَاعَةً مُتَصَاعِدًا مُتَزَایِدًا عطا کرنا ہوتا ہے۔ پیغمبر جس اعلیٰ مقام پر فائز ہوتے ہیں دشمنوں کی ایذارسانیوں سے ان کو ہر لمحہ ایک جدید تجلی ایک جدید ترقی، ہر لمحہ اعلیٰ سے اعلیٰ تر قرب نصیب ہوتا جاتا ہے کیوں کہ اللہ کے قرب کی کوئی انتہا نہیں ہے، غیر محدود راستہ ہے، غیر محدود قرب ہے، غیر متناہی ترقیات ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو سَاعَةً فَسَاعَةً بڑھاتا رہتا ہے۔ اور اولیاء اللہ چوں کہ معصوم نہیں ہوتے اس لیے مخلوق کی دشمنی وایذارسانی عجب وکبر سے ان کی حفاظت کا بھی ذریعہ ہے اور ان کی ترقیٔ درجات کا بھی ذریعہ ہے اور ان کے تعلق مع اللہ میں اضافے کا بھی ذریعہ ہے۔

بڑھ گیا ان سے تعلق اور بھی
دشمنیٔ خلق رحمت ہوگئی

حضرت مجدد الف ثانی کے ایک خلیفہ نے مجدد صاحب کو لکھا کہ جہاں میں نے خانقاہ بنائی ہے وہاں میرے کچھ دشمن پیدا ہوگئے ہیں۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں کسی دوسری جگہ اپنی خانقاہ کو منتقل کردوں۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو لکھا کہ آپ عبادت وذکر وتلاوت کی صرف میٹھی میٹھی غذا کو پسند کرتے ہو اور مخلوق کی اذیت پر صبر کرنے کی نمکین غذا سے بھاگتے ہو۔ غذا دونوں قسم کی ہونی چاہیے۔ بلا واذیت مانگے تو نہیں کیوں کہ دشمن کی ملاقات سے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی ہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ لِّقَاءِ اَعْدَاءِنَا لیکن اگر آجائے تو گھبرانا نہیں چاہیے۔ اسے نمکین غذا سمجھیں البتہ عافیت اور دشمن سے نجات کی دعا کرے یہ بھی عین عبدیت ہے۔

لہٰذا دشمنوں کی مخالفت اور ایذارسانی سے دین کے خادموں کو گھبرانا نہیں چاہیے کیوں کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکمت ہے، مصلحت ہے، تربیت ہے کیوں کہ اگر چاروں طرف معتقدین اور محبین ہی کا ہجوم ہو تو نفس میں بڑائی آجائے۔ حکیم الامت تھانوی نے فرمایا کہ آج ایک خط آیا ہے جس میں لکھنے والے نے مجھے اُلّو اور

گدھا لکھا ہے، کتنے لوگ مجھے حکیم الاُمت اور مجدد الملت لکھتے ہیں اگر ہمیشہ سب یہی لکھتے رہیں تو میرے نفس میں بڑائی آجائے۔ لہٰذا یہ بھی اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ بعضے بندوں سے کونین بھیج دیتے ہیں جس سے عجب و کبر کا ملیریا اُتر جاتا ہے اور اس کونین سے دولتِ کونین مل جاتی ہے۔

اس لیے جس بستی میں دین کا کام کرو اور کوئی دشمن کھڑا ہو جائے یا کوئی فرنٹ ہو کر بھاگ جائے تو اس کی خوشامد نہ کرو۔ حدیثِ پاک میں ہے نِعْمَ الرَّجُلُ الْفَقِیْہُ فِی الدِّیْنِ اِنِ احْتِیْجَ اِلَیْہِ نَفَعَ وَاِنِ اسْتُغْنِیَ عَنْہُ اَغْنٰی نَفْسَہٗ[194] دین کا بہترین فقیہ وہ ہے کہ جب کوئی اس سے دین سیکھنے کے لیے احتیاج ظاہر کرے تو اس کو نفع پہنچادے یعنی دین سکھادے اور اگر کوئی فرعون کی طرح منہ بنا کر بھاگ جائے تو وہ بھی اپنے نفس کو مستغنی کرلے۔ ملّا علی قاری نے اَغْنٰی نَفْسَہٗ کی دو شرح کی ہیں: ایک تو یہ کہ اپنے نفس کو اس سے مستغنی کرلیا، اس کے پیچھے پیچھے پھر کر اس کی خوشامد نہیں کرتا کیوں کہ ایسا کرنا اس خادمِ دین کی عزتِ نفس کے بھی خلاف ہے اور دوسرے یہ کہ اس طرح وہ شخص اور خراب ہو جائے گا، اس کا تکبر اور بڑھ جائے گا۔ اور دوسری شرح یہ ہے کہ اپنے نفس کو خلوتوں کی عبادت و تلاوت اور ذکرِ خداوندی سے غنی اور مال دار کرلو۔

لہٰذا کسی دشمن کی مخالفت اور اسبابِ تشویش سے دینی خادموں کو دل چھوٹا نہیں کرنا چاہیے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ جب چاند چودھویں رات کو بدرِ کامل ہو جاتا ہے تو کتّے زیادہ بھونکتے ہیں اور یہ منظر دیکھنا ہو تو کسی گاؤں میں دیکھیے جہاں بجلی کی روشنی نہیں ہوتی اس لیے ساری رات کتّے بھونکتے ہوئے سنائی دیں گے۔ تو مولانا فرماتے ہیں کہ کیا کتّوں کے بھونکنے سے چاند اپنی رفتار کو بدل دیتا ہے۔ اسی طرح اولیاء اللہ جب ترقیاتِ ظاہری و باطنی سے چاند کی طرح کامل ہو جاتے ہیں تو ان کے دشمن اور حاسدین بوجہ حسد کے کتوں کی طرح بھونکنے لگتے ہیں۔ تو جس طرح چاند کتّوں کے بھونکنے سے اپنی رفتار پر قائم رہتا ہے اسی طرح دین کے خادموں کو چاہیے کہ وہ بھی حاسدین کی پروا

[194] جامع الاصول فی احادیث الرسول: ۹/۲۲۹، (۶۸۲۳)، مکتبۃ الحلوانی

نہ کریں۔ اپنے کام میں لگے رہیں اور اللہ کی محبت کو نشر کرتے رہیں اور ان دشمنوں کو اپنی تربیت کے لیے مفید سمجھیں۔

اور ایک دوسری مثال یہ ہے کہ عقاب مخالف ہواؤں میں تیز اُڑتا ہے، ہلکی اور نرم سیر ہواؤں میں اس کی پرواز میں تیزی اور بلندی نہیں آتی۔ ہوا جتنی مخالف ہوتی ہے عقاب اتنا ہی زیادہ تیز اور اونچا اڑتا ہے۔ انبیاء اور اولیاء روحانی طور پر عقاب ہیں۔ وَجَعَلۡنَا لِکُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا ان کو زیادہ تیز اور اونچا اڑانے کے لیے تکوینی انتظام ہے۔ دشمنی اور مخالفت کی ہواؤں میں انبیاء اور اولیاء کی روحانی پرواز اور زیادہ تیز اور بلند ہو جاتی ہے اور ان سے دین کا عظیم الشان کام لیا جاتا ہے۔

اللہ سے دوری کا عذاب

ارشاد فرمایا کہ اگر اللہ سے ایک ذرّہ تعلق ختم ہو جائے تو انسان کی حالت کٹی ہوئی پتنگ کی طرح ہو جاتی ہے۔ جب پتنگ کٹ جاتی ہے تو اس کی رفتار بتادیتی ہے کہ اس کی ڈور کٹ گئی جو پتنگ اڑا رہا تھا اس سے اس کا رابطہ ختم ہو گیا۔ اب یہ پتنگ ہواؤں کے تابع ہے۔ جس کا تعلق مولیٰ سے کٹ جاتا ہے یا کمزور ہو جاتا ہے وہ ہوائے نفس کے تابع ہو جاتا ہے، جدھر نفس چاہتا ہے ادھر لے جاتا ہے۔ اس کی چال بتادیتی ہے کہ یہ مولیٰ سے کٹا ہوا ہے۔

اٹھا کر سر تمہارے آستاں سے
زمیں پر گر پڑا میں آسماں سے

کٹی ہوئی پتنگ کو لوٹنے کے لیے لمبے لمبے بانس لے کر لڑکے دوڑتے ہیں یہاں تک کہ وہ پتنگ ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے۔ اسی طرح جو اللہ سے کٹ جائے گا اس پر اتنی بلائیں آئیں گی کہ یہ بھی ریزہ ریزہ ہو جائے گا اور کوئی اس کے آنسو پونچھنے والا بھی نہیں ہو گا، جس کا اللہ نہیں اس کا کوئی نہیں اور جس بندے کا رابطہ اللہ سے ہوتا ہے وہ مخلوق کی بلاؤں سے محفوظ ہوتا ہے۔ جس کو اللہ رکھے اس کو کون چکھے اور جس کو اللہ نہ رکھے اس کو سارا عالم چکھے۔

لہٰذا اگر چین سے رہنا ہے تو قلباً اور قالباً اللہ کے ہو کر رہیے۔ جسم کو بھی اللہ کی نافرمانی سے بچاؤ اور قلب کو بھی بچاؤ۔ دل میں اللہ کی نافرمانی کے خیالات نہ پکاؤ کہ اللہ کے سامنے بلا ایکسرے ہمارے دل کے خیالات کا علم رہتا ہے۔ اگر دل کی نگہبانی نہ کی تو معاشقہ قدیمی کا سارا نقشہ اور فیچر شیطان ٹیچر سامنے پیش کرتا ہے اور پرانے گناہوں کو یاد کرکے یہ اُلّو اور احمق کی طرح مست ہو رہا ہے اور اس کو ہوش بھی نہیں کہ تاریخِ ماضی کے تصور سے حرام لذت کی درآمدات سے اللہ باخبر ہے اور اس کو یہ معلوم نہیں کہ اللہ کی ناخوشی کی راہوں سے یہ اپنے جن لمحات کو خوش کر رہا ہے وہ اللہ خالقِ اوقات اور خالقِ لمحاتِ کائنات ہے لہٰذا اللہ کو ناراض کرکے اس کا ایک لمحہ بھی چین سے نہیں گزر سکتا۔ لمحہ، منٹ، دن، ہفتہ، ماہ و سال سورج سے بنتے ہیں اور سورج کا خالق خدا ہے تو وہ خالقِ سورج جس سے ناراض ہوگا اس کے لمحات، اس کے ایّام، اس کے ماہ و سال بھلا چین سے گزر سکتے ہیں۔

این خیال است و محال است و جنوں

لہٰذا چین سے جینے کا واحد راستہ یہ ہے کہ ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کو خوش رکھو اور خطا ہو جائے تو رو رو کر اشکبار آنکھوں سے معافی مانگ کر ان کو راضی کرلو۔

❖❖❖❖

دردِ عشقِ حق بھی تم حاصل کرو
لاکھ تم عالم ہوئے فاضل ہوئے

یک زمانے صحبتے با اولیاء
جس نے پائی ہے وہی کامل ہوئے

عنایاتِ ربّانی

(سفر نامہ ری یونین ۱۴۱۴ھ مطابق ۱۹۹۳ء کے چند اوراق)

ملفوظات

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدِّدِ زمانہ

حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عنایاتِ ربّانی

احبابِ ری یونین کی دعوت پر ۲۵؍ صفر المظفر ۱۴۱۴؁ھ مطابق ۱۵؍ اگست ۱۹۹۳؁ء بروز اتوار، محبی و محبوبی، مرشدی و مولائی، شیخ العرب والعجم، عارف باللہ، حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم نے ری یونین کا تیسرا سفر فرمایا۔ حضرتِ والا کے ساتھ احقر راقم الحروف سید عشرت جمیل میرؔ عفا اللہ عنہ اور عبد العزیز سوجی صاحب تھے، جو چار دن پہلے حضرتِ والا کی ہمراہی کے لیے ری یونین سے تشریف لائے تھے۔ کراچی سے عصر کے بعد حضرتِ والا کے ساتھ ہم لوگ ہوائی جہاز سے بمبئی کے لیے روانہ ہوئے اور مغرب کی نماز جماعت سے بمبئی ایئر پورٹ پر ادا کی گئی اور بمبئی ایئر پورٹ پر تقریباً چار گھنٹہ ٹھہرنے کے بعد ساڑھے بارہ بجے شب ہوائی جہاز ماریشس کے لیے روانہ ہوا۔ فجر کی نماز ہوائی جہاز میں پڑھی گئی۔

مورخہ ۲۶؍ صفر المظفر ۱۴۱۴؁ھ مطابق ۱۶؍ اگست ۱۹۹۳؁ء بروز دوشنبہ مقامی وقت کے مطابق نو بجے صبح ہمارا جہاز ماریشس (Mauritius) اُترا۔ یہ ایک چھوٹا سا خوبصورت اور سرسبز جزیرہ ہے۔ یہاں سے ری یونین کا سفر ہوائی جہاز سے تقریباً بیس منٹ کا ہے۔ یہاں اکثریت ہندوؤں کی ہے جو تقریباً پچاس فیصد ہیں اور مسلمان اٹھارہ فیصد ہیں۔

ایئر پورٹ پر کافی حضرات حضرت اقدس کے استقبال کے لیے موجود تھے۔ دوپہر کا قیام مولانا ابو بکر صاحب کے مکان پر تجویز تھا۔ سفر میں رات بھر کی بیداری سے حضرتِ والا کافی تھک گئے تھے اور نیند کا بھی غلبہ تھا، لہٰذا نمازِ ظہر سے فارغ ہونے کے بعد دوپہر کا کھانا تناول فرما کر حضرتِ والا نے آرام فرمایا۔

عصر کی نماز کے بعد چائے پیتے وقت فرمایا کہ ابھی سوتے ہوئے خواب میں مولانا ظہور الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم خانقاہ تھانہ بھون کو دیکھا۔ مولانا نے خواب

ہی میں پوچھا کہ کیا اللہ تعالیٰ کو ناز دِکھانا چاہیے؟ میں نے جواب دیا کہ ناز کے لیے دو شرطیں ہیں: ایک یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کا مقبول ہو اور دوسرا اس پر غلبۂ حال ہو جیسے جنگِ بدر میں سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یوں دعا فرمائی تھی:

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ اِنْ تُھْلِکْ ھٰذِہِ الْعِصَابَۃَ مِنْ اَھْلِ الْاِسْلَامِ لَا تُعْبَدُ فِی الْاَرْضِ[۱۹۵]

یہ سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا غلبۂ حال تھا، ورنہ آپ تو جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کو دوسری جماعت پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔ بدونِ غلبۂ حال انبیاء علیہم السلام نے بھی ناز نہیں کیا۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے غلبۂ خشیت میں فرمایا:

وَلَا تُخْزِنِیْ یَوْمَ یُبْعَثُوْنَ[۱۹۶]

اے اللہ! قیامت کے دن مجھے رُسوانہ کیجیے، لہٰذا ناز کے لیے مقبول ہونا ضروری ہے جیسے کوئی بلاکا حسین اگر ناز دِکھائے تو اچھا لگتا ہے، مگر کوئی اندھا ناز دِکھائے تو ناگواری ہوتی ہے بلکہ غصہ آتا ہے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں؎

زشت باشد روئے نازیبا و ناز
عیب باشد چشم نابینا و باز

قبیل مغرب حضرتِ والا دامت برکاتہم مولانا ابوبکر کے مکان سے ان کے مدرسہ میں، جو سنی مسجد سے ملحق قائم کیا ہے تشریف لے آئے۔ مسجد کے امام صاحب نے عرض کیا کہ حضرتِ والا مغرب بعد چند منٹ کچھ نصائح فرمائیں تو نوازش ہوگی، ورنہ اصل بیان تو عشاء کے بعد ہے۔ حضرتِ والا نے ان کے مشورہ کو قبول فرمایا۔

بہترین خطاکار

بعد مغرب اس حدیث کی تشریح فرمائی:

---

۱۹۵ صحیح مسلم: ۹۳/۲، کتاب الجھاد والسیر، باب الامداد بالملائکۃ، ایچ ایم سعید
۱۹۶ الشعرآء: ۸۷

كُلُّ بَنِیْ اٰدَمَ خَطَّاءٌ وَخَيْرُ الْخَطَّائِيْنَ التَّوَّابُوْنَ[۱۹۷]

فرمایا کہ خَطَّاءٌ کے معنیٰ ہیں کثیر الخطاء۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ہر انسان کثیر الخطاء ہے اور بہترین خطاکار وہ ہیں جو کثیر التوبہ ہیں۔ کثیر الخطاء کو کثیر التوبہ بھی ہونا چاہیے، جیسا مرض ویسی دوا۔ اور توبہ بھی تینوں شرائط کے ساتھ ہو:

۱۔ اَلرُّجُوْعُ مِنَ الْمَعْصِيَةِ اِلَى الطَّاعَةِ یعنی عوام کی توبہ یہ ہے کہ گناہ چھوڑ دیں اور اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کرنے لگیں۔ نافرمانی سے فرماں برداری کی طرف رجوع، یہ عوام کی توبہ ہے اور خواص اولیاء کی توبہ ہے:

۲۔ اَلرُّجُوْعُ مِنَ الْغَفْلَةِ اِلَى الذِّكْرِ یہ خواص کی توبہ ہے کہ دل اللہ سے ذرا غافل ہو گیا، گناہ نہیں کیا، ذرا سی غفلت پیدا ہو گئی تھی تو دل کو پھر اللہ کی یاد میں لگا دیا۔

مدت کے بعد پھر تری یادوں کا سلسلہ
اِک قلبِ ناتواں کو توانائی دے گیا

۳۔ اَلرُّجُوْعُ مِنَ الْغَيْبَةِ اِلَى الْحُضُوْرِ[۱۹۸] اور اَخص الخواص کی توبہ یہ ہے کہ دل کو ہر وقت اللہ کے سامنے حاضر رکھے اور اگر کبھی غَیبت ہو جائے کہ دل ذرا سا ان کے محاذات سے ہٹ جائے، تو فوراً دل کو اللہ کے سامنے کر دے، یہ ہمہ وقت باخدا رہتے ہیں، یہ لوگ خیر الخطائین ہیں۔ اب ایک علمی اِشکال یہ پیدا ہوتا ہے کہ توبہ سے جب بندہ خیر ہو گیا، اللہ کا پیارا ہو گیا تو خیر الخطائین کیوں فرمایا؟ صرف خیر فرما دیا ہوتا خطائین کی نسبت ہی باقی نہ ہوتی، تو اس کا جواب یہ ہے کہ پھر توبہ کی کرامت اور خاصیت ظاہر نہ ہوتی کہ توبہ ایسا کیمیکل ہے جو شر کو خیر بنا دیتا ہے اور خطائین کی نسبت باقی رہنے سے بندوں کی عزت میں کوئی فرق نہیں آیا کیوں کہ ترکیب اضافی میں مضاف ہی مقصود ہوتا ہے، جیسے جَاءَ غُلَامُ زَيْدٍ یہاں زید نہیں غلام مقصود ہے، بس خیر الخطائین میں خیر ہی مقصود ہے نہ کہ خطائین۔

۱۹۷؎ جامع الترمذی: ۷۶/۲، كتابُ صفة القيامة والرقائق، ايچ ايم سعيد

۱۹۸؎ مرقاة المفاتيح: ۲۶۷/۵، (۲۳۵۹)، كتاب الدعوات، باب الاستغفار والتوبة، دار الكتب العلمية، بيروت

دربار کا ادب

حضرتِ والا کے اس بیان کا ترجمہ مسجد میں ایک طرف انگریزی میں ساتھ ساتھ کیا جارہا تھا۔ اس کے بعد عشاء کی اذان ہوگئی اور جب جماعت کھڑی ہوئی تو تکبیر کے وقت بعض حضرات نے ہاتھ باندھ رکھے تھے، تو حضرتِ والا نے یہ مسئلہ بتایا کہ ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا یہ دربار کا ادب ہے اور دربار میں تکبیرِ تحریمہ کے بعد داخل ہوتا ہے لہٰذا پہلے سے ہاتھ باندھ کر کھڑا نہ ہونا چاہیے، بلکہ ہاتھ چھوڑ کر سیدھا کھڑا ہونا چاہیے، جب امام تکبیرِ تحریمہ کہے تو اب تکبیر کہہ کر ہاتھ باندھے۔

(۲۷؍صفر المظفر ۱۴۱۴؁ھ مطابق ۱۷؍اگست ۱۹۹۳؁ء بروز منگل، بعد فجر مسلم سنی مسجد، ماریشس میں بعد نمازِ فجر حضرتِ والا نے نماز سنت کے مطابق پڑھنے کا طریقہ ارشاد فرمایا۔)

تبلیغی نوجوانوں کی درخواست پر حفاظتِ نظر کے متعلق ہدایات

فجر کے بعد میزبان حضرات سمندر کی سیر کے لیے حضرتِ والا کو سمندر کے کنارے لے گئے، جہاں سے نو بجے واپسی ہوئی اور حضرتِ والا اِشراق کے لیے مسجد تشریف لے گئے اور میزبان ناشتہ کے انتظام میں مصروف ہوگئے۔ حضرتِ والا کو بھوک محسوس ہورہی تھی، لیکن مسجد میں تبلیغی جماعت کے امیر نے درخواست کردی کہ ہمارے نوجوان دوست نگاہ کی حفاظت کے متعلق حضرتِ والا سے ہدایات چاہتے ہیں اور انہوں نے کہا کہ جماعت تقریباً دو گھنٹے بعد یہاں سے روانہ ہوجائے گی۔ حضرتِ والا نے فرمایا: بہت اچھا اور احقر سے تنبیہاً فرمایا کہ اب ناشتہ کا درمیان میں ذکر بھی نہ کرنا کہ ناشتہ ٹھنڈا ہورہا ہے، کیوں کہ ناشتہ مقصود نہیں ہے۔ جب دین کی بات ہورہی ہو تو ہمہ تن اس طرف متوجہ ہوجاؤ۔ چہرہ سے بھی ظاہر نہ کرو کہ توجہ ناشتہ کی طرف ہے۔

حضرتِ والا نے ارشاد فرمایا کہ نوجوان ہو یا بڈھا ہر ایک کو نظر کی حفاظت کی ضرورت ہے بلکہ بڈھے کو اور زیادہ حفاظت کی ضرورت ہے، کیوں کہ جب کار پُرانی ہوجاتی ہے تو اس کی بریک بھی ڈھیلی ہوجاتی ہے۔ جوان کی ہمت بلند ہوتی ہے وہ جب چاہتا ہے فوراً بریک لگا دیتا ہے۔ بوڑھے کی ہمت بھی کمزور ہوتی ہے اور بوڑھی کار کی

بریک لگاؤ تو بھی دو قدم آگے جا کر رکتی ہے، لٰہذا بوڑھے کے پھسلنے کا زیادہ خطرہ ہے، اس لیے بوڑھوں کو زیادہ احتیاط کرنا چاہیے۔ بنگلہ دیش میں ایک صاحب نے مجھ سے کہا کہ میری جوان بیٹی ہے آپ تو اس کے دادا اور نانا کے برابر ہیں ذرا اس کے سر پر ہاتھ پھیر دیجیے۔ میں نے کہا **لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ** یہ تو بالکل حرام ہے چاہے سو برس کا بوڑھا ہو جائے کسی عمر کا ہو جائے اس کو بھی جوان لڑکیوں کو دیکھنا یا ان کے سر پر ہاتھ پھیرنا سب حرام ہے اور جوانوں کے لیے بھی ناجائز ہے، کیوں کہ ان کی قوت بھی جوان ہے، اس لیے بخاری شریف کی حدیث ہے کہ کسی نوجوان کو کوئی عورت بلائے جو خوبصورت بھی ہے، خاندانی بھی ہے مگر وہ اس سے کہہ دے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں اس کو قیامت کے دن عرش کے سائے کا وعدہ ہے۔ ری یونین میں مجھے بعض نوجوان علماء نے بتایا کہ یہاں عیسائی لڑکیاں داڑھی والوں کو زیادہ پسند کرتی ہیں اور ان کو دیکھ کر اشارے کرتی ہیں کہ ہمیں یوز (use) کرو یعنی استعمال کرو تو میں نے ان سے کہا کہ جب وہ تمہیں اشارے کریں تو میرا یہ شعر پڑھ دو۔

اس نے کہا کہ کم ہیر میں نے کہا کہ نو پلیز
اس نے کہا کہ کیا وجہ میں نے کہا خوفِ خدا

بعض لوگ کہتے ہیں کہ دیکھنے میں کیا حرج ہے؟ لو نہ دو دیکھ تو لو! لیکن اللہ نے کیا فرمایا کہ اے نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ ایمان والوں سے فرمادیں کہ اپنی نگاہیں نیچی کرلیں، کیوں کہ دیکھنے سے حسن اور عشق میں ایکسیڈنٹ ہو جائے گا۔ جب ایکسیڈنٹ ہو گا تو ایمان میں ڈینٹ آجائے گا۔ بخاری شریف کی حدیث ہے، سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ **زِنَا الْعَيْنِ النَّظَرُ** جس نے کسی عورت کو دیکھا اس نے آنکھوں کا زِنا کرلیا یعنی نہ اس کا گال چوما، نہ اس کو پیار کیا، نہ اس سے کوئی بُرا کام کیا، صرف دیکھنے سے آنکھوں کا زِنا ہو جائے گا۔ اسی طرح لڑکوں کو دیکھنا حرام ہے اور ان سے گفتگو کرنا گپ شپ کرنا یہ زبان کا زِنا ہے، اسی طرح نامحرم عورتوں سے باتیں کرنا، ہنسی مذاق کرنا زبان کا زِنا ہے **زِنَا اللِّسَانِ الْمَنْطِقُ** [۱۹۹] حج و عمرہ کرکے حاجی صاحب

---

۱۹۹ صحیح البخاری: ۲/۹۲۲-۹۲۳، (۶۲۷۵)، باب زنی الجوارح دون الفرج، المکتبۃ المظہریۃ

جہاز پر بیٹھے، ایئر ہوسٹس آئی تو اب اس کو دیکھ کر کہہ رہے ہیں کہ آپا! چائے تو لادو۔ نفس کہتا ہے کہ پہلے اس کو آپا کہو، آپا کہنے کے بعد چھاپا مارو اور پھر اس کا پاپا کھالو یعنی گناہ کی حرام لذت حاصل کرلو۔ دیکھیے! حکومت نے اعلان کیا کہ ایک ہفتہ تک پانی نہیں ملے گا، اپنی ٹنکیاں بھرلو، آپ نے ٹنکیاں بھرلیں لیکن ٹونٹیاں بند نہیں کیں تو پانی اسٹاک نہیں ہوگا، سب بہہ جائے گا۔ اسی طرح عمرہ سے، نوافل سے، تہجد سے، تبلیغ سے قلب نور سے بھر جاتا ہے، مگر آنکھ سے نامحرم کو دیکھ لیا، کان سے گانا سن لیا، تو سارا جمع شدہ نور دل سے نکل جاتا ہے۔

جلد اللہ والا بننے کا نسخہ

بس ایک چیز اور بتاتا ہوں۔ بمبئی میں ایک شخص نے مجھ سے پوچھا کہ جلد اللہ والا بننے کا کیا نسخہ ہے؟ میں نے کہا جو جہاز اُڑانے کا نسخہ ہے۔ جہاز کا میٹریل (Material) زمین سے ہے، اس کا سارا لوہا پیتل وغیرہ زمین کا ہے اور ہر چیز اپنے مستقر اور مرکز پر رہتی ہے۔ اس کو اُڑانے کے لیے تین چیزیں چاہئیں: ۱) صحیح پائلٹ ہو جو منزل کا راستہ جانتا ہو۔ ۲) اور پیٹرول بھی بہت زیادہ چاہیے، کیوں کہ اُڑانے میں کئی ہزار گیلن خرچ ہوجاتا ہے اور بعد میں تو ہوا کے سہارے پر اُڑتا ہے۔ ۳) تیسرے یہ کہ دوڑنے کے بعد جب جہاز میں اسٹیم تیار ہوگئی کہ اب ٹیک آف کرنے والا ہے کہ ایک دشمن نے فائر کردیا جس سے اس کی اسٹیم نکل گئی، اب جہاز نہیں اُڑ سکتا، بس اب پائلٹ بھی بے کار، پیٹرول بھی بے کار۔ اسی طرح انسان کا جسم بھی زمین سے بنا ہے، اس کو زمین کی چیزوں میں مزہ آتا ہے مٹی کی عورت، مٹی کا کھانا، مٹی کے کباب، مٹی کی بریانی، مٹی کا مکان ان ہی چیزوں میں لگا رہتا ہے، لیکن جب اللہ والا بننا چاہے تو اب ایک مرشد بنائے پھر ذکر اللہ اور تلاوت و تبلیغ کی محنتوں سے قلب میں ایک اسٹیم پیدا ہوتی ہے۔ شیطان دیکھتا ہے کہ اب اس کی اسٹیم تیار ہے اور اب یہ اللہ کی طرف ٹیک آف کرنا چاہتا ہے تو اس کو عورتوں میں، حسینوں میں، لڑکوں میں اور دنیا کے مال و دولت کے چکروں میں ڈال دیتا ہے، آنکھوں سے بدنظری کرا کے، کانوں سے گانا سنوا کر، زبان سے غیبت کرا کے،

جھوٹ بلوا کر، گناہ کرا کے اس کی اسٹیم ختم کر دیتا ہے جس سے وہ ساری زندگی خدا تک نہیں پہنچتا۔ہاں اگر تقویٰ اختیار کرے تو محبت کی اسٹیم قائم رہتی ہے جس کی برکت سے اللہ تک پہنچتا ہے۔ پھر اس کا جسم تو یہاں رہتا ہے اور قلب و روح اپنے اللہ کے ساتھ رہتے ہیں، اس کی روح کا جہاز اللہ کے قرب میں اُڑتا ہے، صرف جسم سے دنیا کا کام کرتا ہے مگر وہی تین شرطیں یعنی شیخ اور راہ نما ہو، محبت کا پیٹرول ہو اور خوب ہو اور اسٹیم ضایع نہ کرے یعنی گناہ سے بچے، صحبتِ اہل اللہ اختیار کرے اور ذکر کی کثرت کرے۔

آخر میں دعا فرمائی کہ اے اللہ !ہماری زندگی کی ہر سانس آپ پر فدا ہو اور ایک سانس بھی آپ کی ناراضگی میں نہ گزرے۔ یہ اولیائے صدیقین کی آخری سرحد ہے۔ اے اللہ ! ہم سب کو اولیائے صدیقین کی آخری سرحد تک بدونِ استحقاق و بدونِ صلاحیت پہنچادے کیوں کہ آپ کریم ہیں اور کریم بدونِ صلاحیت عطا فرماتا ہے۔

آج بعد عشاء ماریشس کے دارالخلافہ پورٹ لوئیس کی مسجد شانِ اسلام میں حضرتِ والا کے بیان کا نظم تھا راستہ میں شہر فینکس (Phoenex) میں ماریشس کے ایک نوجوان عالم نے کچھ دیر قیام کی درخواست کی تھی، لہٰذا حضرتِ والا مع چند رفقاء کے تقریباً ڈیڑھ بجے پہنچے اور نماز کے بعد قیلولہ فرمایا۔

ولی اللہ بننے کا راستہ

نماز کے بعد چند نصیحتیں فرمائیں: فرمایا کہ اللہ کی ولایت اور دوستی حاصل کرنے کا ایک ہی راستہ ہے کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ اللہ فرماتے ہیں کہ اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو اور تقویٰ کے معنٰی ہیں کہ ہمارے دوست ہو جاؤ کیوں کہ دوسری آیت میں فرماتے ہیں اِنْ اَوْلِیَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ ہمارے اولیاء کون ہیں؟ متقی بندے۔ تو معلوم ہوا کہ متقی اللہ کا دوست ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر ہمارے دوست بننا چاہتے ہو تو تقویٰ اختیار کرو اور تقویٰ حاصل کرنا ہے تو کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ہمارے دوستوں کی یعنی متقی بندوں کی صحبت اختیار کرو۔ گدھا بھی اگر نمک کی کان میں گر جاتا ہے تو نمک بن جاتا ہے اور جب نمک بن گیا تو بادشاہ بھی کھاتا ہے اور مفتی اعظم

بھی کھاتے ہیں لیکن نمک بننے کے لیے شرط یہ ہے کہ گدھا مر جائے، اپنے کو مٹادے، اگر نہ مرا تو گدھے کا گدھا ہی رہے گا۔ بس جو اللہ والا بننا چاہے وہ اپنے نفس کو کسی صاحبِ نسبت کے سامنے مٹادے۔ اپنی رائے کو اس کی رائے میں فنا کردے، اس کی کامل اتباع کرے تو یہ بھی اللہ والا ہو جائے گا۔

یہ طریقہ بزرگوں سے چلا آرہاہے اور اسی طریقہ سے لوگ اللہ والے بنے ہیں اور یہ سنت سے زیادہ قریب ہے لہٰذا زیادہ نفع بخش ہے جبکہ دوسرے طریقوں میں یہ خاص بات نہیں اگرچہ وہ بھی نافع ہیں کیوں کہ دین کا کوئی کام نفع سے خالی نہیں لیکن تزکیہ و اصلاحِ کامل کے لیے یہ طریقۂ بزرگاں خاص ہے جبکہ کسی دینی کام میں انتظاماً اگر کسی کو امیر بنادیا گیا تو دوسرے وقت وہ مامور بھی ہو سکتاہے لیکن شیخ مرید نہیں ہو سکتا جس طرح نبی اُمتی نہیں ہو سکتا۔ اس لیے شیخ ہر دن شیخ رہتاہے لہٰذا اس کی صحبت سے اصلاحِ کامل ہوتی ہے۔ اللہ والا بننے کے لیے کسی صاحبِ نسبت سے جو بزرگوں کا اجازت یافتہ ہو تعلق ضروری ہے۔ اس کے بغیر عادتاً نسبت عطا ہونا محال ہے۔

دوسری ضروری چیز اللہ والا بننے کے لیے گناہوں سے بچناہے، ولایت کا مدار تہجد، نوافل، کثرتِ ذکر، نفلی حج و عمرہ پر نہیں ہے، تقویٰ پر ہے اور تقویٰ کے معنٰی ہیں اللہ کی ناراضگی والے اعمال سے بچنایعنی اللہ کو ناراض نہ کرنااور اس زمانہ میں جو گناہ عام ہے اور جس کی وجہ سے ہزاروں سالکین خدا سے محروم ہوگئے ہیں وہ ہے بدنگاہی۔ حدیث پاک میں اس کو آنکھوں کازِنا فرمایا گیاہے زِنَا الْعَيْنِ النَّظَرُ یہ بخاری شریف کی حدیث ہے۔ نظر بچانے میں دل کو حلاوتِ ایمانی عطا ہوتی ہے، نظر بچاؤ اور دل میں ایمان کا حلوہ کھاؤ اور آج کل تو سڑکوں پر، ایئرپورٹوں پر، ریلوے اسٹیشنوں پر، اسکولوں کے پاس ایمان کے حلوے کی دوکانیں کھلی ہوئی ہیں، نظر بچاتے رہو اور حلوۂ ایمانی کھاتے رہو، نظر کو تکلیف دو اور دل میں ایمان کے حلوے کی لذت اور مٹھاس لو، دنیا ہی میں جنت کا مزہ ملنے لگے گا۔ اہل اللہ کو ایک جنت دنیا ہی میں عطا ہو جاتی ہے جَنَّةٌ فِي الدُّنْيَا بِالْحُضُوْرِ مَعَ الْمَوْلٰى جس دل میں خالقِ جنت ہے، جنت سے زیادہ مزہ اس کو نہ ملے گا؟ جس نے اللہ کو راضی کرلیاوہ خالقِ جنت کو ساتھ لیے پھرتا ہے۔

پھرتا ہوں دل میں یار کو مہماں کیے ہوئے
روئے زمیں کو کوچۂ جاناں کیے ہوئے

اور دوسری جنت آخرت میں ملے گی جَنَّةٌ فِی الْعُقْبٰی بِلِقَاءِ الْمَوْلٰی[۲۰۰] جہاں دیدارِ الٰہی نصیب ہو گا۔ اللہ ہم سب کو نصیب فرمائیں، آمین۔

دو وظیفے

فرمایا کہ دو وظیفے بتاتا ہوں جس کا خیال ابھی نماز ہی میں آیا اور سوچ رہا تھا کہ کوئی پوچھے گا تو بتادوں گا۔ نیک بننے کے لیے اور گناہ چھوڑنے کے لیے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ہر نماز کے بعد سات مرتبہ پڑھ لیا کریں، ان شاء اللہ! بہت جلد گناہ چھوٹ جائیں گے کیوں کہ اس کلمہ کے معنیٰ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود اِرشاد فرمائے ہیں:

لَا حَوْلَ عَنْ مَّعْصِيَةِ اللّٰهِ اِلَّا بِعِصْمَةِ اللّٰهِ وَلَا قُوَّةَ عَلٰى طَاعَةِ اللّٰهِ اِلَّا بِعَوْنِ اللّٰهِ[۲۰۱]

ہم گناہوں سے نہیں بچ سکتے، مگر اللہ کی حفاظت سے اور کسی عبادت کی ہم میں طاقت نہیں ہے، لیکن جب اللہ تعالیٰ مدد فرمائیں۔ اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث مبارک کی شرح میں ایک حدیث نقل فرمائی ہے کہ جب بندہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اَسْلَمَ عَبْدِیْ وَ اسْتَسْلَمَ[۲۰۲] اَیْ عَبْدِیْ اِنْقَادَ وَتَرَكَ الْعِنَادَ یعنی میرا بندہ مطیع و فرماں بردار ہو گیا اور سرکشی چھوڑ دی۔ وَاسْتَسْلَمَ کے معنیٰ ہیں اَیْ فَوَّضَ عَبْدِیْ اُمُوْرَ الْكَائِنَاتِ بِاَسْرِهَا اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى عَزَّ وَجَلَّ[۲۰۳] میرے بندے نے اپنے سارے کام میرے سپرد کر دیے

---

[۲۰۰] مرقاة المفاتيح: ۵/۱۶۱، باب رحمة الله تعالیٰ، المكتبة الامدادية، ملتان

[۲۰۱] مرقاة المفاتيح: ۲/۲۱۴-۲۱۵، (۲۳۰۳)، باب ثواب التسبيح والتحميد والتهليل والتكبير، دار الكتب العلمية، بيروت

[۲۰۲] شعب الايمان للبيهقی: ۱/۳۷۱، مكتبة الرشد/ مشكوٰة المصابيح: ۱/۲۰۱، باب ثواب التسبيح والتحميد والتهليل والتكبير، ايچ ايم سعيد

[۲۰۳] مرقاة المفاتيح: ۲/۲۳۰، (۲۳۲۱)، باب ثواب التسبيح والتحميد والتهليل والتكبير، دار الكتب العلمية، بيروت

لٰہذا جب اللہ روزانہ فرشتوں کو بشارت دیں گے کہ میرا بندہ فرماں بردار ہو گیا تو کیا ان کو لاج نہ آئے گی ورنہ فرشتے کہیں گے کہ یا اللہ! آپ تو فرماتے ہیں کہ میرا بندہ فرماں بردار ہو گیا لیکن یہ تو ابھی نالائقیاں کر رہا ہے لٰہذا اللہ اپنی بشارت کی لاج رکھتے ہوئے بندہ کو سنوارنے کا فیصلہ فرماتے ہیں۔ اسی لیے پہلے زمانے کے مشائخ اپنے مریدوں کو صرف لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ہی کا ذکر بتایا کرتے تھے اور اسی سے وہ صاحبِ نسبت ہو جاتے تھے۔ اور دوسری اس دعا کو روزانہ مانگا کیجیے، معمول بنالیجیے:

اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِیْ بِتَرْكِ الْمَعَاصِیْ وَلَا تُشْقِنِیْ بِمَعْصِيَتِكَ[۲۰۴]

اے اللہ! مجھ پر رحم فرمایئے ترکِ معصیت کی توفیق عطا فرما کر اور مجھے بد بخت نہ کیجیے اپنی معصیت و نافرمانی سے۔

حدیثِ پاک کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ ہر گناہ آدمی کو بدبختی کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ کا ترک خوش قسمتی کی طرف لے جاتا ہے۔ معصیت سببِ شقاوت ہے اس لیے بہت ڈرنا چاہیے، گناہ سے بہت بچنا چاہیے اور ترکِ معصیت علامتِ رحمتِ حق اور علامتِ سعادت ہے۔

وضو کے دوران منقول دعا

ایک صاحب کے دریافت کرنے پر ارشاد فرمایا کہ وضو کے دوران ایک ہی دعا مسنون ہے، امام نسائی نے اپنی کتاب عَمَلُ الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ میں یہ دعا نقل کی ہے:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ ذَنْبِیْ وَوَسِّعْ لِیْ فِیْ دَارِیْ وَبَارِكْ لِیْ فِیْ رِزْقِیْ[۲۰۵]

جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وضو کے دوران پڑھا کرتے تھے اور بعض کتابوں میں جو دعائیں لکھی ہوئی ہیں کہ داہنا ہاتھ دھوتے وقت یہ دعا پڑھے، بایاں ہاتھ دھوتے وقت یہ دعا پڑھے اور چہرہ دھوتے وقت یہ پڑھے تو یہ علماء کی بنائی ہوئی دعائیں ہیں، سنت سے ثابت نہیں۔ میرے مرشد حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ جوان

۲۰۴۔ جامع الترمذی: ۱۹۷/۲ (۳۵۷۰)، باب فی دعاء الحفظ، ایچ ایم سعید

۲۰۵۔ جامع الترمذی: ۱۸۸/۲، باب من ابواب جامع الدعاء، ایچ ایم سعید

دعاؤں کو پڑھتا ہے تو مسنون دعا رہ جاتی ہے لہٰذا ان کے بجائے مسنون دعا ہی پڑھنا چاہیے۔ ایک سنت میں جو نور ہے وہ دنیا بھر کے صالحین کے وظائف میں نہیں ہو سکتا۔

اس کے بعد کار سے ماریشس کے دارالخلافہ پورٹ لوئیس(Port Louis) کو روانگی ہوئی جہاں بعدِ عشاء مسجد شانِ اِسلام میں وعظ کا نظم تھا۔ مغرب کی نماز پورٹ لوئیس کی مرکزی مسجد میں ادا فرمائی۔ نماز کے بعد کچھ حضرات نے درخواست کی کہ چند منٹ کچھ نصیحت فرمادی جائے۔ حضرتِ والا نے مندرجہ ذیل ارشادات فرمائے جو مختصراً پیش کرتا ہوں۔

حدیث پڑھنے، پڑھانے والوں کے لیے سرورِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کی عظیم الشان دعا

ارشاد فرمایا کہ ایک مختصر حدیث سناتا ہوں جو پانچ سیکنڈ کا وعظِ نبوت ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو میری بات کو غور سے سنے اور اسے یاد کرلے اور کسی کو پہنچادے، تو اللہ اس کو ہرا بھرا رکھے، خوش رکھے۔ تو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا لینے کے لیے ہم سب کو آپ کی حدیث کو غور سے سننا چاہیے۔ محدثین فرماتے ہیں کہ ایسی دعا سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُمت میں کسی کو نہیں دی۔ پیروں کی دعا، بزرگوں کی دعا لینے کے لیے ہم کتنی فکر کرتے ہیں، تو نبی کی دعا لینے کی کتنی لالچ اور کتنی تڑپ ہونی چاہیے، کیوں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غلامی ہی سے پیر بنتے ہیں، بزرگ بنتے ہیں۔ پانچ سیکنڈ کے اس وعظ کو یاد کرکے آپ اپنے بیوی بچوں یا دوستوں کو سنا دیجیے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا کے مستحق ہو جائیے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں۔

پانچ سیکنڈ کا وعظِ نبوت

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا: یَا رَسُوۡلَ اللّٰہِ! مَا النَّجَاۃُ؟ نجات کا کیا راستہ ہے؟ دوزخ سے بچنے کا، اللہ کی سزا سے بچنے کا کیا راستہ ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے تین نصیحتیں فرمائیں اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وعظ ہے جو پانچ سیکنڈ میں ختم ہوگیا۔ آپ کہیں گے کہ پانچ سیکنڈ میں کیا فائدہ ہوگا؟ تو انجکشن لگانے میں کتنی دیر لگتی ہے لیکن بخار اُتر جاتا ہے یا نہیں؟ بمبئی میں قاری طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم دارالعلوم دیوبند کو ۱۰۵ بخار تھا اور قاری صاحب کو جلسہ میں مدعو کیا گیا تھا، مہتمم مدرسہ نے کہا کہ قاری صاحب کی شرکت کا پوسٹر شایع ہوچکا ہے اور اُنہیں بخار ہے۔ اگر قاری صاحب شریک نہ ہوسکے تو میری عزت خاک میں مل جائے گی۔ ایک مشہور ڈاکٹر کو بلایا گیا جو غیر مسلم تھا۔ اس نے کہا کہ دس ہزار روپے لوں گا اور اس نے ایک سیکنڈ میں ایک انجکشن لگایا اور قاری صاحب کا بخار اُتر گیا۔ جب دنیاوی ڈاکٹر کے ایک سیکنڈ کے انجکشن سے فائدہ ہوسکتا ہے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پانچ سیکنڈ کے وعظ سے اُمت کے دل کی دنیا کیوں نہیں بدل سکتی؟ اس کی گمراہی ہدایت سے کیوں نہیں بدل سکتی؟ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظِ نبوت کو پیش کروں گا، آپ اپنی گھڑیوں کو دیکھیے، سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وعظ پانچ سیکنڈ میں ختم ہوجائے گا۔ حدیثِ پاک ہے **اَمْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ وَلْيَسَعْكَ بَيْتُكَ وَابْكِ عَلٰى خَطِيْئَتِكَ**[۲۰۶] پانچ سیکنڈ کا وعظِ نبوت ختم ہوگیا۔ اب اس حدیث کی مختصر شرح کرتا ہوں۔

زبان کو قابو میں رکھو

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: **اَمْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ** کہ اپنی زبان کو قابو میں رکھو، زبان کو اپنا غلام بنا کر رکھو، جس سے بات کرو تو خیال رکھو کہ کیا بولیں، پہلے سوچو پھر بولو یا اپنے مشایخ اور بزرگوں سے بات کرو تو سوچو کہ ادب کے خلاف تو نہیں ہے۔ بیوی سے بات کرو تو ایسی بات نہ کرو کہ آپس میں لڑائی شروع ہوجائے اور طلاق کی نوبت آجائے۔ کسی استاد سے بولو تو تعظیم میں کمی نہ آنے دو، ڈرتے رہو کہ کہیں بے ادبی نہ ہوجائے۔ جتنے دنیا میں جھگڑے ہیں یہ سارے جھگڑے زبان

---

۲۰۶ جامع الترمذی: ۲/۶۶، باب ما جاء فی حفظ اللسان، ایچ ایم سعید

سے شروع ہوتے ہیں۔ قتل و قتال کی نوبت آجاتی ہے۔ اسی لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنی زبان کو قابو میں رکھو کہ اللہ اس بات سے خوش ہے۔

ایک عورت اپنے شوہر سے لڑا کرتی تھی، شوہر اس کو ڈنڈے مارا کرتا تھا، وہ تنگ ہو کر ایک بزرگ کے پاس گئی اور کہا کہ میرا شوہر مجھ کو ڈنڈے مارتا ہے کوئی تعویذ یا کوئی وظیفہ دے دو۔ شیخ اللہ والے تھے، سمجھ گئے کہ یہ زبان کی خراب ہے، اس کی زبان اگر روک دی جائے تو شوہر اس کو ڈنڈا نہیں مارے گا۔ ان بزرگ نے کہا کہ جلدی بوتل لاؤ ہم پانی دم کر کے دیتے ہیں۔ بوتل میں پانی دم کر دیا اور اس اللہ والے نے کہا کہ جب شوہر کو غصہ آئے اور وہ ڈنڈا اُٹھائے، تو تو جلدی سے اس کا ایک گھونٹ منہ میں لے لیا کر مگر حلق سے نیچے نہ اُتارنا، اگر حلق سے اُتارا تو اس کا فائدہ ختم ہو جائے گا۔ چناں چہ اس نے بدتمیزی کی، شوہر کو غصہ آیا، وہ ڈنڈا اُٹھا کر لایا، تو اس نے جلدی سے منہ میں بوتل سے پانی لیا اور خاموش بیٹھی رہی۔ شوہر حیران ہو گیا کہ ابھی تو یہ گالیاں دے رہی تھی اور عجیب معاملہ ہے کہ اب خاموش بیٹھی ہے۔ اُس کو رحم آگیا اور ڈنڈا رکھ دیا۔ کئی بار ایسا ہوا، جہاں اس نے بدتمیزی کی اور جب شوہر ڈنڈا لایا، تو اس نے جلدی سے منہ میں پانی رکھ لیا۔ اب شوہر نے کہا کہ جب ہم کو کچھ کہتی نہیں، تو میں اس غریب کو کیوں کچھ کہوں؟ غرض چھ مہینے تک ڈنڈا نہیں پایا اور انڈا خوب کھایا، شوہر خوش ہو گیا کہ اب تو لڑتی نہیں۔ اس عورت نے جا کر اس بزرگ کو بہت بڑا ہدیہ دیا، کوئی میٹھی چیز پکا کر لائی کہ حضور! آپ کے دم کیے ہوئے پانی نے تو کمال کر دیا، چھ مہینے سے شوہر نے مجھے ڈنڈے نہیں لگائے۔ جب وہ چلی گئی تو پیر صاحب نے اپنے مریدوں اور شاگردوں سے فرمایا کہ میرے پڑھے ہوئے پانی نے کچھ اثر نہیں کیا، بلکہ میں نے اس عورت کی زبان روک دی۔ اسی زبان سے دنیا میں قتل و خون ہوتے ہیں۔ اس حدیث سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری دنیا کو امن بخشا، ساری کائنات کو آپ نے امن دے دیا کہ اگر زبان کو قابو میں رکھوگے، تو لڑائی جھگڑا، مقدمہ، قتل و خون سب ختم ہو جائے گا۔

بے ضرورت گھر سے مت نکلو

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ بلا ضرورت اپنے گھر سے مت نکلو۔ ذکر و تلاوت و نوافل و درود شریف کی کثرت سے اپنے گھر کو وسیع کرلو یعنی جو شخص اپنے گھر میں اللہ اللہ کرتا ہے، تلاوت کرتا ہے، درود شریف پڑھتا ہے، اس کا چھوٹا سا گھر بھی بہت بڑا معلوم ہوتا ہے کیوں کہ وہ اللہ والا ہے، زمین و آسمان کا خالق جس دل میں اپنی خاص تجلیات سے متجلی ہوگا وہ دل بہت وسیع ہوجاتا ہے، اس کو اپنا گھر بھی بڑا معلوم ہوتا ہے، ایک آدمی جس کا گھر بہت بڑا ہے اگر وہ گناہ کرتا ہے تو ساری دنیا اس پر تنگ ہوجائے گی۔ تو بلا ضرورت اپنے گھر سے نہ نکلو۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

هٰذَا زَمَانُ السُّكُوْتِ وَمُلَازَمَةُ الْبُيُوْتِ وَالْقَنَاعَةُ بِالْقُوْتِ حَتّٰى يَمُوْتَ[۲۰۷]

اپنے زمانہ میں یہ نصیحت فرمائی کہ یہ زمانہ خاموش رہنے کا ہے اور گھروں سے چپکے رہنے کا ہے کہ بلا ضرورت گھر سے باہر مت نکلو، اللہ اللہ کرو، صرف ضروری کاموں کے لیے نکلو جیسے دفتر جانا ہے، تجارت کے لیے جانا ہے وغیرہ اور اللہ جو رزق دے اس پر قناعت کرو اور اللہ کا شکر ادا کرو۔

حیدرآباد دکن جب میں گیا تو ایک دوست نے کہا کہ چلیے آپ کو شہر دِکھا لائیں۔ میں نے ان کو جواب دیا جو خود بخود شعر بن گیا کہ ؎

نہ لے جاؤ مجھے ان کی گلی میں
اضافہ ہوگا میری بے کلی میں

یعنی شہر میں عورتیں بے پردہ پھر رہی ہیں۔ شیطان تو کہتا ہے کہ ان حسین عورتوں کو دیکھنے سے چین ملے گا لیکن چین چھن جاتا ہے۔ ہائی بلڈ پریشر والے کو ڈاکٹر نمک کھانے

۲۰۷؎ مرقاۃ المفاتیح: ۴/۹، باب حفظ اللسان والغیبۃ والشتم، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

سے منع کرتے ہیں اسی طرح نمکین شکلوں کو دیکھو گے تو روح کا بلڈ پریشر ہائی ہو جائے گا۔ نمک کھانے سے جسم کا بلڈ پریشر بڑھتا ہے، حسینوں کو دیکھنے سے روح کا بلڈ پریشر بڑھتا ہے، روح بیمار ہو جاتی ہے، بے چینی اور پریشانی میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ جو شخص پریوں کو دیکھتا ہے پریشانی میں مبتلا ہوتا ہے کیوں کہ پریشانی میں تو پری ہے ہی، جب پری آئے گی تو شانی ساتھ لائے گی۔ شانی میں یاء نسبتی ہے یعنی پری کہتی ہے کہ میری شان پریشانی ہے۔ بس اب نظر بچا کر رہو، اللہ سے دل لگا کر رہو، غیر اللہ سے دل چھڑاتے رہو اللہ سے چپکاتے رہو یہ ہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ۔ لَا اِلٰہَ سے، غیر اللہ سے دل چھڑالو اور اِلَّا اللہُ سے دل اللہ سے جوڑلو۔ دل میں ایمان کا نور آجائے گا۔ آج کل سائنس دانوں کی تحقیق ہے کہ بجلی مثبت اور منفی (plus اور minus) دو تاروں سے بنتی ہے۔ کلمہ میں اللہ نے لَا اِلٰہَ کا منفی تار اور اِلَّا اللہُ کا مثبت تار دیا ہے۔ جب کوئی حسین لڑکی یا لڑکا سامنے آئے تو نظریں نیچی کرلو یہ لَا اِلٰہَ کا منفی تار ہو گیا اور ذکر و نوافل و اعمالِ صالحہ یہ اِلَّا اللہُ کا مثبت تار ہے۔ ان دو تاروں سے دل میں ایمان کی بجلی پیدا ہوتی ہے۔

اپنی خطاؤں پر روتے رہو

اس وعظِ نبوت کا آخری جز ہے کہ اپنی خطاؤں پر روتے رہو۔ اس کے علاوہ نجات کا کوئی راستہ نہیں۔ میرا شعر ہے ؎

یہی ہے راستہ اپنے گناہوں کی تلافی کا
تری سرکار میں بندوں کا ہر دم چشمِ تر رہنا

۲۸؍ صفر المظفر ۱۴۱۴ھ مطابق ۱۸؍ اگست ۱۹۹۳ء بروز بدھ بمقام پلین مایا، ماریشس

ڈاکٹروں کے لیے حفاظتِ نظر کے سنہری اصول

مولانا ابو بکر صاحب کی قیام گاہ میں ناشتہ کے بعد ایک عالم صاحب نے عرض کیا کہ رات مسجد شانِ اسلام میں بعد عشاء حضرتِ والا کی تقریر میں دل کے ایک ماہر ڈاکٹر بھی تھے، جو میرے جاننے والے بھی ہیں، رات حفاظتِ نظر کے متعلق حضرتِ والا نے جو

بیان فرمایا اس سے وہ بہت متاثر ہوئے اور کہا کہ میرے پاس مسلم اور غیر مسلم عورتیں آتی ہیں مجھے ان کو دیکھنا پڑتا ہے ان کا معالجہ بھی کرنا پڑتا ہے ان سے باتیں بھی کرنی پڑتیں ہیں، میرے لیے نظر کی حفاظت کا کیا طریقہ ہے؟ حضرتِ والا سے پوچھ کر بتایئے۔

عورتوں کے معاینہ کے لیے لیڈی ڈاکٹر رکھی جائے

ارشاد فرمایا کہ اصل بات تو یہ ہے کہ عورتوں کے لیے کوئی عورت ڈاکٹر ماہر قلب (ہارٹ اسپیشلسٹ) ملازم رکھ لی جائے جو صرف عورتوں کو دیکھے، چاہے تنخواہ پر رکھ لیں یا نفع میں شریک کرلیں جیسا مناسب ہو۔ اس میں آمدنی چاہے کم ہوجائے، اس کو اللہ کی رضا کے لیے برداشت کریں۔ انڈا مکھن چاہے کم ہوجائے لیکن دل کو ایسا سکون ملے گا کہ اس کے سامنے روپے کی کیا حقیقت ہے؟ اور جو اللہ کو راضی کرنے کی ہمت کرلیتا ہے تو پھر اللہ اس کی مدد فرماتے ہیں، کوئی کمی نہیں ہوتی۔ بمبئی میں میرے ایک دوست دانتوں کے ڈاکٹر مجھے اپنے مطب میں میرے دانت بنانے کے لیے لے گئے، نوجوان تھے، میں نے دیکھا کہ ایک کرسچین لڑکی کا گال پکڑ کر اس کا دانت دیکھ رہے ہیں۔ میں نے بعد میں ان سے کہا کہ آپ کے باطن کا تو ستیاناس ہوجائے گا۔ تبلیغ میں جو آپ چلّے لگاتے ہیں سارے چلّوں کا نور ضایع ہوجائے گا ایک ہی معاینہ میں۔ کہنے لگے کہ پھر میں کیا کروں۔ میرے پاس تو لڑکیاں بھی آتی ہیں اور مرد بھی آتے ہیں۔ میں نے کہا کہ عورتوں کے لیے آپ کوئی لیڈی ڈاکٹر ملازم رکھ لیں جو صرف عورتوں کو دیکھے اور آپ صرف مردوں کو دیکھیں۔ اب اس میں۔ آمدنی اگر کم ہوتی ہے تو ہونے دیجیے، اللہ کے لیے کچھ تکلیف برداشت کرو۔ صحابہ نے تو پیٹ پر پتھر باندھے تھے ہمیں انڈے مکھن میں ذرا کمی کرنا گوارا نہیں۔ چناں چہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور آج تک وہ شکریہ ادا کرتے ہیں کہ واقعی اگر میں ایسا نہ کرتا تو میری داڑھی کا بچنا، میرا دین پر قائم رہنا محال تھا اور یہ بھی کہا کہ میری آمدنی میں کوئی کمی نہیں ہوئی بلکہ اور اضافہ ہوگیا۔ میں کہتا ہوں کہ اللہ پر کوئی مر کر تو دیکھے۔ بھلا جو اُن پر مرے گا اس کو وہ برباد ہونے دیں گے؟

ترکِ معصیت کے لیے ہمت چاہیے

کراچی میں خون کے ایک بہت بڑے اسپیشلسٹ ڈاکٹر جو علامہ سید سلیمان ندوی کے عزیز بھی ہوتے ہیں، مجھ سے بیعت ہوگئے اور اللہ اللہ کرنے لگے، داڑھی بھی رکھ لی۔ ایک دن کہنے لگے کہ مجھے ہفتہ میں دو بار کالج میں لڑکیوں کو ایک ایک گھنٹہ پڑھانا ہوتا ہے اور اس کے دس ہزار روپے تنخواہ کے علاوہ ملتے ہیں، لیکن اب بیعت ہونے کے بعد یہ ہورہا ہے کہ جس دن میں ان کو پڑھاتا ہوں اس دن میری تہجد قضا ہوجاتی ہے اور دل میں ظلمت معلوم ہوتی ہے۔ مجھے یقین ہوگیا ہے کہ یہ لڑکیوں کے پڑھانے کی نحوست ہے، کیوں کہ وہاں نظر کی حفاظت پورے طور پر نہیں ہوپاتی، لہٰذا میں اس پڑھانے کی نوکری سے استعفادے رہا ہوں کیوں کہ میری ہسپتال کی ملازمت تو ہے ہی اور پڑھانے کی نوکری چھوڑنے سے جو دس ہزار کی کمی ہوگی تو میرے پاس ایک اور فن ہے دواؤں کا وہ شروع کردوں گا اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سے عطا فرمائیں گے۔ لیکن اب میں لڑکیوں کو نہیں پڑھا سکتا، لہٰذا انہوں نے استعفادے دیا اور ماشاء اللہ! بہت آرام سے ہیں، کوئی معاشی تنگی اور رزق میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔ آدمی ہمت کرے تو کچھ مشکل نہیں۔

کم ہمتوں کے لیے بھی اصلاح کا ایک راستہ

بہر حال! اس کی ہمت نہ ہو تو ڈاکٹر صاحب سے کہہ دیں کہ جب عورتیں یا لڑکیاں آئیں حتی الامکان نگاہ کی حفاظت کریں اگر نظر ڈالیں تو اُچٹی بچٹی سطحی نظر ڈالیں نگاہ جما کر نہ دیکھیں جیسے ریل میں بیٹھے ہوئے سامنے سے درخت گزرتے جاتے ہیں کہ وہ نظر تو آتے ہیں لیکن آپ ان کی پتیاں نہیں گنتے جیسی نظر ان پر ڈالتے ہیں ایسی ہی سطحی نظر ڈالیں کہ ان کے حسن کا ادراک نہ ہو۔ اور یہ مراقبہ کریں کہ یہ عورت یا لڑکی جو ہے میری ماں ہے بہن ہے یا بیٹی ہے اس کو کیسے بُری نظر سے دیکھوں؟ اس سے کچھ شرم آئے گی۔ کسی شاعر نے خوب کہا ہے ؎

بد نظر اٹھنے ہی والی تھی کسی کی جانب
اپنی بیٹی کا خیال آیا تو میں کانپ گیا

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی کمزور ولی اللہ کو کوئی تگڑی

خوبصورت عورت گرالے اور اس کی آنکھیں اپنے ہاتھوں سے کھول کر کہے کہ مجھے دیکھ! دیکھتی ہوں کہ اب مجھے کیسے نہیں دیکھے گا تو حضرت فرماتے ہیں کہ واقعی اگر وہ صاحبِ نسبت اور اللہ والا ہے تو اپنی شعاعِ بصریہ کو کنٹرول کرے گا، سطحی اور اُچٹی پچٹی نظر ڈالے گا، گہری نظر سے نہیں دیکھے گا، لہٰذا جب مجبوراً سطحی نظر سے دیکھنا پڑ رہا ہو تو یہ مراقبہ بھی کرو کہ میری نظر تو اس عورت یا لڑکی پر ہے، لیکن میری نظر پر اللہ کی نظر پاسبان ہے، ذرا دھیان رہے کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ میرا ایک شعر ہے ؎

میری نظر پہ ان کی نظر پاسباں رہی
افسوس اس احساس سے کیوں بے خبر تھے ہم

روحانی صفائی کی ’’ون ڈے سروس‘‘

اس کے بعد جب گھر آئیں تو دو نفل پڑھ کر اللہ سے معافی مانگ لیں کہ اے اللہ! نفس نے آپ کی ناخوشی کی راہوں سے خوشی کا جو ادنیٰ ذرّہ چرایا ہو میں ایسی مستلذاتِ محرّمہ، مسروقہ سے آپ کی معافی چاہتا ہوں کیوں کہ نفس کا مزاج مکھی کا سا ہے۔ گلاب جامن پر مکھی اگر ایک لمحہ کے لیے بیٹھے گی تو کوئی نہ کوئی ذرّہ چرا کے بھاگے گی۔ اسی طرح نفس حرام لذت کو چشم زدن میں چُرا کے بھاگتا ہے۔ لہٰذا اے اللہ! نفس کی ان خفیف اور پوشیدہ ادنیٰ ترین لذتوں سے بھی میں معافی چاہتا ہوں جو میرے نفس نے چرا لی ہوں اور جس کا مجھے احساس نہ ہوا ہو۔ لہٰذا گھر واپس آکر روزانہ دو نفل پڑھ کر خوب گڑگڑا کر گناہوں کی معافی اور آیندہ حفاظت کی خوب دعا کریں۔ اس کا نام ’’ون ڈے سروس‘‘ ہے جیسے گندے کپڑوں کی صفائی ڈرائی کلیننگ والا کر دیتا ہے اسی طرح سے گناہوں کی گندگی سے روح کی صفائی روز کی روز کر لیجیے۔

۱۱ ربیع الاوّل ۱۴۱۴ھ مطابق ۲۰ اگست ۱۹۹۳ء، بروز جمعۃ المبارک

ری یونین کے لیے روانگی

نمازِ جمعہ کے بعد کھانا تناول فرماکر حضرتِ والا نے کچھ دیر قیلولہ فرمایا، ماریشس ایئر لائن کے طیارہ سے ساڑھے چار بجے شام ہم لوگوں کی سیٹ بُک تھی۔ سوا

تین بجے ایئرپورٹ کے لیے روانگی ہوئی۔ ایئرپورٹ یہاں سے بالکل قریب ہے، تقریباً پانچ منٹ میں ایئرپورٹ پہنچ گئے۔ ماریشس کے مقامی علماء اور میزبان مولانا ابو بکر صاحب کا حضرتِ والا نے شکریہ ادا کیا کہ آپ حضرات بہت محبت سے پیش آئے اور دین کا بھی خوب کام ہوا اللہ قبول فرمائیں، آمین۔

چار بجے حضرتِ والا نے فرمایا کہ اب عصر کی نماز پڑھ لینی چاہیے۔ بعض حنفیہ کا بھی قول ہے کہ ایک مثل پر عصر کا وقت شروع ہوجاتا ہے چناں چہ مکہ شریف میں ہم لوگ جو نماز پڑھتے ہیں تو اسی قول پر عمل کرتے ہیں، اپنے ملکوں میں اس کی عادت تو نہ بنانی چاہیے لیکن سفر میں ایسے موقعوں پر ایئرپورٹ پر اس گنجائش سے فائدہ اُٹھانا چاہیے۔ سفر میں بعض دفعہ یہ بھی خطرہ ہوتا ہے کہ نماز ہی قضا نہ ہوجائے۔ حضرتِ والا دامت برکاتہم کی امامت میں ماریشس ایئرپورٹ پر نماز عصر ادا کی گئی۔

تقریباً ساڑھے چار بجے ہم لوگ جہاز پر سوار ہوئے، ماریشس سے ری یونین کا فضائی سفر بڑے طیارہ سے بیس منٹ اور چھوٹے طیارہ سے چالیس منٹ کا ہے۔ یہ چھوٹا طیارہ تھا جس میں ہم لوگ سوار تھے۔ جمعہ کے دن بعد نمازِ عصر قبولیتِ دعا کا وقت ہوتا ہے۔ حضرت مرشدی دامت برکاتہم پرواز کے دوران دعا میں مشغول رہے۔ ویسے بھی اکثر پرواز کے دوران حضرتِ والا کا دعا مانگنے کا معمول ہے۔ فرماتے ہیں کہ فضاؤں میں گناہ نہیں ہوتے اس لیے امیدِ قبولیت زیادہ ہے۔

تقریباً ساڑھے پانچ بجے شام طیارہ ری یونین اُترا۔ ایئرپورٹ پر حضرتِ والا کے شاگرد خاص اور خلیفہ مولانا عمر فاروق صاحب جو کراچی میں چار سال خانقاہ میں رہے ہیں انہوں نے بتایا کہ ان کے یہاں دو روز پہلے ایک بیٹے کی ولادت ہوئی ہے اور اس کا نام جلال الدین رومی رکھا ہے۔ راستہ میں مولانا عمر فاروق صاحب کے خسر جناب حافظ امین پٹیل صاحب نے کہا کہ مولانا عمر فاروق اور ہماری سب کی خواہش ہے کہ اگر حضرتِ والا کو زحمت نہ ہو تو ہسپتال میں تشریف لے جاکر وہاں بچّے کی سنت تحنیک ادا فرمادیں اور اس کے بعد خانقاہ تشریف لے چلیں۔ حضرتِ والا نے ان کی درخواست قبول فرمالی اور ہسپتال تشریف لے گئے۔

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ ری یونین میں آمد

حافظ امین پٹیل صاحب کے گھر پر مغرب کی نماز جماعت سے پڑھ کر حضرتِ والا بمعہ احقر راقم الحروف سینٹ پییرٔ (St.Pierre) کے لیے روانہ ہوگئے اور تقریباً ایک گھنٹہ میں سینٹ پییرٔ پہنچے اور خانقاہ دیکھ کر حضرتِ والا بہت خوش ہوئے۔ حافظ داؤد بدات صاحب جو حضرتِ والا کے خاص شاگرد اور خلیفہ ہیں یہ خانقاہ حضرتِ والا کے ایماء سے انہوں نے قائم کی ہے۔ اور کراچی میں حضرتِ والا کی خدمت میں چھ سال رہے ہیں۔ حضرتِ والا نے فرمایا کہ الحمد للہ ری یونین میں سلسلہ تھانوی کی ایک خانقاہ قائم ہوگئی۔ اللہ یہاں ہمارے بزرگوں کا فیض جاری فرمائیں اور یہاں سے بڑے بڑے اولیاء اللہ پیدا ہوں۔ حافظ داؤد صاحب سے فرمایا کہ ماشاء اللہ نقشہ بھی خوب اچھا نکالا لیکن دعا بھی کیا کرو کہ اللہ ہم سے کام لے لیں۔ کیوں کہ کام کے اسباب جمع ہونا اور بات ہے اور کام لینا اور بات ہے۔ وہ تو اللہ تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہے۔ دعا کرو کہ اے اللہ! اسباب تو جمع ہوگئے کام آپ لے لیجیے اور قبول بھی فرمالیجیے۔

۲؍ربیع الاوّل ۱۴۱۴ھ مطابق ۲۱؍اگست ۱۹۹۳ء بروز ہفتہ، بعد فجر سینٹ پییرٔ کی مسجد اطیب المساجد میں حضرتِ والا نے تھوڑی دیر بیان فرمایا۔

تفسیر یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرَابًا

ارشاد فرمایا کہ امام صاحب نے ابھی نماز میں عَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ کی سورۃ پڑھی ہے نماز ہی میں داعیہ پیدا ہوا کہ اس سورۃ کا شانِ نزول اور تفسیر چند منٹ میں عرض کروں۔

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنا فیصلہ مخلوق پر فرمائیں گے اور جس کا جس پر ظلم ہوگا اس کو اس کا حق دلائیں گے یہاں تک کہ جانور جو ایک دوسرے کو ستاتے ہیں اللہ تعالیٰ میدانِ محشر میں ان جانوروں کو زندہ کریں گے اور فرمائیں گے کہ جس نے جس کو ستایا ہے آج تم اس کا بدلہ لے لو چناں چہ اگر کسی بکری نے کسی بکری کے سینگ مارا ہوگا تو مظلوم بکری کو حکم دیں گے کہ آج تم اس کو مار لو، اللہ تعالیٰ اس کو اس کا حق دلائیں گے

اور یہ عقل میں آنے والی بات ہے کہ جس کی حکومت اور سلطنت ہو وہ اگر اپنی رعایا کو اس کا حق نہ دلائے تو یہ ظلم ہے اور اللہ تعالیٰ ظلم سے پاک ہیں، اللہ تعالیٰ مالکِ دو جہان ہیں۔ مظلوم جانوروں پر بھی جو ظلم ہوا ہے اس کا بدلہ اللہ تعالیٰ میدانِ قیامت میں دِلائیں گے۔ جب اللہ پاک کے حکم سے جانور ایک دوسرے سے بدلہ لے لیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کُوْنُوْا تُرَابًا اے ساری دنیا کے جانورو! تمہیں خدا نے تمہارا حق دلا دیا جو جانور تم میں کمزور تھے اور دنیا میں اپنا بدلہ نہ لے سکے اب اللہ نے اپنی قدرت سے تم کو بدلہ دلا دیا لٰہذا اے جانورو! اب تم مٹی ہو جاؤ کیوں کہ تمہارے لیے نہ دوزخ ہے نہ جنت ہے۔ جنت و دوزخ انسانوں اور جنات کے لیے ہے لٰہذا جب اللہ تعالیٰ کُوْنُوْا تُرَابًا فرمائیں گے تو سب جانور مٹی ہو جائیں گے تب ہر کافر کہے گا یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرَابًا[۲۰۸] اے کاش! ہم بھی مٹی ہو جاتے لیکن اللہ تعالیٰ ان کو مٹی نہیں ہونے دیں گے اور وہ دائمی عذاب میں مبتلا ہو جائیں گے، اَلْعِیَاذُ بِاللہِ۔

دنیا میں معافی مانگنا سستا سودا ہے

لٰہذا یہاں جس نے جس کو ستایا ہے اس کا دنیا ہی میں حق ادا کر دو، معاف کرا لو، ورنہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کا حق دلائیں گے۔ اب دوکان میں بیٹھے ہوئے ہیں، زبان چل رہی ہے کہ فلاں صاحب میں یہ خرابی ہے، فلاں بے وقوف ہے، اسی کا نام غیبت ہے۔ پیٹھ پیچھے کسی کی بُرائی بیان کرنا غیبت ہے۔ یہ شخص اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھا رہا ہے:

اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا[۲۰۹]

کیا تم کو یہ بات پسند ہے کہ تم اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھاؤ (وہ تو بے چارہ وہاں موجود نہیں ہے کہ اپنا دفاع کر سکے، مثل مردہ کے ہے)

۲۰۸؎ تفسیر الخازن: ۷/۲۰۳، سورۃ النبأ (۴۰)، دار الفکر بیروت

۲۰۹؎ الحجرات: ۱۲

غیبت زِنا سے اشدّ کیوں ہے؟

غیبت زِنا سے زیادہ اشدّ ہے۔ صحابہ نے پوچھا کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) غیبت زِنا سے زیادہ سخت کیوں ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی زِنا کرلے پھر اللہ سے توبہ کرلے تو اس کی توبہ قبول ہے جس سے زِنا کیا ہے اس سے جاکر معافی مانگنا ضروری نہیں بلکہ جائز ہی نہیں کیوں کہ اگر جاکر اس سے کہے کہ ذرا میں آپ سے معافی مانگنے آیا ہوں تو اس کو اور ندامت ہوگی اور اس کی رسوائی اور بدنامی کا اندیشہ ہے۔ زِنا حق العباد نہیں ہے۔ آہ! اللہ کا احسان ہے بندوں پر کہ ہماری آبرو کی کیا حفاظت کی ہے اللہ نے اپنے غلاموں کی عزت رکھ لی کہ اس کو حق العباد نہیں رکھا بلکہ اس گناہ کو اپنے حق میں شامل فرمایا کہ بس کہہ دو کہ یا اللہ! جو مجھ سے یہ گناہِ کبیرہ ہوگیا یا آنکھوں سے نامحرم عورتوں کو دیکھا ان سب گناہوں سے معافی چاہتا ہوں تو معاف ہوجائے گا۔ بندوں یا بندیوں سے جاکر اس معاملہ میں یہ کہنا نہیں پڑے گا کہ مجھے معاف کردو۔ لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غیبت ایسی چیز ہے کہ جس کی غیبت کی گئی اس سے جاکر معافی مانگنی پڑے گی بشرطیکہ اس کو خبر لگ جائے مثلاً کوئی گجرات میں ہے یا ڈابھیل میں ہے اس کی یہاں کسی نے غیبت کی تو اگر اسے خبر نہیں ہے تو اس سے جاکر معافی مانگنا لازم نہیں ہے۔ یہ حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق ہے کہ جس کی آپ نے غیبت اور بُرائی کی ہے اس کو اگر خبر نہیں ہے تو اس سے جاکر معافی مانگنا لازم نہیں۔ تو پھر کیا کرے؟ اس کے لیے یہیں سے مغفرت مانگو کچھ پڑھ کر بخش دو، مشکوٰۃ شریف میں کفارۂ غیبت میں یہ روایت ہے کہ یوں کہے **اَللّٰھُمَّ اغۡفِرۡ لَنَا وَلَہٗ**[۲۱۰] کہ اللہ مجھ کو بھی معاف کرے اور اس کو بھی معاف کردے یعنی اس کی مغفرت کی بھی دعا کرے کہ جس کی ہم نے برائی کی ہے یا سنی ہے اے اللہ! مجھے معاف کردیجیے۔ بُرائی کرنا اور سننا دونوں حرام ہیں۔ جب کسی کی غیبت ہورہی ہو اس وقت اس کا دفاع نہ کرنا اور گونگے کی طرح خاموش بیٹھا رہنا

---

۲۱۰ تفسیر القرطبی: ۱۶/۳۳۷، الحجرات (۱۲)، دار الکتب المصریۃ

سخت گناہ ہے۔ اس سے کہو کہ آپ غیبت نہ کیجیے مجھے تکلیف ہورہی ہے مجھے گناہ میں مبتلانہ کیجیے۔ اس کا دفاع کرو یعنی اس کی تعریف کرو کہ وہ اچھے آدمی ہیں۔ حدیثِ پاک میں ہے کہ جس نے اپنے مسلمان بھائی کا دفاع کیا اور اس کی غیبت کو روک دیا اللہ اس کا اجر اس کو دنیا میں بھی دیں گے اور آخرت میں بھی دیں گے اور جس نے غیبت سنی اور غیبت کرنے والے کی ہاں میں ہاں ملائی کہ ہاں مجھ کو بھی یہی ڈاؤٹ (شک) ہے، ٹھیک کہتے ہو یار یہ تو میں نے بھی دیکھا ہے کہ اس کے اندر یہ خرابی ہے، تو اَدْرَکَهُ اللهُ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ[۲۱۱] اللہ اس کو دنیا اور آخرت میں عذاب دے گا اور اگر دفاع کی قدرت یا ہمت نہیں تو اس مجلس سے اُٹھ جائے جہاں غیبت ہورہی ہے لہٰذا روزانہ اللہ سے یوں کہیے کہ یا اللہ! مخلوق کا کوئی حق ہم نے مارا ہو، کسی کی غیبت کی ہو، یا غیبت سنی ہو یا ان کو بُرا بھلا کہا ہو تو یہ جو میں صبح و شام تینوں قل پڑھتا ہوں اس کا ثواب ساری اُمت کو دے دیجیے یعنی جن جن کے حق ہمارے اوپر ہیں ان کو اس کا ثواب دے دیجیے تاکہ قیامت کے دن آپ ان کو ہم سے راضی کردیں تو ان شاء اللہ یہ تینوں قل والا وظیفہ آپ کو مخلوق کے شر سے بھی بچائے گا اور ساتھ ساتھ بندوں کا حق بھی ادا ہوتا رہے گا۔ منشا یہ ہے کہ غیبت کا کفارہ یہ ہے کہ جب تک اس کو اطلاع نہیں ہوئی تو جس مجلس میں غیبت کی ہے ان لوگوں کے سامنے اپنی نالائقی کا اعتراف کرے کہ ہم سے بڑی نالائقی ہوئی، اگر ان میں ایک عیب ہے تو سینکڑوں خوبیاں بھی ہیں اور اللہ سے بھی معافی مانگیں اور اس کو ایصالِ ثواب کریں، لیکن اگر اس کو آپ کی غیبت کی اطلاع ہوگئی تو اب اس سے معافی مانگنا واجب ہے اور اگر اطلاع نہیں ہے تو خواہ مخواہ جا کر اس کا دل خراب مت کرو۔ اس بے چارہ کو خبر بھی نہیں تھی اور آپ کہہ رہے ہیں کہ مجھے معاف کردیجیے میں نے کل آپ کی غیبت کی تھی۔ اِس سے اُس کو اذیت ہوگی۔

روزانہ صبح و شام تینوں قل پڑھ کر یوں دعا کیا کیجیے کہ اے اللہ! اس کا ثواب ان لوگوں کو عنایت فرمائیے جن کا میں نے انجانے میں کوئی حق مارا ہو، بُرا بھلا کہا ہو،

---

[۲۱۱] مصنف عبد الرزاق: ۱۱/۱۷۸ (۲۰۲۵۸)، باب الاغتیاب والشتم، المکتبۃ الاسلامیۃ

غیبت کی ہو، کسی قسم کا بھی حق ہو تاکہ قیامت کے دن یا اللہ! ہم پر کوئی مقدمہ نہ دائر کردے اور ان کو ثواب دے کر ان کو ہم سے راضی کر دیجیے، اس طرح ان شاء اللہ! آپ جنت کے راستے پر آجائیں گے کیوں کہ جنت اس وقت ملے گی جب اللہ کے حقوق میں بھی معافی ہو جائے اور بندوں کے حقوق میں بھی معافی ہو جائے۔

آخر میں دعا فرمائی کہ اے اللہ! ہمارے لیے سب سے بڑی دولت یہ ہے کہ آپ ہم سے راضی اور خوش ہو جائیں اور یا اللہ! تمام گناہوں کو چھوڑنے کی توفیق نصیب فرما، اللہ والی زندگی نصیب فرما، ہم سب کو یا اللہ! اولیاء کے زُمرہ میں داخل فرما، یا اللہ! جو کام بھی دین کا ہو اس کو قبول فرما۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى
عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ
بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ

مومن کی دلجوئی بہت بڑی عبادت ہے

حضرتِ والا صبح جب سیر کے لیے تشریف لے گئے تو کینیڈا سے کئی بار ایک صاحب کا فون آیا جو حضرتِ والا سے تعلق رکھتے ہیں، انہوں نے فون پر کہا تھا کہ میں دوبارہ دو بجے فون کروں گا۔ حضرتِ والا ظہر کی نماز پڑھ کر مسجد سے تشریف لائے۔ دو بجنے والے تھے تو فرمایا کہ فون آنے دو بعد میں کھانا کھائیں گے۔ اس اثناء میں حافظ داؤد صاحب ایک شخص کو لے کر حاضرِ خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ یہ میرے دوست ہیں آج کل کچھ پریشان ہیں دعا چاہتے ہیں۔ حضرتِ والا نے فوراً دعا کے لیے ہاتھ اُٹھا دیے اور دعا فرمائی اور دعا کے بعد ان صاحب سے فرمایا کہ بعد میں بھی دعا کروں گا اور سب حاضرین سے فرمایا کہ جب کوئی دعا کے لیے فرمایش کرے تو ایک دعا فوراً کر دیا کرو اس سے اس کا دل خوش ہو جائے گا کیوں کہ مومن کے دل میں خوشی داخل کرنا بہت بڑی عبادت ہے۔ مرقاۃ میں ہے:

اِدْخَالُ السُّرُوْرِ فِیْ قَلْبِ الْمُؤْمِنِ اَفْضَلُ مِنْ عِبَادَةِ الثَّقَلَيْنِ[۲۱۲]

یہ دعا حاضرانہ ہے اور بعد میں غائبانہ دعا بھی کرو کہ وہ اَسْرَعُ الْاِجَابَةِ ہے:

اِنَّ اَسْرَعَ الدُّعَاءِ اِجَابَةً دَعْوَةُ غَائِبٍ لِّغَائِبٍ[۲۱۳]

کینیڈا کے فون پر نصیحت

کینیڈا سے تقریباً ہر ہفتہ حضرتِ والا کے ایک متعلق کلیم صاحب کا فون آتا ہے اور وہ حضرتِ والا کی نصیحت فون پر ٹیپ کر لیتے ہیں پھر وہاں سے امریکا بھیجتے ہیں اور وہاں حضرت شیخ الحدیث صاحب کے خلیفہ ہیں ان کو بھی کیسٹ بھیجتے ہیں۔ کراچی فون کرکے انہوں نے یہاں ری یونین کا فون نمبر حاصل کیا اور دو بجے ان کا فون آیا تو حضرت مرشدی دامت برکاتہم نے ان کو فون پر یہ نصیحت فرمائی کہ جو سانس اور جو لمحہ اور جو وقت اللہ کی یاد میں یا اللہ والوں کی صحبت میں گزر جائے یہ ہے بس تمہاری زندگی اور اصلی دولت اور جس کو عام لوگ دولت سمجھتے ہیں اس کے لیے شرط ہے کہ وہ اگر اللہ کی مرضی کے مطابق استعمال ہو تو ٹھیک ہے ورنہ وبال ہے لہٰذا اتنا زیادہ دنیا سے دل نہ لگاؤ کہ ہر وقت بس دوکان دیکھ رہے ہیں ہر وقت فرینک یا ڈالر گن رہے ہیں کیوں کہ جس وقت روح نکلے گی اور جنازہ جائے گا اس وقت بتاؤ تمہارے پاس کیا رہے گا؟ قبرستان کسی شاندار موٹر پر جاؤ گے یا آدمیوں کے کندھوں پر جاؤ گے، کتنی کاریں، کتنی بلڈنگیں، کتنے ٹیلی فون قبر میں جائیں گے، کتنے خادم جائیں گے، کتنے ہاتھ چومنے والے جائیں گے؟ یہ نہ سمجھیے کہ میں آپ ہی کو کہتا ہوں، میں اپنا علاج بھی کرتا رہتا ہوں کہ اختر! سوچ کہ ایک دن تو قبر میں اُتارا جائے گا تو کوئی یار کوئی مرید کوئی ہاتھ چومنے والا وہاں نہیں ہوگا لہٰذا اللہ کو خوش کر لیا تو سمجھ لو کہ تم کامیاب ہو ورنہ نہ مرید نہ خادم کوئی ساتھ جانے والا نہیں، ہاں اللہ کے لیے اگر یہ تعلق ہے تو ہمارے لیے ثواب ہے لیکن ذریعۂ مقصود کو مقصود کا درجہ مت دو۔ مقصود اللہ کو راضی کرنا ہے۔ یہ جو دین کی خدمت کر رہا ہوں یہ

---

۲۱۲ مرقاۃ المفاتیح: ۹/۲۲۱، کتابُ الآداب، بابُ الحب فی اللہ ومن اللہ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۲۱۳ سنن ابی داؤد: ۱/۲۱۴-۲۱۵، کتاب الصلٰوۃ، باب الدعاء بظھر الغیب، ایچ ایم سعید

سب ذریعۂ مقصود ہے، اللہ کو راضی کرنے کے ذرائع ہیں لیکن اصل مقصود اللہ کی رضا ہے۔ اللہ ہم سے راضی ہو جائیں۔ لہٰذا اپنی زندگی سے ہوشیار ہو جاؤ ایک دن جنازہ قبر میں جانے والا ہے، قبرستان جانا ہے۔ لہٰذا اللہ کی یاد اور اللہ کی محبت کے ساتھ اللہ والوں کی صحبت بھی ضروری ہے کیوں کہ ان ہی کے ذریعہ سے اللہ کی محبت ملتی ہے، بس جو لمحہ، جو سانس اللہ کی یاد میں گزر جائے اور جو اہل اللہ کی صحبت میں گزر جائے اس کو بادشاہوں کے تخت و تاج سے زیادہ قیمتی سمجھیے جو ہمارے کفن کے ساتھ کام دے گا۔ ورنہ اگر کوئی شخص کروڑ پتی ہے، بادشاہ ہے لیکن جب اس کا جنازہ قبر میں اُترے گا تو کون سا جنازہ کامیاب رہے گا؟ جس نے خوب مال کمایا لیکن اللہ کو ناراض کیا یا وہ جنازہ کامیاب رہے گا جس نے اللہ کو خوب یاد کیا اور اللہ کو راضی کر لیا بس حاصلِ زندگی وہ سانس ہے جس میں بندہ اللہ کو راضی کر لے۔ میرے دو شعر ہیں ؎

وہ لمحۂ حیات جو تجھ پر فدا ہوا
اس لمحۂ حیات پہ اختر فدا ہوا
وہ میرے لمحات جو گزرے خدا کی یاد میں
بس وہی لمحات میری زیست کا حاصل رہے

معاملات و تجارت میں بھی شریعت کی پابندی کی تاکید

کل بعد عشاء اعلان ہوا تھا کہ روزانہ بعد عشاء مجلس ہوا کرے گی۔ لہٰذا آج حضرتِ والا سے تعلق رکھنے والے کچھ علماء حضرات خانقاہ میں جمع ہو گئے۔

ارشاد فرمایا کہ مال بھی حلال طریقہ سے کمانا چاہیے ہم مسجد میں بھی اللہ کے غلام ہیں، بازار اور دوکان میں بھی اللہ کے غلام ہیں۔ یہ نہیں کہ مسجد میں اللہ کے بندے ہیں اور دوکان پر طوقِ غلامی اُتار کر پھینک دیا۔ لہٰذا جو حجام داڑھی مونڈتا ہے اس کی روزی حلال نہیں۔ داڑھی مونڈنا حرام ہے اور ایک مشت داڑھی رکھنا واجب ہے، بعض لوگ داڑھی رکھتے ہیں لیکن تھوڑی تھوڑی رکھتے ہیں ذرا ذرا سی۔ ان سے عرض کرتا ہوں کہ ایک مٹھی رکھنے کا ارادہ کر لیجیے، تینوں طرف ایک مشت ہو پھر ان شاء اللہ داڑھی بہت

خوبصورت معلوم ہوگی۔ لہٰذا اللہ کو ناراض کرکے روزی نہ کمایئے۔ اسی طرح سے جو فوٹو گرافی کرتا ہے اور فوٹو بیچتا ہے اس کی آمدنی بھی صحیح نہیں۔ جس چیز سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوں وہ چیز اپنی دوکان میں نہ رکھو۔ چٹنی روٹی کھالو ان شاء اللہ پیٹ پر پتھر نہیں باندھیں گے۔ صحابہ پیٹ پر پتھر باندھتے تھے۔ صحابہ نے نعمتیں کم کھائیں عبادت زیادہ کی۔ ہم نعمتیں رات دن کھارہے ہیں اور عبادت کم کررہے ہیں۔ ہماری نعمتیں زیادہ اور شکر کم ہے، ان کی نعمتیں کم تھیں شکر زیادہ تھا۔ آج کل لوگ کہتے ہیں کہ صاحب! اگر ہم یہ نہیں کریں گے تو آمدنی کم ہوجائے گی مثلاً دوکان پر ٹی وی نہیں رکھیں گے تو گاہک کم آئیں گے، میں کہتا ہوں کہ بھائی! تھوڑی سی کمی پر راضی رہو۔ پوچھو علماء سے کہ کیا کیا چیزیں حرام ہیں ان شاء اللہ! حلال میں اللہ برکت دیں گے۔ اگر مان لیجیے حرام سے ایک لاکھ فرینک زیادہ کمالیا اور گردہ بے کار ہوگیا تو سب حرام ہسپتال نکال لے گا۔ ایسی بلائیں آتی ہیں کہ سارا عیش وسکون و آرام چھن جاتا ہے۔ بس آرام وچین اللہ کو راضی رکھنے میں ہے۔

کثرتِ ذکر سے کیا مراد ہے؟

ارشاد فرمایا کہ کثرتِ ذکر سے مراد یہ ہے کہ پورا جسم یعنی قالب و قلب ہر وقت خدا کی یاد میں رہے۔ کوئی عضو کسی وقت نافرمانی میں مبتلا نہ ہو، کان سے کسی وقت نافرمانی نہ ہو، غیبت نہ سنے، ساز و موسیقی نہ سنے، آنکھوں سے کسی نامحرم عورت کو نہ دیکھے، اگر نظر پڑ جائے فوراً ہٹالے اور اگر ذرا دیر ٹھہرالے تو فوراً اللہ سے معافی مانگ لے، دل میں گندے خبیث خیالات نہ لائے یعنی ہمہ وقت اس کی ہر سانس خدا پر فدا ہو اور ایک سانس بھی وہ اللہ کو ناراض نہ کرے اور اگر کبھی خطا ہوجائے تو رو رو کر اللہ کو راضی کرے اس کا نام ہے کثرتِ ذکر۔ یہ نہیں کہ تسبیح ہاتھ میں ہے اور عورتوں کو دیکھ رہے ہیں۔ کوئی کرسچین گاہک آگئی ٹانگ کھولے ہوئے تو زبان پر سبحان اللہ ہے اور نظر اس کی ٹانگ پر ہے۔ یہ ذکر نہیں ہے کہ زبان پر اللہ اللہ اور جسم کے دوسرے اعضا نافرمانی میں مشغول۔ اگر جسم کا ایک عضو بھی نافرمانی میں مبتلا ہے تو یہ شخص ذاکر نہیں ہے۔ ذکر اللہ کی اطاعت و فرماں برداری کا نام ہے۔

بدعت کی تعریف

آج مجلس میں جب حضرت مرشدی دامت برکاتہم تشریف لائے تو فرش پر تشریف فرما ہوئے جس سے احباب ٹھیک سے نظر نہیں آرہے تھے تو حضرتِ والا نے کرسی منگائی اور فرمایا کہ فرش سے آپ لوگوں کی زیارت نہیں ہو پارہی تھی تو آپ کو دیکھ کر دل میں خوشی امپورٹ یعنی درآمد کرنے کے لیے کرسی پر بیٹھا ہوں اور کرسی پر بیٹھنا بھی سنت ہے۔ امام بخاری نے بَابُ الْجُلُوْسِ عَلَى الْكُرْسِي ایک مستقل باب قائم کیا تاکہ کوئی اس کو بدعت نہ کہے۔ آج کل تو لوگ ہر چیز کو کہہ دیتے ہیں کہ یہ بدعت ہے۔ اگر پوچھو کہ دلیل کیا ہے؟ کہیں گے یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں نہیں تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں فریج نہیں تھا، ریل نہیں تھی، ہوائی جہاز نہیں تھا، غرض ہر وہ چیز جو اس زمانہ میں نہ ہو وہ ان کے نزدیک بدعت ہے۔ ایک عالم نے جواب دیا کہ پھر تو آپ خود بھی بدعت ہیں کیوں کہ آپ بھی تو اس وقت نہیں تھے۔ اس لیے حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بدعت کی تعریف ہے اِحْدَاثٌ فِي الدِّيْن یعنی دین کے اندر نئی باتیں ایجاد کرنا جس نئے کام کو ہم دین سمجھ کر کریں جیسے لاؤڈ اسپیکر کو دین سمجھ لیں یا سنت سمجھ لیں تو لاؤڈ اسپیکر بدعت ہو جائے گا، گھڑی کو دین سمجھ لیں تو گھڑی بدعت ہو جائے گی لیکن اِحْدَاثٌ لِلدِّيْن بدعت نہیں ہے یعنی دین کے لیے لاؤڈ اسپیکر کا استعمال ہو رہا ہے تاکہ دین کی باتیں پھیلیں، دین پھیلانے کے اسبابِ حاضرہ کو اختیار کرنا یہ اِحْدَاثٌ لِلدِّيْن ہے اور بدعت اِحْدَاثٌ فِي الدِّيْن ہے یعنی دین میں کوئی نئی بات پیدا کرنا اور کسی نئے کام کو دین سمجھ کر کرنا بدعت ہے۔

لطیفۂ ناصحانہ

اسی وعظ کے دوران فرمایا کہ ایک بزرگ کا قول ہے:

اِعْمَلْ لِلدُّنْيَا بِقَدْرِ مَقَامِكَ فِيْهَا وَاعْمَلْ لِلْاٰخِرَةِ بِقَدْرِ مَقَامِكَ فِيْهَا

دنیا کے لیے اتنی محنت کرو جتنا یہاں رہنا ہے اور آخرت کے لیے اتنی محنت کرو جتنا

وہاں رہنا ہے لہٰذا ہر وقت یہ بیلنس نکالتے رہو کہ دنیا کے لیے کتنی محنت کرنی چاہیے اور آخرت کے لیے کتنی محنت کرنی چاہیے اور جو یہ بیلنس نہیں نکالتا وہ بیل ہوتا ہے۔ بیلنس کے اندر بیل موجود ہے جو بیلنس نہیں نکالے گا بیل ہو جائے گا۔ (حضرت اقدس کے اس لطیفے سے سامعین بہت محظوظ ہوئے۔)

۳؍ ربیع الاوّل ۱۴۱۴ھ مطابق ۲۲؍ اگست ۱۹۹۳ء، بروز اتوار، صبح ۱۱ بجے

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، سینٹ پیئر، ری یونین

رات بیان کے بعد بعض حضرات نے خواہش ظاہر کی تھی کہ کل صبح اتوار ہے، چھٹی ہے، اگر صبح بھی مجلس ہو جائے تو بہت اچھا ہے۔ حضرتِ والا نے منظور فرما لیا، چناں چہ صبح ۱۱ بجے بہت سے علماء حضرات جن میں اکثر حضرتِ والا سے تعلق رکھتے ہیں خانقاہ میں تشریف لائے۔

بجلی کے اسراف پر استغفار

حضرتِ والا اپنے کمرے سے خانقاہ تشریف لائے تو دیکھا کہ بجلی کی ٹیوب لائٹ جل رہی ہے۔ فرمایا کہ روشنی بجھا کر دیکھیے اگر ضرورت محسوس ہو تو دوبارہ جلالیں گے ورنہ استغفار کریں گے۔ چناں چہ روشنی بجھانے سے معلوم ہوا کہ ضرورت نہیں تھی۔ فرمایا کہ ہم سب کو چاہیے کہ استغفار کریں رَبَّنَا اغۡفِرۡ لَنَا ذُنُوۡبَنَا وَاِسۡرَافَنَا فِیۡۤ اَمۡرِنَا اللہ ہم سب کو معاف فرمائے اور اسراف سے بچائے۔

بعض وقت روشنی کی ضرورت نہیں ہوتی آدمی سمجھتا ہے کہ ضروری ہے۔ اس کا معیار یہی ہے کہ بجھا دو پھر دیکھو کہ ضرورت ہے یا نہیں اگر ضرورت ہو تو دوبارہ جلالو۔ بجھانے کے بعد پتا چلا کہ اس وقت ضرورت نہیں تھی لہٰذا اتنی دیر تک جو بجلی کا استعمال ہوا اس سے استغفار کرنا چاہیے کیوں کہ اسراف کرنے والوں کو اللہ پسند نہیں کرتے۔ رَبَّنَا اغۡفِرۡ لَنَا ذُنُوۡبَنَا وَاِسۡرَافَنَا فِیۡۤ اَمۡرِنَا [۲۱۴]۔

---

[۲۱۴] اٰل عمرٰن: ۱۴۷

نوٹ: قطبِ زمانہ عارف باللہ حضرت مرشدی و مولائی اَطَالَ اللّٰہُ بَقَائَھُمْ وَفُیُوْضَھُمْ کی یہ خاص شان ہے کہ ہمہ وقت ان باریک باریک باتوں پر نظر ہوتی ہے۔ ایک ذرّہ برابر کوئی بات حق تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہوتی ہے تو حضرتِ والا کی طبع مبارک پر فوراً گراں ہوتی ہے جبکہ حضرتِ والا کے قلبِ مبارک پر عشق و مستی و جذب کا غلبہ ہے لیکن محبوبِ حقیقی کی رضا کا اہتمام سب احوال پر غالب ہے اور یہ ہر کس و ناکس کے بس کا کام نہیں۔

در کفِ جامِ شریعت در کفِ سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

خاندان و قبائل کا مقصد تعارف ہے نہ کہ تفاضل و تفاخر

آج حضرتِ والا نے مجلس کے دوران یہ آیت پڑھی:

اِنَّا خَلَقْنٰـکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّ اُنْثٰی وَ جَعَلْنٰـکُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا[۲۱۵]

حق سبحانہٗ و تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم نے تم کو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا یعنی بابا آدم علیہ السلام اور مائی حوا علیہا السلام سے وَ جَعَلْنٰـکُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ اور ہم نے تم کو مختلف خاندانوں میں تقسیم کر دیا لیکن یہ تقسیم تفاخر کے لیے نہیں بلکہ اس کا مقصد ہے لِتَعَارَفُوْا تاکہ تم کو ایک دوسرے کا تعارف حاصل ہو سکے۔ لیکن ہم لوگوں نے بجائے تعارف کے تفاضل اور تفاخر شروع کر دیا۔ جو پٹیل ہے وہ کہتا ہے کہ ہمارے مقابلے میں سب گھٹیل ہیں یعنی گھٹیا ہیں کوئی لمبات ہے کوئی گنگات ہے۔ اس آیت سے یہ مسئلہ نکلا کہ اپنے خاندان پر، اپنی برادری پر، اپنے القاب پر فخر کرنا نادانی ہے جو مقصدِ تعارف کے خلاف ہے۔ اس وقت مجھے بس یہ تھوڑی سی نصیحت کرنی ہے کہ لِتَعَارَفُوْا کا خیال رکھیے۔ تفاخر و تفاضل جائز نہیں کیوں کہ تفریقِ شعوب و قبائل سے اللہ کا مقصد یہ ہے کہ آپس میں ایک دوسرے سے تعارف ہو جائے کہ فلاں

۲۱۵؎ الحجرات:۱۳

خاندان سے ہے، وہ فلاں قبیلہ سے ہے۔ خاندان و قبائل سببِ عزت و شرف نہیں ہیں پھر عزت و شرف کس چیز میں ہے؟ آگے ارشاد فرماتے ہیں اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ اوراللہ کے نزدیک معزز وہ ہے جو زیادہ تقویٰ اختیار کرتا ہے۔ جو جتنازیادہ متقی ہے اللہ کے نزدیک اتناہی زیادہ معزّز ہے۔

تقویٰ کی تعریف

ارشاد فرمایا کہ تقویٰ کی تعریف کیا ہے؟ جن باتوں سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں ان پر عمل کرنا اور جن باتوں سے ناراض ہوتے ہیں ان سے بچنا۔ امتثالِ اوامر اور اجتنابِ عن النواہی کا نام تقویٰ ہے۔ دیکھنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کس بات سے خوش ہوتے ہیں اور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کس بات سے خوش ہوتے ہیں۔ ایک تو ہماری خوشی ہے اور ایک اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خوشی ہے جو اپنی ناجائز خوشی کو خوشی خوشی چھوڑ دے یعنی وہ اپنی خوشی کو اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خوشی پر قربان کر دے تو سمجھ لو کہ وہ متقی ہو گیا، اللہ کا ولی ہو گیا۔

حصولِ ولایت کے تین نسخے

ارشاد فرمایا کہ اللہ کی ولایت ہمارے اکابر کی تحقیق میں تین عمل سے حاصل ہوتی ہے:

۱) صحبتِ صالحین

بہت سے لوگوں نے بہت عبادت کی لیکن صحبتِ نبی سے مشرف نہ ہونے سے صحابی نہ ہو سکے۔ صحابی وہ ہوئے جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحبت یافتہ ہوئے تو اللہ کا ولی بننے کا سب سے پہلا نسخہ ہے یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو لیکن تقویٰ کے حصول کا طریقہ کیا ہے کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ[۲۱۶] یہاں صادقین معنیٰ میں متقین کے ہے۔ صادق اور متقی دونوں میں نسبتِ تساوی ہے،

---

۲۱۶ التوبۃ:۱۱۹

قرآن پاک میں دونوں لفظ ایک ہی مفہوم میں استعمال کیے گئے ہیں اور یہ میرے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب کی تحقیق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا **اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ صَدَقُوۡا ؕ وَ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُتَّقُوۡنَ** [۲۱۷] معلوم ہوا کہ جو صادق ہے وہ متقی ہے اور جو متقی ہے وہ صادق ہے۔ اسی لیے ہمارے بزرگوں نے **کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ** کا ترجمہ **کُوۡنُوۡا مَعَ الۡمُتَّقِیۡنَ** سے فرمایا ہے۔ یعنی اہلِ تقویٰ کی صحبت میں رہو تاکہ ان کے قلب کا تقویٰ تمہارے قلب میں منتقل ہو جائے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ والوں کے پاس کتنے دن رہو، اس کی کیا حد ہونی چاہیے؟ اللہ جزائے خیر دے اس مفسر عظیم کو فرماتے ہیں **اَیۡ خَالِطُوۡھُمۡ لِتَکُوۡنُوۡا مِثۡلَھُمۡ** [۲۱۸] یعنی اللہ والوں کے ساتھ اتنا رہو کہ ان ہی جیسے ہو جاؤ یعنی گناہ سے بچنے میں، نظر بچانے میں ان ہی جیسے ہو جاؤ، جیسے وہ گناہ سے بچتے ہیں ایسے ہی تم بھی بچنے لگو مثلاً راستہ چلتے وقت کوئی نامحرم لڑکی سامنے آگئی، اب اگر وہ نظر بچاتا ہے تو بزرگوں کی صحبت کا اس کو صحیح انعام مل گیا اور یہ **لِتَکُوۡنُوۡا مِثۡلَھُمۡ** ہو گیا، مثل شیخ کے اس کو تقویٰ حاصل ہو گیا۔ اللہ والا بننے کی شرطِ اوّل اخلاص کے ساتھ اللہ والوں کی صحبت ہے۔ دعا کر لیں کہ اے اللہ! صرف آپ کے لیے اس اللہ والے کی خدمت میں جا رہا ہوں ان سے تو میرا کوئی خون کا رشتہ نہیں ہے، خاندانی رشتہ نہیں ہے، وہ میرا بزنس کا شریک نہیں ہے صرف آپ کے لیے جاتا ہوں آپ کی یہ نیت گھر سے نکلتے ہی آپ کے دل کو نور سے بھر دے گی۔

۲) ذکر اللہ کا التزام

اللہ والوں سے تھوڑا سا روح کی طاقت کا خمیرہ لے لیجیے یعنی ذکر پوچھ لیجیے، اس کے لیے مرید ہونا بھی ضروری نہیں۔ حکیم الامت فرماتے ہیں کہ جو پیر یہ کہے کہ تم جب تک ہم سے مرید نہیں ہوگے ہم تم کو ذکر نہیں بتائیں گے وہ دنیادار پیر ہے، لہٰذا اللہ والوں سے اپنے خالق اور مالک کا نام لینا سیکھ لیجیے، ذکر کی برکت سے دل میں ایک

[۲۱۷] البقرۃ:۱۷۷

[۲۱۸] روح المعانی:۱۱/۵۶، التوبۃ (۱۱۹)، دار احیاء التراث، بیروت

کیفیت پیدا ہوگی جس سے گناہوں سے مناسبت ختم ہوجائے گی۔ جیسے قطب نما کی سوئی میں تھوڑا سا مقناطیس کا مسالہ لگا ہے، اس کو جس طرف بھی گھماؤ وہ اپنا رُخ شمال کی طرف کرلیتا ہے۔ ذکر اللہ کی برکت سے ہمارے دل کی سوئی میں نور کا ایک مسالہ لگ جائے گا پھر ساری دنیا کے گناہ آپ کو اپنی طرف دعوت دیں تو دل قطب نما کے سوئی کی طرح کانپنے لگے گا اور جب تک توبہ کرکے اپنا رُخ اللہ کی طرف صحیح نہیں کرے گا، بے چین رہے گا۔ ذکر کی برکت سے آپ کو ساری دنیا مل کر بھی گمراہ نہیں کرسکتی، ان شاء اللہ۔

۳) گناہوں سے بچنے کا اہتمام

اور اللہ والا بننے کا تیسرا نسخہ کیا ہے؟ گناہوں سے بچنے کا اہتمام۔ جو اسبابِ گناہ ہیں ان سے مکمل دوری اختیار کرو۔ اس کی دلیل ہے تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا[۲۱۹] جو اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں ان کے قریب بھی نہ رہنا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے خالق ہیں ہماری کمزوریوں سے واقف ہیں کہ یہ عورتوں سے قریب رہے گا تو کب تک بچے گا، اگر عورت کو پی اے رکھ لیا تو بغیر پئے ہی پئے رہے گا۔ لٰہذا اسبابِ گناہ سے بچنے کے لیے تھوڑی سی ہمت سے کام لینا پڑے گا، تھوڑا سا کم کھانا پڑے گا اس لیے کہ صحابہ کے پیٹ پر پتھر بندھے تھے ہمارے آپ کے پیٹ پر پتھر نہیں بندھے ہیں۔ اگر لڑکیوں کو نوکر رکھنے سے پچاس ہزار فرینک کماتے ہو تو تھوڑا سا کم کماؤ کیوں کہ ان لڑکیوں سے مسلمانوں کا بھی ایمان خراب ہوگا اور تمہارا بھی۔ کیوں کہ جب تنخواہ دوگے تو پھر شیطان پہنچے گا کہ تم تنخواہ دیتے ہو اور یہ تمہاری نوکر بھی ہے پھر کیوں نہ اس سے اور مزہ حاصل کرو۔ گمراہی کے وساوس آنے شروع ہوجائیں گے اور اگر آپ بچ بھی گئے کیوں کہ آپ نے اللہ والوں کی صحبت اٹھائی ہوئی ہے لیکن آیندہ آپ کی اولاد نہیں بچ سکتی۔ کل کو ہمارے نوجوان بچوں کے اخلاق ان کرسچین لڑکیوں کے ساتھ خراب ہوسکتے ہیں اس لیے اسبابِ گناہ سے خود بھی بچیے اور اپنی اولاد کو بھی بچایئے۔ جو شخص یہ تین کام کرلے گا ان شاء اللہ تعالیٰ! ولی اللہ ہوجائے گا۔

۲۱۹؎ البقرۃ:۱۸۷

اُردو کو جاری کیجیے

اب ایک اہم مشورہ دیتا ہوں کہ یہاں اردو کو جاری کیجیے۔ حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے جن لوگوں کو عشق و محبت اور عقیدت ہے تو حکیم الامت نے ہندوستان کے مسلمانوں کو حکم دیا تھا کہ چوں کہ ہمارے دین کا سارا ذخیرہ اردو میں ہے لہٰذا اپنے بچوں کو اردو پڑھاؤ تاکہ وہ دین کی کتابیں پڑھ سکیں۔ اور اس سے ان میں اور ہندوؤں میں فرق بھی رہے گا، جب وہ اردو بولے گا تو سمجھے گا کہ ہاں ہم ہندو نہیں ہیں۔ اسی طرح آپ اگر یہاں بچوں کو اردو پڑھائیں اور یہ جب آپس میں اردو بولیں گے تو ان کو احساس ہوگا کہ ہم میں اور کرسچین میں فرق ہے۔ زبان کا بھی فرق ہے کیوں کہ کرسچین لڑکے آپس میں فرنچ بول رہے ہیں اور ہم اردو بول رہے ہیں جہاں ضرورت ہو وہاں فرنچ بولیے لیکن گھر میں اردو بولیے اور بچوں کو اردو سکھانا لازم کرلیجیے۔ اتنی اردو تو آجائے کہ اگر کوئی عالم آپ کے ملک میں آئے تو اس کی تقریر سمجھ سکیں، بہشتی زیور پڑھ سکیں اور دین کی کتابوں سے استفادہ کرسکیں۔ ہمارے دین کا سارا ذخیرہ اردو میں ہے، کہاں تک ترجمہ کروگے اور ترجمہ میں وہ بات نہیں آسکتی اس لیے عرض کررہا ہوں کہ اپنے دینی مدارس میں اردو کو لازم کرلیں۔ حکیم الامت پر اعتماد رکھیے ان شاء اللہ آپ گھاٹے میں نہیں رہیں گے۔ آپ کی آیندہ نسل گمراہ ہونے سے بچ جائے گی ورنہ مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ الخ[۲۲۰] کی آیت دیکھ لیجیے جنھوں نے یہود و نصاریٰ سے موالات یعنی دوستی کی وہی لوگ دین سے مرتد ہوئے:

فَاِنَّ مُوَالَاۃَ الْیَھُوْدِ وَالنَّصَارٰی تُوْرِثُ الْاِرْتِدَادَ[۲۲۱]

روح المعانی کی عبارت پیش کررہا ہوں کہ صحابہ کے زمانہ میں جن لوگوں نے یہود و

۲۲۰؎ المآئدۃ:۵۴

۲۲۱؎ روح المعانی:۶/۱۶۰،المآئدۃ (۵۴)، دار احیاء التراث، بیروت، ذکرہ بلفظ ان موالاتھم مستدعیۃ للارتداد عن الدین

نصاریٰ سے ربط و ضبط رکھا وہی لوگ مرتد ہوئے۔ ان شاء اللہ! ہمارے دین کی حفاظت، ہماری تہذیب، ہماری ثقافت، ہمارا کلچر، ہمارا معاشرہ اردو کی برکت سے محفوظ ہو جائے گا اور بہتر تو یہ ہے کہ عربی بھی پڑھائیے، عربی اور اردو دونوں زبانیں اپنے بچوں کے لیے لازم کر دیجیے۔

دعوت الی اللہ کے لیے کیا کرنا چاہیے؟

اسی مجلس میں فرمایا کہ میں کوئی مضمون پہلے سے نہیں سوچتا صرف دعا کرتا ہوں۔ میرے شیخ شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ تقریر یا وعظ سے پہلے دو رکعت حاجت پڑھو اور سات مرتبہ یہ پڑھو:

رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَیَسِّرْ لِیْ اَمْرِیْ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ[۲۲۲]

اور یہ اسم اعظم بھی بتایا تھا:

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ اَنْتَ اللهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ[۲۲۳]

حدیث شریف میں ہے کہ جو کوئی اس کو پڑھ کر دعا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو رد نہیں فرمائیں گے۔ فرمایا کہ اس کے بعد دعا کرے کہ یا اللہ! اپنے نام کی برکت سے اور ہمارے ان بزرگوں کے صدقہ میں جن کا ہم نے دامن پکڑا ہے وہ مضامین بیان کرا دیجیے جو آپ کے بندوں کے لیے مفید ہوں۔ اس لیے دعا کر کے بیٹھتا ہوں کہ اے اللہ! میرے دل و جان کو اور آپ کے دل و جان کو اللہ اپنی ذاتِ پاک سے ایسا چپکا لیں کہ ساری دنیا کے حسین، ری یونین کی کرسچین لڑکیاں، بادشاہت اور سلطنت و تجارت کوئی چیز بھی ہمیں آپ سے ایک اعشاریہ الگ نہ کر سکے۔

۲۲۲؎ طٰہٰ: ۲۵-۲۸

۲۲۳؎ جامع الترمذی: ۲/۱۸۵، باب ما جاء فی جامع الدعوات عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ایچ ایم سعید

اللہ جل جلالہ کی بندگی کا طریقہ

ارشاد فرمایا کہ دیکھو! بچہ اپنی ماں سے چپٹا ہوتا ہے اور کوئی اس کو ماں سے کھینچنے لگے تو بچہ کیا کرتا ہے؟ ماں سے اور زیادہ لپٹ جاتا ہے۔ میں آپ کو اللہ کی بندگی سکھا رہا ہوں خدائے تعالیٰ اپنی رحمت سے قبول فرمائے۔ بچہ ماں کی گود میں ہوتا ہے لیکن جب دیکھتا ہے کہ کوئی اِدھر سے کھینچ رہا ہے کوئی اُدھر سے کھینچ رہا ہے تو ماں کی گردن میں ہاتھ ڈال کر اور زور سے لپٹ جاتا ہے۔ بازاروں میں اللہ کو زیادہ یاد کرو کہ وہاں اللہ سے دور کھینچنے والے اسباب زیادہ ہیں لہٰذا اللہ میاں سے اور زیادہ چمٹ جاؤ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ کے بعد وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ[۲۲۴] ہے جس سے معلوم ہوا کہ بازاروں میں جہاں اللہ سے غفلت کے اسباب زیادہ ہیں اللہ کو زیادہ یاد کرو تاکہ تمہیں کوئی اللہ سے جدا نہ کرسکے۔ جس طرح بچّے کو اگر کوئی اور زیادہ طاقت سے کھینچنا شروع کردے تو بچہ ڈرتا ہے کہ یہ تو اب مجھے لے ہی جائے گا، امّاں سے جدا کردے گا تو امّاں سے کہتا ہے کہ اماں! اب مجھے بچاؤ، مجھ میں آپ سے لپٹنے کی جو طاقت تھی، میں نے پوری خرچ کردی، اپنے دونوں ہاتھ آپ کی گردن میں ڈال دیے اور پوری طرح میں آپ سے چپک گیا ہوں لیکن جو غنڈا مجھے کھینچ رہا ہے اس کی طاقت اب اتنی زیادہ ہے کہ میرے ہاتھ اب آپ کے دامن سے اور آپ کی گردن سے الگ ہوجائیں گے لہٰذا اب آپ مجھے بچائیے۔ اسی طرح جب تک آپ کی ہمت ہے ہمت استعمال کریں، جب دیکھیں کہ اب شیطان و نفس نے بہت زوروں سے دبالیا اور گناہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ پیدا ہوگیا تو اپنے اللہ سے رونا شروع کردیجیے کہ یارب العالمین! میری جتنی طاقت تھی، میں نے استعمال کرلی۔ اب ہم بچ نہیں سکتے اب آپ ہی اپنی مدد بھیج دیجیے جیسے بچہ ماں سے کہتا ہے کہ اب آپ مجھے لپٹا لیجیے تو پھر ماں اس کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر سینہ سے چپکا لیتی ہے اور دوسرا درجہ یہ ہے کہ اپنی ٹھوڑی کو اس کے سر پر رکھ دیتی ہے اور پھر آخر میں دوپٹے سے اس کو چھپا لیتی

۲۲۴۔ الجمعۃ:۱۰

ہے تا کہ کوئی ظالم دیکھے ہی نہیں۔ یہ ہے غَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ اللہ کی رحمت بھی ایسے ہی ڈھانپ لیتی ہے جب بندہ ان کو یاد کرتا ہے۔ جب آپ دو رکعت پڑھ کر اللہ سے روئیں گے اور حفاظت مانگیں گے کہ اے خدا! میری جان کو، میرے جسم کو ہر نافرمانی سے بچایئے تو اللہ تعالیٰ کی مدد آجائے گی، ان شاء اللہ۔

کمالِ عشق تو مر مر کے جینا ہے نہ کہ مر جانا

ارشاد فرمایا کہ دنیا میں رہ کر اللہ والا رہنا ہی تو کمال ہے ورنہ جنگل میں جا کر فقیری لینا رہبانیت ہے جو اسلام میں حرام ہے کیوں کہ یہ کوئی کمال نہیں کہ جنگل میں یا سمندر کے کنارے جا کر پڑ جانا جہاں کوئی عورت ہی نہیں صرف گھاس اور پیڑ ہوں تو کس چیز سے نظر بچاؤ گے؟ یہ کوئی کمالِ ایمان نہیں ہے۔ کمالِ ایمان تو یہ ہے کہ مخلوق میں رہو، تعلقات کی کثرت پر اللہ کی محبت غالب رہے ؎

کمالِ عشق تو مر مر کے جینا ہے نہ مر جانا
ابھی اس راز سے واقف نہیں ہیں ہائے پروانے

اللہ والے مر مر کے جی رہے ہیں اور جی جی کے مر رہے ہیں۔ ایک صاحب نے پوچھا کیسا مزاج ہے؟ میں نے کہا ؎

مر مر کے جی رہا ہوں جی جی کے مر رہا ہوں

کیا ہم بھی تارکِ سلطنتِ بلخ کا درجہ حاصل کر سکتے ہیں؟

ارشاد فرمایا کہ ہم آپ اپنی معمولی حیثیت کے باوجود سلطان ابراہیم ابن ادہم کا مقام حاصل کر سکتے ہیں جبکہ ہمارے آپ کے پاس سلطنتِ بلخ نہیں۔

غیر سلطنت والوں کو سلطان ابراہیم ابن ادہم کا ترکِ سلطنت کا درجہ حاصل کرنے کا نسخہ آج بتانا چاہتا ہوں۔ مان لیجیے سڑکوں پر جاتے ہوئے اچانک بغیر ارادے کے کسی حسین لڑکی یا لڑکے پر نظر پڑ گئی اور اس کی صورت آپ کو اتنی پیاری معلوم ہوئی کہ اس کے انتہائی حسن و جمال نے آپ کے دل کو پاگل کر دیا اور اس کے حسن سے سر سے

پیر تک بجلی گر گئی اور دل میں یہ حسرت پیدا ہوئی کہ کاش! میں اس کو حاصل کر لیتا اگر میرے پاس سلطنتِ بلخ ہوتی اور میں سلطانِ بلخ ہوتا تو سلطنت کے بدلے میں اس کو حاصل کر لیتا۔ جیسے ایک شخص نے اپنے معشوق سے کہا۔

اگر اے ترکِ شیرازی بدست آرد دلِ مارا
بہ خال ہندوت بخشم سمرقند و بخارا را

اے شیراز کے معشوق! اگر تو میرے دل کو خوش کر دے تو تیرے چہرہ کے ایک تل کے بدلہ میں میں سمرقند و بخارا دے دوں گا۔ اس وقت کے بادشاہ نے اس شخص کو گرفتار کرا لیا کہ میں نے سمرقند اور بخارا بڑی محنت سے حاصل کیا ہے، ہزاروں شہادتیں ہوئی ہیں اور تو اپنے معشوق کے تل پر مفت میں دے رہا ہے جیسے ایک شخص ایک حلوائی کی دکان پر گیا جیب میں ایک پیسہ بھی نہیں تھا لیکن دوکان پر جا کر اس نے ہاتھ اُٹھائے کہ اے خدا! اس حلوائی کی دوکان پر جتنی مٹھائی ہے سب کا ثواب میرے دادا کو پہنچے۔ جب سے یہ مثل مشہور ہوگئی کہ حلوائی کی دوکان پر داداجی کی فاتحہ۔

لیکن اس حسنِ مجازی کی فنائیت دیکھیے کہ جب اس معشوق کی عمر زیادہ ہوگئی، دانت منہ سے غائب ہوگئے، گال پچک گئے، آنکھوں پر گیارہ نمبر کا چشمہ لگ گیا اور تمام اعضاء بگڑ گئے، اس وقت اس معشوق نے سوچا کہ چلو آج اپنے عاشق سے سمرقند و بخارا لے آئیں کیوں کہ آج کل غریبی بھی ہے اور قرضہ بھی لد گیا ہے لہٰذا اس عاشق کے پاس چلو جو سمرقند و بخارا دے رہا تھا۔ میں اس سے کہوں گا کہ بھائی! تو دونوں نہ دے تو سمرقند ہی دے دے یا سمرقند نہ دے تو بخارا ہی دے دے۔ کیوں کہ اس وقت میرا حسن زیادہ تھا تو دو ملک دے رہا تھا اب ایک ہی دے دے۔ جب اس نے جا کر یہ کہا کہ آپ دونوں ملکوں کے بجائے صرف ایک دے دیں کیوں کہ میں مقروض ہوگیا ہوں تو اس نے کہا کہ تمہارے حسن کا جغرافیہ ہی بدل گیا ہے لہٰذا اب میرے عشق کی تاریخ بھی بدل گئی۔

اُدھر جغرافیہ بدلا اِدھر تاریخ بھی بدلی
نہ ان کی ہسٹری باقی نہ میری مسٹری باقی

لٰہذا اب نہ میں سمرقند دے سکتا ہوں نہ بخارا۔ اس نے کہا کہ اچھا اگر آپ سمرقند و بخارا نہیں دے سکتے تو آلو بخارا ہی دے دیجیے، سوچا کہ کچھ تو لے کر جاؤں تو اس نے کہا کہ اب آلو بخارا بھی نہیں دوں گا کیوں کہ تجھے دیکھ کر تو مجھے بخار آرہا ہے، تیرے حسنِ عارضی کی وجہ سے میری جماعت کی نمازیں بھی گئیں، تیرے حسن پر شعر کہتے کہتے میرے اوقات ضایع ہوگئے، اگر میں اس جوانی کو تقویٰ میں گزارتا تو عرشِ اعظم کا سایہ ملتا۔ بخاری شریف کی حدیث ہے:

شَابٌّ اَفْنٰی شَبَابَہٗ وَنَشَاطَہٗ فِیْ عِبَادَۃِ رَبِّہٖ[۲۲۵]

وہ جوان جس نے اپنی جوانی کو اللہ پر فدا کر دیا اس کو اللہ قیامت کے دن عرش کا سایہ عطا فرمائے گا جس دن اس سایہ کے علاوہ کوئی اور سایہ نہ ہو گا۔

یہ بات تو درمیان میں آگئی۔ میں عرض کر رہا تھا کہ کوئی ایسی شکل انسان کی زندگی میں نظر سے گزرے کہ دل تڑپ جائے کہ کاش سلطنتِ بلخ ہوتی تو اس سلطنت کو دے کر میں اس لڑکی سے شادی کر لیتا لیکن سلطنت ہے نہیں لٰہذا اب حرام کی لذت حاصل نہیں کروں گا، نہ دیکھوں گا، نہ اس کی باتیں سنوں گا، نہ اس سے گپ شپ لڑاؤں گا، نہ اس کو خط لکھوں گا، کسی درجہ میں ایک اعشاریہ بھی میں حرام لذت استیراد (درآمد) نہیں کروں گا۔ یہ محرمات مسروقہ مستوردہ واجب الاستغفار ہیں۔ لٰہذا بجائے اس کو دیکھنے کے اس نے آسمان کی طرف دیکھا کہ اے خدا! اگر سلطنتِ بلخ ہوتی تو اس سلطنت کے بدلہ میں، میں اس سے نکاح کر لیتا لیکن میں آپ کے خوف سے اس صورت سے اپنی نظر کو بچارہا ہوں جو میرے قلب میں متبادلِ سلطنتِ بلخ ہے۔ علماء حضرات سے پوچھتا ہوں کہ آپ ذرا اس مضمون کو غور سے سنیے اور بتایئے کہ اس شخص نے اللہ کے راستہ میں سلطنتِ بلخ دے دی یا نہیں؟ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ یہ شخص حشر کے میدان میں ان شاء اللہ! سلطان ابراہیم ابن ادہم کے ساتھ کھڑا ہو گا۔ غریبوں اور مفلسوں کو سلطانِ بلخ کا مقام حاصل کرنے کا یہ نسخہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل کو عطا فرمایا۔ حکیم الامت فرماتے ہیں کہ

۲۲۵؎ فتح الباری: ۱۴۵/۲، باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلٰوۃ، بیروت

جو لوگ مجاہدہ کر رہے ہیں، اپنی آنکھوں کی حفاظت کر رہے ہیں، خونِ تمنا پی رہے ہیں، وہ شہیدوں کے ساتھ اُٹھائے جائیں گے، کیوں کہ یہ شہادتِ باطنی ہے، اندر اندر ان کے دل کا خون ہوا ہے۔ جو لوگ نظر بچاتے ہیں، ان سے پوچھیے کہ دل پر کیا گزرتی ہے۔

مناسبت نہ ہو تو دوسرے شیخ سے تعلق کرنا چاہیے

مجلس کے بعد حضرتِ والا اپنے کمرہ میں تشریف لے گئے۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ اگر جلدی میں کسی شیخ سے بیعت ہو جائے اور مناسبت نہ ہو، بعد میں کسی دوسرے شیخ سے مناسبت معلوم ہو تو کیا کرنا چاہیے؟ فرمایا کہ اس راستے میں نفع مناسبت پر موقوف ہے اور بدونِ مناسبت کے اس سے نفع نہیں پہنچ سکتا اور یہ اللہ تک نہیں پہنچ سکتا، لہٰذا فوراً اس شیخ سے تعلق قائم کرے جس سے مناسبت ہے کیوں کہ شیخ مقصود نہیں اللہ مقصود ہے، لہٰذا شیخ بدل دے لیکن شیخِ سابق کو اطلاع نہ کرے، کیوں کہ اس سے اس کو تکلیف ہو گی، حسبِ سابق اس کی خدمت میں آنا جانا رکھے، دعا بھی کرائے، خدمت بھی کرے لیکن اصلاح کا تعلق نہ رکھے۔ اصلاح وہیں کرائے جہاں مناسبت ہے۔

سارا دن بیان اور ملاقاتوں سے حضرت اقدس دامت برکاتہم تھک گئے تھے۔ قبیلِ مغرب میزبان حضرات سیر کے لیے حضرتِ والا کو کار سے سینٹ پیئر کے قریب سمندر کے اس کنارے پر لے گئے، جہاں پہاڑ نما دیوار کے نیچے سمندر کا ساحل ہے۔ ساحل سے ذرا آگے ایک بہت بڑی چٹان مثل قالین کے سمندر کے اندر بچھی ہوئی ہے اور سفید جھاگ اڑاتی ہوئی سمندر کی موجیں جب اس کے اوپر سے گزرتی ہیں تو پوری چٹان ایک لمحہ کے لیے موجوں کے پانی میں چھپ کر پھر ظاہر ہو جاتی ہے، یہ منظر عجیب دلفریب ہوتا ہے۔ سامنے سورج ڈوب رہا تھا اور سورج کی سنہرے رنگ کی ٹکیہ ایسے معلوم ہو رہی تھی کہ سمندر میں غرق ہو رہی ہے۔

قرصِ خورشید در سیاہی شد
یونس اندر دہان ماہی شد

ترجمہ: سورج کا دائرہ تاریکی میں ڈوب گیا جس طرح حضرت یونس علیہ السلام کا آفتابِ

نبوت مچھلی کے بطن میں پوشیدہ ہو گیا تھا۔

حق تعالیٰ کی قدرتِ قاہرہ اور شانِ خلاّقیت میں تفکر

غروب کے بعد مغرب کی اذان دی گئی اور ہم لوگوں نے سمندر کے کنارے باجماعت نماز ادا کی۔ نماز سے فارغ ہونے تک سمندر کے اوپر آسمان پر تارے بکھر چکے تھے اور چاند بھی نکل آیا تھا۔ حضرتِ والا نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی خلاّقیت میں غور کرو کہ چوبیس ہزار میل کا یہ دنیا کا دائرہ اور آٹھ ہزار میل اس کا قطر، جس میں سمندر اور پہاڑ اور انسان سب لدے ہوئے ہیں بغیر تھونی کھمبے اور بغیر ستون کے فضاؤں میں معلق پڑا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو اپنی قدرت سے قائم کیے ہوئے ہیں اور چاند سورج اور بے شمار دوسرے سیارے جو اپنے حجم اور طول و عرض میں زمین سے کئی کئی گنا زیادہ ہیں سب یوں ہی فضاؤں میں تیر رہے ہیں کُلٌّ فِیۡ فَلَکٍ یَّسۡبَحُوۡنَ[۲۲۶] حق تعالیٰ کی اس قدرتِ قاہرہ اور شانِ خلاّقیت کو سوچو اور پھر اللہ کا نام محبت سے لو۔ ایک تسبیح ذکر نفی و اثبات اور ایک تسبیح اللہ اللہ کریں اور آخر میں دعا کرلیں کہ اس سارے نظامِ شمسی، نظامِ قمری اور نظامِ ارضی کو آپ نے اپنی صفتِ قیومیت سے تھاما ہوا ہے اور میرا دل تو ایک چھٹانک کا ہے اس کو اپنی صفتِ قیومیت کے صدقہ میں دین پر استقامت عطا فرمادیجیے۔ اس کو سنبھالنا آپ کے لیے کیا مشکل ہے جبکہ زمین و آسمان کو اور تمام ستاروں کو آپ نے سنبھالا ہوا ہے۔ اس کے بعد حضرتِ والا کے ساتھ ہم سب لوگوں نے اس بلند ساحل پر جہاں سے سمندر نظر آرہا تھا ذکر کیا۔ آخر میں حضرتِ والا نے دعا کرائی کہ اے خلاّقِ عظیم! پوری دنیا کو مع اس سمندر کے پانی کے اور پہاڑوں کے آپ نے بغیر ستونوں کے تھاما ہوا ہے، ہم اگر ایک چھت بناتے ہیں تو انجینئر بتاتا ہے کہ اتنا لوہا اتنی سیمنٹ اور اتنا مٹیریل لگے گا ورنہ چھت بیٹھ جائے گی لیکن آپ نے بے شمار پانی اور پہاڑ زمین پر پیدا فرمادیے اور زمین معلق پڑی ہوئی ہے، کبھی نہ بیٹھی اور آپ کے یہ سورج چاند اور تارے دنیا سے بھی بڑے بڑے ہیں اور سب بغیر کسی سہارے کے قائم ہیں۔

۲۲۶؎ الانبیاء:۳۳

اے اللہ! جب اتنی زبردست آپ کی طاقت ہے تو ہم ضعیف بندے آپ کی اس مخلوق کے سامنے مچھر کے پر کے کروڑویں حصہ کے برابر بھی نہیں ہیں، ہماری اصلاح آپ پر کیا مشکل ہے، ہم سب کو صاحبِ نسبت بنادیجیے۔ اے خالقِ شمس و قمر! اے خالقِ نجوم! اے خالقِ ارض و سماء! اے خالقِ بحار و جبال! آپ کی یہ مخلوق عظیم ہے، ہمارا دل ان کے مقابلے میں کیا ہے، اس کو سنبھالنا آپ کے لیے کیا مشکل ہے، اس کو اللہ والا دل بنادیجیے۔ دعا کے بعد عشاسے قبل سب لوگ خانقاہ کے لیے روانہ ہوگئے۔

۱۳/ ربیع الاوّل ۱۴۱۴ھ مطابق ۲۲/ اگست ۱۹۹۳ء بروز اتوار، مجلس بعد عشاء، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، سینٹ پیئر، ری یونین

کفار سے موالات و محبت سببِ اِرتداد ہے

اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَھُوْدَ وَ النَّصٰرٰۤی اَوْلِیَآءَ[۲۲۷]

اے ایمان والو! یہودیوں اور عیسائیوں کو دوست مت بنانا۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کے ساتھ دوستی کرنے کو منع فرمایا ہے اور اس کے بعد فوراً یہ آیت نازل فرمائی:

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللہُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّھُمْ وَ یُحِبُّوْنَہٗۤ[۲۲۸]

جس میں مرتدین کا تذکرہ ہے اور یہ دلیل ہے کہ:

اِنَّ مُوَالَاۃَ الْیَھُوْدِ وَ النَّصَارٰی تُوْرِثُ الْاِرْتِدَادَ

یعنی یہود و نصاریٰ کے ساتھ دوستی اِرتداد کا سبب ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے پہلے پیش بندی اور روک تھام فرمادی کہ دیکھو! میرے دشمنوں سے دوستی مت کرنا، ان سے

۲۲۷؎ المآئدۃ:۵۱

۲۲۸؎ المآئدۃ:۵۴

معاملات جائز لیکن موالات حرام ہے یعنی اپنے قلب کو ان کے قلب سے قریب نہ کرنا ورنہ ان کے قلب کا کفر تمہارے قلب میں آجائے گا۔ جس تالاب میں مچھلی نہ ہو لیکن کسی مچھلی والے تالاب سے اس کا رابطہ ہو جائے تو ساری مچھلیاں اس میں منتقل ہو جائیں گی۔ اسی طرح اگر یہود و نصاریٰ سے تم نے اپنا دل قریب کیا تو ان کے کفر کی مچھلیاں تمہارے دل کے تالاب میں آجائیں گی۔ لہٰذا تم ان سے معاملات تو کرسکتے ہو لیکن ان کے ساتھ موالات یعنی محبت و دوستی حرام ہے اور معاملات کیا ہیں؟ تجارتی لین دین، خرید و فروخت وغیرہ۔ آپ فرانس جاکر کافروں سے مال خرید سکتے ہیں لیکن دل میں ان کی محبت و اکرام نہ آنے پائے۔ ایسا نہ ہو کہ دلی اکرام کے ساتھ ان کو گڈ مارننگ اور سلام کرلو۔ ان کی عزت دل میں آئی کہ کفر ہوا:

مَنْ سَلَّمَ الْکَافِرَ تَبْجِیْلًا لَا شَکَّ فِیْ کُفْرِہٖ[۲۲۹]

اگر کسی نے کافر کو اِکرام کے ساتھ سلام کرلیا تو وہ بھی کافر ہو جائے گا کیوں کہ اللہ کے دشمن کا اِکرام کررہا ہے۔ ہمارے حضرت شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک ہندو ڈاکیا آتا تھا اور جب سلام کرتا تھا کہ مولوی صاحب آداب عرض تو حضرت فرماتے تھے آ..... داب اور میرے کان میں فرماتے تھے کہ میں یہ نیت کرتا ہوں کہ آ اور میرا پیر داب۔ فرمایا کہ یہ اس لیے کرتا ہوں تاکہ کسی کافر کا اکرام لازم نہ آئے۔ غرض کافر کا اکرام دل میں نہ ہو اور تحقیر بھی نہ ہو کیوں کہ کافر کے کفر سے تو بغض واجب ہے لیکن کافر کی تحقیر حرام ہے کیوں کہ معلوم نہیں کہ کس کا خاتمہ کیسا ہونے والا ہے لہٰذا اگر کسی کافر کو دیکھو تو یہ پڑھ لیا کرو:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاکَ بِہٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا[۲۳۰]

اس میں آپ تحقیر سے بچ جائیں گے کیوں کہ زبان و دل سے شکر نکل گیا اور شکر اور کبر جمع نہیں ہوسکتے۔

۲۲۹؎ الدر المختار: ۶/۴۱۳، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی البیع، ایچ ایم سعید

۲۳۰؎ جامع الترمذی: ۲/۱۸۱، باب مایقول اذا رأی مبتلی، ایچ ایم سعید

عہدِ نبوت کے تین مرتدین

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں تین آدمی مُرتَد ہوگئے تھے، اُن میں سے ایک یمن میں تھا جس نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ وہ جادوگر تھا اور شہر میں غالب ہوگیا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جو عمّال وہاں زکوٰۃ وغیرہ کے لیے مقرر تھے، اس نے ان کا وہاں سے اِخراج کردیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے والئ یمن حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مطلع فرمادیا کہ اس خبیث مرتد کو ہلاک کردیا جائے اور حضرت فیروز دیلمی کے ہاتھوں اللہ نے اس کو ہلاک کردیا۔

حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے نام مسیلمہ کذّاب کا خط

اس کے بعد مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اس خبیث نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خط لکھا اور ذرا مضمون دیکھیے کہ کیسا خط لکھا؟ مضمون ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جھوٹا ہے۔ مِنْ مُّسَیْلَمَۃَ رَسُوْلِ اللہِ بسم اللہ وغیرہ کچھ نہیں، ظالم اصلی نبی تو تھا نہیں بناوٹی تھا تو اس کو کہاں سے آدابِ رسالت آتے، آدابِ رسالت تو اس کو آتے ہیں جو اللہ کا سچا رسول ہو لہٰذا اس ظالم نے بسم اللہ شریف بھی نہیں لکھی مِنْ مُّسَیْلَمَۃَ رَسُوْلِ اللہِ اِلٰی مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مسیلمہ رسول اللہ یعنی مسیلمہ کذاب کی طرف سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ خود کو بھی رسول اللہ لکھ رہا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی رسول مان رہا ہے۔ پھر لکھتا ہے سَلَامٌ عَلَیْکَ اَمَّا بَعْدُ اِنِّیْ قَدْ اُشْرِکْتُ فِی الْاَمْرِ مَعَکَ آپ پر سلام ہو اور میں شریک ہوں آپ کے ساتھ آپ کی نبوت میں یعنی آدھی نبوت میری آدھی آپ کی وَاِنَّ لَنَا نِصْفَ الْاَرْضِ اور میں عرب کی آدھی زمین کا مالک ہوں وَلِقُرَیْشٍ نِصْفُ الْاَرْضِ اور آدھی زمین قریش کی ہے یعنی آدھی زمین آپ لے لیں آدھی میں لے لوں، پچاس پچاس فیصد تقسیم کرلیں وَلٰکِنَّ قُرَیْشًا قَوْمٌ یَّعْتَدُوْنَ لیکن قریش ظالم ہیں میرا حصہ نہیں لگا رہے ہیں۔

مسیلمہ کذاب نے اپنا یہ خط دو قاصدوں کے ہاتھ بھیجا تھا جنہوں نے یہ خط

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پیش کیا فَحِیْنَ قَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کِتَابَہٗ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسیلمہ کذاب کا مکتوب پڑھا تو فرمایا فَمَا تَقُوْلَانِ اَنْتُمَا اے دونوں قاصدو! تمہارا کیا عقیدہ ہے مسیلمہ کے بارے میں قَالَا نَقُوْلُ کَمَا قَالَ کہا کہ اس نے جو دعویٰ کیا ہے ہم بھی اس کو مانتے ہیں فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَا وَاللّٰہِ لَوْلَا اَنَّ الرُّسُلَ لَا تُقْتَلُ لَضَرَبْتُ اَعْنَاقَکُمَا خدا کی قسم! اگر بین الاقوامی قانون نہ ہوتا کہ قاصدوں اور سفیروں کو قتل نہ کیا جائے تو ہم تمہاری گردن اڑا دیتے۔

سید الانبیاء صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا نامۂ مبارک مسیلمہ کذاب کے نام

ثُمَّ کَتَبَ اِلَیْہِ پھر سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسیلمہ کذاب کو خط لکھا اور کیسے لکھا؟ دیکھیے! اصلی نبی کا خط۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھا بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سنیے! اصلی نبی کا کلام سبحان اللہ! اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں مِنْ مُّحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰہِ یہ خط جارہا ہے محمد رسول اللہ کی طرف سے اِلٰی مُسَیْلَمَۃَ الْکَذَّابِ مسیلمہ کی طرف جو انتہائی جھوٹا ہے۔ اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی میرا اسلام کسی کافر کو نہیں پہنچ سکتا، میرا اسلام مشروط ہے کہ جو اللہ کی ہدایت کو قبول کرے اس کو میرا اسلام ہے اور جو ہدایت کو قبول نہ کرے اس کو نبی سلام نہیں کرسکتا۔ یہ ہے اصلی نبی کی شان۔ ایک وہ جھوٹا نبی تھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سلام کررہا ہے کہ کسی طرح آدھی زمین مجھ کو مل جائے اور ایک سچے نبی کی شان ہے کہ آپ نے اس کی جھوٹی نبوت کی تکذیب فرمادی اور اس کو سلام بھی نہیں کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰہِ یُوْرِثُھَا مَنْ یَّشَاءُ مِنْ عِبَادِہٖ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ ساری زمین اللہ کی ہے، اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور انجام متقیوں کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔

حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں مسیلمہ کذاب کا قتل

یہ واقعہ ۱۰ ہجری کا ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس سے جہاد کیا اور حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں سے قتل ہوا اور اس کے قتل کے بعد حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے اللہ کا شکر ادا کیا قَتَلْتُ فِیْ جَاهِلِيَّتِیْ خَيْرَ النَّاسِ زمانۂ جاہلیت میں، میں نے ایک جرمِ عظیم کیا تھا کہ ایک بہترین انسان سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا اور وَقَتَلْتُ فِیْ اِسْلَامِیْ شَرَّ النَّاسِ[۲۳۱] لیکن میرے اللہ نے میری عزت افزائی کی اور میری رسوائی کا داغ دھو دیا کہ زمانۂ اسلام میں میں نے دنیا کے بدترین انسان کو قتل کیا۔ دیکھو کسی کے بیٹے سے کوئی غلطی ہو جائے تو ابّا رات دن روتا ہے کہ اللہ میرے بیٹے کی عزت بحال کردے تاکہ مخلوق میں جو اس کی رُسوائی ہوئی ہے اس کی تلافی ہو جائے تو اللہ کی رحمت نے حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تاریخِ سیاہ کو تاریخِ روشن سے تبدیل کردیا۔ کتنے جلیل القدر صحابہ اس وقت موجود تھے۔ کیا کسی اور صحابی سے اللہ مسیلمہ کذاب کو قتل نہیں کراسکتے تھے ؟ لیکن یہ عزت اور یہ شرف اللہ تعالیٰ نے حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمایا تاکہ ان کے ماضی کے جرم کی تلافی ہو جائے۔ آہ! ہم لوگوں کو اپنے اللہ پر مرجانا چاہیے۔ اللہ کے بے شمار احسانات پر اگر ہم بے شمار جانیں فدا کردیں تو بھی ان کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔

مقامِ محبت

ارشاد فرمایا کہ محبت کا مقام عظیم الشان ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَأْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ[۲۳۲]

جو تم میں سے مرتد ہو جائے گا دین سے پھر جائے گا اللہ تعالیٰ ان بے وفاؤں کے مقابلہ میں ایک قوم پیدا کریں گے جس کی شان کیا ہوگی يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ ان سے اللہ محبت کرے گا اور وہ اللہ سے محبت کریں گے۔ یعنی یہ اللہ کے عاشقوں کی قوم ہوگی۔ مرتدین کے مقابلہ میں اللہ اہلِ محبت کو لارہے ہیں۔ اس کے متعلق علمائے محققین کی رائے ہے کہ اہلِ

۲۳۱؎ روح المعانی:۶/۱۶۱، المآئدۃ (۵۴)، دار إحیاء التراث، بیروت

۲۳۲؎ المآئدۃ:۵۴

محبت کبھی مرتد نہیں ہوسکتے کیوں کہ مقابلہ میں جو چیز لائی جاتی ہے وہ اس کی ضد ہوتی ہے لہٰذا بے وفاؤں اور غداروں کے مقابلہ میں اللہ اہلِ محبت کو لارہا ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ وہ قوم ہے جو ضد ہے بے وفاؤں کی، غداروں کی، مرتدین کی، اس لیے یہ کبھی مرتد نہیں ہوسکتی۔ مرتدین کے مقابلہ میں اگر اہلِ محبت بھی مرتد ہوجاتے تو اعتراض لازم آتا ہے کہ یہ کیسا مقابلہ ہوا؟ اس لیے ہمارے حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہلِ محبت کی صحبت میں زیادہ بیٹھا کرو تاکہ تم بھی اہلِ محبت ہوجاؤ۔ التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف میں حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے یہ حدیث نقل کی ہے:

جَالِسُوا الْکُبَرَاءَ وَسَایِلُوا الْعُلَمَاءَ وَخَالِطُوا الْحُکَمَاءَ[۲۳۳]

علماء سے مسئلے پوچھو اور بڑے بوڑھوں کے پاس بیٹھا کرو کہ کوئی بات تجربے کی معلوم ہوجائے گی، لیکن اہل اللہ کے ساتھ رہ پڑو۔

یُحِبُّھُمْ کی تفسیر میں علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کس طرح اپنے بندوں سے محبت کرتے ہیں؟ فرماتے ہیں کہ اللہ کی محبت بندوں کے ساتھ ایسی ہے جیسی اللہ کی شان ہے، اللہ تعالیٰ اپنی شان کے مطابق محبت کرتے ہیں یعنی جس سے اللہ تعالیٰ محبت کرتے ہیں اس کو اپنا مراد اور محبوب بنالیتے ہیں پھر اس کی مفید چیزوں کا انتظام کرتے ہیں اور مضر چیزوں سے بچاتے ہیں یعنی اس کو اپنی طاعت میں مشغول رہنے کی اور معاصی سے بچنے کی توفیق عطا فرماتے ہیں۔ یہ علامت ہے کہ اللہ ان سے محبت کرتا ہے۔

محبت بذاتِ خود نعمتِ عظمیٰ ہے

وہ خاص بندے جن کو اللہ تعالیٰ مرتدین کے مقابلہ میں لائیں گے، ان کی پہلی صفت یُحِبُّھُمْ ہے کہ اللہ ان سے محبت کرے گا اور دوسری صفت ہے یُحِبُّوْنَهٗ کہ وہ اللہ سے محبت کریں گے۔ تو یُحِبُّوْنَهٗ کی تفسیر کیا ہے؟ اَیْ یَمِیْلُوْنَ اِلَیْهِ جَلَّ شَانُهٗ

۲۳۳؎ کنزالعمال: ۹/۷ (۲۴۶۶۱) باب فی الترغیب فیھا، مؤسسۃ الرسالۃ

مَيْلًا صَادِقًا یعنی اللہ کی طرف ان کا قلب ہر وقت میلانِ صادق اور سچی طلب کے ساتھ لگا رہتا ہے اور میلانِ صادق کیا ہے؟ فَيُطِيْعُوْنَهٗ فِي امْتِثَالِ اَوَامِرِهٖ وَاجْتِنَابِ مَنَاهِيْهِ[۲۳۴] یعنی اللہ تعالیٰ سے محبت کی علامت یہ ہے کہ وہ اللہ کے احکام بجالاتے ہیں اور گناہوں سے بچتے ہیں۔

اعمالِ نافلہ محبت کے لیے لازم نہیں

لیکن بعض لوگ زیادہ نفلیں اور زیادہ وظیفے نہیں پڑھتے تو کیا ان کا شمار اہلِ محبت میں نہیں ہو گا؟ اس کے بارے میں علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ ایک حدیث نقل کرتے ہیں کہ ایک صحابی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا مَتَى السَّاعَةُ قیامت کب آئے گی؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَعْدَدْتَّ لَهَا؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تم نے قیامت کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ قَالَ مَا اَعْدَدْتُّ لَهَا كَبِيْرَ عَمَلٍ میرے پاس کوئی بڑے بڑے عمل نہیں ہیں یعنی فرض واجب سنن مؤکدہ ادا کرلیتا ہوں اور گناہوں سے بچتا ہوں اس کے علاوہ میرے پاس اور اعمال نہیں ہیں وَلٰكِنْ حُبَّ اللهِ تَعَالٰى وَ رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لیکن اللہ تعالیٰ کی محبت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا بہت بڑا خزانہ میرے دل میں ہے فَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ[۲۳۵] آدمی اسی کے ساتھ جنت میں رہے گا جس کے ساتھ اس کو محبت ہے۔

اب اس کی شرح سنیے! آج تک اس کی یہ شرح جو علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے میرے مطالعہ میں نہیں آئی۔ پینسٹھ سال کی عمر میں یہ عظیم نعمت ری یونین کی اس خانقاہ میں حاصل ہوئی۔ میں یہی سمجھتا تھا کہ محبت وہی ہے جس کے ساتھ اعمال لازم ہیں لیکن علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: فَهٰذَا نَاطِقٌ بِاَنَّ الْمَفْهُوْمَ مِنْ مَحَبَّةِ اللهِ تَعَالٰى غَيْرُ الْاَعْمَالِ وَالْتِزَامِ الطَّاعَاتِ یعنی یہ حدیث کہہ رہی ہے،

---

[۲۳۴] روح المعانی:۶/۱۶۲،المآئدۃ(۵۳)،دار إحیاء التراث،بیروت

[۲۳۵] جامع الترمذی:۲/۶۴،باب المرء مع من احب،ایچ ایم سعید

اس حدیث سے یہ بات مفہوم ہورہی ہے کہ اللہ کی محبت مستغنی ہے اعمالِ نافلہ اور التزامِ طاعاتِ نافلہ سے لِاَنَّ الْاَعْرَابِیَّ نَفَاھَا کیوں کہ اعرابی نے کبیر عمل کی نفی کردی کہ میرے پاس بڑے بڑے اعمال نہیں ہیں لیکن وَلٰکِنْ حُبَّ اللہِ وَرَسُوْلِہٖ کہہ کر اَثْبَتَ الْحُبَّ اس نے اپنی محبت کو ثابت کردیا اور لٰکِنْ کا استثنا کبیر عمل کے ساتھ ہے جس سے معلوم ہوا کہ محبت خود ایک عظیم الشان عمل ہے۔ کبیر عمل کے مقابلہ میں صحابی نے اپنے قلب کا عمل پیش کیا کہ میرے پاس جسم کا عمل تو کم ہے، نوافل وتہجد وتلاوت واشراق وچاشت میرے پاس نہیں ہیں لیکن میرے قلب میں ایک بہت بڑا عمل موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ مجھے اللہ ورسول سے محبت ہے وَاَقَرَّہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی ذَالِکَ[۲۳۶] اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی محبت کو تسلیم فرمایا اور عمل کی قید نہیں لگائی کہ تم اعمال میں تو کمزور ہو پھر کہاں کے عاشق بنتے ہو۔ اگر آپ سکوت بھی فرماتے تو بھی اس کی محبت ثابت ہوجاتی کیوں کہ نبی کے سکوت سے بھی مسئلہ بنتا ہے کیوں کہ نبی کسی نامناسب بات پر خاموش نہیں رہ سکتا لہٰذا آپ اس کی محبت کی تردید فرمادیتے بلکہ اس کے برعکس یہاں تو آپ نے اس کی محبت کو تسلیم فرمایا اور ارشاد فرمایا اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ آدمی جنت میں اسی کے ساتھ ہوگا جس سے اس کو محبت ہے۔ اگر بڑے بڑے اعمال کے بغیر صرف محبت سے جنت میں اہل اللہ کی صحبت نہ ملتی تو آپ کبھی یہ جملہ نہ ارشاد فرماتے اور یہ بشارت آپ نے اس وقت دی جب اس صحابی نے عمل کبیر کی نفی کی کہ میرے پاس کوئی بڑے بڑے اعمال نہیں ہیں لیکن ایک عمل ہے دل کا کہ میں اللہ ورسول سے شدید محبت رکھتا ہوں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بشارت دینا کہ ہر شخص اُس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت رکھتا ہے دلیل ہے اس بات کی کہ محبت اتنی بڑی نعمت ہے جو محبوب کا ساتھ نصیب کرادیتی ہے۔ اگر علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ بدون نقلِ حدیث کے یہ فیصلہ کرتے تو مجھے اس کا یقین نہ آتا لیکن فرماتے ہیں کہ یہ فیصلہ تو یہ حدیثِ پاک کررہی ہے، یہ حدیث

۲۳۶؎ روح المعانی: ۱۶۳/۶، المآئدہ (۵۳)، دار إحیاء التراث، بیروت

خود اعلان کر رہی ہے کہ محبت کا خود ایک اعلیٰ مقام ہے جو اعمال سے بالاتر ہے اور یہ کہ اعمالِ نافلہ محبت کے لوازم میں سے نہیں ہیں۔ محبت ایک عجیب نعمت ہے جو موہوب من اللہ ہوتی ہے، خدا کے دینے سے ملتی ہے اور اس کا ذریعہ خدا کے عاشقوں کی صحبت ہے۔

قریب جلتے ہوئے دل کے اپنا دل کر دے
یہ آگ لگتی نہیں ہے لگائی جاتی ہے

جو آگ کی خاصیت وہ عشق کی خاصیت
اک سینہ بہ سینہ ہے اک خانہ بہ خانہ ہے

دوستو! تفسیر روح المعانی سے آج ایک بہت بڑا خزانہ مل گیا جس سے معلوم ہوا کہ محبت بذاتِ خود ایک نعمتِ عظمیٰ ہے۔ بہت سے لوگ بطور عادت کے رسماً بہت زیادہ عمل کرتے ہیں لیکن دل میں محبت کی وہ نعمت نہیں جو بعض کم عمل والوں کے پاس ہے۔ مقابلہ کے وقت پتا چلتا ہے، جب مقابلہ ہوتا ہے جان دینے کا، اللہ کے حکم کے سامنے اپنا دل توڑ دینے کا اس وقت پتا چلتا ہے کہ کون اس نعمت سے مشرف ہے لَا شُجَاعَةَ قَبْلَ الْحَرْبِ۔ اسی کو مولانا رومی فرماتے ہیں۔

لَا شُجَاعَةَ یَا فَتٰی قَبْلَ الْحُرُوْبِ

شجاعت اور بہادری کا پتا جنگ سے پہلے نہیں چلتا، اس لیے ہم سب محبت کی یہ نعمت اللہ سے مانگیں:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ وَحُبَّ عَمَلٍ یُّقَرِّبُ اِلٰی حُبِّکَ [۲۳۷]

آج پتا چل گیا کہ کسی کو حقیر نہ سمجھنا چاہیے۔ بعض لوگ ہیں:

مُتَنَفِّلِیْنَ طُوْلَ اللَّیْلِ وَصَائِمِیْنَ طُوْلَ النَّھَارِ وَذَاکِرِیْنَ فِیْ اٰنَاءِ اللَّیْلِ وَاٰنَاءِ النَّھَارِ لٰکِنَّ الْمَحَبَّةَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ قَلِیْلَةٌ وَّبَعْضُ النَّاسِ

[۲۳۷] جامع الترمذی: ۲/۱۸۷، باب من ابواب جامع الدعوات، ایچ ایم سعید

كَمَا هٰذَا الْاَعْرَابِيُّ يُحِبُّ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى مَحَبَّةٍ مُّرْتَفِعَةٍ عَالِيَةٍ

بعض کم عمل والوں کے دل میں اللہ ورسول کی زبردست محبت ہوتی ہے۔ اس علمِ عظیم سے آج دل میں ایک عجیب خوشی محسوس کررہا ہوں، اگر دل میں محبتِ عظمٰی کی یہ نعمت حاصل ہے تو کم عمل والے مایوس نہ ہوں اللہ کی محبت، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت، اپنے بزرگوں کی محبت ہم کو ان شاء اللہ ان ہی کے ساتھ لے جائے گی۔

حضرت شیخ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی شانِ عاشقانہ

اسی گفتگو کے دوران فرمایا کہ اللہ کی محبت اللہ کے عاشقوں سے ملتی ہے۔ میرے شیخ تھے حضرت شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ، اگر میں ان کو نہ دیکھتا تو ساری زندگی میں نہیں جان سکتا تھا کہ اللہ کے عاشق کیسے ہوتے ہیں۔ حضرت کا یہ مقام تھا کہ فضاؤں میں اللہ کا نام لکھتے تھے۔ بیٹھے ہوئے ہیں اور فضاؤں میں انگلی سے الف کھینچا پھر اللہ کا لام بنایا پھر تشدید بنائی اور اوپر الف بنادیا تو میں سمجھ جاتا تھا کہ اب حضرت فضاؤں میں اللہ کا نام لکھ رہے ہیں اور کبھی بیٹھے بیٹھے کرتے کی آستین پر اللہ لکھ دیا اور جب اللہ کا نام لیتے تھے تو ایک آنسو نکل کر رخسار کے قریب آکر ٹھہر جاتا تھا اور وہ ظالم گرتا بھی نہیں تھا اپنی جگہ بنالی تھی، وہیں چمکتا رہتا تھا۔ اور کیا کہوں کہ حضرت کس طرح عبادت کرتے تھے۔ ان کی جیسی عاشقانہ عبادت میں نے روئے زمین پر نہیں دیکھی۔ جب تلاوت کرتے تھے تو تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد زور سے اللہ کا نعرہ لگاتے تھے، آہ وفغاں کرتے تھے، تلاوت کرتے کرتے اُچھل اُچھل جاتے تھے اور اللہ اللہ ایسے کہتے تھے جیسے روح نہ جانے کیا لذت پارہی ہے ہم لوگ تو ایسی عبادت کرتے ہیں جیسے کوئی کھانا کھا رہا ہے اور اس کو بھوک ہی نہیں ہے اور اگر تین دن کا بھوکا ہو اور بریانی کباب مل جائے تو کیسے کھائے گا، وہ اُچھل اُچھل جائے گا۔ حضرتِ والا کی روحِ مبارک اللہ کی ایسی عاشق تھی کہ عبادت وتلاوت اور ذکر کرتے تھے تو اُچھل اُچھل جاتے تھے۔ حضرت کی عبادت ایسی تھی جیسے کوئی شدید بھوک میں لذیذ کھانے کھا رہا ہو۔ کیا کہوں

جب حضرت کی یاد آتی ہے تو دنیا میں دل نہیں لگتا، دل تڑپ جاتا ہے ۔

جو یاد آتی ہے وہ زُلفِ پریشاں
تو پیچ و تاب کھاتی ہے مری جاں

جو پوچھے گا کوئی مجھ سے یہ آکر
کہ کیا گزری ہے اے دیوانے تجھ پر

نہ ہرگز حالِ دل اپنا کہوں گا
ہنسوں گا اور ہنس کر چپ رہوں گا

یہ اشعار حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں، جو حضرت حاجی صاحب نے اپنے شیخ میاں جی نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال پر کہے تھے۔

حاصلِ کائنات

مجلس کے اختتام کے قریب یہ ارشاد فرمایا کہ اگر ہم اللہ کی محبت پا گئے اور ہمارے دل میں اللہ پاک کا نورِ خاص عطا ہو گیا اور ہم صاحبِ نسبت ہو گئے، تو پھر ساری کائنات کے ہم حاصلِ کائنات ہو گئے، کیوں کہ کائنات ہمارے لیے پیدا ہوئی ہے اور ہم اللہ کے لیے پیدا ہوئے ہیں تو جس نے اللہ کو پالیا وہ حاصلِ کائنات اپنے دل میں پا گیا اس کے قلب میں زمین و آسمان بھی ہیں، سورج و چاند بھی ہیں۔ سورج چاند کا خالق جب دل میں ہے تو سورج کیا بیچتا ہے، جس کے دل میں خالقِ آفتاب ہو وہ بے شمار آفتاب اپنے دل میں محسوس کرتا ہے۔ یہ مزہ ہے۔ آپ بتائیے اس مزہ کے سامنے بادشاہوں کے تخت و تاج، وزارتِ عظمیٰ اور سلطنت کا خیال آئے گا؟ دنیا کی لیلاؤں کا خیال آئے گا؟ ہر لیلیٰ لاش معلوم ہوگی۔ لاش کے معنیٰ ہیں لاشے۔ گلنے سڑنے والی لاشیں ہیں۔ اس لیے کہتا ہوں کہ اللہ کے سوا کسی سے دل کو مت بہلاؤ، یہ سب سہارے فانی ہیں، عارضی ہیں، جب ان کا جغرافیہ بدل جائے گا، نقوش بگڑ جائیں گے تو کہاں جاؤ گے کس سے دل بہلاؤ گے؟ اللہ پر فدا ہو جاؤ سمجھ لو ساری دنیا کی لیلاؤں کا حسن مل گیا، جو اللہ پر مر گیا

ساری دنیا کی سلطنت اس کے ہاتھ میں ہے، ساری کائنات اور دولت سب کچھ اس کے پاس ہے چاہے چٹنی روٹی کھارہا ہے لیکن اگر دل میں اللہ ہے تو بہار ہی بہار ہے۔ میرا ایک شعر ہے؂

جب اُن کی یاد آتی ہے تو گھبراتا ہوں گلشن میں
مجھے تو قرب کا عالم دیا ہے آہِ صحرا نے

۴؍ربیع الاوّل ۱۴۱۴؁ھ مطابق ۲۳؍اگست ۱۹۹۳؁ء، دوشنبہ

تعلیم حسنِ ظن

حضرتِ والا کے ایک خاص دوست جو ایک سلسلہ کے شیخ بھی ہیں، ان سے ملنے کے لیے حضرتِ والا ان کے گھر تشریف لے گئے۔ کل ان کو حضرت نے بار بار فون کرایا لیکن کوئی جواب نہیں آیا تھا۔ جب حضرتِ والا ان کے گھر پہنچے، تو انہوں نے حافظ داؤد بدات صاحب کو فرنچ میں بتایا کہ حضرتِ والا کا کل کئی بار فون آیا لیکن میں رات میں بہت دیر سے لوٹا، اس وجہ سے میں نے فون نہیں کیا کہ حضرت کو بے وقت فون کرنے سے حضرت کی نیند میں خلل پڑے گا۔ اس پر حضرتِ والا نے فرمایا کہ دیکھیے! فون کا جواب نہ آنے کی یہ وجہ تھی، اس لیے شریعت نے حکم دیا ہے کہ حسنِ ظن رکھو ورنہ ایسے وقت شیطان پہنچ جاتا ہے کہ دیکھو تم تو فون پر فون کر رہے ہو اور وہ جواب بھی نہیں دے رہے ہیں لہٰذا اگر اس کے کہنے پر عمل کرلیا تو گناہ گار بھی ہوئے اور تعلقات بھی کشیدہ ہوگئے لہٰذا ایسے موقع پر سوچنا چاہیے کہ کوئی مجبوری ہوگی۔ حسنِ ظن رکھو۔ شریعت کی کیسی پیاری تعلیم ہے۔ لہٰذا الحمد للہ میں سمجھ رہا تھا کہ کوئی مجبوری ہے جو فون نہیں آیا۔

نقشِ قدم نبی ﷺ کے ہیں جنّت کے راستے
اللہ جلّ جلالہٗ سے مِلاتے ہیں سُنّت کے راستے

عطائے ربانی

ملفوظات

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ

حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

عرضِ مرتّب

پیشِ نظر رسالہ "عطائے ربّانی" سیدی و مولائی عارف باللہ حضرتِ اقدس مرشدنا و مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم کے گراں قدر ملفوظاتِ الہامی، علوم و معارف، قرآن و حدیث کے عاشقانہ لطائف اور سلوک و تصوف کے نہایت باریک و لطیف مسائل کا بیش بہا خزانہ ہے۔ حضرتِ والا کا ایک ایک ملفوظ خصوصاً سالکینِ طریق کے لیے جو عاشقانہ مزاج رکھتے ہیں مثلِ آبِ حیات کے ہے جس کے ہر گھونٹ میں ایک حیاتِ نو عطا ہوتی ہے، مردہ دلوں کو ایک نیا دل اور مردہ روحوں کو ایک نئی روح ملتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا راستہ نہ صرف آسان بلکہ لذیذ تر ہو جاتا ہے کیوں کہ یہ ارشادات تفکر اور ذہنی کاوش کا نتیجہ نہیں بلکہ وارداتِ غیبیہ اور الہام من اللہ ہے۔ اسی کے متعلق حضرتِ والا کا یہ شعر ہے ؎

میرے پینے کو دوستو سن لو
آسمانوں سے مے اترتی ہے

اللہ تعالیٰ نے حضرتِ اقدس کو جس باطنی حلاوت اور لذتِ قرب سے مشرف فرمایا ہے اس کو مجھ جیسا کور باطن کیا جان سکتا ہے، البتہ حضرتِ والا کے درد انگیز الفاظ و چشمِ اشکبار و آہ و فغاں محبت کے اس آتش فشاں کے ترجماں ہیں جو حضرتِ والا کے سینۂ مبارک میں پوشیدہ ہے اور جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرتِ والا کو خاص فرمایا ہے۔ اور جو امت میں خال خال اولیاء کو عطا ہوا۔ اور یہ وہ درد ہے جو چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتا ؎

ڈھونڈو گے اگر ملکوں ملکوں ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم

اَطَالَ اللّٰہُ حَیَاتَہٗ وَبَقَاءَہٗ وَاَدَامَ اللّٰہُ فُیُوْضَہٗ وَاَنْوَارَہٗ اٰمِیْنَ

آج مؤرخہ ۲۹؍ صفر المظفر ۱۴۱۹ھ مطابق ۲۵؍ جون ۱۹۹۹ء بروزِ چہار شنبہ عطائے ربانی کا یہ مجموعہ طباعت کے لیے دیا جارہا ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں اورامتِ مسلمہ کو اس سے قیامت تک مستفید فرمائیں، اور حضرتِ اقدس دامت برکاتہم اور جملہ معاونین کے لیے صدقۂ جاریہ بنائیں۔

احقر سید عشرت جمیل ملقب بہ میر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

یکے از خدام

عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال ۲ کراچی

نفس کے بندے

چین اک پل کو بھی دلوں میں نہیں
گردنوں میں عذاب کے پھندے

دفن کر کے جنازہ عزت کا
خوار پھرتے ہیں نفس کے بندے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عطائے ربانی

۲۵/ محرم الحرام ۱۴۱۹؁ھ مطابق ۲۲/ مئی ۱۹۹۹؁ء بروز جمعہ بوقت ساڑھے بارہ بجے دوپہر
مسجدِ اشرف گلشن اقبال کراچی

ہجرت کی فرضیت سے صحبت کی اہمیت پر عجیب استدلال

ارشاد فرمایا کہ اگر گھر کی اہمیت صحبت سے زیادہ ہوتی تو ہجرت کا حکم نازل نہ ہوتا اور ہجرت کا حکم صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نہیں ہوا بلکہ تمام صحابہ کو حکم ہوگیا کہ اے اصحابِ رسول! جہاں میرا نبی جارہا ہے تم لوگ بھی ساتھ جاؤ۔ تم میرے شہر بلدِ امین کو چھوڑ دو، میرے گھر کو چھوڑ دو، کعبۃ اللہ میں ایک لاکھ کے ثواب کو چھوڑ دو، آبِ زمزم کو چھوڑ دو، میرے نبی کے ساتھ جاؤ۔ اللہ تمہیں بیت اللہ سے نہیں ملے گا صحبتِ رسول اللہ سے ملے گا۔ مکہ میں تمہیں بیت اللہ ملے گا۔ میرے نبی سے تمہیں اللہ ملے گا۔ اسی لیے مکہ شریف فتح ہونے کے بعد بھی اجازت نہیں ملی کہ میرے نبی کو چھوڑ کر تم اپنے وطن واپس آجاؤ۔

اس سے اللہ والوں کی قیمت اور صحبت کی اہمیت کا اندازہ کیجیے۔ اسی لیے کہتا ہوں کہ آج بھی اللہ، اللہ والوں سے ملتا ہے۔ جو شخص ساری زندگی عبادت و ریاضت کرے لیکن اگر اللہ والوں سے تعلق قائم نہیں کرے گا تو اللہ کو پا نہیں سکتا۔ ثواب مل جانا اور بات ہے لیکن اللہ تعالیٰ سے وہ تعلق خاص اور محبت و معرفت اور نسبت مع اللہ جو اولیاء اللہ کو نصیب ہوتی ہے اہل اللہ سے مستغنی رہنے والا ہرگز نہیں پاسکتا۔

سزائے ناقدریٔ نعمت اور عطائے قدرِ نعمت

ارشاد فرمایا کہ ایک مضمون اللہ تعالیٰ نے مجھے جنوبی افریقہ میں عطا فرمایا جو میں نے کسی کتاب میں نہیں دیکھا۔ مکہ شریف میں کافروں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقدری کی، آپ کو حقیر سمجھا، آپ کی محبت و عزت نہیں کی۔ اس ناشکریٔ نعمت

پر اللہ تعالیٰ نے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے چھین لیا اور مدینہ کے لوگ عاشق تھے اور جان و مال سے فدا تھے تو ناقدروں اور محروموں سے چھین کر مدینہ کے عاشقوں کو اپنا رسول دے دیا۔ یہ ہے قیمت اہل محبت کی کہ اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کی پروا نہیں کی، اپنے شہر بلدِ امین کی پروا نہیں کی، آبِ زمزم کی پروا نہیں کی، اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قدر دانوں کی یہ قدر کی کہ ہجرت کو فرض کر دیا اور یہ اختیاری مضمون نہیں تھا کہ اے نبی! آپ اور آپ کے صحابہ چاہیں تو مدینہ چلے جائیں چاہیں تو یہیں رہیں۔ نہیں! یہ لازمی مضمون تھا۔ اہلِ مدینہ کی محبت کا حق یہی ہے کہ ہجرت کو فرض کر دیا، تاکہ ساری زندگی آپ ان کے درمیان رہیں اور آپ کا مرنا جینا ان ہی کے ساتھ ہو۔

اس پر جو علمِ عظیم اللہ تعالیٰ نے مجھے جنوبی افریقہ میں عطا فرمایا وہ یہ ہے کہ جس بستی کے لوگ کسی اللہ والے کی قدر نہیں کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان نالائقوں سے اس اللہ والے کو اٹھالیں گے اور ایسی بستی میں پہنچا دیں گے جہاں اس کے قدر داں ہوں گے اور وہاں اس کا فیض عام ہو گا۔ وہ بستی والے بھی مستفید ہوں گے اور جو دین کا کام وہاں ہو گا وہ ان کے لیے قیامت تک صدقۂ جاریہ ہو گا۔

شیطانی بیج

ارشاد فرمایا کہ وطنیت اور عصبیت کا بیج شیطانی بیج ہے۔ اس سے جو درخت پیدا ہوں گے وہ شیطانی درخت ہوں گے رحمانی درخت نہیں ہو سکتے، لہٰذا عصبیت سے پناہ مانگو۔ جب مکہ شریف فتح ہو گیا تو حجۃ الوداع پر مکہ شریف کے بعض نو مسلموں کو ان کی تالیفِ قلب کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ اونٹ اور کچھ بکریاں زیادہ دے دیں۔ فوراً شیطان انسان کی شکل میں آیا اور کہا کہ دیکھا نبی نے وطن کی محبت میں وطن کے نوجوانوں کو انصار سے زیادہ دے دیا۔ بعض کے دل میں وسوسے گزر گئے۔ **نعوذ باللہ!** ان کے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی اعتراض تھوڑی پیدا ہوا تھا، ایک وسوسہ گزر گیا جو غیر اختیاری ہوتا ہے، اسی لیے وسوسہ آنا خلافِ ایمان نہیں ہے۔ لیکن شیطان کی اس چال سے آپ کو بذریعۂ وحی مطلع کیا گیا اور آپ خطبہ

دینے کے لیے اونٹنی پر سوار ہوئے اور فرمایا: اے انصارِ مدینہ! شیطان تمہارے دل میں وسوسہ ڈال رہا ہے کہ میں نے مکہ کے نو مسلم جوانوں کو زیادہ دیا ہے۔ تو یاد رکھو میں نے قرآنِ پاک کے حکم پر عمل کیا ہے کہ نو مسلموں کی تالیفِ قلب کرو لہٰذا ان کا دل خوش کرنے کے لیے میں نے ان کو کچھ اونٹ اور بکریاں زیادہ دے دی ہیں، لیکن ابھی جب حج ختم ہو گا اور یہ نوجوان مکہ واپس ہوں گے تو اپنے ساتھ کچھ اونٹ اور کچھ بکریاں لے کر جائیں گے اور تم جب مدینے لوٹو گے تو اپنے ساتھ خدا کے رسول کو لے کر جاؤ گے۔ بتاؤ تم زیادہ خوش قسمت ہو یا مکہ کے یہ نو مسلم زیادہ خوش قسمت ہیں! بتاؤ ان اونٹ اور بکریوں کی قیمت زیادہ ہے یا تمہارے نبی کی قیمت زیادہ ہے! صحابہ اس تقریر پر اتنا روئے کہ آنسو ان کی داڑھیوں سے بہہ کر زمین پر ٹپک رہے تھے۔

آہ! یہ تھا فیضانِ رسالت کہ وطنیت اور عصبیت اور تمام شیطانی جراثیم کی آپ نے جڑ کاٹ دی اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو وہ مقام عطا ہوا کہ قیامت تک آنے والا بڑے سے بڑا ولی کسی ادنیٰ صحابی کے برابر نہیں ہو سکتا۔

سائنس کی بے بسی

ارشاد فرمایا کہ جو لوگ سائنس کو خدا سمجھتے ہیں اور سائنسی تحقیقات کے آگے وحیٔ الٰہی کا انکار کرتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے کسی نے ڈوبنے والی بھینس کی دُم پکڑ رکھی ہے کہ جب وہ ڈوبے گی تو یہ بھی ساتھ ڈوبیں گے۔ میرے شیخ فرماتے تھے کہ سائنس سے خدا نہیں ملتا۔ سائنس تو فی نفسہٖ لنگڑی لولی اندھی ہے، یہ وحیٔ الٰہی کے نور کو کیا دیکھے گی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ساری دنیا کے سائنس دانوں کو للکارا ہے کہ تم ایک مکھی نہیں پیدا کرسکتے **لَنۡ یَّخۡلُقُوۡا ذُبَابًا** اگر تمہیں اپنی سائنس پر ناز ہے تو ایک مکھی بنا کر لاؤ۔ میرے شیخ فرماتے تھے کہ مکھی تو بڑی چیز ہے یہ مکھی کا ایک پر بنا کر دکھا دیں جس میں بالکل وہی خواص ہوں جو مکھی کے پر میں اللہ نے رکھے ہیں اور دو چار نہیں بین الاقوامی اجتماعی کونسل میں سرِ ایجنڈا یہ پراجیکٹ رکھو کہ ہم مکھی بنائیں گے، تو اللہ تعالیٰ للکار رہے ہیں **وَلَوِ اجۡتَمَعُوۡا لَهٗ** کہ سارے عالم کے

لوگ جمع ہوجائیں تو بھی ایک مکھی نہیں بناسکتے۔

اور مکھی پیدا کرنا تو بڑی چیز ہے۔ اگر کوئی جغادری سائنس داں گلاب جامن کھارہا ہے اور کوئی مکھی اس کی گلاب جامن سے ایک ذرّہ چرا کر اڑ جائے تو چاہے ٹینک اور طیارہ شکن توپیں لگادیں کہ مکھی توریزہ ریزہ ہوجائے گی لیکن وہ ذرّہ تم اس سے نہیں چھڑاسکتے۔ وَاِنۡ یَّسۡلُبۡھُمُ الذُّبَابُ شَیۡـًٔا لَّا یَسۡتَنۡقِذُوۡہُ مِنۡہُ۔

اس آیت کی شانِ نزول یہ ہے کہ کفارِ مکہ نے کعبہ شریف کے اندر تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے اور ان کو خوش کرنے کے لیے ان بتوں کی کھوپڑیوں پر شہد لگاتے تھے اور مکھیاں اندر گھس کر ان کی کھوپڑیوں سے شہد کو چاٹ جاتی تھیں، تو اللہ تعالیٰ ان کے شرک کارد فرمانے کے لیے ان کے باطل خداؤں کی کمزوری ظاہر فرمارہے ہیں کہ اگر تمہارے ان دیوتاؤں میں کوئی طاقت ہے تو جب مکھیاں ان کی کھوپڑیوں کا شہد چاٹتی ہیں وَاِنۡ یَّسۡلُبۡھُمُ الذُّبَابُ شَیۡـًٔا تو تمہارے یہ باطل خدا لَایَسۡتَنۡقِذُوۡہُ مِنۡہُ ان مکھیوں کے چاٹے ہوئے شہد کو واپس کیوں نہیں لیتے، مکھیوں سے اپنا مال کیوں نہیں چھڑالیتے تو ایسے کمزور خداؤں کو تم پوجتے ہو ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالۡمَطۡلُوۡبُ[۲۳۸] ایسے پجاری بھی لچر اور ایسے معبود بھی لچر۔

۲؍ صفر المظفر ۱۴۱۹ھ مطابق ۲۹؍ مئی ۱۹۹۹ء بروزِ جمعۃ المبارک ساڑھے بارہ بجے دوپہر مسجدِ اشرف خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ گلشنِ اقبال کراچی

غلبۂ روحانیت اور اس کا طریقہ

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے روح میں بڑی طاقت رکھی ہے۔ روحانی قوت وہ چیز ہے کہ بھوک سے پیٹ پر پتھر باندھنے والے صحابہ نے بڑے بڑے مسٹنڈے کافروں کو تہہ تیغ کردیا۔ آج ہم میں روحانیت نہیں ہے، نفس کا غلبہ ہے، جسم کے عناصرِ اربعہ کے تقاضے غالب ہیں اس لیے نفس جو مثل لومڑی کے تھا شیر ہوگیا اور

۲۳۸؎ الحج:۷۳

روح مثل لومڑی کے اس کے چنگل میں ہے۔ جو گناہ کرتا ہے حسینوں کا نمک چکھتا ہے یہ دلیل ہے کہ یہ نفس کے چنگل میں ہے۔ اگر روحانیت کا غلبہ ہو جائے تو واللہ کہتا ہوں کہ نفس کی لومڑی اس کے سامنے دست بستہ اور پا گرفتہ رہے گی اور نفس روح کے چنگل میں مثل لومڑی کے ہو گا، مجال ہے کہ نفس پھر اس سے کوئی گناہ کرادے، حسینوں کا نمک چکھادے۔ روح کے سامنے جسم اور نفس اور ان کے تقاضے کوئی چیز نہیں۔ روح میں جب طاقت آئے گی تو نفس کو اپنے چنگل میں لے کر اللہ کی طرف اڑ جائے گی۔ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے ۔

جسم کو اپنا سا کر کے لے چلی افلاک پر
اللہ اللہ یہ کمالِ روحِ جولاں دیکھیے

اب سوال یہ ہے کہ روح نفس پر کیسے غالب ہو؟ اللہ تعالیٰ نے میری سمجھ میں ایک بات عطا فرمائی کہ جب بجلی بنتی ہے تو پانی کو بہت پریشر کے ساتھ حرکت دیتے ہیں جس سے پانی میں بے شمار جھٹکے لگتے ہیں جتنا تیز جھٹکا لگتا ہے اتنی ہی تیز بجلی بنتی ہے۔ اسی طرح جب حسینوں سے نظر بچاؤ گے تو نفس پر اتنا تیز جھٹکا لگے گا کہ نفس تڑپ جائے گا، دل پر شدید غم آئے گا اور اسی وقت قلب پر اللہ تعالیٰ کی تجلیاتِ متواترہ وافرہ مسلسلہ بازغہ کا نزول ہو گا، اور قلب میں ایسی حلاوتِ ایمانی عطا ہو گی جس کی لذت کو پا کر آپ مست ہو جائیں گے اور نظر بچا کر پچھتائیں گے نہیں، بلکہ شکر ادا کریں گے کہ اے اللہ! حفاظتِ نظر کا یہ عظیم الشان دستور نازل فرما کر آپ نے اپنے عاشقوں پر احسان فرمایا کہ ہمارے قلب کو فانی لیلاؤں سے بچا کر اپنی تجلیات کے قابل بنا دیا۔

میں ڈھونڈتا ہوں تجھ کو محبت کہاں ہے تو
اِک قلبِ شکستہ ترے قابل لیے ہوئے

جو دل نظر بچا بچا کر غم زدہ ہو، ناممکن ہے وہ ارحم الراحمین اس غم زدہ قلب کا پیار نہ لے اور اس کو حلاوتِ ایمانی نہ دے۔ اتنا پیار نصیب ہو گا کہ روح اللہ کی تجلیات میں نہا جائے گی۔ جس روح پر تجلیاتِ الٰہیہ متواترہ وافرہ بازغہ نازل ہوں، جو روح اللہ کے جلووں سے

منور ہو، جو روح اللہ تعالیٰ کے قربِ خاص سے مشرف ہو، ناممکن ہے کہ وہ کمزور رہے اور نفس پر غالب نہ ہو۔ نفس کی لومڑی ہر وقت اس کے چنگل میں ہوگی۔ روح غالب ہوگی اور نفس مغلوب رہے گا۔

لہٰذا اس زمانے میں جب کہ بے پردگی و عریانی عام ہے روح کو نفس پر غالب کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ بس نظر کی حفاظت کرو۔ یہ اتنا بڑا غم ہے کہ نفس پر زلزلہ طاری ہوجاتا ہے۔ غم کے ان ہی جھٹکوں سے قلب میں اللہ کی محبت کی بجلی پیدا ہوتی ہے۔ اور جب روح اللہ تعالیٰ کی تجلیاتِ قرب سے منور ہوگی اور کثرت سے حلاوتِ ایمانی نصیب ہوگی تو ناممکن ہے کہ کمزور رہے اور نفس پر غالب نہ ہو۔

تکمیلِ محبت

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے عاشقوں کے عشق کی تکمیل کے لیے زمین پر حسینوں کو بکھیر دیا اور ہمیں حکم دے دیا کہ خبردار! انہیں دیکھنا مت۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے عاشقوں کے عشق کی تکمیل کی ہے۔ مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے ؎

ہوتی نہ یوں تکمیلِ محبت
اپنی تمنا ہوتی جو پوری

عاشق کا کام محبوب کی رضا پر جان دینا ہے۔ دل کی تمنا تو یہ ہے ہم ان حسینوں کے نوک پلک کو دیکھیں لیکن محبوبِ حقیقی تعالیٰ شانہٗ کی مراد یہ ہے کہ ان کو نہ دیکھو، لہٰذا اگر محبت کامل چاہتے ہو تو اللہ کی مراد کو غالب رکھو اپنی مراد کو توڑ دو، دل کو توڑ دو، کیوں کہ بندہ بجمیع اعضا بندہ ہے۔ جب ہم اللہ کے غلام ہیں تو دل بھی اللہ کا غلام ہے، آنکھیں بھی اللہ کی غلام ہیں، کان بھی اللہ کے غلام ہیں، زبان بھی اللہ کی غلام ہے، لہٰذا ان کو خدا نہ بناؤ بندہ بنا کے رکھو اور کہو کہ اے خدا! آدابِ بندگی اور وفاداری کا یہی تقاضا ہے کہ ہم اپنا دل توڑ دیں گے لیکن آپ کو ناراض کرکے حرام لذت حاصل نہیں کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کی کامل محبت حاصل کرنے کا یہی راستہ ہے۔

حفاظتِ نظر کے دو درجے

ارشاد فرمایا کہ حفاظتِ نظر کے امتحان میں پاس ہونے کے دو درجے ہیں: ایک فرسٹ ڈویژن دوسرا اسیکنڈ ڈویژن۔ سیکنڈ ڈویژن یہ ہے کہ نظر بچانے کے لیے دل کو سمجھاتا ہے کہ یہ حُسن فانی ہے کچھ دن میں اس کا جغرافیہ بگڑ جائے گا۔ حُسن زائل ہو جائے گا، لڑکا نانا ابا بن جائے گا، لڑکی نانی اماں بن جائے گی لہٰذا ایسی بگڑنے والی شکلوں سے کیا دل لگاتے ہو۔

جن کا نقشہ تھا کل جوانی کا
ہے لقب آج نانا نانی کا

اس مراقبے سے اگر کوئی نظر بچالے تو بھی کامیاب ہے، سیکنڈ ڈویژن سے پاس ہو گیا لیکن فرسٹ ڈویژن یہ ہے کہ ہم نہیں جانتے ان کا حُسن رہے گا یا نہ رہے گا، کب زائل ہو گا، کب نہیں، نہ ہمیں زوالِ حُسن کا انتظار ہے، ہم تو آپ کے نقد غلام ہیں اور آپ کے فرمانِ عالی شان یَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِہِمۡ [۲۳۹] کی اتباع کرتے ہیں۔ آپ کا حکم ہے کہ ان کو نہ دیکھو اس لیے نہیں دیکھیں گے کیوں کہ ان کو دیکھنے سے اے مولیٰ! آپ ناراض ہو جائیں گے اور آپ کی ناراضگی کو ہم دوزخ سے زیادہ عذاب سمجھتے ہیں۔ نہایت ظالم، کمینہ اور بے غیرت ہے وہ شخص جو آپ کا رزق کھا کر آپ کی روٹیوں کی طاقت کو غلط استعمال کرے۔ لہٰذا چاہے لاکھ تقاضا ہو، چاہے جان جاتی رہے، لیکن اے اللہ! آپ کو ناراض کر کے ہم ان حسینوں کو ہر گز نہیں دیکھیں گے۔

نہ دیکھیں گے نہ دیکھیں گے انہیں ہر گز نہ دیکھیں گے
کہ جن کو دیکھنے سے رب مرا ناراض ہوتا ہے
نہیں ناخوش کریں گے رب کو اے دل تیرے کہنے سے
اگر یہ جان جاتی ہے خوشی سے جان دے دیں گے

یہ فرسٹ ڈویژن کا مراقبہ ہے اور فنائیتِ حسن کے سیکنڈ ڈویژن والے مراقبے میں خطرہ

۲۳۹؎ النور:۳۰

ہے کہ نفس و شیطان بہکا دیں کہ ارے جب شکل بگڑے گی مت دیکھنا، ابھی تو نقد مزہ اڑالے لیکن اللہ کی ناراضگی کے مراقبے میں کوئی خطرہ نہیں۔ اس کو نفس و شیطان نہیں بہکا سکتے کیوں کہ اس نے ٹھان لی کہ نہیں دیکھوں گا۔ حُسن رہے یا نہ رہے میں اپنے مالک کو ناراض نہیں کرسکتا۔ اللہ کے خوف اور اللہ کی محبت میں نظر بچاتا ہے۔ یہاں نفس و شیطان کی دال نہیں گلے گی۔

تاثیرِ حسن

ارشاد فرمایا کہ سورۂ یوسف میں اللہ تعالیٰ نے حُسن کی تاثیر کو بھی بیان کردیا کہ زلیخا نے مصر کی عورتوں کے ہاتھ میں چاقو اور لیموں دے دیا کہ ان کو کاٹو اور حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا کہ آپ ان کے سامنے سے گزر جائیے۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام نکلے تو مصر کی عورتوں نے بجائے لیموں کاٹنے کے اپنی انگلیاں کاٹ لیں۔ یہ واقعہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں نازل کرکے یہ بتادیا کہ بہادر مت بننا۔ حُسن میں تاثیر میں نے رکھی ہے۔ اگر بہادر بنوگے تو متاثر ہوجاؤ گے اور نافرمانی میں مبتلا ہو کر ذلیل و خوار ہوجاؤ گے اس لیے ہماری تربیت کے لیے حُسن کی تاثیر کو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمادیا اور حکم دے دیا کہ نظر کی حفاظت کرو۔ اگر نظر کی حفاظت کروگے تو حُسن کی جادوگری سے محفوظ رہوگے اور تمہارا دل قابلِ مولیٰ رہے گا اور تجلیاتِ الٰہیہ متواترہ وافرہ بازغہ کا محل ہوگا۔

روشنی میں فاصلے نہیں ہوتے

ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی اعتراض کرے کہ اللہ والوں کی صحبت سے ان کے قلب کے انوار طالبین کے قلوب تک کیسے پہنچتے ہیں جب کہ شیخ کا جسم الگ ہے، جسم میں قلب ہے اور قلب پر پھیپھڑا ہے پھر سینہ ہے اور سینے پر کھال ہے لہٰذا نسبت مع اللہ اور تعلق مع اللہ کے انوار جو ان کے دل میں ہیں دوسروں کو کیسے پہنچ سکتے ہیں جب کہ دونوں کے اجسام میں فاصلے ہیں۔ اس کا جواب سلطانِ اولیاء مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ نے دیا ہے۔

کہ ز دل تا دل یقیں روزن بود
نے جدا و دور چوں دو تن بود

فرماتے ہیں کہ دلوں سے دلوں تک خفیہ راستے ہیں۔ جسم الگ الگ ہوتے ہیں دل الگ الگ نہیں ہوتے اور اس کا ثبوت ایک مثال سے پیش کرتے ہیں۔ مولانا مثالوں کے بادشاہ ہیں۔ فرماتے ہیں ؎

متصل نبود سفال دو چراغ
نورِ شاں ممزوج باشد در مساغ

دو چراغوں کے جسم تو الگ الگ ہوتے ہیں لیکن ان کا نور فضا میں مخلوط ہوتا ہے۔ چراغوں میں فاصلے ہوتے ہیں روشنی میں فاصلے نہیں ہوتے۔ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ فلاں چراغ کی روشنی ایک فٹ تک ہے اور دوسرے چراغ کی روشنی دو فٹ تک جارہی ہے لیکن جو چراغ قوی النور ہوتا ہے اس کے فیض سے ضعیف النور چراغوں کے نور میں اضافہ ہوجاتا ہے کیوں کہ نور فضا میں مخلوط ہوتا ہے۔ اسی طرح جو شیخ جتنا زیادہ قوی النور ہوگا اس کا فیض ضعیف النور اہلِ ایمان کو بھی پہنچتا ہے اور ان کا ایمان و یقین بڑھ جاتا ہے۔

بد نظری کے گیارہ نقصانات

۱۔ **ارشاد فرمایا کہ** بد نظری نَصِّ قطعی سے حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **قُلۡ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِہِمۡ** پس جو بد نظری کررہا ہے وہ نصِ قطعی کی مخالفت کررہا ہے اور نصِ قطعی کی مخالفت کرکے حرام کا مرتکب ہورہا ہے لہٰذا بد نظری سے بچنے کے لیے یہ استحضار کافی ہے کہ یہ نصِ قطعی کی مخالفت ہے۔

۲۔ اور بد نظری کرنے والا اللہ تعالیٰ کی امانت میں خیانت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **یَعۡلَمُ خَآئِنَۃَ الۡاَعۡیُنِ وَ مَا تُخۡفِی الصُّدُوۡرُ** [۲۴۰] لفظ خیانت کا نزول بتارہا ہے کہ ہم اپنی آنکھوں کے مالک نہیں ہیں، امین ہیں۔ خود کشی بھی اسی لیے حرام ہے کہ ہم اپنے جسم کے مالک نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے بطورِ امانت کے ہمیں یہ جسم عطا فرمایا ہے اور چوں کہ یہ امانت ہے اس لیے مالک کی مرضی کے خلاف اس کو استعمال کرنا یا اس کو نقصان پہنچانا، یا اس کو ختم کردینا جائز نہیں، اگر ہم اپنے جسم و جان کے مالک ہوتے

[۲۴۰] المؤمن:۱۹

تو ہر قسم کے تصرف کا حق حاصل ہوتا کیوں کہ مالک کو اپنی ملک میں ہر تصرف کا اختیار ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا بندوں کو یہ اختیار نہ دینا دلیل ہے کہ یہ جسم ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت ہے اور مالک کی امانت میں خیانت جرمِ عظیم ہے لہٰذا جو شخص بد نظری کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی امانتِ بصریہ میں خیانت کرتا ہے اور خیانت کرنے والا اللہ تعالیٰ کا دوست نہیں ہو سکتا۔ وَلَنِعْمَ مَا قَالَ الشَّاعِرُ

نظر کے چور کے سر پر نہیں ہے تاجِ ولایت
جو متقی نہیں ہوتا اسے ولی نہیں کہتے

۳۔ اور بد نظری کرنے والا سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت کا مورد ہو جاتا ہے۔ مشکوٰۃ شریف کی حدیث ہے لَعَنَ اللّٰہُ النَّاظِرَ وَ الْمَنْظُوْرَ اِلَیْہِ[۲۴۱] حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ناظر اور منظور دونوں پر لعنت کرے یعنی جو بد نظری کرے اس پر بھی اللہ کی لعنت ہو اور جو بد نظری کے لیے اپنے کو پیش کرے، اپنے حُسن کو دوسروں کو دکھائے اس پر بھی اللہ کی لعنت ہو۔ اگر بد نظری معمولی جرم ہوتا تو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین ہو کر ایسی بد دعا نہ فرماتے۔ آپ کا بد دعا دینا دلیل ہے کہ یہ فعل انتہائی مبغوض ہے۔ اور لعنت کے معنیٰ ہے اللہ کی رحمت سے دوری۔ امام راغب اصفہانی نے "مفردات القرآن" میں لعنت کے معنیٰ لکھے ہیں اَلْبُعْدُ عَنِ الرَّحْمَۃِ[۲۴۲] پس جو شخص اللہ کی رحمت سے دور ہو گیا وہ نفس امّارہ کے شر سے نہیں بچ سکتا، کیوں کہ نفس کے شر سے وہی بچ سکتا ہے جو اللہ کی رحمت کے سائے میں ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ نفس کَثِیْرُ الْاَمْرِ بِالسُّوْٓءِ ہے، بہت زیادہ برائی کا حکم کرنے والا ہے۔ پھر نفس کے شر سے کون بچ سکتا ہے؟ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ جس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا سایہ ہو۔ معلوم ہوا کہ نفس کے شر سے بچنے کا واحد راستہ اللہ کی رحمت کا سایہ ہے کیوں کہ اَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ کا استثنا خود خالق اَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ نے کیا ہے پس جو اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ

۲۴۱؎ کنز العمال: ۷/۳۳۸، (۱۹۱۶۲)، فصل فی احکام الصلوٰۃ الخارجۃ، مؤسسۃ الرسالۃ

۲۴۲؎ التفسیر البیضاوی: ۵/۶۰، المؤمن، (۵۳)، دار إحیاء التراث، بیروت

کے سائے میں آگیا اس کا نفس **اَمَّارَةٌ بِالسُّوْءِ** نہیں رہے گا **اَمَّارَةٌ بِالْخَيْرِ** ہو جائے گا۔ اسی لیے **يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ** کے بعد **وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ** فرمایا کہ جس نے نگاہوں کی حفاظت کر لی وہ امتثالِ امر الٰہیہ کی برکت سے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بد دعا سے بچنے کی برکت سے اللہ کی رحمت کے سائے میں آگیا۔ اب اس کی شرم گاہ بھی گناہوں سے محفوظ رہے گی۔ معلوم ہوا کہ غَضِّ بصر کا انعام حفاظتِ فرج ہے اور اس قضیہ کا عکس کر لیجیے کہ جو نگاہ کی حفاظت نہیں کرے گا اس کی شرم گاہ بھی گناہوں سے محفوظ نہیں رہ سکتی اور اس پر جو لعنت برس جائے وہ کم ہے۔

۴۔ حضرت حکیم الاُمت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یوں تو ہر گناہ بد عقلی اور حماقت کی دلیل ہے، جو گناہ کرتا ہے یہ دلیل ہے کہ اس کی عقل میں خرابی ہے کہ اتنے بڑے مالک کو ناراض کر رہا ہے جس کے قبضے میں ہماری زندگی اور موت، تندرستی و بیماری، راحت اور چین، حسنِ خاتمہ اور سوئے خاتمہ ہے۔ اگر اس کی عقل صحیح ہوتی تو ہر گز گناہ نہ کرتا لیکن فرماتے ہیں کہ بد نظری تو انتہائی حماقت کا گناہ ہے کہ نہ ملنا نہ ملانا مفت میں اپنے دل کو تڑپانا۔ دیکھنے سے وہ حُسن مل نہیں جاتا لیکن دل بے چین ہو جاتا ہے اور اس کی یاد میں تڑپتا رہتا ہے۔ اور میرے دل کو اللہ تعالیٰ نے ایک نیا علم عطا فرمایا کہ مسلمان کو دکھ دینا حرام ہے تو جو بد نظری کر رہا ہے یہ بھی تو مسلمان ہے، یہ بد نظری کر کے اپنے دل کو دکھ دے رہا ہے، تڑپا رہا ہے، جلا رہا ہے، لٰہذا جس طرح دوسرے مسلمان کو تکلیف پہنچانا حرام ہے، اسی طرح اپنے دل کو دکھ پہنچانا، تڑپانا، کلپانا، جلانا کیسے جائز ہو گا؟

۵۔ اب اگر کوئی کہے کہ حسینوں کو دیکھنے سے تو دل کو غم ہوتا ہی ہے لیکن نظر بچانے سے بھی تو غم ہوتا ہے اور دل میں حسرت ہوتی ہے کہ آہ! نہ جانے کیسی شکل رہی ہو گی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ دیکھنے سے جو غم ہوتا ہے وہ اشدّ ہے اور نہ دیکھنے کا غم بہت ہلکا ہوتا ہے کیوں کہ اگر دیکھ لیا تو علم ہو گیا کہ اس حسین کے نوک پلک ایسے ہیں، آنکھیں ایسی ہیں، ناک ایسی ہے، چہرہ کتابی ہے، تو یہ غمِ حُسنِ معلوم اشدّ ہو گا اور دل

کو مضطر اور بے چین کر دے گا اور اگر نظر بچالی تو یہ حسرتِ حُسنِ نامعلوم ہو گی، جب دیکھا ہی نہیں تو ہلکی سی حسرت اور ہلکا سا غم ہو گا جو جلد زائل ہو جائے گا اور اس حسرتِ حُسنِ نامعلوم پر قلب کو جو حلاوتِ ایمانی عطا ہو گی، اللہ تعالیٰ کے قرب کی غیر محدود لذت کا جو ادراک ہو گا اس کے سامنے مجموعۂ لذاتِ کائنات ہیچ معلوم ہو گا۔ اس کے بر عکس حسینوں کے دیکھنے کے غم حُسنِ معلوم پر اللہ تعالیٰ کا غضب اور لعنت برستی ہے جس سے دل مضطر اور بے چین ہو کر ایک لمحے کو سکون نہیں پائے گا اور زندگی تلخ ہو جائے گی، لہٰذا دونوں غموں میں زمین وآسمان کا فرق ہے ایک عالمِ رحمت ہے، ایک عالمِ لعنت ہے۔ دونوں غموں میں ایسا فرق ہے جیسے جنّت اور دوزخ میں۔ لہٰذا غضِ بصر کا حکم ایمان والوں پر اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم ہے کہ حسرتِ حُسنِ نامعلوم دے کر شدّتِ غمِ حُسنِ معلوم سے بچالیا۔ جیسے کسی کو مچھر کاٹ لے اور کسی کو سانپ ڈس لے تو جس کو مچھر نے کاٹا ہے وہ شکر کرے گا کہ اللہ نے مجھے سانپ کے ڈسنے سے بچالیا۔ لہٰذا حسینوں سے نظر بچانے کی حسرتِ حُسنِ نامعلوم مچھر کا کاٹنا ہے اور حسینوں کو دیکھنے کا غمِ حُسنِ معلوم سانپ سے ڈسوانا ہے۔

۶۔ بد نظری سے بار بار اس حسین کا خیال آتا ہے اور دل میں ہر وقت ایک کشمکش رہتی ہے جس سے دل کمزور ہو جاتا ہے۔ بد نظری کی نحوست یہ ہے کہ نظر کے ساتھ ساتھ حواسِ خمسہ اور تمام اعضا وجوارح حرکت میں آجاتے ہیں اِنَّ اللهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ کی تفسیر روح المعانی میں علامہ آلوسی نے یہ کی ہے کہ بِاِجَالَةِ النَّظَرِ بد نظری کرنے والا جو نظر گھما گھما کر حسینوں کو دیکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے باخبر ہیں اور بِاسْتِعْمَالِ سَاۗئِرِ الْحَوَاسِ اور اس کے تمام حواسِ خمسہ حرام لذت لینے کی کوشش شروع کر دیتے ہیں۔ باصرہ یعنی آنکھ اس حسین کو دیکھنا چاہتی ہے، سامعہ یعنی کان اس کی بات سننے کی تمنا کرتے ہیں، قوتِ ذائقہ اس کو چکھنے یعنی حرام بوسہ بازی کرنا چاہتی ہے، قوتِ لامسہ اس کو چھونے کی اور قوتِ شامّہ اس حسین کی خوشبو سونگھنے کی حرام آرزو میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور تیسری تفسیر ہے بِتَحْرِيْكِ الْجَوَارِحِ بد نظری کرنے والے کے تمام اعضا بھی حرکت میں آجاتے ہیں۔ ہاتھ

اور پاؤں وغیرہ اس محبوب کو حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بد نظری کرنے والے کی نظر اور حواس اور اعضا و جوارح کی ان حرکات سے باخبر ہے اور اس کو خبر بھی نہیں کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے اور وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَقْصُدُوْنَ بِذٰلِكَ[۲۴۳] ان حرکات کا جو آخری مقصد ہے یعنی بد فعلی اللہ تعالیٰ اس سے بھی باخبر ہے، اور اس میں اشارہ ہے کہ ایسے شخص کو سزا دی جائے گی اگر توبہ نہ کی۔ چوں کہ بد نظری کرنے والے کے حواسِ خمسہ اور اعضا و جوارح متحرک ہو جاتے ہیں اور قلب بد فعلی کے خبیث قصد سے کشمکش میں مبتلا ہو جاتا ہے لہٰذا بد نظری کرنے والے کا قلب اور قالب دونوں کشمکش میں مبتلا ہو کر کمزور ہو جاتے ہیں۔

۷۔ بد نظری کا ایک طبّی نقصان یہ بھی ہے کہ غدودِ مثانہ متورّم ہو جاتے ہیں جس سے بار بار پیشاب آتا ہے۔

۸۔ بد نظری سے چوں کہ شہوت بھڑک جاتی ہے اور مادۂ منویہ تک گرمی پہنچ جاتی ہے جس کی وجہ سے منی رقیق ہو جاتی ہے جس سے سرعتِ انزال کی بیماری ہو جاتی ہے اور ایسا شخص بیوی کے حقوق صحیح طور سے ادا نہیں کر سکتا جس کی وجہ سے میاں بیوی میں باہمی اختلاف پیدا ہو جاتا ہے اور گھریلو زندگی تباہ ہو جاتی ہے۔

۹۔ بد نظری سے ناشکری پیدا ہوتی ہے کیوں کہ جب مختلف شکلوں کو دیکھتا ہے تو اپنی بیوی بری معلوم ہوتی ہے اور ناشکری میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ مجھے حسین بیوی نہیں ملی اور اگر حسین ہے تو کہتا ہے کہ حسین تر نہیں ملی کیوں کہ جو عورت اس کو زیادہ حسین معلوم ہوتی ہے تو اپنی حسین بیوی بھی اسے اچھی نہیں لگتی۔ اس طرح نعمت کی ناشکری کرتا ہے اور جو متقی ہوتا ہے وہ جب کسی دوسری کو دیکھتا ہی نہیں تو اسے اپنی چٹنی روٹی بھی بریانی معلوم ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی نعمت پر شکر کرتا ہے۔

۱۰۔ بد نظری سے بینائی کو بھی نقصان پہنچتا ہے کیوں کہ آنکھوں کا شکر غضِّ بصر ہے اور شکر سے نعمت میں ترقی ہوتی ہے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ اور بد نظری کرنا

---

۲۴۳ روح المعانی: ۱۸/۱۳۹، النور (۳۰)، دار إحياء التراث، بيروت

ناشکری ہے، کفرانِ نعمت ہے جس پر عذابِ شدید کی وعید ہے وَلَئِنۡ کَفَرۡتُمۡ اِنَّ عَذَابِیۡ لَشَدِیۡدٌ[۲۴۴]

۱۱۔ اور حفاظتِ نظر کا سب سے بڑا انعام اللہ تعالیٰ کا قرب ومعیتِ خاصہ ہے۔ لیلیٰ سے نظر بچانا سببِ حصولِ مولیٰ ہے کیوں کہ نظر بچانے سے دل اندر اندر خون ہو جاتا ہے اور جب قلب کے آفاقِ اربعہ خونِ آرزو سے لال ہو جاتے ہیں تو دل کے ہر افق سے قرب ونسبت مع اللہ کا آفتاب طلوع ہوتا ہے۔ میر اشعر ہے ؎

زخمِ حسرت ہزار کھائے ہیں
تب کہیں جا کے ان کو پائے ہیں
ان حسینوں سے دل بچانے میں
میں نے غم بھی بڑے اٹھائے ہیں

اور بد نظری سے اللہ تعالیٰ سے اس قدر دوری ہوتی ہے جس کا ادراک اگر ہو جائے تو آدمی کبھی بد نظری نہ کرے، اس کی مثال یہ ہے کہ جو دل حفاظتِ نظر کی برکت سے ہمہ وقت نوّے ڈگری سے حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہے اور نوّے ڈگری سے حق تعالیٰ کے محاذاتِ قرب میں ہے اگر بد نظری کر لی تو اللہ تعالیٰ سے اس کا ۱۸۰ ڈگری انحراف ہوتا ہے۔ اور اس کا رخ حق تعالیٰ سے ہٹ کر اس حسین کی طرف ہو جاتا ہے اور ہر وقت اس مرنے گلنے والی لاش کا خیال دل میں رہتا ہے جس سے دل کا ستیاناس ہو جاتا ہے اور بہت سوں کا خاتمہ بھی بد نظری کی نحوست سے خراب ہو گیا۔

۱۲۔ دل میں انجائنا رہتا ہے ؎

ایک سلمیٰ چاہیے سلمان کو
دل نہ دینا چاہیے انجان کو

کشمکش میں دل مبتلا ہو جاتا ہے جس سے انجائنا کا مرض ہو جاتا ہے، لیکن اس کے دوسرے اسباب بھی ہیں یہ نہیں کہ کسی نیک آدمی کو انجائنا میں مبتلا دیکھا تو سمجھے کہ انہوں نے بد نظری کی ہوگی۔ نیک بندوں کے معاملہ میں حسنِ ظن اور تاویل کی جائے گی۔

۲۴۴؎ ابرٰھیم:۷

چراغ سے چراغ جلتے ہیں

ارشاد فرمایا کہ ایک چراغ جس کا جسم ایک لاکھ روپے کا ہے، ہیرے جواہرات سے بنایا گیا ہے اور اس کا تیل بھی بہت قیمتی ہے، اور روئی کی بتی بھی بہت قیمتی ہے لیکن یہ ساری زندگی بے نور رہے گا جب تک کسی جلتے ہوئے چراغ کی لو سے لو نہیں لگائے گا۔ جب تک اس کی بتی کو کسی جلتے ہوئے چراغ سے وصل نصیب نہیں ہوگا روشن نہیں ہوسکتا۔ اگر یہ چراغ اپنی قیمت پر ناز کرے کہ میرا جسم اتنا قیمتی ہے، میرا تیل بہت عمدہ ہے، اور میری روئی کی بتی بھی نہایت اعلیٰ ہے مگر بے روشنی کے رہے گا، نہ روشن ہوگا نہ روشن کرے گا اگر کسی جلتے ہوئے چراغ سے اعراض کرے گا۔ ایسے ہی عالم کتنا ہی علم رکھتا ہو مگر جب تک کسی اللہ والے کے دل کے چراغ سے اپنا دل نہیں ملائے گا تو نہ خود روشن ہوگا، نہ دوسروں کو روشن کرے گا۔ اس کا علم مقرون بالعمل نہیں ہوگا، نہ خود صاحبِ نسبت ہوگا نہ دوسروں کو بنا سکے گا کیوں کہ پہلے نسبتِ لازمہ حاصل ہوتی ہے پھر متعدّیہ ہوتی ہے، جو خود محبت سے خالی ہے وہ دوسروں کو کیا دے سکتا ہے۔ مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا؎

نہیں جب چوٹ ہی کھائی تو زخمِ دل دکھاؤں کیا
نہیں جب کیف و مستی دل میں تو پھر گنگناؤں کیا

عالمِ منزل اور بالغِ منزل

ارشاد فرمایا کہ نقوش اور الفاظ پڑھا دینا اور ہے اور اللہ کو پاجانا اور ہے۔ عالمِ منزلِ لیلیٰ اور ہے اور بالغِ منزلِ لیلیٰ اور ہے۔ مجنوں بہت سے بنے ہوئے ہیں کوئی چالاک مجنوں بھی ہے۔ وہ منزلِ لیلیٰ کا جغرافیہ پڑھاتا ہے اور تنخواہ لیتا ہے مگر کبھی لیلیٰ تک نہیں گیا یہ عالمِ منزل تو ہے، بالغِ منزل نہیں ہے۔ اس کا پڑھانا بھی خشک ہوگا نہ یہ خود مست ہوگا نہ دوسروں کو مست کرے گا، اصلی مجنوں جو بالغِ منزلِ لیلیٰ اور عاشقِ لیلیٰ ہے وہ جب پڑھائے گا تو خود بھی مست ہوگا اور دوسروں پر بھی وجد طاری کرے

گا۔ مدرسوں میں علمِ منزلِ مولیٰ سکھایا جاتا ہے اور خانقاہوں میں بلوغِ منزلِ مولیٰ کا انتظام کیا جاتا ہے، کہ علمِ منزل رکھنے والے بالغِ منزل ہو جائیں، اللہ تک پہنچ جائیں۔ خانقاہوں سے، اللہ والوں کی صحبت سے جب عالمِ منزل بالغِ منزل ہو جاتا ہے، اپنے علم پر عمل کرکے اہل اللہ کی برکت سے اللہ تک پہنچ جاتا ہے پھر اس کا درس خشک درس نہیں ہوتا ہے درسِ محبت ہوتا ہے۔ یہ جب اللہ کا نام لیتا ہے، اللہ کی طرف بلاتا ہے تو خود اس کی روح پر زلزلہ طاری ہوتا ہے، لہٰذا دوسری روحوں کو بھی مست کردیتا ہے، ہزاروں اس کی صحبت سے اللہ والے بن جاتے ہیں۔ لہٰذا محض عالمِ منزل ہونا کافی نہیں بالغِ منزل ہونا ضروری ہے۔ اسی لیے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث پڑھنے پڑھانے کا مزہ جب ہے کہ پڑھانے والا بھی صاحبِ نسبت ہو اور پڑھنے والے بھی صاحبِ نسبت ہوں۔

علم و عمل کی قبولیت کے شرائط

ارشاد فرمایا کہ صرف علم کافی نہیں ہے۔ علم جب عمل میں تبدیل ہو اور عمل میں اخلاص ہو اور اخلاص تابعِ سنت ہو، تب جا کے وہ علم منزل تک پہنچاتا ہے۔ اخلاص تابعِ سنت ہونے کے کیا معنیٰ ہیں؟ ایک شخص عصر کے بعد کمرہ بند کرکے تنہائی میں جہاں کوئی مخلوق نہیں نفلیں پڑھ رہا ہے اخلاص ہے مگر چوں کہ عصر کے بعد نفل منع ہے، اس لیے یہ اخلاص چوں کہ تابع سنت نہیں اس لیے مقبول نہیں۔ یہ محنت رائیگاں ہے۔

قابل اور مقبول

ارشاد فرمایا کہ بعض لوگ قابل ہوتے ہیں مقبول نہیں ہوتے اور بعض لوگ مقبول ہوتے ہیں قابل نہیں ہوتے اور بعضے لوگ دونوں ہوتے ہیں قابل بھی اور مقبول بھی۔ لہٰذا ایسا مرشد اگر مل جائے جو دونوں کا جامع ہو تو سونے پر سہاگہ ہے۔

۱۳؍ صفر المظفر ۱۴۱۹؁ھ مطابق ۸؍ جون ۱۹۹۹؁ء بروز دوشنبہ بعد مغرب بوقت ۷:۵۵
بمقام مسجدِ اشرف خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ گلشنِ اقبال کراچی

نفس کی پانچ اقسام

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں نفس کو پانچ ناموں سے موسوم کیا ہے:

۱) نفسِ امّارہ

سب سے پہلا نام ہے نفسِ امّارہ بالسوء یعنی کثیر الامر بالسوء جو ہر وقت گناہوں کے تقاضے کرتا رہتا ہے، ہر وقت برائی کی تمنا کرتا ہے۔ حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے نفس کی تعریف ان الفاظ میں فرمائی کہ مرغوباتِ طبعیہ غیر شرعیہ طبیعت کے وہ مرغوبات اور وہ خواہشات اور وہ پسندیدہ لذتیں جن سے اللہ ناراض ہو یہی نفسِ امارہ ہے اور ایسی حرام لذتوں کو ترک کرنا اولیاء اللہ کا کام ہے۔ خانقاہوں میں یہی سیکھا جاتا ہے۔ جس نے خانقاہوں میں یہ نہیں سیکھا اس نے خانقاہ کا اور اہل اللہ کا حق ادا نہیں کیا اور زندگی کو ضایع کر دیا۔

میرے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جو ساری زندگی مٹھائی والوں سے دوستی کرے اور کبھی مٹھائی نہ کھائے اس نے مٹھائی والوں کی قدر نہیں کی۔ جس نے اللہ والوں کے ساتھ ساری زندگی گزاری لیکن تقویٰ نہ سیکھا، اپنی حرام خوشیوں کا خون کرنا نہ مشق کیا اور اللہ والا نہ بنا اس ظالم نے اس اللہ والے کی قدر نہیں کی۔ کھائے اللہ کی اور گائے نفس و شیطان کی اس سے زیادہ بے وفا اور غیر شریف اور خبیث الطبع کوئی نہیں ہو سکتا۔

۲) نفسِ لَوّامہ

اگر اس نفسِ امّارہ کی اصلاح ناممکن ہوتی تو اللہ تعالیٰ نفس کے پانچ نام نازل نہ فرماتا۔ جو شخص اصلاح کی نیت سے اللہ والوں کی صحبت اختیار کرتا ہے تو اس کا نفسِ امّارہ

ترقی کرکے نفسِ لَوّامہ ہو جاتا ہے یعنی گناہ کرکے اس کو شرمندگی اور ندامت ہونے لگتی ہے، اپنے آپ کو ملامت کرتا ہے کہ آہ! میں کتنا کمینہ انسان ہوں کہ خدا کا رزق کھا کر حرام لذت اڑاتا ہوں۔ جس کو اللہ اپنا ولی بناتا ہے اس کو گناہوں پر شرمندگی دیتا ہے۔ یہ ندامت علامتِ ولایت ہے۔

سن لے اے دوست جب ایّام بھلے آتے ہیں
گھات ملنے کی وہ خود آپ ہی بتلاتے ہیں

نفس کی ترقی کا یہ ابتدائی درجہ ہے کہ نفسِ امارہ نفسِ لوّامہ ہو جاتا ہے اور اس کو اپنی خطاؤں پر ندامت اور اپنے اوپر ملامت کی توفیق ہونے لگتی ہے اور نالہ وفغاں، اشکباری و آہ وزاری اور استغفار وتوبہ سے اپنی خطاؤں کی تلافی کرتا ہے۔ پس نفسِ امّارہ کا نفسِ لوّامہ میں تبدیل ہو جانا اللہ تعالیٰ کی ولایت و محبوبیت کی طرف پہلا قدم ہے جس کی دلیل یہ آیت ہے وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ[۲۴۵] اور قسم ہے نفسِ لوّامہ کی کیوں کہ اللہ تعالیٰ شکور ہیں کہ تھوڑے عمل پر کثیر جزا عطا فرماتے ہیں اس لیے رجوع وانابت کے اس ادنیٰ درجے کی بھی اتنی قدر فرمائی کہ قرآنِ پاک میں اس کی قسم اٹھائی جو اوپر مذکور ہوئی۔ اور حدیثِ قدسی میں ارشاد فرمایا لَاَنِيْنُ الْمُذْنِبِيْنَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ زَجَلِ الْمُسَبِّحِيْنَ[۲۴۶] کہ گناہ گاروں کا رونا اور ندامت سے آہ و نالہ کرنا مجھے تسبیح پڑھنے والوں کی بلند آوازوں سے زیادہ محبوب ہے۔ اس پر میرے دو شعر ہیں۔

کیا ہے رابطہ آہ و فغاں سے
زمیں کو کام ہے کچھ آسماں سے
ندامت تجھ پہ ہو رحمت خدا کی
دلادی مغفرت ربِّ جہاں سے

۲۴۵؎ القیامة:۲

۲۴۶؎ کشف الخفاء ومزیل الالباس:۲۹۸(۸۰۵) فی باب حرف الهمزة مع النون / روح المعانی:۳۰/۱۹۶، القدر، (۴)، دار احیاء التراث، بیروت

اے جلیل اشک گناہ گار کے اک قطرے کو
ہے فضیلت تری تسبیح کے سودانوں پر

۳) نفسِ مطمئنہ

اس کے بعد جب اور ترقی ہوتی ہے تو نفسِ لوّامہ نفسِ مطمئنہ ہو جاتا ہے جس کی علامت یہ ہے کہ اس کو اللہ کی یاد سے چین ملتا ہے۔ گناہ اس کو راس نہیں آتے، ایک ذرّہ حرام لذّت کو گوشۂ چشم سے بھی اپنے دل میں در آمد نہیں ہونے دیتا، اگر ایک ذرہ حرام لذت کا کبھی دل میں داخل ہو گیا تو تڑپ جاتا ہے، اللہ کی دوری پر وہ کسی حال میں راضی نہیں ہوتا۔ اور ہر وقت اللہ کی یاد میں رہتا ہے۔ جس کو اللہ کے بغیر ایک پل کو چین نہیں آتا اور صرف اللہ کے ذکر اور اللہ کی اطاعت سے اطمینان ملتا ہے۔

تراذکر ہے مری زندگی ترا بھولنا مری موت ہے

اور اس کی شان یہ ہوتی ہے اَلَّذِیْ لَا لَذَّۃَ لَہٗ اِلَّا بِذِکْرِہٖ وَلَا نِعْمَۃَ لَہٗ اِلَّا بِشُکْرِہٖ[۲۴۷] اس کو کائنات کی کوئی لذت، لذت نہیں معلوم ہوتی جب تک اللہ کو یاد نہ کرلے اور کوئی نعمت، نعمت نہیں معلوم ہوتی جب تک اللہ کا شکر نہ کرے۔

کوئی مزہ مزہ نہیں کوئی خوشی خوشی نہیں
تیرے بغیر زندگی موت ہے زندگی نہیں

قرآنِ پاک کی آیت اَلَا بِذِکْرِ اللہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ[۲۴۸] نفسِ مطمئنہ پر دلالت کرتی ہے جس کو صرف اللہ کی یاد سے چین ملتا ہو اسی نفس کا نام نفسِ مطمئنہ ہے یعنی نفسِ امّارہ اور نفسِ لوّامہ کی بے سکونی اور اضطراب جب اللہ کی یاد کے چین و سکون سے بدل گیا اور ذکر اللہ پر دوام و رسوخ و استقلال حاصل ہو گیا تو اب یہ نفسِ مطمئنہ ہو گیا جس کو حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یوں بیان فرمایا۔

۲۴۷؎ مرقاۃ المفاتیح: ۵/۵۰، باب ذکر اللہ تعالٰی والتقرب الیہ، المکتبۃ الامدادیۃ، ملتان

۲۴۸؎ الرعد: ۲۸

شکر ہے دردِ دل مستقل ہو گیا
اب تو شاید مرا دل بھی دل ہو گیا

اور علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی "تفسیرِ مظہری" میں فرماتے ہیں کہ نفسِ مطمئنہ وہ ہے جو اللہ کی یاد اور فرماں برداری میں اطمینان پائے کَمَا تَطْمَئِنُّ السَّمَکَۃُ فِی الْمَاءِ[۲۴۹] جیسے مچھلیاں پانی میں غرق ہو کر اطمینان پاتی ہیں۔ اگر ان کے جسم کا ایک اعشاریہ حصہ پانی سے کھلا رہ جائے تو ان کو اپنی موت معلوم ہو گی۔ مچھلیوں کے لیے بِالْمَاءِ ہونا کافی نہیں فِی الْمَاءِ ہونے سے ان کو چین ملتا ہے۔ اسی لیے علامہ پانی پتی فرماتے ہیں کہ بِذِکْرِ اللہِ معنیٰ میں فِیْ ذِکْرِ اللہِ کے ہے یعنی جب مؤمن سر تا پا اللہ کے نورِ ذکر میں غرق ہو گا تب اس کو اطمینانِ کامل نصیب ہو گا۔ اگر جسم کا ایک عضو بھی نافرمانی میں مبتلا ہو گا تو اطمینان کامل نصیب نہیں ہو سکتا۔ بِذِکْرِ اللہِ دراصل فِیْ ذِکْرِ اللہِ ہے جس کا حاصل غرق فی النور ہونا ہے۔ نفسِ مطمئنہ کیوں کہ ذکر اللہ کے نور میں غرق ہو گیا اس لیے اس کو ایسا اطمینان اور راحت و سکون عطا ہوتا ہے جس کے سامنے سلطنتِ ہفت اقلیم کی لذت ہیچ معلوم ہوتی ہے۔ مختصراً نفسِ مطمئنہ وہ نفس ہے جو اخلاقِ رذیلہ سے پاک ہو کر اخلاقِ حمیدہ سے آراستہ ہو جائے اور تقاضاہائے معصیت کی کشمکش سے نجات پا کر سکون و اطمینان کا سانس لے۔

۴) نفسِ راضیہ

اور اللہ تعالیٰ نے نفس کے دو نام اور بیان فرمائے ہیں کہ جب روح نکلے گی اور اللہ تعالیٰ اپنے پاس بلائیں گے تو فرمائیں گے یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ اے وہ نفس جس کو اللہ کی یاد سے چین ملتا تھا اِرْجِعِیْۤ اِلٰی رَبِّكِ[۲۵۰] اپنے رب کی طرف لوٹ آ۔ اب امتحان ختم ہو گیا لٰہذا اب کمرۂ امتحان سے واپس آجا۔ اِرْجِعِیْ دلیل ہے کہ ہم حالتِ امتحان میں ہیں، یہ دنیا کمرۂ امتحان ہے۔ لٰہذا اب اپنے پالنے والے کے پاس آجا۔

۲۴۹؎ التفسیر المظہری: ۲۶۱/۱۰، الفجر (۲۶)، المکتبۃ الرشیدیۃ

۲۵۰؎ الفجر: ۲۷، ۲۸

اور کس حالت میں واپس آ رَاضِیَۃً تو اللہ سے خوش ہے اللہ تعالیٰ کے غیر متناہی اور لازوال انعامات اور آسان حساب اور قبولِ اعمال کو دیکھ کر اور فرماتے ہیں مَرْضِیَّۃً اللہ تعالیٰ تجھ سے خوش ہے۔

۵) نفسِ مرضیۃ

یہاں پر اللہ تعالیٰ نے رَاضِیَۃً فرما کر بندے کی خوشی کو مقدم کیا اور اس کے بعد مَرْضِیَّۃً فرما کر اپنی خوشی کو مؤخر کیا جب کہ بندہ حقیر ہے، بندے کی خوشی بھی حقیر ہے اور اللہ کی رضا عظیم ہے پھر اپنی رضا کو کیوں مؤخر فرمایا؟ اس کا جواب علّامہ آلوسی نے ''روح المعانی'' میں یہ دیا کہ یہ ترقی مِنَ الْاَدْنٰی اِلَی الْاَعْلٰی ہے۔ یہ ترقی ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ہے جیسے انٹر کے بعد بی اے میں داخلہ دیا جاتا ہے۔

اور اس علمِ عظیم کی تفہیم کے لیے ایک تمثیل اللہ تعالیٰ نے میرے قلب کو عطا فرمائی کہ جیسے ابّا اپنے چھوٹے سے بچے کو لڈّو دے کر کہتا ہے کہ خوش ہو جا اور میں بھی تجھ سے خوش ہوں جب ہی تو یہ لڈّو دے رہا ہوں ورنہ کیوں دیتا۔ تو جس طرح ابّا بچے کی رعایت سے اس کی خوشی کو مقدم کرتا ہے اور اپنی خوشی کو مؤخر کرتا ہے اسی طرح ربّ تعالیٰ شانہٗ کی شفقتِ ربوبیت نے بندوں کا دل خوش کرنے کے لیے ان کی خوشی کو پہلے بیان فرمایا اور اپنی خوشی کو مؤخر فرمادیا۔

شہادت کے رموز و اسرار

ارشاد فرمایا کہ دل میں ایک خیال آتا تھا کہ جنگِ احد میں سترّ صحابہ شہید ہو گئے مسلمانوں کو شکست ہوئی اور کافروں کو ہنسنے کا موقع ملا اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو کافر ہر گز غالب نہیں آسکتے تھے۔ اس راز کی تلاش تھی کہ اللہ تعالیٰ نے کیوں مدد نہ فرمائی جو روح المعانی میں مل گیا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں اِنْ یَّمْسَسْکُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ اے صحابہ! اگر تم کو زخم لگا ہے تو تمہارے مدِّ مقابل اس کافر قوم کو بھی ایسا ہی زخم لگ چکا ہے۔ اگر آج تمہارے سترّ شہید ہوئے تو جنگِ بدر میں کافروں کے بھی سترّ

آدمی مارے گئے ہیں۔ لٰہذا تم اپنا دل چھوٹا نہ کرو، تم گھاٹے میں نہیں ہو۔ وہ لوگ کفر پر مرنے سے جہنم میں گئے اور تمہارے ساتھی شہید ہو کر جنّت میں داخل ہوئے۔ جو کفر پر مرتا ہے اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور جو شہید ہوتا ہے اس کا قطرۂ خون زمین پر گرنے سے پہلے ہی اس کا حوروں سے نکاح ہو جاتا ہے اور شہید کو کچھ تکلیف بھی نہیں ہوتی۔ حدیث شریف میں ہے کہ شہید کو بس اتنی تکلیف ہوتی ہے جیسے کوئی چیونٹی کاٹ لے۔

اوراللہ سبحانہ و تعالیٰ آگے فرماتے ہیں:وَ تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ[۲۵۱] ہم ان دنوں کو لوگوں کے درمیان بدلتے رہتے ہیں یعنی کبھی ایک قوم کو غالب کر دیا اور دوسری کو مغلوب کر دیااور کبھی اس کے برعکس کر دیا اور دنوں کو اس طرح بدلنے میں بڑی حکمتیں ہیں۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں اگر صحابہ ہمیشہ فاتح رہتے اور ان کو کبھی شکست نہ ہوتی تو پھر ایک بھی کافر نہ رہتا فَاِنَّ الْكُفَّارَ يَدْخُلُوْنَ فِي الْاِسْلَامِ عَلٰى سَبِيْلِ الْيُمْنِ وَالتَّفَاؤُلِ[۲۵۲] تو کفار سب کے سب صرف برکت اور نیک شگونی کے طور پر اسلام میں داخل ہو جاتے، کہ یہ بہت کامیاب اور مبارک قوم ہے جس کو ہمیشہ فتح حاصل ہوتی ہے۔ اللہ کے لیے اخلاص سے اسلام قبول نہ کرتے، جیسے الیکشن کے زمانے میں بعض سیاسی لوگ ہوا کا رخ دیکھتے ہیں کہ کون سی سیاسی جماعت جیتے گی تو جیتنے والی جماعت میں صرف کرسی کے لیے داخل ہو جاتے ہیں، ان کے سامنے کوئی نیک مقصد نہیں ہوتا۔ علامہ آلوسی مُدَاوَلَةُ الْاَيَّامِ بَيْنَ النَّاسِ کی ایک حکمت تحریر فرماتے ہیں کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی مراد یہ ہے کہ صرف مخلصین، اللہ کے عاشقین اسلام میں داخل ہوں، دنیوی کامیابی اور فتح چاہنے والے غیر مخلصین سے اسلام کا دامن پاک رہے۔

آگے اللہ تعالیٰ شہادت کا راز بیان فرمارہے ہیں کہ صحابہ کو ہم نے شہادت کیوں دی ہے، ہمیں تو ان کے ایمان ویقین کا علم تھا ہی وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تاکہ میرا علم جو مخلوق پر مخفی تھا وہ ظاہر ہو جائے کہ اللہ کے عاشق ایسے ہوتے ہیں کہ

۲۵۱؎ اٰل عمرٰن:۱۴۰

۲۵۲؎ روح المعانی:۶۹/۴،اٰل عمرٰن(۱۴۰)،دار إحياء التراث،بيروت

جان دے دیتے ہیں، خونِ شہادت قبول کر لیتے ہیں مگر اللہ کو نہیں چھوڑتے کیوں کہ مصیبت کے وقت ہی امتحان ہوتا ہے اور امتحان کے وقت مخلص اور منافق کا فرق ظاہر ہو جاتا ہے۔ مخلص اللہ پر جان دے دیتا ہے اور منافق اللہ کو چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے وَلِیَعۡلَمَ اللّٰہُ کی تفسیر میں حضرت حکیم الاُمت مجد دالملت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان القرآن میں بین القوسین یہ الفاظ بڑھا دیے (تاکہ ظاہری طور پر بھی) اللہ کا علم مخلوق پر ظاہر ہو جائے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا علم ماضی حال و مستقبل پر محیط ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کو صحابہ کے کمالِ ایمان ویقین و عشق و محبت کا تو علم تھا ہی لیکن اپنے علمِ مخفی کو مخلوق پر ظاہر کرنا تھا اور اپنے عاشقوں کا ساری کائنات میں ڈنکا پٹوانا تھا کہ میرے عاشق ایسے ہوتے ہیں جو مجھ پر اپنی جانوں کو فدا کر دیتے ہیں۔

جان دے دی میں نے ان کے نام پر
عشق نے سوچا نہ کچھ انجام پر

اور صحابہ کے خونِ شہادت سے اللہ تعالیٰ نے اپنی عظمت کی تاریخ لکھوادی۔ جس عظمت کو لکھنے سے سات سمندر اور ان سمندروں کے مثل اور سارے دنیا کے درختوں کے قلم قاصر تھے اور احد کے دامن میں ستّر شہیدوں کے جسمِ مبارک سے بزبانِ حال یہ اشعار نشر ہو رہے تھے۔

ان کے کوچے سے لے چل جنازہ مرا
جان دی میں نے جن کی خوشی کے لیے

ستر شہیدوں کے جنازوں کی نماز سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا فرمائی، جن کا جنازہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پڑھائیں اس سے بڑی اور کیا خوش قسمتی ہو سکتی ہے۔

آگے حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں وَ یَتَّخِذَ مِنۡکُمۡ شُھَدَآءَ [۲۵۳] جنگِ احد میں یہ جو شہادت ہوئی ہے یہ میرا انتظام تھا کہ تم میں سے بعضوں کو شہید بنانا تھا۔

۲۵۳ے اٰل عمرٰن: ۱۴۰

حُسن کا انتظام ہوتا ہے
عشق کا یوں ہی نام ہوتا ہے

یہ میرا انتظام تھا کہ مُنْعَمْ عَلَيْهِمْ کے ایک طبقے کو وجود بخشنا تھا کیوں کہ بغیر منعم علیہم کے انسان صراطِ مستقیم نہیں پاسکتا تھا لہٰذا منعم علیہم کے چار طبقے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائے مِنَ النَّبِيّنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ[۲۵۴] نبیین، صدیقین اور صالحین کو تو امت نے دیکھ لیا تھا لیکن اگر شہید نہ ہوتے تو مُنْعَمْ عَلَيْهِمْ کا ایک اہم طبقہ وجود میں نہ آتا اور کفار قرآن پاک کی صداقت پر اعتراض کرتے کہ شہداء کا وہ طبقہ مُنْعَمْ عَلَيْهِمْ کہاں ہے جس کا قرآنِ پاک میں اعلان کیا گیا تھا، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے شہادت دے کر اس طبقے کا وعدہ پورا کردیا۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ جب اونٹوں پر شہیدوں کی لاشیں آرہی تھیں تو مدینہ کی خواتین صحابیات پوچھتی تھیں کہ یہ کن کی لاشیں ہیں۔ جب ان کو معلوم ہوا کہ یہ شہداء کی لاشیں ہیں تو ان کے منہ سے نکل گیا وَ يَتَّخِذَ اللّٰهُ مِنْكُمُ الشُّهَدَآءَ کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس امت میں شہید بھی پیدا کردے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ جملہ پسند فرمایا اور قرآنِ پاک میں نازل فرمادیا لیکن اَلشُّهَدَاءُ سے الف لام تخصیص کا ہٹادیا اور آیت یوں نازل فرمائی وَ يَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ، شُهَدَاءَ نکرہ نازل کیا کیوں کہ اگر اَلشُّهَدَاءُ نازل ہوتا تو پھر صرف احد کے شہید ہی شہید کہلاتے ، شہادت کے لیے وہی خاص ہوجاتے، کیوں کہ الف لام تخصیص کے لیے آتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کو قیامت تک شہادت کا دروازہ کھولنا تھا اس لیے شُهَدَاءَ نازل فرمایا تاکہ قیامت تک شہید ہوتے رہیں اور قیامت تک اس امت کو شہیدوں کی ایک جماعت مل جائے۔

ان شہیدوں نے اپنی جان دے کر ہم کو وفاداری کا سبق دے دیا۔ جب اللہ تعالیٰ کبھی مجھے احد کے دامن میں حاضری کا شرف دیتا ہے تو میں ان شہیدوں کے صدقے میں ایک دعا مانگتا ہوں کہ اے اللہ! ان شہداء نے آپ پر جان دے دی، اپنا

---

[۲۵۴] النسآء:۶۹

خونِ شہادت پیش کر دیا اور ہم لوگوں سے اتنا بھی نہیں ہوتا کہ آپ کے لیے اپنی نظریں بچا کر اپنے دل کی آرزوؤں کا خون کرلیں لہٰذا ان کی جانبازی کے صدقے میں ہم سب کو بھی اپنی ذاتِ پاک پر جان کو فدا کرنے کی اور خونِ آرزو کرنے کی توفیق اور ہمت عطا فرما دیجیے۔

وطن اور سفر کا ایک مکمل نسخہ

ایک صاحب نے حضرتِ والا کو تحریر کیا کہ سفر پر جارہا ہوں، کوئی نصیحت فرما دیجیے۔ حضرتِ والا نے تحریر فرمایا کہ وطن اور سفر کا نسخہ یہ ہے کہ دھیان رہے کہ:

۱) اللہ تعالیٰ ہم کو ہر وقت دیکھ رہا ہے۔

۲) اللہ تعالیٰ ہر وقت ہمارے ساتھ ہیں۔

۳) ہماری مکمل عافیت اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہے۔ ایسے مالک کو گناہوں سے ناراض کرنے سے عافیت کے جاتے رہنے کا خطرہ ہے۔

۴) اللہ تعالیٰ کا پکڑا ہوا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اس کو چھڑا نہیں سکتا۔

۵) ہر سانس مالک پر فدا کرو تو ہر سانس میں جنّت سے افضل بہار پاؤ گے۔ گناہ سے بچنے میں روح کے اندر وہ بہار پاؤ گے جو دونوں جہاں میں بے مثل بہار ہو گی۔

ترکِ گناہ کی بے چینی گناہ کے سکون سے افضل ہے

ارشاد فرمایا کہ گناہ چھوڑنے سے تڑپنا حاملِ بہارِ جاوداں ہوتا ہے۔ یہ تڑپنا افضل ہے اس سکون سے جو نفس گناہ کے حرام مزوں سے اڑاتا ہے کیوں کہ نفس کے حرام مزوں پر اللہ کی لعنت برستی ہے اور گناہ سے بچنے کی تڑپ اور بے چینی پر اللہ کی رحمت برستی ہے۔

حیاتِ ایمانی کی علامت

ارشاد فرمایا کہ جب حیض رک جاتا ہے تو یہ دلیل ہوتی ہے کہ حمل

ٹھہر گیا اور اب انسانی حیات ملنے والی ہے اسی طرح جس کو گناہوں سے نجات مل جائے، جس سے گناہ صادر ہونا بند ہو جائیں تو یہ علامت ہے کہ اس کو ایمانی حیات ملنے والی ہے، نسبت عطا ہونے والی ہے۔ مولانا رومی نے خواہشاتِ نفسانیہ کو مَردوں کا حیض فرمایا ہے ؎

اِتَّقُوْا اِنَّ الْھَوٰی حَیْضُ الرِّجَالِ

ہنسنا اور رونا۔ کبھی عبادت کبھی جرم

ارشاد فرمایا کہ اللہ کو بھول کر ہنسنا بھی جرم ہے اور ان کو بھول کر رونا بھی جرم ہے مثلاً کوئی کسی نامحرم عورت یا اَمرد کی یاد میں رو رہا ہے تو یہ مجرم ہے اور اس کے آنسو گدھے کے پیشاب سے زیادہ بدتر ہیں کیوں کہ ان آنسوؤں پر اللہ کا غضب برس رہا ہے۔ پس اللہ کی یاد میں ہنسنا بھی عبادت ہے اور ان کی یاد میں رونا بھی عبادت ہے۔

(۱۷؍ صفر المظفر ۱۴۱۹؁ھ مطابق ۱۳؍ جون ۱۹۹۹؁ء بروز ہفتہ مدرسہ جدید سندھ بلوچ سوسائٹی کی عمارت کے سامنے بوقت سیر بعد از فجر)

عظیم الشان خزانہ واردِ قلبی از عالمِ غیب

ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی چلتے پھرتے وقتاً فوقتاً اللہ کے یہ چار نام لیتا رہے گا ان شاء اللہ تعالیٰ اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کی بارش ہو جائے گی:

۱) **یَا مَالِکُ**: اللہ تعالیٰ ہمارے مالک ہیں اور ہم ان کے مملوک ہیں، جب مالک کہہ کر پکارو گے تو اللہ تعالیٰ خوش ہوں گے کہ میرا بندہ اپنی مملوکیت کا اور میری مالکیت کا اعتراف کر رہا ہے اور ہر مالک اپنی ملک کی حفاظت کرتا ہے اور اس کو ضایع نہیں ہونے دیتا اور اس کو دشمنوں کے حوالہ نہیں کرتا۔ لٰہذا اس نام کے صدقے میں اللہ تعالیٰ نفس و شیطان سے بھی ہماری حفاظت فرمائیں گے اور ہمیں ان کے حوالے نہ ہونے دیں گے اور دنیوی بلاؤں اور مصیبتوں سے بھی محفوظ رکھیں گے۔ جو کثرت سے یہ نام لے گا ان شاء اللہ! اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں آجائے گا۔

۲) **یَاکَرِیْمُ:** کہہ کر پکارتے رہو۔ کریم کے تین معنیٰ ہیں **اَلَّذِیْ یُعْطِیْ بِدُوْنِ الْاِسْتِحْقَاقِ وَالْمِنَّۃِ** کریم وہ ذات ہے جو بدونِ استحقاق فضل فرمادے۔ یعنی جو اپنی نالائقی سے کسی کرم کے لائق نہیں، جس کا حق نہیں بنتا لیکن جو بغیر حق بنے کرم فرمادے وہ کریم ہے۔ اور دوسری تعریف ہے **اَلَّذِیْ یَتَفَضَّلُ عَلَیْنَا بِدُوْنِ مَسْئَلَۃٍ وَّلَا وَسِیْلَۃٍ** جو بغیر مانگے اور بغیر کسی وسیلے کے اپنے کرم کی بارش فرمادے اور تیسری تعریف ہے **اَلَّذِیْ یَتَفَضَّلُ عَلَیْنَا فَوْقَ مَا نَتَمَنّٰی بِہٖ** جو ہماری تمناؤں اور ہمارے حوصلوں سے زیادہ عطا فرمادے۔ جیسے حکایت ہے کہ کسی کریم سے ایک بوتل شہد کسی نے مانگا، اس نے ایک مشک دے دیا۔ سائل نے کہا کہ حضور! میں نے تو ایک بوتل مانگا تھا آپ نے ایک مشک دے دیا۔ کریم نے کہا کہ تم نے مانگا تھا اپنے حوصلے کے بقدر میں نے دیا اپنے حوصلے کے مطابق۔ تو جب دنیا کے کریموں کا یہ حال ہے تو اس کریمِ مطلق کی کیا شان ہو گی جو اپنے غیر محدود دریائے کرم سے دنیا کے کریموں کو کرم کی بھیک عطا فرماتا ہے۔

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا
دریا بہادیے ہیں دُر بے بہا دیے ہیں

اور چوتھی تعریف ہے **اَلَّذِیْ لَا یَخَافُ نَفَادَ مَا عِنْدَہٗ**[۲۵۵] کریم وہ ہے جس کو اپنے خزانۂ کرم کے ختم ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔ لہٰذا **یَاکَرِیْمُ** کہہ کر پکارتے رہیے ظاہری و باطنی نعمتوں سے اللہ تعالیٰ جھولی بھر دے گا۔

۳) اور تیسرا نام ہے **یَا مُغْنِیْ** جس کے معنیٰ ہیں غنی کرنے والا۔ اس نام کے صدقے میں ظاہری غنا بھی حاصل ہو گا اور باطنی غنا بھی یعنی ہاتھ میں بھی خوب پیسہ رہے گا اور قلب بھی غیر اللہ سے مستغنی رہے گا، حسینوں کے حُسن سے اللہ تعالیٰ اس کے دل کو مستغنی کر دیں گے۔ حدیثِ پاک کی دعا ہے **اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ**

۲۵۵ـ مرقاۃ المفاتیح: ۲۱۲/۳، باب التطوع، المکتبۃ الامدادیۃ، ملتان

حَرَامِكَ وَاَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ[۲۵۶] اور اَغْنٰى نَفْسَهٗ کی شان اس میں پیدا ہو جائے گی کہ وہ اپنے دل کو اللہ کی یاد سے غنی کرے گا اور سارے عالم سے مستغنی ہو گا۔

۴) اور چوتھا نام ہے یَا صَمَدُ صمد کی تفسیر جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ اَلْمُسْتَغْنِيْ عَنْ كُلِّ اَحَدٍ جو سارے عالم سے مستغنی ہو وَالْمُحْتَاجُ اِلَيْهِ كُلُّ اَحَدٍ[۲۵۷] اور سارا عالم جس کا محتاج ہو۔ جو شخص یہ نام لیتا رہے گا تو اس نام کی برکت سے اس پر بھی شانِ صمدیت کا ظہور علیٰ حسبِ شانِ عبدیت ہو گا یعنی بندے کی شان کے مطابق جس قدر صمدیت مطلوب ہے اتنی عطا ہو گی اور ایسا شخص ان شاء اللہ! کسی کا محتاج نہ ہو گا بلکہ دوسرے لوگوں کی احتیاج اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے پوری فرمائیں گے اور اس کو ایک شانِ استغنا بھی عطا فرمائیں گے اور اس کو کسی کی مدد کی ان شاء اللہ تعالیٰ ضرورت نہ پڑے گی اور یہ شخص ایسی بیماری مثلاً فالج ولقوہ وغیرہ سے بھی محفوظ رہے گا جو دوسروں کا محتاج کر دے۔

۱۸ر صفر المظفر ۱۴۱۹؁ھ مطابق ۱۴ر جون ۱۹۹۹؁ء بروز اتوار بعد فجر ۵:۴۵ در حجرۂ حضرت والا دامت برکاتہم خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، کراچی

صحبت اور کتاب کے متعلق ایک الہامی علم عظیم

ارشاد فرمایا کہ صحبت اتنی بڑی نعمت ہے کہ ایک لاکھ کتابیں پڑھنے والے میں وہ بات نہیں پاؤ گے جو صحبت یافتہ لوگوں سے پاؤ گے۔ دیکھیے قرآنِ پاک ابھی مکمل نازل نہیں ہوا صرف اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ[۲۵۸] نازل ہوئی اور نبوت عطا ہو گئی۔ قرآنِ پاک ابھی ۲۳ سال میں مکمل ہو گا لیکن نبوت آپ کو ایک ہی آیت کے نزول پر مکمل عطا کی

۲۵۶؎ جامع الترمذی:۱۹۶/۲، باب فی دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ایچ ایم سعید

۲۵۷؎ روح المعانی:۲۷۴/۳۰، الاخلاص (۲)، دار احیاء التراث، بیروت

۲۵۸؎ العلق:۱

گئی۔ نبوت ناقص نہیں دی گئی کہ قرآنِ پاک ابھی مکمل نہیں ہوا تو نبوت تھوڑی سی دے دی گئی ہو۔ نہیں! مکمل نبوت عطا ہوئی اور ایسی مکمل ہوئی کہ جس نے آپ کو اس حالت میں دیکھا وہ صحابی ہو گیا اور مکمل صحابی ہوا ہے، ناقص صحابی نہیں ہوا۔ وہ صحابی مکمل، آپ نبی مکمل اگرچہ قرآنِ پاک ابھی مکمل نازل نہیں ہوا۔ معلوم ہوا کہ نبوت اور صحابیت کتاب اللہ کی تکمیل کی تابع نہیں۔ اگر کتاب صحبت سے زیادہ اہم ہوتی تو اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ کے نزول کے وقت ایمان لانے والے صحابی نہ ہوتے بلکہ یہ ہوتا کہ ابھی تو ایک ہی آیت نازل ہوئی ہے جب پورا قرآن نازل ہو جائے گا تب صحابی بنو گے۔ لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ اس وقت ایمان لانے والے صحابہ کا مقام سب سے بڑھ گیا اور وہ اَلسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ[۲۵۹] کہلائے۔ اور آج پورا قرآن سینوں میں ہے لیکن کوئی صحابی بن کر دکھائے۔ اس سے اندازہ کیجیے کہ صحبت کیا چیز ہے۔ انڈا ایک لاکھ سال تک پڑا رہے تو انڈا ہی رہے گا بلکہ گندا ہو جائے گا اور مرغی کی صحبت میں ۲۱ دن تک رہے تو حیات آجاتی ہے۔ ایسے ہی جو لوگ بزرگوں کے پاس رہتے ہیں ان کو حیاتِ ایمانی عطا ہوتی ہے۔ صحبت یافتہ عالم کے اخلاق میں اور غیر صحبت یافتہ عالم کے اخلاق میں آپ زمین و آسمان کا فرق پائیں گے۔ بے صحبت یافتہ کہیں دولت سے بک جائے گا، کہیں مال سے، کہیں جاہ سے، کہیں باہ سے اور اللہ کا ولی اور صاحبِ نسبت کبھی بک نہیں سکتا۔ سورج اور چاند سے نہیں بک سکتا، سلاطین کے تخت و تاج سے نہیں بک سکتا، لیلائے کائنات کے نمکیات سے نہیں بک سکتا اور مجانین عالم کی عشقیات سے بھی نہیں بک سکتا۔

اسی لیے بڑے پیر صاحب شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اے علمائے کرام! مدرسوں سے فارغ ہو کر چھ مہینے کسی اللہ کے ولی کے پاس رہ لو تاکہ تمہاری نفسانیت مٹ جائے اور للّٰہیت آجائے۔ ایک محدث نے کیا خوب کہا ہے۔

اگر ملی نہ غلامی کسی خدا کے ولی کی
تو علمِ درسِ نظامی کو علم ہی نہیں کہتے

۲۵۹ التوبۃ:۱۰۰

ورنہ ضمیر فروشی اور نفس پرستی رہتی ہے۔ جس کے دل میں خالقِ دل متجلّی نہیں اس کا دل دل نہیں ہے وہ دلدل میں پھنسا ہوا ہے۔ میرا شعر ہے ؎

صحبتِ اہلِ دل جس نے پائی نہ ہو
اس کا غم غم نہیں اس کا دل دل نہیں

عشق ہے نام نامرادی کا

سندھ بلوچ سوسائٹی کے پارک سے چہل قدمی کے بعد جب حضرتِ والا پارک سے باہر تشریف لائے تو سامنے مدرسے کی قدیم عمارت کا ملبہ تھا جس کو دار العلوم کی تعمیر کے لیے توڑنا پڑا ہے۔ حضرتِ والا کے ساتھ بہت سے احباب تھے، ان کو مخاطب کرکے فرمایا کہ یہاں دو منزلہ مکان تھا، اس کی تخریب اور ویرانی کو برداشت کرنا پڑا کیوں کہ یہاں چار ہزار گز پر ان شاء اللہ تعالیٰ! ایک عظیم الشان دار العلوم بنانا ہے۔ معلوم ہوا کہ بڑی نعمت کے لیے چھوٹی نعمت سے دست بردار ہونے سے آدمی کو زیادہ غم نہیں ہوتا جیسے اس عمارت کے گرنے سے دل کو ہلکا سا غم ہورہا ہے لیکن اس کے گرنے کے بعد جو نئی اور اس سے کہیں زیادہ عظیم الشان تعمیر ہونے کا امکان ہے اس خیال سے خوشی ہے۔ اسی طرح جو شخص اللہ کے لیے اپنی خواہشات کے محل ویران کرتا ہے تو خواہشات کے ویران ہونے کا ہلکا سا غم ہوتا ہے لیکن اس تخریب پر نسبت مع اللہ کی جو عظیم الشان تعمیر ملے گی اس سے دل مست ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر اپنی بری خواہشات کو تم ویران کردو تو اللہ حلاوت ایمانی کے میٹیریل سے تمہارے قلب کی عظیم الشان تعمیر فرمائے گا، تمہیں اپنے قرب کی لذت اور اپنی دوستی کا تاج عطا فرمائے گا۔ میرے قرب کی اس بڑی نعمت کے لیے تم اپنی حقیر اور گندی خواہشوں کو ویران کردو۔ پھر تمہاری ویرانی کے بعد جب ہم تعمیر کریں گے تو کیا شان ہوگی۔ پھر بزبانِ حال کہوگے ؎

ترے ہاتھ سے زیرِ تعمیر ہوں میں
مبارک مجھے میری ویرانیاں ہیں

لٰہذا گندی خواہشات کو چھوڑنے سے کبھی مت گھبرانا کیوں کہ عشق کی تکمیل نامرادی ہی سے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کی ابتدا کا سبق نامرادی ہی سے دیا کہ اگر مجھے اپنا مراد بنانا چاہتے ہو تو گندی آرزوؤں سے نامراد ہو جاؤ۔ میں اچھے کاموں سے تمہیں نامراد نہیں کررہا ہوں بلکہ خراب کاموں سے نامراد کرکے تمہیں اچھے کاموں کے لیے بامراد بنانا چاہتا ہوں لٰہذا کلمہ کی بنیاد ہی لَآ اِلٰہَ سے شروع ہورہی ہے کہ دیکھو باطل خداؤں سے تعلق مت رکھنا، بری خواہشات کو خدا نہ بنانا تب اِلَّا اللّٰہ پاؤ گے۔ میرا شعر ہے ؎

کون کہتا ہے بامرادی کا

عشق ہے نام نامرادی کا

طریقۂ ذکرِ نفی واثبات

ارشاد فرمایا کہ آج ذکر کا جو طریقہ بتاؤں اس کو خود بھی سمجھیں اور میرے جو احباب یہاں نہیں ہیں تو حاضرین غائبین کو پہنچادیں۔ جب لَآ اِلٰہَ کہیں تو تصور کریں کہ قلب غیر اللہ سے پاک ہورہا ہے یعنی باطل خداؤں سے بھی، اور حرام خواہشات سے بھی کیوں کہ حرام خواہش بھی باطل خدا ہے۔ میرے مرشد شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے شکایت فرمائی کہ اَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـھَہٗ ھَوٰىہُ [۲۶۰] اے نبی! کیا آپ نے ایسے لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنی بری خواہش کو خدا بنائے ہوئے ہیں۔ جو مؤمن اپنی بری خواہش پر عمل کرتا ہے وہ مؤمن تو ہے لیکن حقیقت میں اس کا ایمان اتنا کمزور ہے کہ اپنی بری خواہش کو بھی خدا بناتا ہے اور اپنے اصلی خدا کو فراموش کرتا ہے یہ انتہائی ناشکرا اور مجرم ہے۔

لَآ اِلٰہَ کہتے ہوئے تھوڑا سا داہنی طرف کو جھک جائے اور تصور کرے کہ قلب دونوں قسم کے باطل خداؤں سے یعنی غیر اللہ سے بھی اور بری خواہشوں سے بھی خالی ہورہا ہے اور جب اِلَّا اللّٰہُ کہے تو ذرا سا بائیں طرف کو جھک جائے اور سوچے کہ اللہ

۲۶۰؎ الجاثیۃ:۲۳

کا نور قلب میں داخل ہو رہا ہے۔

دل مرا ہو جائے ایک میدانِ ھُو
تو ہی تو ہو تو ہی تو ہو تو ہی تو

اور مرے تن میں بجائے آب و گِل
دردِ دل ہو دردِ دل ہو دردِ دل

غیر سے بالکل ہی اٹھ جائے نظر
تو ہی تو آئے نظر دیکھوں جدھر

اس زمانے میں ضربیں نہ لگائیں کیوں کہ قوتیں کمزور ہیں لہٰذا شیخ کو مجتہد اور محقق ہونا چاہیے، لکیر کا فقیر نہ ہونا چاہیے۔ جس زمانے میں لوگ اتنے قوی تھے کہ ہر سال خون نکلواتے تھے اس زمانے کے وظائف اور اذکار اگر کوئی شیخ اس زمانے میں بتاتا ہے جو خون چڑھوانے کا زمانہ ہے تو چشم دید دیکھا ہے کہ ضربیں لگانے سے اور کثرتِ ذکر سے کتنوں کی گردنیں اکڑ گئیں، سر میں درد رہنے لگا اور کتنے پاگل ہو گئے۔

لہٰذا اس زمانے میں لمبے لمبے وظیفے نہ بتاؤ۔ سب سے بڑا وظیفہ اور سب سے بڑا ذکر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ناراض نہ کیجیے، کوئی حرکت اور کوئی فعل ایسا نہ کرو جس سے مالک ناراض ہو جائے۔ جو اللہ کو ناراض نہیں کرتا حرام سے بچتا ہے وہ سب سے بڑا ذاکر ہے، سب سے بڑا عابد ہے اگرچہ اس کی زبان ہر وقت ذکر اللہ سے تر نہیں رہتی، اگرچہ نوافل بھی زیادہ نہیں پڑھتا۔ تھوڑا سا ذکر کرتا ہے لیکن ہر گناہ سے بچتا ہے یہ اصلی ذاکر ہے، لہٰذا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ سے باطل خداؤں کو اور بری خواہشات کو، دونوں قسم کے غیر اللہ کو دل سے نکا لیے اور اِلَّا اللّٰہُ کہتے وقت اللہ کی تجلیات کا مراقبہ کریں کہ عرشِ اعظم سے ایک نور کا ستون آرہا ہے جو میرے قلب سے لگا ہوا ہے جس سے اللہ کا نور میرے قلب میں داخل ہو رہا ہے۔ لَآ اِلٰہَ کی نفی عجیب ہے کہ عرشِ اعظم تک جاتی ہے اور عرشِ اعظم سے اللہ کا نور لے کر آتی ہے۔ مولانا بدرِ عالم صاحب مہاجر مدنی اکابر اولیاء اللہ

میں سے ہیں، ترجمان السنۃ میں فرماتے ہیں کہ لَآ اِلٰہَ کی تلوار اتنی تیز ہے کہ ساتوں آسمان پار کرکے عرشِ اعظم تک جاتی ہے۔ اگر وہاں بھی اللہ کو نہ پاتی تو عرشِ اعظم سے آگے بڑھ جاتی لیکن وہاں تجلیاتِ الٰہیہ دیکھ کر ٹھہر جاتی ہے۔

نظر وہ ہے جو اس کون و مکاں کے پار ہو جائے
مگر جب روئے تاباں پر پڑے بے کار ہو جائے

ترے جلوؤں کے آگے ہمتِ شرح و بیاں رکھ دی
زبانِ بے نگہ رکھ دی نگاہِ بے زباں رکھ دی

اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہتے وقت یہ مراقبہ کریں کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ ساتوں آسمان پار کرکے براہِ راست اللہ تعالیٰ سے ملاقات کررہی ہے اور یہ کوئی جاہلانہ تصوف نہیں مدلل بالحدیث ہے۔ فرمانِ نبوت کے مطابق تصوف کو مدلّل پیش کرتا ہوں۔ جو تصوف قرآن و حدیث سے مدلّل نہ ہو وہ تصوف ہی نہیں۔ مشکوٰۃ شریف کی روایت ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ لَیْسَ لَھَا حِجَابٌ دُوْنَ اللہِ[۲۶۱] لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ اور اللہ میں کوئی پردہ نہیں ہے۔ یعنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ ساتوں آسمان پار کرکے عرشِ اعظم ہی تک نہیں پہنچتی ربِّ عرشِ اعظم سے ملتی ہے۔

اسی حسرت میں جئے اور مرے ہم
بے پردہ نظارہ ہو کبھی دیدۂ سر سے

دیدۂ دل سے تو اللہ والوں کو نظارہ نصیب ہوتا ہی ہے مگر دلِ بے تاب کی تمنا ہے کہ دیدۂ سر سے بھی نظارہ ہو۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں۔

نہیں کرتے ہیں وعدہ دید کا وہ حشر سے پہلے
دلِ بے تاب کی ضد ہے ابھی ہوتی یہیں ہوتی

---

[۲۶۱] جامع الترمذی: ۱۹۱/۲، باب عقد التسبیح بالید، ایج ایم سعید۔ ذکرہ بلفظ دون اللہ حجاب/ مشکوٰۃ المصابیح: ۲۱/۲، (۲۳۱۳)، باب ثواب التسبیح والتحمید، المکتبۃ الامدادیۃ، ملتان

پھر حسرتِ پیکان نگہ اے دلِ ناداں
اب تک تو ٹپکتا ہے لہو دیدۂ تر سے

اے دلِ ناداں! تو پھر اس تجلّیٔ خاص کی تمنا کررہا ہے جو حالتِ ذکر میں وارد ہوئی تھی جس کے اثر سے ابھی تک دیدۂ تر سے لہو گر رہا ہے کہ تو دوبارہ جلوہ دیکھنا چاہتا ہے۔ کیا کہوں یہ اشعار میرے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نہایت کیف سے پڑھا کرتے تھے جن کی خدمت میں میری زندگی کے سترہ سال گزرے ہیں۔

تیسرا طریقہ یہ ہے کہ جب لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہیں تو سمجھ لیں کہ ہم سارے عالم سے الگ ہوگئے۔

رہتے ہیں ہم جہاں میں یوں جیسے یہاں کوئی نہیں

سوچیں کہ لَا اِلٰهَ سے سارا عالم ختم ہوگیا بس ہم ہیں اور ہمارا اللہ ہے۔

آخر میں دعا کرلیں کہ ہم نے غیر اللہ کو دل سے نکالا لیکن اے اللہ! ہم سے کیا نکلے گا، ہم کمزور ہیں جس طرح کمزور بچہ ابّا کو پکارتا ہے بندہ کمزور ہے تو ربّا کو پکارے کہ اے میرے ربّا! آپ اپنی مدد بھیج دیجیے اور غیر اللہ کو ہمارے قلب سے نکال دیجیے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو روزانہ سو بار لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھے گا اس کا چہرہ قیامت کے دن چودھویں تاریخ کے چاند کے مثل چمکے گا، اس پر اگر کوئی کہے کہ ۱۰۰ دفعہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پر اتنی بڑی بشارت ہے تو کوئی صرف لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھتا رہے اور نماز روزہ نہ کرے اور گناہوں میں مبتلا رہے تو کیا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ سے پھر بھی اس کا چہرہ چمکے گا؟ اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے میرے قلب کو عطا فرمایا کہ جو سو دفعہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی لاج رکھتے ہوئے اس کو منہ اُجالا کرنے والے اعمال کی توفیق اور منہ کالا کرنے والے اعمال سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں گے اور اس طرح قیامت کے دن اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کے مانند چمکے گا۔

ذکرِ اسمِ ذات کا طریقہ

ارشاد فرمایا کہ جب اللہ کا نام لینا شروع کرو تو پہلے اللہ پر

جَلَّ جلَالُہٗ کہنا واجب ہے۔ اب اللہ کا نام لینے کا کیا طریقہ ہے۔ میرے شیخ نے سکھایا تھا۔ آہ! جب میرا عالمِ شباب تھا، میں اٹھارہ سال کا تھا اور میرے شیخ ستّر کے قریب تھے۔ فرمایا تھا کہ جب اللہ کہو تو ذرا کھینچ کر کہو کہ ہماری آہ بھی شامل ہو جائے اور سوچو کہ ایک زبان منہ میں ہے اور ایک زبان دل میں ہے اور منہ کی زبان اور دل کی زبان دونوں سے اللہ نکل رہا ہے۔ پھر یہ مراقبہ کرو کہ میرے جسم کا بال بال اللہ کہہ رہا ہے، اور پھر یہ مراقبہ کرو کہ میرے کمرے کا ہر ذرّہ اللہ کہہ رہا ہے، پھر یہ مراقبہ کرو کہ سارے عالم کے درختوں کا پتّہ پتّہ اللہ کہہ رہا ہے اور سارے عالم کے دریاؤں کا قطرہ قطرہ اللہ کہہ رہا ہے اور سارے عالم کے صحراؤں کا ذرّہ ذرّہ اللہ کہہ رہا ہے اور سارے عالم کے ستارے، چاند اور سورج بھی اللہ کہہ رہے ہیں۔

میرے شیخ نے فرمایا تھا کہ شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے خواب میں ذکرِ اسمِ ذات کا مندرجہ بالا طریقہ سکھایا، اور خواب ہی میں فرمایا کہ جو اس طرح اللہ اللہ کی ایک تسبیح پڑھ لے گا اس کو چوبیس ہزار مرتبہ اللہ اللہ کہنے کا فائدہ حاصل ہو گا۔

تازیانۂ عبرت

ایک صاحب جو حضرتِ والا سے ارادت کا تعلق رکھتے ہیں، مجلس میں دیر سے حاضر ہوئے۔ دریافت کرنے پر بتایا کہ وہ اپنا پلاٹ دیکھنے چلے گئے تھے جو انہوں نے خریدا ہے۔ حضرتِ والا نے ارشاد فرمایا کہ یہ کام آپ کو کسی اور دن کرنا چاہیے تھا، جب دنیا اور آخرت کا معاملہ آئے تو اس وقت دنیا کو نظر انداز کر دو کیوں کہ دنیا سے ہم نکالے جائیں گے۔ اسی پلاٹ سے ہمارا خروج نہیں اخراج ہو گا، نکلیں گے نہیں نکالے جائیں گے، اور نکالنے والے کون ہوں گے؟ غیر نہیں ہوں گے، یہی اپنے بیوی بچے ہوں گے جن کے لیے پلاٹ خریدا تھا، مکان بنایا تھا۔ یہی بزبانِ حال کہیں گے کہ میاں کو جلدی نکالو، ابّا کو جلدی نکالو کہیں لاش سڑ نہ جائے۔ بتاؤ مرنے کے بعد کوئی ہمیں رہنے دے گا؟ تو جس گھر سے ہمارا خروج نہیں، اخراج ہونے والا ہے جس گھر سے ہم

نکالے جائیں گے، اس سے اتنا زیادہ دل کیوں لگائیں۔ جب اللہ کا نام لیا جارہا ہو یا دین کی بات سنائی جارہی ہو تو اس وقت دنیا کو مت دیکھو کہ دنیا کدھر ہے۔

یہاں تو ایک پیغامِ جنوں پہنچا ہے مستوں کو
ان ہی سے پوچھیے دنیا کو جو دنیا سمجھتے ہیں

نفس کا غم روح کی خوشی کا سبب ہے

ارشاد فرمایا کہ نظر بچانے میں جو غم ہوتا ہے اس سے نہ گھبرائیے۔ ہمت کرکے حسینوں سے نظر بچاؤ کہ نفس غم سے کہے آہ اور روح کہے واہ۔ حضرت حکیم الاُمت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ گناہ سے بچنے میں نفس میں تو غم آتا ہے لیکن اسی وقت روح میں نور پیدا ہوتا ہے۔ اگر نفس میں ایک کلو غم آیا تو روح میں اسی وقت ایک کلو نور بن جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ قلب کو ایسی حلاوتِ ایمانی دے گا کہ آپ شکر ادا کریں گے کہ اے مالک! یہ آپ کا کرم ہے کہ آپ نے حسینوں کو پیدا کیا، اور ہمیں ان سے نظر بچانے کی توفیق دی جس سے ہمارے نفس میں آپ کے راستے کا غم آیا۔ دشمنوں کو یہ غم نصیب نہیں، یہ اولیاء اللہ کا غم ہے مگر اس غم کی بدولت ہمارے قلب کو آپ نے حلاوتِ ایمانی کا مزہ عطا فرمایا۔ نہ یہ حسین ہوتے نہ ہمیں نظر بچانے کی توفیق ہوتی اور نہ حلاوتِ ایمانی ہمیں عطا ہوتی جس کی لذت کے سامنے سلطنتِ ہفت اقلیم کی لذت ہیچ ہے۔ حسینوں کو دیکھنے سے آنکھوں کو تو مٹھاس ملتی ہے۔ لیکن یہ مٹھاس دل پر عذاب بن جاتی ہے۔ تھوڑی دیر کی لذت دل کی مستقل کلفت بن جاتی ہے اور دل کی حلاوتِ ایمانی تمام اعضا کی حلاوتِ ایمانی کا سبب بنتی ہے کیوں کہ دل سپلائر ہے۔ دل ایک حوض ہے۔ اگر حوض میں دودھ اور شکر اور شربتِ روح افزا ہے تو اس کی ٹونٹیوں سے روح افزا ہی سپلائی ہوگا۔ قلب میں جب حلاوتِ ایمانی ہوگی تو قلب ہی سارے اعضا میں خون سپلائی کرتا ہے لہٰذا خون کے ساتھ ساتھ حلاوت ایمانی بھی سپلائی ہوگی اور سارے جسم کو سکون حاصل ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ اولیاء اللہ کا قلب و قالب سکون واطمینان کا حامل ہوتا ہے۔

چہرہ ترجمانِ دل ہوتا ہے

ارشاد فرمایا کہ چہرہ ترجمانِ دل ہوتا ہے۔ اگر دل میں اللہ اپنی تجلیاتِ خاصہ سے متجلّی ہے تو چہرہ اللہ کا ترجمان ہوگا، اس کے چہرے کو دیکھ کر اللہ کی یاد آئے گی جیسا کہ حدیث شریف میں ہے اِذَا رُأُوْا ذُکِرَ اللہُ اللہ والے وہ ہیں جن کو دیکھ کر اللہ یاد آتا ہے۔ اسی طرح اگر کسی شخص کے دل میں غیر اللہ ہے تو چہرہ ترجمانِ غیر اللہ ہوگا، دل میں اگر کفر ہے تو چہرہ ترجمانِ کفر ہوگا، دل میں اگر نفاق ہے تو چہرہ ترجمانِ نفاق ہوگا، دل میں اگر اللہ کی محبت کا درد ہے تو چہرہ ترجمانِ دردِ دل ہوگا اور اگر دل تجلیاتِ الٰہیہ کا حامل ہے تو چہرہ ترجمانِ تجلیاتِ الٰہیہ ہوگا۔ جو دل میں ہوگا چہرہ وہی بتائے گا، اسی لیے سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک آدمی کو جو آپ کی مجلس میں بد نظری کر کے آیا تھا دیکھ کر فرمایا مَا بَالُ اَقْوَامٍ یَّتَرَشَّحُ مِنْ اَعْیُنِہِمُ الزِّنَا[۲۶۲] کیا حال ہے ایسے لوگوں کا جن کی آنکھوں سے زنا ٹپکتا ہے۔

اس لیے کلمہ کی بنیاد ہی میں اللہ تعالیٰ نے ہم کو حکم دیا کہ تم لَا اِلٰہَ سے غیر اللہ کو دل سے نکال دو پھر اِلَّا اللہُ سے تمہارا دل اللہ تعالیٰ کی تجلیاتِ خاصہ سے متجلّی ہوگا تو پھر سارے عالم میں تمہارا چہرہ اللہ تعالیٰ کا ترجمان ہوگا اور ہر مؤمن سارے عالم میں ایمان پھیلا دے گا۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے چہرے کو دیکھ کر لوگ ایمان لاتے تھے۔ کلمہ کا یہ ترجمہ اللہ تعالیٰ نے پہلی بار عطا فرمایا۔ یہ میرے بزرگوں کی دعاؤں کا صدقہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے عجیب عجیب نادر موتی دے رہا ہے۔

۱۹؍ صفر المظفر ۱۴۱۹؁ھ مطابق ۱۵؍ جون ۱۹۹۹؁ء بروز دوشنبہ ساڑھے چھ بجے
صبح بوقتِ سیر پارک سندھ بلوچ سوسائٹی گلستانِ جوہر کراچی

اصلی پیری مریدی اور حقیقتِ تصوف

ارشاد فرمایا کہ پیری مریدی حلوہ مانڈا، حلوہ پوری اور بکرا مرغی

۲۶۲؎ تفسیر القرطبی: ۱۰/۴۴، الحجر (۷۵)، دار الکتب العربی، القاہرۃ، ذکرہ بلفظ وفی عینیہ اثر الزنا

اینٹھنے کا نام نہیں ہے اور وہ پیر نہیں ہے جو مرید سے یوں کہے کہ ؎

بغل میں تو اگر مرغی نہ لایا
برابر ہے کہ تو آیا نہ آیا

اور وہ پیر نہیں ہے جس کے آنے پر چاروں طرف دیگیں کھڑکنے لگیں اور جس کی آمد کی خبر سے مرغوں کا یہ حال ہو ؎

سارے مرغے یہ خبر سن کے سہم جاتے ہیں
جب وہ سنتے ہیں کہ بستی میں کوئی پیر آیا

یہ دونوں میرے ہی شعر ہیں جو میں نے جعلی پیروں کے لیے کہے ہیں۔ پیری مریدی جو بدنام ہوئی ہے وہ جعلی پیروں کی وجہ سے ہوئی ہے جنھوں نے چند وظیفے بتا کر اپنا حلوہ مانڈا سیدھا کیا جو جانتے ہی نہیں کہ تقویٰ کیا ہے، اللہ کی محبت کیا ہے، اللہ کا خوف کیا ہے۔ جو خود محروم ہو وہ مریدوں کو کیا سکھا سکتا ہے اور مرید وہ نہیں جو اللہ کو چھوڑنے والے کا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر نہ چلنے والے کا مرید بنا ہوا ہے، اور اللہ اس کے دل میں مراد نہیں ہے۔

پھر اصلی پیری مریدی کیا ہے؟ اصلی مرید وہ ہے جو اللہ کو اپنا مراد بنائے، جس کی مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہو یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡهَهٗ کا مصداق ہو، اگر اصلی مرید ہے تو غیر اللہ کا عاشق نہیں ہو سکتا اور اصلی پیر وہ ہے جو خود بھی بالغِ منزل یعنی اللہ والا ہو اور مرید کو اس کی منزلِ مراد یعنی اللہ تک راہ نمائی کرے اور غیر اللہ سے اس کے ہوش وحواس کی ہوش ربائی کرے کہ وہ غیر اللہ سے بے خبر اور اللہ سے باخبر ہو جائے، یعنی غیر اللہ کو مرید کے دل سے نکالنے کی کوشش وتدابیر سے مرید کو اللہ تک پہنچانے کا سامان رسائی کرے اور اپنی آہ وفغاں، دردِ دل اور صدائے عشق ومحبت سے اس کی دلکشائی کرے یعنی مرید کے دل میں بھی اللہ کی محبت کی آگ لگانے کی کوشش کرے اور اس کے لیے دردِ دل سے اشکبار ہوتا ہو۔ اصلی پیری مریدی یہ ہے کہ مرید بھی اللہ والا بننے کے لیے جان کی بازی لگا رہا ہو، اور پیر خود بھی بالغِ منزل ہو اور اللہ پر جان دے رہا ہو اور اپنے

مریدوں کو بھی اللہ تک پہنچانے کے لیے اپنی جان گھلا رہا ہو، اکیلے نہ بھاگا جارہا ہو۔ وہ راہ بر جو اکیلے بھاگا جارہا ہے اور اپنے رفیقوں کو نظر انداز کررہا ہے وہ راہ بر نہیں ہے۔ راہ بر وہ ہے جو راہ رو کا بھی خیال کرے۔ خود بھی اللہ کے راستے پر چلے اور اپنے ساتھیوں کو بھی چلانے کے لیے بے چین ہو اور درد بھرے دل اور اشکبار آنکھوں سے اللہ کے حضور میں دعائیں بھی کرتا ہو۔

اڑادیتا ہوں اب بھی تار تار ہست و بود اصغر
لباسِ زہد و تقویٰ میں بھی عریانی نہیں جاتی

یہاں تو ایک پیغامِ جنوں پہنچا ہے مستوں کو
ان ہی سے پوچھیے دنیا کو جو دنیا سمجھتے ہیں

خام مال

آج دوپہر ایک صاحب کو فون پر یہ نصیحت فرمائی کہ جو لوگ نظر کی حفاظت نہیں کرتے ہمیشہ خام مال رہتے ہیں، جیسے کچّا کباب خود بھی بے مزہ ہوتا ہے اور جو کھاتا ہے وہ بھی تھو تھو کرتا ہے۔ ان کی نسبت مع اللہ ہمیشہ کمزور رہتی ہے، نہ ان کو خود حلاوتِ ایمانی کا مزہ ملتا ہے نہ دوسروں کو ان سے فیض ہوتا ہے۔ اپنے خسارے کا احساس ان کو مرتے وقت ہوگا جب وہ اللہ کے پاس اللہ سے محروم ہو کر جائیں گے اور جو لوگ نظر کی حفاظت کرتے ہیں وہ جب اللہ کے پاس جائیں گے تو اللہ کو ساتھ لے کر جائیں گے۔

عارضی چراغ سے ایک دائمی چراغ جلالیجیے

ہر دوشنبہ کو بعد مغرب مسجدِ اشرف گلشن اقبال میں دینی اجتماع ہوتا ہے۔ آج حضرتِ والا دامت برکاتہم کے بیان کے دوران اچانک بجلی چلی گئی لیکن جنریٹر کے چلنے سے فوراً ہی روشنی آگئی۔ اس پر ارشاد فرمایا کہ مولانا رومی نے اسی کے متعلق فرمایا کہ

باد تند است و چراغ ابترے
زو بگیرانم چراغ دیگرے

موت کی آندھی چل رہی ہے اور زندگی کا چراغ بہت کمزور ہے۔

موت کی تیز و تند آندھی میں
زندگی کے چراغ جلتے ہیں

زندگی کا یہ چراغ کسی وقت بھی بجھ سکتا ہے، لہٰذا کوشش کرکے اس عارضی چراغ سے دل میں اللہ کے نور کا ایک دوسرا چراغ جلالو، تاکہ جب زندگی کا یہ چراغ بجھے تو اللہ کے نور کا وہ چراغ دل میں روشن ہوجائے جیسی بجلی کے جاتے ہی جنزیٹر سے روشنی پیدا ہوگئی۔

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ اللہ والے اس عارضی زندگی میں اعمالِ صالحہ اور اجتناب عن المعاصی کے مجاہدات سے دل میں اللہ کی محبت اور نسبت کا ایک دوسرا چراغ جلالیتے ہیں لہٰذا جب موت آتی ہے اور زندگی کا یہ عارضی چراغ بجھتا ہے تو ان کے دل میں اللہ کے نور کا وہ چراغ روشن ہوجاتا ہے۔

رنگِ طاعت رنگِ تقویٰ رنگِ دیں
تا ابد باقی بود بر عابدیں

اللہ کی محبت وعبادت کا نور، تقویٰ کا نور اور دین کا نور اللہ والوں کی جانوں میں ہمیشہ باقی رہتا ہے۔اور جو لوگ زندگی کے عارضی چراغ سے ہی مست رہتے ہیں اور اس گاڑھے وقت کے لیے دل میں اللہ کے نور کا وہ چراغ نہیں جلاتے تو موت کی آندھی جب ان کے چراغ کو بجھاتی ہے تو اندھیروں میں غرق ہوجاتے ہیں اور اس وقت پچھتاتے ہیں کہ کاش! اللہ کی محبت کا کوئی ٹمٹماتا ہوا چراغ ہی اپنی جان میں روشن کرلیا ہوتا۔ مولانا رومی فرماتے ہیں۔

رنگِ شک و رنگِ کفران و نفاق
تا ابد باقی بود بر جانِ عاق

شک اور کفر اور نفاق کے اندھیرے ان محروم جانوں پر ہمیشہ کے لیے مسلّط ہوجاتے ہیں۔

۲۰؍ صفر المظفر ۱۴۱۹؁ھ مطابق ۱۶؍ جون ۱۹۹۹؁ء بروز منگل بعد فجر
خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی

خیانتِ صدر پر خیانتِ عین کی تقدیم کے اسرار

ارشاد فرمایا کہ خیانتِ عین کو خیانتِ صدر پر مقدم فرمایا جب کہ آنکھوں سے دل زیادہ اہم ہے تو اس کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ ترقی مِنَ الْاَدْنٰی اِلَی الْاَعْلٰی ہے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ خیانتِ عین سبب ہے خیانتِ صدر کا۔ پہلے آنکھ خراب ہوتی ہے پھر دل خراب ہوتا ہے، اگر بد نظری نہ کرے تو دل گندے خیالات سے محفوظ رہے گا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے پہلے سبب بیان فرمایا اور بعد میں مسبب تاکہ جب سبب ہی نہ ہوگا تو مسبب کا ترتُّب نہ ہوگا، یعنی جو نگاہ کی حفاظت کرلے گا تو اس کا قلب بھی خیانت سے محفوظ رہے گا۔ اور تیسرے یہ کہ مؤمن کا قلب اللہ تعالیٰ کی جلوہ گاہ ہے جیسا کہ حدیثِ قدسی میں ارشاد ہے کہ میں زمین و آسمان میں نہیں سمایا لیکن مؤمن کے قلب میں آجاتا ہوں یعنی باعتبار تجلیاتِ خاصہ کے، اور بد نظری سے دل اس قابل نہیں رہتا کہ حق تعالیٰ اس میں اپنی تجلیاتِ خاصہ سے متجلّی ہوں۔ جب ایک گندے مکان میں آپ کسی معزز مہمان کو نہیں ٹھہراتے اور کوئی لطیف المزاج کسی گندے مکان میں ٹھہرنا پسند نہیں کرتا تو لطیفِ حقیقی تو اللہ تعالیٰ ہیں وہ گندے قلب کو اپنی جلوہ گاہ نہیں بناتے۔ اس خسرانِ عظیم کا سبب خیانتِ عین ہے لہٰذا اس کو مقدم فرمایا تاکہ اس سے بچنے کا بندے خاص اہتمام کریں۔

آیت فَسَبِّحۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ کے لطائفِ عجیبہ

ارشاد فرمایا کہ وَ لَقَدۡ نَعۡلَمُ اَنَّكَ یَضِیۡقُ صَدۡرُكَ بِمَا یَقُوۡلُوۡنَ کے بعد فَسَبِّحۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ[۲۶۳] کا راز جو اللہ تعالیٰ نے میرے قلب کو عطا فرمایا یہ شاید آپ کسی کتاب میں نہیں پائیں گے، نہ کہیں میری نظر سے گزرا۔ اس علم میں شاید

۲۶۳؎ الحجر:۹۷،۹۸

اللہ تعالیٰ نے مجھے خاص فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے نبی! ہم خوب جانتے ہیں کہ یہ کافر جو آپ کی شان میں بکواس کررہے ہیں، کوئی جادوگر کہہ رہا ہے، کوئی کاہن کہہ رہا ہے، کوئی مجنون کہہ رہا ہے جس سے آپ کا سینہ غم سے گھٹ رہا ہے لہٰذا اس غم کا علاج کیا ہے؟ فَسَبِّحۡ آپ اپنے رب کی پاکی بیان کیجیے کہ آپ کا رب پاک ہے اس عیب سے کہ وہ کسی پاگل اور جادوگر اور کاہن کو نبوت دے دے۔ اس کے بعد بِحَمۡدِ رَبِّکَ فرمایا کہ تسبیح کے ساتھ اپنے رب کی حمد بھی بیان کیجیے کہ جس نے آپ کو نبی بنایا ہے، ہم نے آپ کو نبوت عطا کی ہے اس پر ہمارا شکر کیجیے کہ آپ اصلی نبی ہیں اور رَبِّکَ فرمایا کہ جو کچھ غم آپ کو پہنچ رہا ہے وہ ہماری شانِ ربوبیت کے تحت ہے، اس میں ہماری ادائے تربیتِ خواجگی شامل ہے اور جس طرح باپ اپنی اولاد کو ناقص غذا دے کر ہلاک نہیں کر سکتا ہم تو اصلی پالنے والے ہیں، ہم کسی پاگل یا جادوگر وغیرہ کو نبوت کیسے دے سکتے ہیں کہ وہ امت کو تباہ کردے لہٰذا آپ کو سید الانبیاء بنا کر قیامت تک آنے والی امت کے لیے کامل روحانی غذا کا انتظام کیا ہے۔ جو کچھ معروض ہے یہ لطائفِ قرآنیہ سے ہے تفسیر نہیں ہے۔

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ذکرِ منفی پہلے نازل فرمایا لَاۤ اِلٰہَ ذکرِ منفی ہے۔ یہ صفائی ہے دل کی غیر اللہ سے، جب کسی ملک میں بادشاہ آتا ہے تو کس قدر صفائی کی جاتی ہے، اللہ دل میں آنے والا ہے تو کس قدر صفائی ضروری ہے، لَاۤ اِلٰہَ سے دل کی صفائی کی گئی ہے کہ پہلے غیر اللہ کی غلاظت سے دل کو صاف کرلو پھر اس کے بعد اِلَّا اللہُ ہے جب تمہارا دل پاک ہوجائے گا تب اللہ آئے گا لیکن آئے گا کس طرح؟ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللہِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں پر چلنے سے، آپ کی چلن چلنے سے آئے گا، اللہ کے نبی ایسے پیارے ہیں کہ جو ان کی چلن چلتا ہے اس کو بھی پیار کرلیتے ہیں، اس لیے فرمایا کہ صَلُّوۡا کَمَا رَاَیۡتُمُوۡنِیۡ اُصَلِّیۡ نبی کی سی نماز تم کیسے پڑھ سکتے ہو، بس تم اس کی نقل کرلو میں قبول کرلوں گا اس طرح مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللہِ نازل فرما کر بتادیا کہ میرے نبی کے طریقے پر چلوگے تب مجھ کو پاؤ گے۔

۞۞۞۞

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اپنی مبارک زندگی میں دنیا کے متعدد ممالک کے تبلیغی و اصلاحی اسفار فرمائے۔ حضرت اقدس کے اسفار سے ان ملکوں کی سرزمین پر تصوف زندہ ہوگیا، ہزاروں لوگوں کی زندگیوں میں انقلاب آگیا، سینکڑوں مردہ دل زندہ ہوگئے، سینکڑوں نا آشنائے دردنہ صرف حامل دردِ محبت ہوئے بلکہ ان کا دردِ محبت متعدی ہوگیا۔

زیرِ نظر کتاب ''مواہبِ ربانیہ'' عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ان ہی اسفار پر مبنی چند سفرناموں کا مجموعہ ہے، جن کے نام یہ ہیں:

۱) ''فیوضِ ربانی'' (سفر حرمین شریفین کے ارشادات)

۲) ''الطافِ ربانی'' (سفر قونیہ، ترکی کے ملفوظات)

۳) ''افضالِ ربانی'' (جنوبی افریقہ، ماریشس اور پاکستان کے ملفوظات)

۴) ''انعاماتِ ربانی'' (برما، بنگلہ دیش اور پاکستان کے ملفوظات و)

۵) ''عنایاتِ ربانی'' (سفرنامہ ری یونین کے چند اوراق)

۶) ''عطائے ربانی'' (کراچی کے ملفوظات)

غرض یہ کتاب قرآن و حدیث، شریعت و طریقت، تصوف و احسان و سلوک کے عظیم الشان وہبی علوم اور الہامی مضامین کا خزانہ ہے جس کا لطف پڑھ کر عمل کرنے سے ہی تعلق رکھتا ہے۔

www.khanqah.org